پاکستان میں زرعی محاصل کا
اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جائزہ

تحقیقی مقالہ

برائے

پی ایچ ڈی (علوم اسلامیہ)

Allama Iqbal Open University

زیر نگرانی

ڈاکٹر محمود الحسن عارف

چیئرمین

اردو دائرہ معارف اسلامیہ

پنجاب یونیورسٹی لاہور

مقالہ نگار

شگفتہ بانو

اسسٹنٹ پروفیسر

گورنمنٹ کالج برائے خواتین

باغبانپورہ لاہور

کلیۃ عربی و علوم اسلامیہ

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

2000-2005

FORWARDING SHEET

Research thesis entitled ''پاکستان میں زرعی محاصل کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جائزہ'' *submitted by* ***SHAGUFTA BANO*** *for the degree of Ph.D in Islamic Studies has been completed under my guidance and supervision. I am satisfied with the quality of student's research work.*

Dated: *2.08.07*

(Dr. Mehmood-ul-Hasan Arif)
Chairman,
Encyclopedia of Islam,
University of the Punjab,
Lahore.

APPROVAL SHEET OF THE COMMITTEE

Title of Thesis ''پاکستان میں زرعی محاصل کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جائزہ''

name of student ***SHAGUFTA BANO D/o Abdul Latif (Late)*** *accepted by the Faculty of Arabic and Islamic Studies, Allama Iqbal Open University, Islamabad for the degree of Ph.D in Islamic Studies.*

Viva Voce Committee:

Dean, Faculty of Arabic & Isl. Studies.

Chairman,
Department of Islamic Studies

27/8/07

External Examiner

Supervisor

<u>DECLARATION</u>

I **SHAGUFTA BANO D/o Ch. Abdul Latif (Late)** *Roll No. K-8311049 Registration No. 90-PLE-3569 as a student of Ph.D at the Allama Iqbal Open University, Islamabad, do hereby solemnly declare that the Thesis entitled* ‘‘پاکستان میں زرعی محاصل کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جائزہ’’ *is submitted for the degree of Ph.D in Islamic Studies, is my original work and has not been submitted or published earlier and shall not in future be submitted by me for obtaining any degree from this or another University or Institution.*

SHAGUFTA BANO

فہرست عنوانات

باب دوم:

اسلام کے زرعی محاصل (تاریخ کے آئینہ میں)

باب سوم:

پاکستان میں رائج زرعی محاصل کا تاریخی پس منظر

باب چہارم

پاکستان میں رائج زرعی محاصل

باب پنجم

رائج شدہ محاصل کا تنقیدی جائزہ

ہدیہ تشکر

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ و السلام علی سیدنا و نبینا محمد خاتم المرسلین و علی آلہ و صحبہ اجمعین اما بعد! میں انتہائی شکر گزار ہوں رب العالمین کی جس نے اپنے خصوصی فضل و کرم اور مہربانی سے زیر نظر مقالہ کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائی۔ لاکھوں کروڑوں درود وسلام اس خاتم النبین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات پر جن کی معرفت امت کو "اقراء" کا حکم پہنچا اور ہر ادنیٰ و اعلیٰ پر علم کی راہیں آسان ہوئیں۔

میں از حد ممنون ہوں اپنے نگران مقالہ ڈاکٹر محمود الحسن عارف صاحب کی جنھوں نے راہنمائی فرمائی۔ ڈاکٹر ضیاء الحق صاحب چیئر مین شعبہ اسلامک لاء علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد کی جنہوں نے انتہائی خلوص سے تحقیق کے اصول وقواعد سمجھائے اور اصلاح کے لیے خصوصی موقع بھی فراہم کیا۔ حافظ سعد اللہ صاحب ریسرچ سکالر دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور جنہوں نے تحقیق کی مشکلات آسان کرنے کے لیے بھرپور تعاون کیا۔ حافظ محمد سجاد صاحب اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ فکر اسلامی علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد کی جنہوں نے ہر مشکل گھڑی میں میری معاونت کی۔ محترم و مشفق محمد خلیل بھٹی صاحب کی جنھوں نے آغاز مقالہ سے تاحال راہنمائی کا فرض خوب نبھایا اور مقالہ پر نظر ثانی بھی فرمائی۔

اس سفر تحقیق میں بہت سی ایسی مہربان اور مشفق شخصیات سے واسطہ پڑا جن کا تعاون اگر حاصل نہ ہوتا تو یقیناً میں اس مشکل کام سے عہدہ برانہ ہو پاتی ان محسنوں میں شامل ہیں میری پرنسپل ڈاکٹر نوشینہ سلیم صاحبہ جنہوں نے وقتاً فوقتاً تحقیق کے اسرار ورموز سمجھائے اور مختلف لائبریز کے لئے جلد کالج چھوڑنے کی خصوصی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔ محمد ادریس صاحب چیف ایگزیکٹو فارمز ایسوسی ایٹ آف پاکستان جن کے پرخلوص مشوروں نے مجھے یہ کام جاری رکھنے کا حوصلہ دیا۔ محقق و مصنف ڈاکٹر اکرام الحق صاحب جنہوں نے موضوع سے متعلق قانونی الجھنیں سلجھانے میں انتہائی مدد کی۔ سید محبوب الحق ہمدانی صاحب انڈر سیکرٹری فنانس ڈیپارٹمنٹ نے اپنی خصوصی دلچسپی کے موضوع زرعی انکم ٹیکس پر تفصیلاً راہنمائی فرمائی اور متعلقہ اہم مواد بھی فراہم کیا۔ محمد سعید صاحب کلکٹر محکمہ آبپاشی پنجاب جنہوں نے آبیانہ سے متعلق ضروری معلومات نہ صرف اپنے محکمہ کے حوالہ سے مہیا کیں بلکہ دوسرے صوبوں سے متعلق اعداد وشمار کی فراہمی میں بھی مدد فرمائی۔ جناب میاں محمد عبداللہ ایڈمنسٹریڑ زکوٰۃ وعشر پنجاب نے زکوٰۃ مینوئل فراہم کیا اور قیمتی مشوروں سے نوازا۔ مقصود ناز صاحب نے بورڈ آف ریونیو پنجاب سے متعلق ہر مشکل کو آسان بنایا۔ اپنی دوست حفصہ' ایڈیٹر شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ جس نے عربی عبارتوں کی پیچیدگیوں کو آسان بنایا۔ اللہ تعالیٰ غریق رحمت کرے جناب ملک خدا بخش بچہ مرحوم و مغفور سابق وزیر زراعت پنجاب کو جنہوں نے خرابی صحت کے باوجود بارہا وقت دیا اور اپنی ذاتی کتب سے استفادے کی اجازت بھی دی۔

میں سپاس گزار ہوں ان تمام دفاتر کے ذمہ داران کی جنہوں نے میرے خطوط کے انتہائی توجہ اور محنت سے جواب بھجوائے۔ ان میں شامل ہیں چیئر مین اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد' سیکرٹری ریونیو' بورڈ آف ریونیو سندھ اور سرحد' سیکرٹری اریگیشن اینڈ پاور بلوچستان' جناب ابراہیم رند صاحب S.E پٹ فیڈر ڈیرہ مراد جمالی بلوچستان

میرے شکریہ کے بہت زیادہ مستحق ہیں اہل خانہ میں سے والدہ محترمہ جن کی دعائیں ہر لحہ اس مشکل سفر میں میرے شامل حال رہیں۔ بھائی اور بہنیں جنہوں نے ہمیشہ میرا حوصلہ بڑھایا اور ہر ممکن ہر مدد فراہم کی اور خصوصاً بھابھی جس نے میرے حصے کا کچن کا کام سنبھالا اور میں مقالہ کو وقت دینے کے قابل ہوئی۔

آخر میں شکر گزار ہوں قائداعظم لائبریری لاہور' پنجاب پبلک لائبریری لاہور' دیال سنگھ لائبریری لاہور' علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی لائبریری اسلام آباد اور خصوصاً ہائیکورٹ لائبریری پنجاب لاہور کے عملہ کی جنہوں نے کتب کی فراہمی میں ہمہ وقت تعاون کیا۔

اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے' اس کاوش کو شرف قبولیت بخشے اور اسے میرے لئے ترقی درجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

مقالہ نگار

شگفتہ بانو

مقدمہ

موضوع کا تعارف اور اہمیت

منتخب موضوع تحقیق انتہائی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس کا تعلق براہ راست ہمارے ملک اور مذہب سے ہے۔ ملک سے اس لئے کہ پاکستان بنیادی طور پر ایک زرعی ملک ہے۔ کل آبادی کا 68% دیہات میں رہنے والے افراد پر مشتمل ہے قومی آمدنی کا 23.3% زراعت سے حاصل ہوتا ہے ملک کی 32% لیبر فورس زراعت سے وابستہ ہے۔ غذائی ضروریات کی تکمیل کے علاوہ ملکی صنعتوں کے لئے 80% خام مال بھی زرعی پیداوار سے حاصل کیا جاتا ہے۔ برآمدات میں صرف کپاس اور اس سے متعلقات کا حصہ 58% ہے' چاول کی برآمد سے کثیر رقم حاصل کی جاتی ہے۔ اس لئے بلا مبالغہ زراعت پاکستان کی اقتصادیات میں ریڑھ کی ہڈی کا درجہ رکھتی ہے پاکستان کی تمام تر معاشی ترقی اور استحکام زراعت سے وابستہ ہے اور زراعت کا فروغ اور استحکام بہت حد تک اس کے نظام محاصل پر منحصر ہے کیونکہ محصولات ہی متعلقہ شعبہ میں نظم و نسق قائم کرنے کا موثر ہتھیار ہیں ان کے ذریعہ متعین مقاصد کے لئے سعی کی جاتی ہے زرعی محصولات کے ذریعہ پیداوار اور ضروریات میں توازن پیدا کیا جاتا ہے ایسی منصوبہ بندی ممکن ہوتی ہے کہ کوئی بھی فصل کساد بازاری کا شکار نہ ہونے پائے' مطلوبہ اجناس کو کاشت کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے تا کہ ملکی ضروریات پوری ہوں اور زرمبادلہ بھی حاصل ہو۔ انھی کے ذریعہ غذائی ضروریات میں خود کفالت کی منزل پائی جا سکتی ہے جب کہ اس وقت پاکستان ایک زرعی ملک ہونے کے باوجود گندم' خوردنی تیل اور اب تو سبزیاں تک درآمد کر رہا ہے۔ زرعی نظام کی اصلاح کے ذریعہ بیرونی قرضوں سے نجات حاصل کر کے اپنے فیصلے خود کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں۔ زراعت سے وابستہ آبادی کی اکثریت اگر خوش حال اور مطمئن ہو تو ملک بھی خوش حال ہوگا ورنہ سماجی بے چینی' افراتفری اور معاشی بدحالی پھیلے گی۔ گویا کہ منتخب موضوع کا تعلق براہ راست قومی معیشت ملکی امن و امان اور قومی استحکام و سلامتی سے ہے تو دوسری طرف یہ موضوع مذہبی نقطہ نظر سے بھی نہایت اہم ہے کیونکہ پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے اس کے حصول کا مقصد ایک ایسی آزاد مسلم ریاست کا قیام تھا جہاں مسلمانان برعظیم اپنی روایات' عقائد معاشی اور معاشرتی اصولوں کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ آئین پاکستان 1973ء کی دفعہ 227 کی رو سے بھی ہم اس امر کے پابند ہیں کہ قرآن و سنت سے متصادم کوئی قانون ملک میں نافذ نہیں کیا جائے گا۔ پاکستان کی آبادی کی غالب اکثریت (96%) مسلمانوں کی ہے اس صورت حال میں کوئی ایسا نظام کامیاب نہیں ہو سکتا جو اکثریتی آبادی کے نظریہ و عقیدہ سے مطابقت نہ رکھتا ہو اور انھیں قابل قبول نہ ہو

اسلام کے ابتدائی دور میں زراعت پر عشر اور خراج ہی بطور محصول وصول کیا جاتا تھا۔ عشر مسلمانوں کی زرعی پیداوار پر تھا اور خراج غیر مسلموں کی زرعی زمین پر لیکن وقت گزرنے کے ساتھ زرعی محاصل صرف عشر و خراج تک محدود نہ رہے بلکہ مختلف ناموں اور صورتوں میں بہت سے بالواسطہ اور بلاواسطہ محاصل اس میں شامل ہوتے گئے۔ پاکستان کے باشعور مسلمان شہری ہونے کے ناطے ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ جائزہ لیں کہ آیا یہ سب زرعی محاصل ہمارے ملکی و قومی مفاد میں ہیں اور ملک کی نظریاتی اساس اور ہمارے مقصد حیات سے ہم آہنگ ہیں یا نہیں نیز زندگی کے دوسرے معاملات کی طرح زرعی محاصل اور اس سے متعلقہ امور اجتہاد کا تقاضہ کرتے ہیں۔ موجودہ دور سائنسی دور ہے حالات برق رفتاری سے تبدیل ہو رہے ہیں تیزی سے بدلتے ہوئے زمانہ کا ساتھ دینے اور اسلام کو جمود سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ زرعی محاصل کو قرآن و سنت کی روشنی میں اجتہاد کے ذریعے وقت کی ضروریات کے ساتھ ہم آہنگ کیا جائے اور ایک قابل عمل اسلامی نظام محاصل برائے زراعت پیش کیا جائے تا کہ

لوگ اسلام سے دور ہونے کی بجائے اس جانب کشش محسوس کریں اور اس امر کے قائل رہیں کہ ہمارے دینی وفکری راہنما ہر میدان میں راہنمائی کے اہل ہیں۔

الغرض ''پاکستان کی اراضی' زرعی محاصل اور اسلام'' پر تحقیق وقت کا اہم تقاضہ ہے یہ مقالہ اس سلسلہ کی ایک ادنیٰ کوشش ہوگی تا کہ اس نظام کی اصلاح اور ترتیب نو اس طرح کی جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سرخرو ہوسکیں کہ اس کی عطا کردہ مملکت کے اس شعبہ میں اسی کی شریعت اور قانون پر عمل پیرا ہیں۔ پاکستان کو معاشی استحکام میسر آئے۔ ملکی وقومی مفادات کا تحفظ ہو اور ملک وقوم کو علمی راہنمائی میسر آئے مزید براں یہ موضوع علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی شعبہ علوم اسلامیہ کی اس تحقیقی روایت کو آگے بڑھاتا ہے کہ:

''مردہ کی بجائے زندہ مسائل پر کام کیا جائے تا کہ ملک وقوم کی علمی راہنمائی کا فریضہ ادا ہو سکے''

تحقیق کا بنیادی سوال

زیر تحقیق عنوان کے انتخاب کا مقصد یہ جائزہ لینا ہے کہ آیا پاکستان میں رائج زرعی محاصل قرآن وسنت کے احکامات سے مطابقت رکھتے ہیں؟ ملک وقوم کے مفاد میں ہیں؟ ہمارے ملک کی نظریاتی اساس سے انکا تعلق کس حد تک ہے؟ اور یہ کہ ان کی اصلاح کس طرح ممکن ہے کہ ہم دنیا میں بھی کامیاب قوم ہوں اور آخرت میں بھی سرخرو' یہی زیر نظر موضوع تحقیق کے بنیادی سوالات واھداف ہیں جن کے جواب تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

گزشتہ تحقیقی کام کا جائزہ

علمی حوالہ سے پاکستان کے اقتصادی نظام کا یہ شعبہ توجہ کا مستحق ہے پاکستان میں رائج زرعی محاصل اور اسلام میں زرعی محاصل ان دونوں شعبوں میں الگ الگ تو کتب ملتی ہیں' لیکن رائج زرعی محاصل کو اسلام کے حوالے سے جانچنے کے لئے کوئی جامع ومربوط علمی کاوش نظر نہیں آتی ہے۔ اسلام کے تصور زرعی محاصل پر قرآن وسنت کے احکام اور فقہاء کرام کے اقوال سے آراستہ نہایت مستند' ٹھوس اور جامع کتب موجود ہیں' مثلاً امام ابو یوسف اور یحییٰ بن آدم کی کتاب الخراج' ابوعبید القاسم کی کتاب الاموال' الماوردی کی الاحکام السلطانیہ وغیرہ۔ ان میں زرعی محاصل کی شرح' اقسام اور مدات نہایت شرح وبسط سے بیان کی گئی ہے ان کی عملی صورت بھی عہد رسالت اور عہد خلافت راشدہ میں عیاں ہے۔ لیکن دوسری طرف پاکستان میں رائج زرعی محاصل کا تذکرہ عموماً Tax Laws کی کتب میں ضمناً ملتا ہے جو کہ محض قانونی نقطہ نظر سے لکھی گئی ہیں۔ پاکستان کے اقتصادی اور قومی مفادات سے ان کا براہ راست کوئی تعلق نہیں ہے تاہم ذیل کی دو کتب موضوع تحقیق کے حوالہ سے نظر سے گزری ہیں۔

جناب اے کے خالد (ریٹائرڈ سینئر ممبر بورڈ آف ریونیو پنجاب) کی ''The Agrarian History of Pakistan''

''اس میں پاکستان کے زرعی نظام کو بشمول زمین کی حیثیت اور زرعی محاصل کو تاریخ کے آئینہ میں پیش کیا گیا ہے۔ مصنف نے برصغیر میں مسلمانوں کی آمد 711ء سے قیام پاکستان کے بعد تک کے نظام زراعت کا تفصیلی وجامع جائزہ لیا ہے۔ تاریخی نقطہ نظر سے یہ کتاب یقیناً ایک مستند حوالہ ہے۔ لیکن پاکستان کے حوالہ سے تشنہ ہے زرعی محاصل میں صرف عشر وزکوۃ آرڈیننس مجریہ 1980ء کے ذکر پر اکتفا کیا ہے دیگر زرعی محاصل خاص طور پر زرعی انکم ٹیکس اور بلا واسطہ ٹیکس وغیرہ اس میں شامل نہیں ہیں۔ دوسری کتاب ابوالحسن کی ''Agricultural Tax'' پاکستان میں رائج زرعی محاصل کی تفصیل سے متعلق ہے جس میں معلومات' اعداد وشمار کی روشنی میں پیش کی گئی ہے اس نوجوان محقق کا تعلق شعبہ اقتصادیات سے ہے اس

لئے کتاب جدید معاشیات کے نقطہ نظر سے تحریر کی گئی ہے۔اسلام کے حوالہ سے نہیں۔ نیز اختصار پر مبنی ہے۔

مختصراً اس موضوع سے متعلق تحقیقی کام اسلام اور پاکستان کے دائرہ میں الگ الگ گردش کرتا ہے ان دونوں کا آپس میں رابطہ اور تعلق کا فقدان ہے ضرورت ہے کہ ان قطبین کا آپس میں رابطہ ورشتہ استوار کیا جائے۔ پاکستان میں رائج زرعی محاصل کا اسلام کی روشنی میں جائزہ لیا جائے تا کہ اس کی شرعی اور عوام کے لئے قابل قبول صورت واضح کی جاسکے۔

اسلوب تحقیق

- موضوع کو ابواب اور ذیلی فصلوں میں تقسیم کیا گیا ہے تا کہ عنوان سے متعلق کوئی پہلو تشنہ نہ رہے۔
- مقالہ کے اسلام سے متعلقہ حصہ کے لئے زیادہ تر انحصار بنیادی کتب پر رہا ہے۔
- دیگر مواد کے لئے کتب کے علاوہ متعلقہ محکمہ جات اور دفاتر سے رابطہ کیا گیا۔
- مختلف زرعی تنظیموں کے حوالہ سے ماہرین زراعت و معیشت سے استفادہ کیا گیا۔
- عربی اور انگریزی عبارات کا بامحاورہ اور سلیس ترجمہ کیا گیا ہے۔
- حوالہ جات ہر بنیادی عنوان کے آخر میں نمبروار درج کئے گئے ہیں۔
- حوالہ کے لئے یہ طریقہ کار اختیار کیا گیا ہے' مصنف کا معروف نام' غیر معروف نام' کتاب کا نام' پبلشر' جلد نمبر اور صفحہ نمبر۔
- حوالہ جات میں مکمل حوالہ پہلی دفعہ دیا گیا ہے بعد ازاں اسی حوالہ کے لئے مصنف کا معروف نام اور م ن (مصدر نفسہ) کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔
- آیات کریمہ اور احادیث نبویہ کی تخریج کی ہے۔
- فہرست میں آیات سورتوں کی ترتیب سے درج کی گئی ہیں۔
- احادیث مبارکہ کی فہرست کو حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا گیا ہے۔
- موضوع تحقیق کی وضاحت کے لئے اعداد و شمار سے بھی مدد لی گئی ہے خصوصاً عشر اور زرعی انکم ٹیکس کے حوالہ سے تفصیلی اعداد و شمار متعلقہ حوالہ جات کے آخر میں دیئے گئے ہیں۔
- مقالہ میں بہت سے معروف و غیر معروف اعلام آئے ہیں ان میں سے صرف غیر معروف کا تعارف اور تراجم (بمع حوالہ) آخر میں حروف تہجی کی ترتیب سے دیئے گئے ہیں۔
- زیر نظر تحقیقی مقالہ میں متعدد فقہی وفنی قسم کی اصطلاحات آئی ہیں ''فہرست مصطلحات'' کے عنوان سے آخر میں حروف تہجی کی ترتیب سے ان تمام مصطلحات کی مختصر تعریف لکھ دی گئی ہے
- خلاصہ بحث میں تمام مقالہ کا لب لباب مختصراً بیان کیا گیا ہے۔
- اسی طرح موضوع کے حوالے سے سفارشات / تجاویز بھی مقالہ کے آخر میں درج کی گئی ہیں۔
- مقالہ کے آخر میں اشاریہ ترتیب دیا گیا ہے جس میں فہرست آیات' فہرست احادیث' فہرست مصطلحات' فہرست الاعلام اور فہرست مصادر و مراجع شامل ہیں

ابواب بندی

موضوع پر مواد کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے اور ہر باب کے ضمن میں چند فصلیں قائم کر کے موضوع کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

باب اول: **''اسلام کے زرعی محاصل''** میں قرآن وسنت اور فقہ کی روشنی میں اسلام کے تصور زرعی محاصل پر اصولی بحث ہے۔

باب دوم: **''اسلام کے زرعی محاصل (تاریخ کے آئینہ میں)''** اسلامی تاریخ کی روشنی میں زرعی محاصل کی عملی صورت واضح کرتا ہے۔

باب سوم: **''پاکستان کی اراضی اور رائج زرعی محاصل کا تاریخی پس منظر''** برصغیر پاک و ہند میں رائج زرعی محاصل پر روشنی ڈالتا ہے کیونکہ پاکستان کی زرعی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی کہ ہندو پاک میں کاشتکاری کی تاریخ۔ پاکستان کا موجودہ نظام زرعی محاصل اسی نظام کا ایک تسلسل ہے۔

باب چہارم: **''پاکستان میں رائج زرعی محاصل''** اس میں رائج کے ساتھ متروک ہونے والے محاصل کا ذکر بھی کیا گیا ہے لیکن یہ ذکر نسبتاً اختصار پر مبنی ہے نیز زرعی محاصل سے متعلق مواد کو اس باب میں محض جمع کیا گیا ہے۔

باب پنجم: **''رائج شدہ محاصل کا تنقیدی جائزہ''** آخری باب ہے اس میں رائج زرعی محاصل کا تنقیدی جائزہ اسلام اور پاکستان کے حوالہ سے پیش کیا گیا ہے

اس تحقیق کا حق ادا کرنے کیلئے امکانی استطاعت تک کوشش کی ہے اس کے باوجود مجھے اپنی کم مائیگی کا بخوبی احساس ہے اس میں جو مثبت کام ہوسکا وہ خدا کا فضل وکرم اساتذہ کی محنت کا ثمرہ اور خیر خواہوں کی دعاؤں کا نتیجہ ہے اور جو فروگزاشتیں ہوئیں وہ بلاشبہ میری کوتاہی اور کم علمی کا نتیجہ ہیں۔

مصادر ومراجع

1۔ مقالہ ہذا میں جن مآخذ ومراجع سے باقاعدہ استفادہ کیا گیا ہے ان کی فہرست (بمع مولف اور مطبع کا نام اور سن طباعت وغیرہ) مقالہ کے آخر میں درج کی گئی ہے (یہ فہرست موضوع سے متعلق ہے محض ''فہرست کتابیات'' نہیں)

2۔ اصل کتاب مہیا نہ ہوسکنے کی صورت میں اگر کوئی حوالہ کسی معاصر کی کتاب سے لیا گیا ہے تو اس کا حوالہ دینے میں از روئے دیانت کوئی عار محسوس نہیں کی گئی۔

3۔ حوالہ جات میں خیانت سے بچنے کی کوشش کی گئی ہے کہ ثانوی مآخذ میں درج کوئی حوالہ اصل کتاب کی طرف مراجعت کے بغیر درج کر دیا جائے اور مآخذ کا ذکر نہ کیا جائے۔

4۔ متعدد حوالہ جات میں بنیادی مآخذ کے ساتھ ساتھ کئی ثانوی مآخذ کے حوالہ جات بھی درج کر دیئے گئے ہیں تا کہ مزید تحقیق کرنے والے کے لئے آسانی ہو۔

باب اول

اسلام کے زرعی محاصل

فصل اوّل: محاصل کا تعارف

محصول کا لفظ حصل سے ہے جس کے معنی ہیں ہر شے کا بقیہ، جو باقی رہ جائے اور جو ثابت ہو جائے اور اس کے سوا سب کچھ ختم ہو جائے اور محصول سے مراد ہے: حاصل ہونے والی چیز، اور یہ ان مصادر میں سے ایک ہے جو مفعول کے وزن پر آتے ہیں جیسے کہ معقول وغیرہ

حصل: الحاصل من کل شیء: ما بقی و ثبت و ذهب ماسواه والمحصول: الحاصل، وهوا حد المصادر انی جاء ت علی المفعول کالمعقول (۱) تاج العروس کے مولف لکھتے ہیں کہ۔۔۔**المحصول و (الحاصل) والحصیلة بقیة الشیء** ۔(2) محصول، حاصل اور حصیلة سے مراد کسی شے کا باقی رہ جانے والا حصہ ہے) صاحب ''الصحاح'' کے نزدیک **حصل: حصلت الشیء تحصیلاً، و حاصل الشیء و محصوله: بقیة** (3) (حاصل کرنا: میں نے کسی شے کو حاصل کیا۔ اور کسی چیز کا حاصل و محصول اس کا باقی رہ جانے والا حصہ ہے) **المعجم الوسیط** میں محصول سے مراد ہے **المحصول: الحاصل و ما بقی من الشیء و خلاصة، یقال هذا محصول کلامه و یقال: ما لفلانٍ محصولٌ، ولا معقول ماله رای ولا تمیزٌ** (4) (محصول سے مراد ہے، حاصل۔ کسی شے کا باقی حصہ، خلاصہ، کہا جاتا ہے یہ اس کے کلام کا نتیجہ ہے اور کہا جاتا ہے فلاں کو کچھ حاصل اور سمجھ نہیں ہے یعنی فلاں کے لیے کوئی رائے اور تمیز نہیں ہے۔) المنجد کے مطابق: حصل (ن) **حصولاً محصولاً الشیٔ** حاصل ہونا، ثابت ہونا، باقی رہنا۔**المحصول**: حاصل کیا جاتا ہے (5) فرہنگ آصفیہ میں محصول کے لغوی معنی ہیں محصول، صفت، حاصل کیا گیا' حاصل کردہ، شدہ حاصل، خراج، مالگزاری، کر، لگان ڈنڈ، ٹیکس، کرایہ، اجر، ٹول، آمدنی، پونیج۔ (6) مختصراً محصول کا لغوی مفہوم کسی چیز کا حاصل کرنا اور کسی چیز کے بقیہ حصہ کا ہے اصطلاح میں اس سے مراد کرایہ خراج اور مالگزاری وغیرہ ہیں دور حاضر میں اس کے لیے لفظ ''ٹیکس'' مستعمل ہے۔ ٹیکس = محصول (7) اور ٹیکس سے مراد ہے:

> *A compulsory contribution to the support of Government, levied on persons, property, income, commodities, transactions etc. (8)*
>
> (ٹیکس حکومت کی مدد کے لیے وہ لازمی ادائیگیاں ہیں جو کہ افراد، جائداد، آمدنی، اشیاء اور کاروبار وغیرہ پر عائد کی جاتی ہیں)
>
> *TAX: Contribution levied on person, property, business or articles of commerce for support of the state. (9)*
>
> (محصول: وہ چیز ہے جو کہ ایک فرد، جائداد، کاروبار یا معاش (تجارت وغیرہ) سے متعلق کسی چیز پر ریاست کی مدد کرنے کے لیے لگایا جاتا ہے۔)
>
> *In modern economics taxes are the most*

important source of government revenue....They are regarded as a contribution to the general revenue pool from which most government expenditures are financed. (10)

(جدید معاشیات میں محاصل حکومتی آمدنی کا نہایت اہم ذریعہ ہیں۔۔۔یہ (محاصل) روپیہ خزانہ میں جمع کرتے جس سے کہ حکومت کے اخراجات پورے ہوتے ہیں۔)

Taxes are compulsory payments to the Government to support the Public Service.(11)

(وہ ضروری ادائیگیاں جو حکومت کو خدمات عامہ کے عوض کی جاتی ہیں ٹیکس کہلاتی ہیں)

الغرض محاصل سرکاری آمدنی کا ایک اہم ذریعہ ہےاور یہ وہ رقم ہوتی ہے جو کہ شہریوں کو دی جانے والی سہولیات کے بدلے میں حکومت وصول کرتی ہے۔

فصل دوم: اسلام کے نظام محاصل کے بنیادی اصول وقواعد

اسلام کے نظام مالیات میں محاصل کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔اسلام انتہائی عادلانہ نظام محاصل کا حامل ہے۔مسلمانوں نے جب علاقوں کو فتح کیا تو نہ صرف وہاں سے ظالمانہ محاصل کا خاتمہ کیا بلکہ ایک نہایت منصفانہ نظام محاصل رائج کیا۔اسلام میں محصول عائد کرتے وقت اسلامی اصولوں کو مدنظر رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ذیل میں ان اصولوں کو مختصراً بیان کرتے ہیں۔

1۔ ضرورت حقیقی

اسلام میں مسلمانوں کے اموال پر اصلاً ومستقلاً صرف ایک ہی حق ہےاور وہ ہے''زکوٰۃ''اس کی ادائیگی کا حکم قرآن وسنت میں بارہا آیا ہے۔ارشاد ربانی ہے **"واتوا الزکوۃ"** (12)''اور زکوۃ دیا کرو'' ایک مقام پر مومنین کا یہ وصف بیان فرمایا ہے کہ **"الذین یقیمون الصلوۃ ویوتون الزکوٰۃ وھم بالاخرۃ ھم یوقنون"**(13)(اور جو نماز پڑھتے ہیں زکوۃ دیتے ہیں اور آخرت کا یقین رکھتے ہیں)۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سے بہت سی سندوں کے ساتھ مروی ہے کہ آپ ﷺ نے زکوٰۃ کا ذکر کیا تو ایک آدمی کہنے لگا اللہ کے رسول ﷺ کیا مجھ پر اس کے علاوہ بھی کچھ فرض ہے آپ ﷺ نے فرمایا''نہیں ہاں یہ کہ تو نفلی صدقہ کرے''۔**انہ ذکر الزکاۃ فقال رُجل: یا رسول اللہ ھل علی غیرھا ؟ فقال لا !الا ان تتطوع** (14)

صاحب نصاب لوگوں پر اصل حق صرف زکوٰۃ ہی ہے اس لئے اس کے علاوہ جو بھی محصول عائد کیا جائے گا اس کے لئے لازمی شرط ہے کو وہ عندالضرورت اور بقدر ضرورت ہو اور بیت المال یہ ضرورت پوری کرنے سے قاصر ہو، **وارتفعت حاجات الجند الی ما**

اجازت نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے اگر کسی کو صدقات ومحاصل کی وصولی پر مقرر کیا جائے اور وہ یہ کام عدل سے انجام دے تو گویا وہ اپنے فرائض کی ادائیگی کے دوران اللہ کی راہ میں ہے۔ **" العامل اذا استعمل فا خذ الحق و اعطی الحق لم یزل کا لمجاهد فی سبیل الله حق یرجع الی بیته** (22) (جب ایک شخص عامل مقرر کیا جاتا ہے پس وہ حق کے ساتھ وصول کرتا ہے اور حق کے ساتھ ہی دیتا ہے تو وہ راہ خدا میں مجاہد کی مانند ہے یہاں تک کہ وہ اپنے گھر واپس لوٹ آئے)

اسلام نے عدل کے حوالہ سے چند بنیادی اصول دیئے ہیں

i۔ طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے۔

" لا تکلف نفس الا وسعها (23)

(کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی)

اسلام تو غیر مسلموں پر بھی ان کی استطاعت سے زیادہ بوجھ ڈالنے کی ممانعت کرتا ہے مسلمان تو یقیناً بدرجہ اولیٰ اس کے مستحق ہیں۔ حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ کچھ آدمیوں کو دھوپ میں کھڑا پایا پتہ چلا کہ جزیہ نہ دینے پر انھیں سزا دی جارہی ہے حالانکہ وہ ادائیگی کے قابل نہ تھے۔ آپؓ کو یہ بات بری معلوم ہوئی اور آپؓ نے ان کے امیر کے پاس جا کر کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے جو انسانوں کو عذاب میں مبتلا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو عذاب میں مبتلا کرے گا۔ (24) حضرت عمرؓ نے بعد والوں کو اہل ذمہ کے بارے میں بھلائی کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: **ان یوفی لهم بعهد هم ،ان یقاتل من ورائهم ان لا یکلفوا فوق طاقتهم** (25) (کہ ان کے ساتھ کئے ہوئے وعدے پورے کئے جائیں ان کی خاطر لڑا جائے اور ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے) حضرت علیؓ نے ایک شخص کو عکبری' کے علاقہ کا عامل بنایا اور اسے ہدایت کی کہ "اگر میری نافرمانی کی تو تمھیں برخاست کردوں گا۔ دیکھو خراج وصول کرنے میں نہ تو اس کا گدھا فروخت کرنا نہ گائے نہ بیل' نہ ان کی گرمی کی پوشاک بیچنا اور نہ سردی کے کپڑے' ان سے نرمی برتنا اور حتی الامکان ان کی سہولت کو مدنظر رکھنا" (26) اسلامی نظریاتی کونسل نے بھی اپنی رپورٹ میں حکومت کو سفارش کی کہ: "محصول حسب مقدرت ہونا چاہیے جس شخص کے پاس زیادہ وسائل ہیں ان پر محصول کا بار زیادہ ہو اور جس کے پاس کم وسائل ہیں ان پر کم" (27)

ii۔ ضرورت سے زائد مال پر محصول عائد کیا جائے

محصول کے مطالبہ کے حوالہ سے عدل کا تقاضہ ہے کہ ہر فرد کی انفرادی ضروریات کی حد تک کفالت کرنے والی آمدنی سے محصول نہ لیا جائے بلکہ اس کی ضروریات سے زائد آمدنی پر ٹیکس لگایا جائے۔ ارشاد ربانی ہے

یسئلونک ما ذا ینفقون قل العفو (28)

(اور یہ بھی تم سے پوچھتے ہیں کہ (خدا کی راہ میں) کونسا مال خرچ کریں کہہ دو کہ جو ضرورت سے زائد ہے)

اسلام تو نفلی صدقہ کے لیے بھی اتنا ہی مال خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے جس کے بعد غنا قائم رہے ایسے انفاق کی اجازت نہیں ہے جس کو

یکفیھم، فلامام اذکان عدلاً ان یوظف علی الاغنیاء مایراہ کافیاً لھم فی الحال الی ان یظھر مال بیت المال ثم الیہ النظر فی توظیف ذ لک علی الغلات والثمار وغیر ذلک (15)"(اگر فوج کی ضروریات بیت المال سے پوری نہ ہورہی ہوں تو امام عادل کا حق ہے کہ امراء پر کچھ محاصل عائد کردے جن سے اس وقت کی ضروریات پوری ہوسکیں جب تک کہ بیت المال ان کی ضروریات پوری کرنے پر قادر نہ ہوجائے پھر یہ اس کی (امام عادل) مرضی ہے کہ غلہ اور پھلوں پر محصول عائد کرے یا دیگر اشیاء پر)اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر حکومت کو مال کی حقیقی ضرورت ہو' منصوبوں کو پورا کرنے کے لئے کوئی اور ذریعہ نہ ہو اور لوگوں پر ٹیکس کا بار ڈالے بغیر مقاصد حاصل نہ کئے جاسکتے ہوں تو نیا محصول عائد کیا جاسکتا ہے لیکن مناسب ہے کہ اس ضرورت کی توثیق منتخب مجلس شوریٰ یا پارلیمنٹ سے کروائی جائے، کسی فرد واحد امام یا حکومت کا اپنے طور پر فیصلہ کرلینا جائز نہیں ہے۔قرآن وسنت نے بلاشبہ شوریٰ کو مسلمان معاشرہ کا بنیادی عنصر قرار دیا ہے۔ارشاد ربانی ہے۔" **و الذین استجابوا لربھم و اقامو الصلوۃ و امر ھم شوریٰ بینھم و مما رزقنھم ینفقون**" (16) (اور جو اپنے پروردگار کا فرمان قبول کرتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور اپنے کام آپس میں مشورے سے کرتے ہیں اور جو مال ہم نے ان کو عطا فرمایا اس میں سے خرچ کرتے ہیں)اس آیت مبارکہ میں شوریٰ کا ذکر اللہ کی دعوت قبول کرنے' نماز قائم کرنے اور خرچ کرنے کے ساتھ ہوا ہے۔محصول عائد کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ملک وقوم کی سلامتی و بقا اور عوام کی فلاح و بہبود کے لئے اس کی ضرورت حقیقی ہو اور دستیاب وسائل سے یہ ضرورت پوری نہ ہوسکتی ہو۔اس مسئلہ پر امام نوویؒ کے طرز عمل کا ذکر مناسب ہوگا کہ جب سلطان الظاہر بیبرس تاتاریوں سے لڑنے کے لئے نکلا تو بیت المال میں اسباب جنگ کی فراہمی کے لئے پیسہ نہیں تھا تو انہوں نے علماء شام سے ٹیکس عائد کرنے کے بارے میں فتویٰ پوچھا' علماء نے ضرورت و مصلحت کے تحت جواز کا فتویٰ دے دیا لیکن امام نوویؒ نے دستخط کرنے سے انکار کردیا اور سلطان سے فرمایا مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کے پاس ایک ہزار غلام ہیں جن کے پاس زربفت کی چادریں ہیں اور دوسو لونڈیاں ہیں جن کے زیورات ہیں اگر آپ ان چیزوں کو فروخت کردیں تو میں رعایا سے مال وصول کرنے کا فتویٰ دیتا ہوں۔۔۔۔۔۔۔جب تک بیت المال میں کچھ بھی مال موجود ہے رعایا سے کچھ بھی وصول کرنا جائز نہیں (17) ضروری ہے کہ عوام بھی اس ضرورت سے مطلع ہوں جس کی بناء پر ان پر محصول نافذ کیا جارہا ہے کیونکہ رضائے الٰہی کے حصول اور عوام میں محصول کی قبولیت کے لئے ہر ٹیکس کو کسی ضرورت سے منسلک کرنا ضروری ہے (18)

یعنی کہ بغیر اشد ضرورت کے اسلام کسی نئے محصول کو عوام پر عائد کرنے کی اجازت نہیں دیتا ہے۔اس اصول کا لازمی حصہ یہ بھی ہے کہ جب بھی وہ ضرورت پوری ہوجائے تو محصول بھی ختم کردیا جائے۔"عائد شدہ محصول ضرورت رفع ہونے پر ختم کردیا جائے"(19) ضرورت کے حوالہ سے ایک اور امر ملحوظ خاطر رہے کہ "محصول بقدر ضرورت ہو' حقیقی ضرورت کو عذر بنا کر زائد از ضرورت محصول عائد کرنا اسلامی اصول کے خلاف ہوگا" (20)

2۔ عادلانہ تشخیص اور وصولی

اسلام میں محصول عائد کرنے کی دوسری اہم شرط اور ضابطہ اس کی تشخیص اور وصولی میں عدل و مساوات ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لا تظلمون ولاتظلمون (21)

(نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے)

زندگی کے دیگر شعبوں کی مانند اسلام کا نظام محاصل بھی عدل پر مبنی ہے ظلم کو دور کرتا ہے ادا کنندہ اور وصول کنندہ کسی پر بھی زیادتی کی

دینے والا خود محتاج ہو جائے صحیح بخاری میں کتاب الزکوۃ کے تحت یہ باب قائم کیا گیا ہے۔**لا صدقة الا عن ظهر غنى** (29) (صدقہ اسی صورت میں جائز ہے کہ اس کی (دینے والے کی) مالداری قائم رہے) نبی اکرم ﷺ سے ایک صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں اپنی توبہ کی (مقبولیت کے) سبب چاہتا ہوں کہ اپنا سارا مال اللہ اور اس کے رسول پر نثار کر کے اس سے دست بردار ہو جاؤں آپ ﷺ نے فرمایا اگر تو اپنا کچھ مال روک رکھے تو زیادہ بہتر ہے (30) نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک صحابی انڈے کے برابر سونا لے کر آئے اور اسے صدقہ کرنا چاہا آپ ﷺ نے اس بات کو ناپسند کیا اور فرمایا تم میں سے کوئی شخص اپنا مال لیکر آتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ یہ صدقہ ہے پھر بیٹھ کر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے۔بہتر صدقہ وہ ہے جس کا مالک صدقہ دے کر پھر بھی مالدار رہے۔ (31) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام تو انفاق فی سبیل اللہ کے لئے بھی چاہتا ہے کہ ضرورت سے زائد میں سے خرچ کیا جائے تو محاصل کی خاطر لوگوں کو ان کی ضروریات زندگی سے کیسے محروم کر سکتا ہے۔غیر مسلموں کے بھی زائد از ضرورت اموال میں سے ہی محصول وصول کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔حضرت ابن عباسؓ سے دریافت کیا گیا کہ اہل ذمہ کے مالوں پر کیا واجب ہے۔آپؓ نے فرمایا "**العفو يعنى الفضل**" (32) (ضرورت سے زائد) حضرت علیؓ نے بنی ثقیف کے ایک آدمی کو بزرج سابور نامی جگہ کا عامل مقرر کیا تو اس سے کہا "محصول کا درہم وصول کرنے کے لئے کسی کو کوڑا مت مارنا اس کا کھانا مت فروخت کرنا' نہ ان کے گرمی سردی کے کپڑے فروخت کرنا اور نہ انکی سواری بیچنا اور نہ کوئی آدمی درہم طلب کرنے کے لئے اس کے سر پر سوار ہو اس پر عامل نے کہا اے امیر المومنین پھر تو میں آپ کے پاس ایسے ہی لوٹ کر آؤں گا جیسے گیا تھا (یعنی بغیر کچھ وصول کئے) آپؓ نے فرمایا بے شک تو اسی طرح لوٹا جس طرح گیا تھا بے شک ہمیں حکم ہے کہ ان کے زائد مال میں سے وصول کریں۔**انا امرنا ان نا خذ منهم العفو يعنى الفضل** (33) یعنی کہ ٹیکسوں کا بار صرف ان لوگوں پر پڑنا چاہیے جو اپنی ضرورت سے زیادہ مال رکھتے ہوں اور ان کی دولت کے بھی صرف ان حصہ پر بار ڈالا جانا چاہیے جو ان کی ضرورت سے زائد بچتا ہو۔ (34)

iii۔ محصول کی ادائیگی میں سہولت

اسلام سہولت اور آسانی کا دین ہے تنگی اور مشکلات دور کرتا ہے۔نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

يسروا و لا تعسروا و كان يحب التخفيف و اليسر على الناس. (35)

(آسانی کرو سختی نہ کرو اور آپ ﷺ لوگوں کے ساتھ تخفیف اور آسانی برتنے کو پسند فرماتے تھے)

اسی اصول پر عمل کرتے ہوئے حضرت عمرؓ نے عام الرمادہ (قحط کا سال) میں صدقہ کی وصولی موخر کر دی تھی۔سعاۃ (صدقات وصول کرنے والے) کو نہ بھیجا جب آئندہ سال آیا خشک سالی کو اللہ نے رفع کر دیا تو پھر عمال کو روانگی کا حکم دیا۔ (36)

اسلام محصول ادا کرنے والوں کے لئے' محصول کی ادائیگی' اس کی ادائیگی کے طریقہ کار اور وقت ادائیگی میں سہولت پیدا کرتا ہے اور اپنے ماننے والوں کو یہ آسانی دیتا ہے کہ عشر فصل پک کر تیار ہونے پر عائد کیا جائے اور کٹائی پر وصول کیا جائے گا۔اللہ تعال کا حکم ہے **واٰتوا حقه يوم حصاده** (37) (اور فصل کی کٹائی کے دن اس کا حق ادا کرو) جزیہ کی ادائیگی نقد یا جنس دونوں صورتوں میں ممکن ہے حتیٰ کہ بعض صورتوں خدمات کی شکل میں بھی جزیہ وصول کیا گیا نبی اکرم ﷺ نے نجران کے عیسائیوں پر جنھوں نے سب سے پہلے جزیہ ادا کیا تھا ان کی مصنوعات یعنی حلوں (کپڑوں کے جوڑے) کی شکل میں محصولٰ جزیہ عائد کرتے ہوئے اس کی مقدار کا تعین فرمایا (38) یمن والوں کے متعلق نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو لکھ بھیجا تھا کہ ہر بالغ شخص سے ایک دینار یا اس کا بدل معافر (کپڑے کی ایک قسم) لیا جائے۔ (39) حضرت علیؓ ہر صناع

(کاریگر) سے اس کی مصنوعات کی شکل میں جزیہ لیتے تھے سوئیاں بنانے والے سے سوئیاں رسیوں والے سے رسیاں اور اونٹ پالنے والوں سے اونٹ لیتے تھے۔ (40) پھلوں کا عشر درختوں پر ہی اندازہ کر لیا جاتا ہے تا کہ کاشتکار اسے توڑنے اور پھر وزن کرنے کی مشکل سے بچا رہے۔(41) مویشی پالنے والے سے مویشی ہی زکوٰۃ میں لئے جاتے، پیداوار تباہ ہونے پر محصول معاف تھا۔(42) الغرض باشندوں کو محصول کی ادائیگی میں اسلام ہر طرح کی سہولت مہیا کرتا ہے یہاں تک اللہ کے رسول نے صدقات کی تقسیم رات کے وقت کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ مساکین وضرورت مندرات کو آسانی سے حاضر نہیں ہو سکتے۔(43)

iv۔ متعلقہ مقصد کا حصول

ضروری ہے کہ محصول جس مقصد کے لئے عائد کیا گیا ہو وہ مقصد حاصل کیا جائے ایسا نہ ہو کہ ٹیکس لگایا تو کسانوں کی بہتری کے لئے ہو اور اس سے دیگر غیر متعلقہ ضروریات پوری کی جائیں۔قرآن وسنت کی روشنی میں فقہاء نے یہ قاعدہ وضع کیا ہے کہ ”**الجبایة بالحمایة**“ (محصول حفاظت کرنے پر ہی ہے) یعنی محصول جس مقصد کے لئے لیا جاتا ہے اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ اسلامی ریاست غیر مسلم رعایا سے ان کی حفاظت کے بدلہ میں جزیہ وصول کرتی تھی۔اور اگر کسی وجہ سے ان کی حفاظت کرنے کے قابل نہ ہوتی تو جزیہ واپس کر دیتی۔حضرت خالد بن ولیدؓ نے بانقیا اور بسما کی بستیوں سے جو معاہدہ کیا تھا اس کے آخری الفاظ یہ تھے” آج سے تم ہماری ذمہ داری اور حفاظت میں داخل ہو ہم تمہاری حفاظت کریں گے تو جزیہ کے حقدار ہوں گے ورنہ نہیں“ (45) حضرت خالد بن ولیدؓ کی معزولی کے بعد شمالی کمان حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کے حوالہ کی گئی انہیں یہ اطلاع ملی کہ رومیوں نے ایک بڑا لشکر جمع کیا ہے اور حملہ کرنے کی فکر میں ہیں ابوعبیدہؓ نے ہر اس شہر کے حاکم کو جہاں کے لوگوں سے صلح ہوئی تھی یہ حکم لکھ بھیجا ان سے جو جزیہ اور خراج بطور محصول وصول کیا گیا ہے واپس کر دیا جائے کیونکہ ہم نے یہ شرط کی تھی کہ ہم تمہاری حفاظت کریں گے لیکن اب ہم میں اس کی سکت نہیں رہی۔(46)

v۔ مساوات

اسلام کے نظام محاصل کے اصول وضوابط میں مساوات سے مراد یہ نہیں ہے کہ سب کے لئے ٹیکس کا تناسب ایک ہی ہو بلکہ معاشی و معاشرتی حالات کا لحاظ کرتے ہوئے اس میں فرق ہو سکتا ہے۔مثلاً ”حضرت عمرؓ نبطیوں سے زیتون کے تیل اور گیہوں پر تو نصف عشر (1/20) لیا کرتے تھے تا کہ مدینہ میں یہ سامان زیادہ مقدار میں پہنچے اور دوسرے دانوں اور دالوں پر دسواں حصہ لیتے تھے“ (47) حضرت عمرؓ کا یہ طرز عمل ٹیکس کے معاملہ میں ہمیں سند جواز عطا کرتا ہے کہ امت کے اصحاب امر حسب مصلحت تناسب میں کمی بیشی کر سکتے ہیں ملکی وقومی مصالح کے علاوہ رنگ نسل، زبان، علاقہ مال ودولت، اثر ورسوخ کی بنا پر کسی فرد پر محصول عائد کرنے کے حوالہ سے کوئی فرق نہیں کیا جا سکتا یا ہر فرد خواہ وہ صنعتکار ہے یا زمیندار سیاسی طور پر طاقتور ہے یا کوئی عام شہری، متوسط ہے یا امیر، اگر اس کا مال مطلوب حد تک پہنچ جاتا ہے تو اس کو لازماً حکومت کو محصول ادا کرنے کا پابند ہونا پڑے گا۔ اسلام کے نظام محاصل میں مساوات کی بہترین مثال زکوٰۃ ہے ہر فرد جس کا مال نصاب کو پہنچ جاتا ہے وہ اس کی ادائیگی کا پابند ہے خواہ وہ کوئی بڑا زمیندار ہے یا چھوٹا کسان ہے کاروباری ہے یا صنعتکار یا تنخواہ دار اور ملک کے کسی حصہ کا رہائشی ہو سکتا ہے۔عدل کے تقاضے بھی زکوٰۃ میں پوری طرح مدِ نظر رکھے گئے ہیں مثلاً مال کی قلیل مقدار کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔اس مال پر زکوٰۃ فرض کی گئی ہے جو بقدر نصاب ہو، ایک سال میں ایک ہی مال پر دوبارہ صدقہ وصول کرنے کی ممانعت ہے، محنت کے تفاوت کے پیش نظر اسلام نے مقدار واجبہ کے

تعین میں بھی فرق کیا ہے اس کی واضح مثال عشر اور نصف عشر ہے، زکوٰۃ ادا کرنے والے شخص کے حالات کو بھی مدِ نظر رکھا گیا ہے چنانچہ حاجات اصلیہ کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے اسی طرح مقروض کے لیے بھی رعایت رکھی گئی ہے۔(48)

No tax holidays, no rebates, no other forms of discrimination would be tolerated in an Islamic State. (49)

3 ۔ محصول کا مصرف

اسلام اس امر پر زور دیتا ہے کہ وصول شدہ محاصل سادگی، کفایت شعاری اور انتہائی ضرورت پر ہی خرچ کئے جائیں اس سلسلہ میں دین ایک فرد کو سادگی و کفایت شعاری کی جو تلقین کرتا ہے اس سے زیادہ سخت ریاست پر عائد ہوتی ہے کیونکہ ریاست عوام سے وصول کئے ہوئے محصولات کی امین ہے اور امانت کے بارے میں فرمان الٰہی ہے کہ وہ صرف اھل کے سپرد کی جاسکتی ہے

"انّ اللہ یا مرکم ان توء دو الامنت الی اھلھا" (50)

(بے شک خدا تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کے حوالہ کر دیا کرو)

اور اگر ایک پیسہ بھی کہیں غیر ضروری جگہ پر خرچ ہوا تو گویا امانت نا اھل کے سپرد ہوئی اور حاکم خیانت کا مرتکب ٹھہرا اور خائن نہ صرف ملک وقوم کا گنہگار ہوگا بلکہ اسے خدا کے حضور بھی جوابدہ ہونا پڑے گا۔

"انّ اللہ لاَیُحب الخائنین" (51)

(کچھ شک نہیں خدا خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا)

نبی اکرم ﷺ اور خلفاء راشدین کا طرز عمل اس بات کی دلیل ہے کہ وہ سرکاری خزانہ کو قوم کی امانت تصور کرتے تھے جو کہ قوم نے ان کے سپرد کی تھی۔ اسلام فضول خرچی کی بھی قطعاً اجازت نہیں دیتا حکومت یا حکومت کا سربراہ سرکاری خزانہ کی حفاظت کا ذمہ دار ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے یہ اصول حضرت یوسفؑ کی زبانی قرآن حکیم میں بیان فرمایا ہے۔

قال اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم (52)

(کہا مجھے اس ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیجیے کیونکہ میں حفاظت بھی کر سکتا ہوں اور اس کام سے واقف ہوں)

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مسلمان خزانچی جو امانت دار ہو اور اپنے مالک کا حکم نافذ کرے تو وہ بھی صدقہ کرنے والوں میں سے ہے۔ (53) آپ ﷺ نے ایک مرتبہ اونٹ کا ایک بال اپنی دونوں انگلیوں کے درمیان لے کر فرمایا لوگو! اللہ کی قسم تمہارے فے میں میرے لیے یہ بال بھی نہیں بجز (غنیمت کے) پانچویں حصہ کے اور یہ پانچواں حصہ بھی تم پر خرچ کر دیا جاتا ہے۔(54) خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ نے وفات کے وقت یہ وصیت فرمائی کہ انہوں نے دوران خلافت بیت المال سے بطور نفقہ جو چھ ہزار درہم لیے تھے ان کی فلاں دیوار جو فلاں مقام پر ہے ان درھموں کے عوض بیت المال کی ہے۔(55) حضرت عمرؓ کا قول ہے میں نے اپنی طرف سے اللہ کے مال میں اپنے آپ کو بمنزلہ مال یتیم رکھا ہے اگر میں غنی ہوں تو اس مال سے بچوں اور اگر فقیر ہوں تو اس مال سے اس اصول کے موافق کھاؤں (قرآن حکیم میں مربی یتیم کا یہی حکم ہے) پھر اگر مالدار ہو جاؤں تو ادا کر دوں۔(56) حضرت عمر بن عبدالعزیز کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ مال غنیمت میں آئی ہوئی مشک کو سونگھنا یا سرکاری باورچی خانہ

کی آگ پر پانی گرم کرنا گوارا نہ تھا۔ (57) یہاں اس سے مقصود وصولیابی کے سلسلہ کے وہ اخراجات بھی ہیں جو اجرت کے طور پر حکومت اپنے ملازمین کو ادا کرتی ہے اور جن کے ذریعہ محکمہ مالیات کے لئے ضروری اشیاء کا انتظام کرتی ہے قرآن حکیم میں مسرفانہ اخراجات کرنے والے کو شیطان کا بھائی قرار دیا گیا ہے۔

"انّ المبذرین کانوا اخوان الشیاطین" (58)

(بے شک فضول خرچی کرنے والے تو شیطان کے بھائی ہیں)

یہ امر بھی پیش نظر رہے کہ محصول خوشدلی سے صرف اس وقت ادا کرنا ممکن ہے جبکہ ادا کرنے والے کو یقین ہو کہ وہ قومی وملی فلاح میں مالی طور پر حکومت کا ہاتھ بٹا رہا ہے اور یہ احساس تبھی پیدا ہونا ممکن ہے جبکہ محصول ادا کرنے والا یہ محسوس کرے کہ اس کی ادا کردہ رقم کا درست مصرف ہوگا۔ نیز اسلام کے نظام محاصل کے تحت یہ ضروری ہے کہ جمع شدہ مال قوم وامت کی مصالح پر خرچ ہو معصیت کے کاموں پر نہیں اور نہ ہی حکام کی خواہشات اور ان کی ذاتی اغراض پر خرچ کیا جائے۔ **ولا تسرفوا انه لا یحب المسرفین** (59) (فضول خرچی مت کرو بے شک اللہ تعالیٰ فضول خرچ کو پسند نہیں کرتا) بیت المال کے بارے میں اسلام کا یہ قطعی فیصلہ ہے کہ وہ اللہ اور مسلمانوں کا مال ہے اور کسی شخص کو اس پر مالکانہ تصرف کا حق نہیں مسلمانوں کے تمام امور کی طرح بیت المال کا انتظام بھی قوم یا اس کے آزاد نمائندوں کے مشورہ سے ہونا چاہیئے اور مسلمانوں کو اس پر محاسبہ کا پورا حق ہے۔ (60)

4۔ بلاواسطہ (Direct) محاصل کو ترجیح

اسلام کا نظام مالیات بلاواسطہ (Direct) محاصل کو پسند کرتا ہے کیونکہ اس میں محصول کا بوجھ وہی اٹھاتا ہے جو کہ اس کا اہل ہوتا ہے جبکہ اس کے برعکس بالواسطہ (Indirect) محاصل میں ٹیکس کا بار دوسرے کی طرف منتقل کر دیا جاتا ہے مثلاً کاروباری ادارے، کارخانہ دار اور دوکاندار یہ سب بالواسطہ محاصل کا بوجھ صارفین کی طرف منتقل کر دیتے ہیں اور خود چین کی زندگی گزارتے ہیں۔ اسلام کا یہ نظریہ ہے کہ ہر کسی کو اپنے کئے کا پھل ملنا چاہیئے۔ بیٹے کے گناہ کی سزا باپ کو نہیں دی جاسکتی۔ محاصل کے حوالہ سے بھی اسلام اس اصول کو اپناتا ہے کہ ہر کسی کو اپنا بوجھ خود اٹھانا ہے **الاتزر وازرة وزرا اخری** (61) (کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا) براہ راست محاصل کا بوجھ عموماً وہ لوگ ہی برداشت کرتے ہیں جن کے پاس زائد دولت ہوتی ہے اسے دوسروں کی طرف منتقل کرنا آسان نہیں ہوتا۔ اس تصور محصول کی تائید اس حدیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ صدقہ امیروں سے لیا جائے گا اور غریبوں کی طرف لوٹایا جائے گا۔ (62) اس لیے اسلام کے اکثر محاصل بلاواسطہ ہیں، اور اسلام بلاواسطہ محاصل کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور بلواسطہ کی حوصلہ شکنی۔

5۔ نظریہ وعقیدہ سے مطابقت:۔

بلاشبہ احکام وقوانین مذہب سے ہی اخذ کئے جاتے ہیں خصوصاً اسلامی نظام حیات کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس کے بارے میں قرآن وسنت سے راہنمائی نہ ملتی ہو اسلام میں محاصل کے بارے بڑی واضح ہدایات ملتی ہیں بلکہ یہ دین کا ایک بنیادی جزو ہیں جیسے کہ زکوٰۃ اللہ تعالیٰ نے توحید کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے

وما امروا الا لیعبد واللہ مخلصین لہ الدین حنفاء و یقیمو الصلوٰۃ ویوتوالزکوۃ وذلک دین القیمۃ(63)

(انہیں صرف اس بات کا حکم دیا گیا کہ اللہ کی عبادت کریں خالص اسی کے عبادت گزار ہو کر سیدھے ہو کر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں یہی سیدھی راہ ہے)

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: **الزکوٰۃ من الاسلام(64)** (زکوۃ ادا کرنا اسلام ہے) اسلامی ریاست میں مسلمانوں شہریوں پر ایسے محاصل عائد کرنے چاہیں جو کہ ان کے عقیدہ اور نظریہ سے مطابقت رکھتے ہوں تا کہ ادا کرنے والے ان کی ادائیگی کو اپنا مذہبی فریضہ اور رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ سمجھیں ایسے محاصل جن کو دین کی حمایت حاصل ہو ان کے نتائج انتہائی متاثر کن ہوتے ہیں ادائیگی اکثر ٹیکس چوری کے بجائے رضا کارانہ ہوتی ہے عہد نبوی میں ایک صحابی اپنی پیداوار سے دسواں حصہ (1/10) بطور عشر ادا کرنے کی بجائے پیداوار کو تین حصوں میں تقسیم کرتے تھے ایک حصہ اپنے اہل وعیال کی ضروریات کے لیے دوسرا زمین میں بیج وغیرہ بونے کے لیے اور تیسرا حصہ صدقہ کر دیتے **فا تصدق بثلثہ و آکل انا و عیالی ثلثہ و ارد فیھا ثلثہ (65)** دنیاوی محاصل کی نسبت جس محصول کو مذہبی تحفظ حاصل ہو اس کا معاملہ ہی بالکل فرق ہوتا ہے مثلاً ایک مسلمان کو یہ احساس ہوتا ہے زکوۃ اس کے اور حکومت کے درمیان تعلق پیدا کرنے والی چیز نہیں بلکہ سب سے پہلے اس کے اور خدا کے درمیان تعلق پیدا کرنے والی چیز ہے جو عبادت ہے اور عبادت اللہ کے لئے اخلاص کا نام ہے زکوۃ کے بارے میں وہ ہرگز یہ خیال نہیں کرتا کہ اس کے واجب ہونے سے اس پر کوئی ظلم و زیادتی ہو رہی ہے کیونکہ یہ شارع کوئی انسان نہیں بلکہ وہ ہستی ہے جو صفت عدل سے متصف ہے۔ آدمی اس ہستی سے جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں فرار اختیار کر کے کہاں جا سکتا ہے اسی تربیت اسلامی کا اثر تھا کہ مسلمان صاحب امر کے پاس خود حاضر ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کے مال سے زکوۃ وصول کی جائے حضرت عمرؓ کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ شام کے کچھ لوگ آپؓ کے پاس آ کر کہتے ہیں کہ ہمارے پاس مال آ گیا ہے یعنی گھوڑے اور غلام اور ہم چاہتے ہیں کہ اس کی زکوۃ لے کر ہمارے لئے پاکیزگی کا سامان کیا جائے" (66) مسلمان اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ وہ زکوۃ دے کر مال اور نفس کو پاک کرے گا اس کے ذریعہ اس کا مال بڑھے گا۔ گو بظاہر گھٹ رہا ہو یہ دینی ضمانتیں ہی زکوۃ کے سلسلہ میں تحفظ کا بہترین سامان ہیں لیکن ان کے ساتھ شریعت قانونی اور تنظیمی ضمانتوں کا انتظام بھی کرتی ہے جس میں حکومت کی طرف سے وصولیابی کا انتظام بھی شامل ہے۔ اسلامی حکومت کے بنیادی مقاصد میں یہ شامل ہے کہ وہ نماز اور زکوٰۃ کا نظام قائم کرے۔

الذین ان مکنھم فی الارض اقامو الصلوٰۃ و اتوالزکوٰۃ و امروا بالمعروف و نھوا عن المنکر و للہ عاقبۃ الامور (67)

(یہ وہ لوگ ہیں اگر ہم ان کو ملک میں دسترس دیں تو نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام خدا ہی کے اختیار میں ہے)

سورۃ النور کی آیات 56-55 میں بھی زکوٰۃ کی تحصیل وتقسیم حکومت کی ذمہ داری ہے اور اس کے فرائض میں شامل ہے اور مسلمانوں کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ حکام وعمال سے اپنا مال چھپائیں نہیں۔ نبی اکرم ﷺ سے بعض صحابہ نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ بعض عمال ہمارے ساتھ زیادتی کرتے ہیں کیا ہم زیادتی کے بقدر مال ان سے چھپا لیا کریں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "لا" (نہیں) (68) الغرض زکوۃ کے علاوہ ایک مسلمان پر عائد ہونے والے دیگر محاصل کو بھی دین کی پشت پناہی حاصل ہو تو ان کی کامیابی یقینی ہوگی۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی

رپورٹ کے مطابق ''اسلامی ریاست کا مسلمان شہری بعض ٹیکس محض اپنا مذہبی فریضہ اور عبادت سمجھ کر ادا کرتا ہے۔ مثلاً زکوٰۃ و عشر قرآن مجید میں تقریباً بیس (20) مقامات پر زکوٰۃ کا ذکر نماز کے بعد کیا گیا ہے جس سے اصول عقیدہ کے تحت زکوٰۃ کی ادائیگی کسی قدر ضروری اور وجدانی طور پر سہل نظر آتی ہے اور بعض ٹیکس اس لئے ادا کرتا ہے کہ اسلامی ریاست اس کے عقیدہ و ایمان کی حفاظت کرتی ہے نیز اسلامی ریاست ان شعار کو قائم کرتی اور پروان چڑھاتی ہے جس پر وہ ایمان رکھتا ہے۔ (69) مزید یہ کہ اسلام کی تعلیمات کے منافی کوئی محصول اسلامی معاشرہ میں نافذ نہیں کرنا چاہیے۔ ''ایسا محصول خصوصاً جو معاشرے میں ان رجحانات کو نقصان پہنچاتا ہو جو اسلام کو مقصود و مطلوب ہیں مثلاً اسلام معاشرہ میں احسان اور تبرع کو فروغ دینا چاہتا ہے اور محصول ہبہ (Gift Tax) اس رجحان کی حوصلہ شکنی کرتا ہے تو یہ محصول اسلام کے خلاف قرار پائے گا اس طرح اسلام جن رجحانات کا سد باب کرنا چاہتا ہے مثلاً رشوت' بدعنوانی' محصول کو ان رجحانات کا کسی درجہ پر معاون نہیں ہونا چاہیے۔'' (70)

6۔ گردش دولت

اسلام اپنے نظام محاصل کے ذریعہ معاشی غرض پوری کرنے کے ساتھ ساتھ معاشرتی اور معاشی تفاوت کا بھی علاج کرتا ہے اسلام کے ہاں یہ انتہائی ناپسندیدہ صورت ہے کہ ایک طرف دولت چند ہاتھوں میں جمع ہو جائے اور دوسری طرف آبادی کا بیشتر حصہ ضروریات زندگی پوری کرنے سے قاصر ہو قرآن مجید میں ان لوگوں کے لئے انتہائی سخت وعید آئی ہے جو مال کو جمع کر کے رکھتے ہیں اور خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ''اور جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو خدا کے راستے میں خرچ نہیں کرتے ان کو اس دن کے دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دو جس دن وہ مال دوزخ کی آگ میں خوب گرم کیا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (اور کہا جائے گا) یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا سو جو تم جمع کرتے تھے (اب) اس کا مزہ چکھو'' (71) سورۃ الھمزۃ آیات (1-4) میں بھی مال جمع کرنے والوں کی مذمت کی گئی ہے۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ دولت جو دراصل اللہ کی ملکیت اور قوام حیاۃ ہے مکمل گردش کرتی رہے اس مقصد کے لئے شہریوں پر مختلف محاصل عائد کئے جاتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

کی لا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم (72)

(تا کہ جو لوگ تم میں سے دولت مند ہیں انہی کے ہاتھوں میں نہ پھرتا رہے (مال)

اس لئے اسلام کے تصور محاصل کا بنیادی مقصد ہی دولت کی تقسیم اور گردش ہے اسلامی ریاست کا فرض بنتا ہے کہ وہ محصول عائد کرتے وقت اس بنیادی اصول کو لازمی مدنظر رکھے۔

" Taxation is indeed an effective instrument in the hands of an Islamic State to eradicate poverty and to bridge the gulf between the "haves" and "have-not" (73)

7۔ تیقن:۔ (یقین)

اسلام کے نظام محاصل کا ایک اہم اصول ''تیقن'' ہے اس سے مراد ہے کہ جو ٹیکس بھی لگائے جائیں ان کی قانونی حیثیت ان کی مقدار، ان کا وقت ادائیگی، طریقہ ادائیگی اور ضرورت ادائیگی وغیرہ واضح ہو اور متعین ہو اور ٹیکس دہندہ کو بھی اس کا مکمل علم ہونا چاہیئے اگر تاریخ کے حوالہ سے

اس اصول کا جائزہ لیں تو عہد اسلامی میں پوری طرح عملی صورت میں کارفرما نظر آتا ہے زکوٰۃ، خراج، جزیہ اور عشور وغیرہ کی جزئیات تک متعین تھیں تیقن کا یہ اصول فریضہ زکوٰۃ میں نمایاں طور پر موجود ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اسے فرض قرار دیا ہے اس کی شرح بزبان رسول ﷺ مقرر کر دی ہے اور ائمہ نے اس کی توضیح میں فقہ کا مبسوط ذخیرہ پیش کر دیا ہے' (74)

نبی اکرم ﷺ عاملین کو روانگی کے وقت جو فرامین وہدایات دیتے ان میں تمام تفصیلات درج ہوتی تھیں یہ طریقہ خلفاء راشدین نے بھی اختیار کیا مثال کے طور پر زکوٰۃ کا نصاب' شرح' طریقہ ادائیگی' وقت ادائیگی' مصارف تک متعین اور واضح ہیں۔ نبی اکرم ﷺ مویشیوں کی زکوٰۃ کی مکمل تفصیل (75) سونے چاندی پر زکوٰۃ کی مکمل وضاحت (76) اموال تجارت میں اگر دیگر شریک ہوں تو ادائیگی کیسے کی جائے (77) زرعی زکوٰۃ کی شرح آپ ﷺ نے خود واضح فرمائی (78) اسی طرح خراج کی ادائیگی خراجی زمینیں کے احکامات واضح ہیں (79) حضرت عمرؓ نے عشور عائد کیا تو ساتھ کی شرح بھی کھول کر بیان کر دی جزیہ کی مکمل تفصیلات محفوظ ہیں۔ بلاشبہ اسلام ایسے تمام محاصل کی حوصلہ شکنی کرتا ہے جن کا عوام کی تیقن نہ ہو۔

8۔ جہاں سے وصول ہو وہاں خرچ کیا جائے

اسلام نے محاصل کے حوالہ سے یہ اصول دیا ہے کہ جس علاقہ کے امراء سے وصول کیا جائے وہاں کے ہی غرباء میں اس کو تقسیم کیا جائے اس کی وجہ یہ ہے کہ ''اس میں حق ہمسائیگی کی رعایت بھی ہے اور فقر وفاقہ کے سدباب کا سامان بھی نیز اس سے ہر علاقہ کے مکتفی ہونے کے اسباب ہو جاتے ہیں' مشکلات کا حل اس کے اندر نکل آتا ہے' ایسا کرنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ مقامی حاجت مندوں کی نظریں اور ان کے دل اس مال کی طرف لگے ہوئے ہوتے ہیں اس لئے اس مال میں ان کا حق دوسروں کے حق پر مقدم ہے۔ (80)

نبی ﷺ اور خلفاء راشدین کا یہی طریقہ تھا چنانچہ جب مختلف مقامات پر ساعی بھیجے جاتے تھے تو انھیں اس مقام کے امراء سے زکوۃ وصول کرنے اور اس مقام کے فقراء پر لوٹانے کی ہدایت کی جاتی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذؓ کو یمن بھیجتے وقت ہدایت کی تھی کہ وہ اہل یمن کو اسلام اور نماز کی دعوت دیں پھر آپ ﷺ نے فرمایا پھر جب وہ ان دونوں پر کاربند ہونے کا اقرار کرلیں تو تم ان سے کہنا **ان اللہ قدافترض علیھم صدقۃ توخذ من اغنیاءھم وترد علی الفقراء** ۔(81) (اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور ان کے فقراء میں تقسیم کی جائے گی)۔ نبی اکرم ﷺ کی عادت طیبہ تھی کہ جس علاقہ سے زکوۃ جمع ہوتی وہیں پر تقسیم کر دی جاتی اگر بچ رہتی تو پھر آپ ﷺ کے پاس بھیج دی جاتی چنانچہ آپ ﷺ اسے دوسری جگہ تقسیم فرمادیتے۔ آپ ﷺ اپنے عاملین کو وادیوں میں نہ بھیجتے تھے بلکہ حضرت معاذؓ کو حکم دیا تھا کہ اہل یمن سے زکوۃ وصول کر کے انھیں فقراء میں تقسیم کر دو اور یہ نہ فرمایا کہ میرے پاس لے کر آنا۔ (82)

حضرت معاذؓ جب سے رسول اللہ ﷺ نے انھیں یمن بھیجا تھا' جند نامی جگہ پر ہی مقیم رہے تا آنکہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کے انتقال کے بعد حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور انھوں نے بھی ان کی پہلی جگہ پر واپس بھیج دیا پھر حضرت معاذؓ نے ان (حضرت عمرؓ) کے پاس زکوۃ کا تہائی حصہ بھیجا تو حضرت عمرؓ نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے کہا میں نے تمھیں مال جمع کرنے یا جزیہ وصول کرنے کیلئے نہیں بھیجا تھا بلکہ اس لئے مامور کیا ہے کہ تم امیر لوگوں سے وصول کر کے ان کے محتاجوں میں واپس کر دو اس پر حضرت معاذؓ نے کہا میں نے کوئی ایسی چیز آپؓ کو نہیں بھیجی کہ یہاں مجھ کو اس کا کوئی مستحق وصول کرنے والا ملا ہو جو پھر اگلے سال معاذؓ نے آدھی زکوۃ بھیجی اور دونوں میں پہلے جیسی گفتگو کے تبادلہ ہوا' جب تیسرا سال گزرا تو حضرت معاذؓ نے تمام کی تمام زکوۃ ان کے پاس بھیج دی اور جواباً حضرت عمرؓ نے پہلے والی بات کہی تب حضرت معاذؓ نے کہا مجھے یہاں ایک (ضرورت مند)

بھی ایسا نہیں ملتا جو مجھ سے کچھ (صدقہ وزکوۃ) لینے کا مستحق ہو۔ (83) حضرت عمرؓ کا بار بار انکار کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ زکوۃ مقامی طور پر خرچ کی جائے اور یہ کہ مقامی طور پر مستحقین نہ پائے جانے کی صورت میں زکوۃ کو دوسری جگہ منتقل کیا جا سکتا ہے۔

حضرت عمرؓ بن الخطاب کے زمانہ میں مواشی چرانے والے سے پوچھا گیا صدقہ وصول کرنے کے لئے کون تمھارے پاس بھیجا جاتا تھا آپؓ نے کہا مسلمہ بن مخلد وہ ہمارے امیروں سے صدقہ لیتے تھے اور ہمارے فقیروں کو دے دیتے تھے۔ (84)

سنن ابوداؤد کی روایت ہے کہ زیاد نے یا کسی اور امیر نے عمران بن حصین کو زکوۃ کی تحصیل پر مامور کیا جب عمران لوٹ کر آئے تو اس نے پوچھا مال کہاں ہے؟ کہا کیا تو نے مجھے مال لانے کے لئے بھیجا تھا' ہم نے زکوۃ کو لیا جس طرح نبی اکرم ﷺ لیا کرتے تھے اور اس کو صرف کیا' جہاں نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں کرتے تھے۔ (مستحقین کو دے دیا) (85) ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ محاصل خصوصاً عشر و زکوۃ جس شہر سے وصول کیا جائے وہاں پر ہی خرچ کیا جانا چاہیے لیکن اگر متعلقہ مقام پر مستحق افراد کم ہوں یا زکوۃ کے مال کی کثرت کی بناء پر زکوۃ کی کلی یا جزوی طور پر ضرورت نہ رہے تو اسے دوسری جگہ منتقل کرنا جائز ہوگا اس صورت میں یا تو اسے امام کی طرف منتقل کیا جا سکتا ہے تا کہ وہ حسب ضرورت اس کا تصرف کرے یا پھر مقامی مقامات کی طرف منتقل کیا جا سکتا ہے۔ کتاب الاموال میں روایت ہے کہ زکوۃ ان لوگوں میں تقسیم کی جائے گی جو ایک گھاٹ سے پانی پیتے ہوں پھر اگر اس گھاٹ والوں میں کوئی مستحق نہ رہے تو ان سے قریب تر جو گھاٹ ہو وہاں مستحق دیکھا جائے گا اور وہ زکوۃ ان میں تقسیم ہوگی اگر وہاں بھی مستحق نہ ہو تو پھر جو ان سے قریب تر گھاٹ ہو۔ (85)

9۔ ''مکس'' کی ممانعت

اسلام ایسے محاصل کی سختی سے ممانعت کرتا ہے جو ظالمانہ ہوں جن کا مقصد عوام کی فلاح و بہبود کی بجائے ان سے مال چھیننا ہو ایسے محاصل کو اسلامی تاریخ میں ''مکس'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ لغوی اعتبار سے مکس سے مراد ہے۔ **الشیء مکساً نقص' فی البیع۔ نقص الثمن' الضریبة۔ قدرھا و جباھا' الماکس : من یا خذ المکس من التجار (ج) مکاس** (86) (کسی چیز کا کم ہونا' تجارت میں قیمت کم ہونا' ٹیکس: متعین ومقرر مقدار' واجب **الماکس** جو تاجروں سے مکس وصول کرتا ہے اس کی جمع مکاس ہے) **مکس الجبایة** (محصول) کو بھی کہتے ہیں مکس وصول کرنے والا **الماکس** اور **العشار** کہلاتا ہے۔ (87) **المکس** سے مراد **الظلم** بھی ہے۔ (88) اصطلاح میں مکس سے مراد زمانہ جاہلیت کا وہ ٹیکس ہے جو تاجروں سے وصول کیا جاتا تھا۔ **دراھم کانت توخذ من بائع السلع فی الاسواق فی الجاھلیة۔** (89) (یہ وہ درہم تھے جو جاہلیت کے زمانہ میں بازاروں میں مال فروخت کرنے والوں سے وصول کئے جاتے تھے۔) مکس کی اصطلاح زیادہ تر اس ٹیکس کے لئے استعمال ہوتی ہے جسے سلطان کے نمائندے ناجائز طور پر تجارت (بیع وشراء) کے وقت لوگوں سے وصول کر لیتے ہیں۔ (90) شرح سنن ابوداؤد میں ہے کہ اس سے مراد وہ مال ہے جو صدقہ کے علاوہ وصول کیا جاتا تھا۔ **الذی یا خذ غیر الصدقة** (91)

نبی اکرم ﷺ نے ایسے شخص کے بارے میں فرمایا ہے جو کہ ناجائز محصول وصول کرتا تھا **ان صاحب المکس فی النار۔** (92) (بے شک ٹیکس وصول کرنے والا جہنم میں ہوگا۔) ایک اور روایت ان الفاظ کے فرق کے ساتھ ہے کہ **لا یدخل الجنة صاحب المکس یعنی العشار۔** (93) (تجارتی عشر وصول کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا) اور ان دونوں احادیث مبارکہ کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں ایک زانیہ اور ایک عشار کو آپ ﷺ نے ایک ہی درجہ پر رکھا ہے فرمایا آدھی رات کو آسمان کے دروازے کھول دیئے

جاتے ہیں ایک پکارنے والا پکارتا ہے کیا کوئی پکارنے والا ہے پس اس کو جواب دیا جائے گا' کیا کوئی مانگنے والا ہے پس اس کو عطا کیا جائے گا' کیا کوئی تکلیف میں ہے پس اس سے تکلیف کو دور کر دیا جائے گا' کوئی مسلمان ایسا باقی نہ رہے گا جو دعا کرے اور اس کی دعا قبول نہ ہو سوائے اس کے جس نے زنا کیا اور جو ٹیکس وصول کرنے والا ہے۔ (94) مسند احمد کے شارح مکس کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ **ان المکس من اعظم الذنوب و ذلک الکثرة مطالبات الناس و مظلماتھم و صرفھا فی غیر و جھھا۔** (95) (بے شک ٹیکس گناہ کبیرہ میں سے ہے اس لئے کہ لوگوں سے کثرت کے ساتھ مطالبے کئے جاتے ہیں اور یہ وصول ہونے کی صورت میں ان پر ظلم کئے جاتے ہیں اور وصول کر کے ان کا غلط استعمال ہوتا ہے) انہوں نے مزید یہ بھی نقل کیا ہے کہ **انما کان فی النار لظلمه الناس و اخذ اموالھم بدون حق شرعی فان استحل ذلک کان فی النار خالد فیھا ابداً لانه کافر و الافیعذب فیه مع عصاة المومنین ما شاء الله ثم یخرج و یدخل الجنة۔** (96) (صاحب مکس اس لئے جہنم میں جائے گا کہ اس نے لوگوں پر ظلم کیا ان سے شرعی حق کے بغیر مال وصول کیا اگر اسے حلال سمجھے گا تو آگ میں ہمیشہ رہے گا اس لئے کہ وہ کافر ہے اگر حلال نہیں سمجھے گا تو گنہگار ہو گا نافرمان اہل ایمان کے ساتھ عذاب دیا جائے گا پھر اللہ تعالیٰ جب چاہے گا آگ سے نکال کر جنت میں داخل کر دے گا۔)

بلاشبہ اسلام میں مطلقاً محاصل کی قطعاً ممانعت نہیں ہے بلکہ ایک مخصوص قسم کے محصول "مکس" کی ممانعت کی گئی ہے جو کہ زمانہ جاہلیت کے محاصل میں سے ایک محصول تھا نہایت ظالمانہ اور ناجائز تھا لوگوں سے زبردستی وصول کیا جاتا تھا اور دور حاضر میں بھی اگر کوئی محصول انھی خطوط پر عائد اور وصول کیا جاتا ہے تو وہ بھی یقیناً "مکس" میں شمار ہو گا اور وصول کرنے والا ظالم قرار پائے گا۔ **اما الان فا نھم یا خذون مکساً با سم العشر و مکوسا اخر لیس لھا اسم بل شئی یاخذونه حراماً و سحتاً و یا کلونه فی بطونھم ناراً حجتھم فیه داحضة عند ربھم و علیھم غضب و لھم عذاب شدید۔** (97) (آج کل عشر کے نام پر جو مکس یا مکوس لوگ وصول کر رہے ہیں اس کا کوئی نام نہیں بلکہ وہ تو ناجائز طور پر لوگوں سے وصول کر رہے ہیں فی الحقیقت وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں اپنے رب کے پاس ان کی کوئی حجت نہیں اور ان پر غضب ہو گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے)۔

10۔ دیگر متفرق اصول

(i) محاصل کی تعداد مختصر ہونی چاہیئے بیشمار قسم کے محصولات عائد کرنا نظام محصولات کو پیچیدہ بنا دیتا ہے اور انتظامی مشینری پر غیر ضروری بوجھ ڈالتا ہے۔ (98)

(ii) ٹیکس کی وصولی کے اخراجات مناسب ہونے چاہئیں "ایسے محصولات سے پرہیز کرنا چاہیے جن سے حاصل ہونے والی آمدنی کا بڑا حصہ وصول یابی کے اخراجات پر صرف ہو جاتا ہے" (99) محاصل کی وصولی کے اخراجات کم سے کم ہونے چاہئیں ایسے محاصل کا کیا فائدہ جس کے وصولی کے اخراجات سرکاری خزانہ پر بوجھ بن جایئں یہ رجحان اسلام کے بالکل منافی ہے گو اس کے لیے اسلام نے کوئی حد مقرر نہیں کی مگر اسلام کے مقاصد ٹیکس کو مدِ نظر رکھ کر یہ بات کی جا سکتی ہے کہ محاصل کی وصولی کے اخراجات جتنے کم ہوں گے اتنے ہی ٹیکسوں کے مقاصد زیادہ سہل الحصول ہوں گے۔

(iii) اسلامی محاصل کا نظام انتہائی سادہ ہے دورِ حاضر کے محاصل کو بھی اسلام کی ہدایات کی روشنی میں آسان بنانا چاہیئے۔

حوالہ جات

(1) ابن منظورالافریقی (م 711ھ)، لسان العرب، دار صادر بیروت 153:11,1955۔

(2) الزبیدی، محمد مرتضیٰ (م 1205ھ)، تاج العروس، دارلیبیا للنشر والتوزیع بنغازی، 379:7۔

(3) الجوھری، اسماعیل بن حماد (م 393ھ)، الصحاح، دارالکتاب العربی بمصر، 1669:4۔

(4) المعجم الوسیط، دارالفکر، 180:1۔

(5) المنجد (عربی اردو)، دارالاشاعت کراچی، ص 216-215۔

(6) سید احمد دھلوی، فرہنگ آصفیہ، مکتبہ حسن سہیل لمیٹڈ، لاہور، 186:2۔

(7) جامع اللغات، ملک دین محمد اینڈ سنز تاجران کتب، لاہور۔

(8) *The Oxford English Dictionary, Clarendon Press Oxford 1989, V:XVIII, P:677*

(9) *The Standard English Desk Dictionary, 1983, 2:870*

(10) *The New Encyclopaedia Britannica, Chicago 15th Edition, 28:408*

(11) *The Encyclopedia Americana, Grolier Incorporated U.S.A. 1987, 24:287*

(12) البقرہ: 42

(13) النمل:3

(14) الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ (م 279ھ)، صحیح سنن الترمذی، کتاب الزکاۃ، باب اذادیت الزکوۃ فقدقضیت ما علیک، المکتبۃ الاسلامی بیروت، 1988، 192:1

(15) الشاطبی، ابی اسحاق ابرھیم بن موسیٰ بن محمد (م 790ھ)، الاعتصام، دارالفکر بیروت، 121:2

(16) الشوریٰ :38

(17) القرضاوی، یوسف، فقہ الزکوۃ، مترجم: شمس پیرزادہ، شہزاد پبلیشرز لاہور، ص:585

(18) اسلامی نظام محاصل اور قوانین محاصل (اسلامی نظریاتی کونسل کی تیرھویں رپورٹ)، اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد 1984، ص:5

(19) اسلامی نظام محاصل اور قوانین محاصل (اسلامی نظریاتی کونسل کی بارھویں رپورٹ)، اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد، ص:8

(20) ایضًا

(21) البقرہ:279

(22) المنذری، زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی (م 656ھ)، الترغیب والترھیب، احیاء التراث العربی بیروت، لبنان 1968، 560:1

(23) البقره: 233

(24) ابو یوسف، یعقوب بن ابراهیم (م 182ھ)، کتاب الخراج، المطبعة السلفية القاهره 1346ھ ' ص :149

(25) یحییٰ بن آدم القرشی (م 203ھ) کتاب الخراج، المکتبة العلمية لاهور الطبعة الاولیٰ، ص: 80

(26) ابو عبید القاسم بن سلام ،(م 224ھ) کتاب الاموال ،المکتبة العلمیة لاهور۔ س۔ ن' ص :44

(27) اسلامی نظام مالیات وقوانین مالی (اسلامی نظریاتی کونسل کی بارھویں رپورٹ)۔ص:8

(28) البقره: 219

(29) البخاری ابو عبدالله ،محمد بن اسماعیل، (م 256ھ) الجامع الصحیح، کتاب الزکوٰة باب لا صدقة الا عن ظهر غنیً، الیمامه دمشق بیروت 1990' 518:2

(30) ایضًا

(31) ابو داؤد، سلیمان بن اشعت (م 275ھ) سنن ابی داؤد، کتاب الزکوٰة ' باب الرجل یخرج من ما له' دارالفکر بیروت' 128:2

(32) یحییٰ بن آدم، م ن ، ص: 80

(33) یحییٰ بن آدم، م ن ، ص: 81

(34) مودودیؒ ابوالاعلیٰ (م1979ء)، قرآن کی معاشی تعلیمات، اسلامک پبلیکیشنز لاهور۔1969، ص:64

(35) البخاری، م ن ، (م 230ھ)، کتاب الآداب باب قول النبی ﷺ یسروا ولا تعسروا ' 2269:5

(36) ابن سعد محمد (م 230ھ) الطبقات الکبریٰ' دار صادر دارلبیروت 1960ء' 323:3

(37) الانعام: 141

(38) ابن سعد، م ن ، 358:1

(39) ابو عبید القاسم ' م ن ،ص: 28

(40) ابو عبید، م ن ، ص: 44

(41) ابو داؤد، م ن ، کتاب الزکوٰة باب فی خرص العنب، 110:2

(42) الماوردی، ابوالحسن بن محمد بن حبیب البصری (م 450ھ)، الاحکام السلطانیه، مصطفى البابی بمصر' الطبعة الثانية 1966'ص :118

(43) یحییٰ بن آدم، ن م ، ص: 155

(44) شامی ابن عابدین ، محمد امین (م 1252 ھ) حاشیه ردالمختار علی الدرالمختار، مطبعة الکبریٰ الامیریه ببولاق مصر 1343ھ' 39:2

(45) الطبری، ابی جعفر محمد بن جریر (م 310ھ) تاریخ الرسل والملوک(تاریخ طبری) دار المعارف مصر' 344:3

(46) ابو یوسف ، م ن، ص: 166

(47) ابو عبید القاسم، م ن ، ص:533

(48) القرضاوی،م ن، ص:571

(49) *Muhammad Sharif Ch. Taxation in Islam and Modern Taxes, Impact Publications International Lahore, P:10*

(50) النساء: 58

(51) الانفال : 58

(52) الیوسف : 55

(53) البخاری، م ن ، کتاب الزکوٰۃ، باب اجرالخادم اذ تصدق بامرِ صاحبه غیر مفسدٍ' 522:2

(54) ابن هشام' ابو محمد عبد المالک بن محمد (م 213ھ) السیرۃ النبویۃ ' دارالفکر بیروت لبنان 1992ء' 1015:2

(55) ابن سعد، م ن، 193:3

(56) ابن سعد، م ن، 276:3

(57) ابن کثیر' ابو الفداء عماد الدین الدمشقی (م 701ھ) تاریخ ابن کثیر (البدایه و النهایه) مطبعة السعاده مصر 1932ء' 302:9

(58) بنی اسرائیل : 27

(59) الانعام : 141

(60) مودودی، ابوالاعلیٰ (م1979ء) معاشیات اسلام، اسلامک پبلیکیشنز لاہور1982' ص:391

(61) النجم :38

(62) البخاری، م ن ، کتاب الزکاۃ ، باب اخذ الصدقة من الاغنیاء و ترد الی الفقراء حیث کانوا' 544:2

(63) البینة :5

(64) البخاری، م ن ، کتاب الایمان، باب الزکوٰۃ من الاسلام' 25:1

(65) حنبل' احمد بن محمد (م 241ھ) المسند' دارالمعارف مصر' 85:15

(66) القرضاوی،م ن،ص:576

(67) الحج:41

(68) ابوداؤد، م ن ، کتاب الزکوٰۃ، باب رضا المصدق' 105:2

(69) اسلامی نظام معشیت قرآن وسنت کی روشنی میں بنیادی اصول' اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد 1992' ص:75

(70) اسلامی نظام مالیات وقوانین مالی (اسلامی نظریاتی کونسل کی بارہویں رپورٹ) ص:9

(71) التوبۃ :34-35

(72) الحشر:7

(73) *Muhammad Sharif, Op., Cit.,*

(74) القرضاوی' م ن' ص:572

〈75〉 البخاری' م ن' کتاب الزکوٰۃ' باب زکوٰۃ الغنم' 527:2

〈76〉 البخاری' م ن' کتاب الزکوٰۃ' باب زکوۃ الورق' 524:2

〈77〉 البخاری' م ن' کتاب الزکوٰۃ' باب ما کان منخلیطین فا نهما یترا جعان بینهما با لسویۃ' 526:2

〈78〉 یحییٰ بن آدم' م ن' ص:148

〈79〉 یحییٰ بن آدم' م ن' ص:21

(80) القرضاوی، م ن' ص:488

〈81〉 البخاری، م ن، کتاب الزکوٰۃ' باب اخذ الصدقۃ من الاغنیاء و تردالی الفقراء حیث کانوا' 544:2

〈82〉 الجوزی' ابن قیم 〈م 751ھ〉' زادالمعاد' مصطفی البابی الحلبی مصر' المطبعۃ الثانیۃ 1950ء' 148:1

〈83〉 ابو عبید' م ن' ص:596

〈84〉 ابن سعد' م ن' 323:3

85. ابو دائود' م ن' کتاب الزکاۃ' باب فی الزکاۃ 〈ھل〉 تحمل من بلد الی بلد' 115:2

〈85-A〉 ابو عبیدالقاسم' م ن' ص:594

〈86〉 ابو حبیب سعیدی' القاموس الفقھی' ادارۃ القران و العلوم الاسلامیۃ' ص:338

〈87〉 الجوھری' م ن' 976:2

〈88〉 الزبیدی' م ن' 249:4

〈89〉 ابن منظور' م ن' 220:6

〈90〉 ابو حبیب ' م ن ' ص:338

〈91〉 المنذری ' م ن ' حاشیه 566:1

〈92〉 حنبل ' م ن ' 109:4

〈93〉 ابو عبیدالقاسم ' م ن ' ص:526

〈94〉 المنذری ' م ن ' 567:1

〈95〉 احمد عبد الرحمن البنا ' الفتح الربانی〈حاشیه〉 ' دار الحدیث القاهره ' 18:15

〈96〉 احمدعبد الرحمن البنا ' م ن ' 17:15

(97) المنذری ' م ن ' 567:1

(98) اسلامی نظام مالیات وقوانین اسلامی (اسلامی نظریاتی کونسل کی بارھویں رپورٹ) ' ص:9

(99) ایضًا

فصل سوم: اسلام میں زرعی محاصل کی اقسام

قرآن وسنت سے ثابت ہونے والے زرعی محاصل میں **زکوٰۃ الارض** یعنی عشر ہی بنیادی طور پر وہ واحد حق ہے جو کہ مسلمان کے مال میں واجب ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

اذا ادیت الزکوٰۃ فقد قضیت ما علیک (1)

(جب تو نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کردی تو تیری مالی ذمہ داری پوری ہوگئی)

فقہاء کرام دوسرے اہم محصول خراج کو بھی قرآن حکیم کی نص سورت الحشر : 6 سے ثابت کرتے ہیں۔ اس امر کی تائید تاریخی شہادت سے بھی ہوتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ تک عشر وخراج ہی زرعی محصول تھے۔ حضرت عمرؓ کے دور میں خراج باقاعدہ اصول وضوابط کے تحت آیا اور عشور اور کراء الارض کے نام سے نئے محصول عائد ہوئے۔ ان کے علاوہ قرآن وسنت یا عہد رسالت وخلافت راشدہ میں کسی اور زرعی محصول کے لئے کوئی دلیل نہیں ملتی ہے۔

1۔ عشر

عشر محض ایک محصول نہیں ہے بلکہ یہ دین کا ایک اہم اساسی رکن ہے اس کا شمار عبادات میں ہوتا ہے کتب احادیث میں اس کا ذکر کتاب الایمان اور کتاب الزکاۃ میں ملتا ہے اس کے ادا نہ کرنے والا فاسق اور انکار کرنے والا کافر ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ اسلام کے مالی اور اجتماعی نظام کا جزو بھی ہے اس لئے اس کا تذکرہ سیاسیات اور مالیات کی کتابوں میں بھی ملتا ہے گویا کہ مالی اعتبار سے بظاہر یہ (زکوٰۃ) ٹیکس کی طرح ہے لیکن اسلامی تعلیمات میں اسے عبادات کا درجہ حاصل ہے۔ قرون اولی کے علماء کرام نے اسے (عشر) کبھی بھی ٹیکس یا محصول کے لفظ سے تعبیر نہیں کیا یہ تو بعد کی اصطلاح ہے وہ اس مفہوم کو ''حق'' کے لفظ کے ساتھ ادا کرتے رہے ہیں یعنی ''مالداروں کے مال میں فقیروں کا حق'' عشر مال کی پاکیزگی اور قرب الٰہی کا ذریعہ ہے اور اتنا اہم دینی ومالی فریضہ بھی اگر حکومت اس کی وصولی کا انتظام نہیں کرتی تو نماز کی مانند یہ مسلمان سے ساقط نہیں ہوتا ہے اس صورت میں مسلمان کا فرض بنتا ہے کہ وہ انفرادی طور پر مستحقین کو عشر کی ادائیگی کرے عشر کے علاوہ دیگر زرعی محاصل کی حیثیت خالصتاً ٹیکس کی ہے ان میں عبادت کا کوئی شائبہ نہیں بلکہ یہ محض ایک تمدنی پابندی ہے اور ان کے مقاصد صرف مادی واقتصادی ہیں۔

معنی ومفہوم

عشر کے لغوی معنی دسواں حصہ (1/10) کے ہیں عشر **﴿العشرۃ﴾ اول العقود ' و العشر ' عدد المونث و العشرۃ عدد المذکر تقول عشر نسوۃ و عشرۃ رجال ـــــ والعشر و العشیر جزء من عشرۃ و الجمع اعشار و عشور۔** (2) (عشر عشرۃ سے ماخوذ ہے' عشر عربی میں پہلی دھائی یعنی دس کے لئے اسم عدد ہے عشر مونث کے لیے استعمال ہوتا ہے اور مذکر اشیاء کے لئے عشرۃ استعمال ہوتا ہے جیسے عشر نسوۃ (دس عورتیں) عشرۃ رجال (دس مرد) عشر یا عشیر عشر کی کسر ہے (گویا کہ جب کسی چیز کو برابر دس حصوں میں تقسیم کیا جائے گا تو اس میں سے ایک حصہ عشر کہلائے گا) اس کی جمع اعشار اور عشور ہے)

صاحب الصحاح کے مطابق والعشر: **الجزء من اجزاء العشرة و لذلک العشیر۔ عشر اذ اخذت منهم عشر اموالهم و منه العاشر و العشار** (3) (العشر سے مراد دسواں حصہ اور اسے عشیر بھی کہا جاتا ہے اس سے مراد مال کا وہ دسواں حصہ ہے (جو بطور زکوٰۃ لیا جاتا ہے) اسی سے عاشر اور عشار بھی ماخوذ ہے (یعنی عشر وصول کرنے والا) تاج العروس میں ہے کہ عشر ایک زکاۃ ہے جو مسلمانوں سے جب کہ ان کی زمین بارش سے سیراب ہو لیا جاتا ہے اور غیر مسلموں سے ان کے مال تجارت میں سے وصول کیا جاتا ہے (4) القاموس الفقہی کے مصنف کے مطابق **العشر الجز من عشرة اجزاء و جمعه اعشار و عشور** (دسواں حصہ 1/10 عشر کہلاتا ہے اور اس کی جمع اعشار اور عشور آتی ہے (5) المنجد میں عشر کی لغوی وضاحت کی گئی ہے کہ: **عَشَـرَ (ن) عَشـرًا و عَشُـورًا وَ عَشَّرَ المالَ** دسواں حصہ لینا **اَلقومَ** ۔قوم کے مال کا دسواں حصہ لینا۔ **العُشْرُ** دسواں حصہ (ج) **عشور" و اعشار"** (6) فرہنگ آصفیہ کے مطابق: عشر دسواں، دہم، دسواں حصہ، دہ یک (7) گویا کہ لغت میں دسویں حصہ کو عشر کہتے ہیں جبکہ اصطلاح میں اس سے مراد مسلمانوں کی زرعی پیداوار پر عائد ہونے والی زکوٰۃ ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

العشر فیمایسقی من مآء السماء و الماء الجاری (8)

(آسمان کے پانی اور جاری پانی سے سیراب ہونے والی زمین میں دسواں حصہ ہے)

امام یحییٰ بن آدم کے مطابق **العشر هو الصدقة' و هو الزكاة المفروضة على المسلمين فی زرعهم و ثمارهم** (9) (اور عشر صدقہ ہے یہ وہ فرض زکوٰۃ ہے جو مسلمانوں کی کھیتیوں اور انکے پھلوں پر فرض ہے) **هو اسم للما خوذ من المسلم فی زکوٰۃ الارض العشریه** (10) (مسلمان جو زمین کی زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اس کے لئے عشر کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے) **العشر و هو فرض و سببه الارض النامية بالخارج** (11) (عشر فرض ہے اور اس کا سبب وہ زرعی زمین ہے جس میں پھلنے پھولنے اور پیداوار دینے کی صلاحیت ہو) امام ابو یوسف کے نزدیک عشر اور صدقہ عشری زمینوں پر پیدا ہونے والے پھل اور کھیتی پر ہوتا ہے (12) درج بالا دلائل سے واضح ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے زرعی اموال کی زکوٰۃ عشر کہلاتی ہے لفظ عشر کے استعمال کی وجہ اس زکوٰۃ کی شرح کا 10% ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ نصف عشر کی اصطلاح بھی استعمال کی جاتی ہے۔

فیما سقت السماء و الانهار و العیون او کان بعلاً العشر و فیما سقی بالسوانی و النضح نصف العشر۔ (13)

(جس زراعت میں آسمان سے پانی پہنچے یا دریا سے یا چشمے سے یا خود بخود زمین کے اندر سے تری پہنچے اس میں دسواں حصہ لیا جاوے گا اور جس زراعت میں پانی کھینچ کر دیا جائے اس میں سے بیسواں حصہ لازم ہوگا)

اس حدیث مبارکہ سے واضح ہے کہ زرعی پیداوار میں بعض صورتوں میں عشر (دسواں حصہ) اور بعض اوقات نصف عشر (بیسواں حصہ) بطور زکوٰۃ واجب ہوتا ہے اور اس فرق کی وجہ پانی کا حصول ہے اگر پانی بغیر تکلیف اور خرچ کے ہوتا ہے تو کھیتی اور باغ سے ہونے والے اناج اور پھل پر دس فیصد عشر وصول کیا جائے گا اور اگر پانی حاصل کرنے کے لئے خرچ کرنا پڑتا ہو یا تکلیف اٹھانی پڑتی ہو تو شریعت نے رعایت دی ہے اور ایسے مالک سے نصف عشر وصول کرنے کا حکم دیا ہے (14) مگر عموماً سب کے لیے عشر کا لفظ ہی استعمال کیا جاتا ہے

وجوب عشر:

عشر دراصل زرعی پیداوار کی زکوٰۃ کا دوسرا نام ہے مطلق زکوٰۃ کا حکم، اس کی فرضیت اور وجوب کے لیے قرآن حکیم میں بیسیوں آیات موجود ہیں بالعموم اقامت صلوٰۃ اور اتائے زکوٰۃ یعنی نماز و زکوٰۃ کا حکم ساتھ ساتھ آیا ہے لیکن زکوٰۃ کی اس خاص قسم ''عشر'' کا ثبوت قرآن حکیم کی ان دو آیات سے خصوصاً ملتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

و هو الذی انشاء جنٰتٍ مّعروشٰتٍ وّغیرَ معروشٰتٍ وّ النّخلَ والزرعَ مختلفاً اُکُلُه' والزَّیتُونَ والرُّمَّانَ متشابِهاً وغیرَمتشابهٍ کُلُوا مِن ثَمَرِه اذ اثمر واٰتُو احَقَّه' یَوم حَصَاده ولاَ تُسرِفُوا انه لا یحب المسرفین (15) (اور خدا ہی تو ہے جس نے باغ پیدا کیے چھتریوں پر چڑھائے ہوئے بھی اور جو چھتریوں پر نہیں چڑھائے ہوئے وہ بھی اور کھجور اور کھیتی جن کے طرح طرح کے پھل ہوتے ہیں اور زیتون اور انار جو (بعض باتوں میں) ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور بعض باتوں میں نہیں ملتے۔ جب یہ چیزیں پھلیں تو ان کے پھل کھاؤ اور جس دن (پھل توڑو اور کھیتی) کاٹو تو خدا کا حق بھی اس میں سے ادا کرو اور بے جانہ اڑاؤ خدا بے جا اڑانے والوں کو دوست نہیں رکھتا)

سلف میں سے اکثریت کی رائے ہے کہ آیت مبارکہ **و اتو احقه یوم حصاده** میں ''حق'' سے مراد مقررہ زرعی زکوٰۃ ہے جو عشر اور نصف عشر ہے علامہ ابن جریر طبری اس آیت کی تفسیر میں صحابہ کرام کا یہ قول نقل کرتے ہیں: **هذا امر من الله بایتاء الصدقة المفروضة من الثمر والحب**(16) (یہ اللہ کا حکم ہے کہ پھلوں اور اناج سے فرض زکوٰۃ (یعنی عشر) ادا کیا جائے) تفسیر کبیر کے مولف کے مطابق **اعز موعلی ایتاء الحق یوم الحصاد ولا توخروه عن اوُل وقت یمکن فیه الایتاء** (17) یہ حق کٹائی کے دن ہی دینے کا ارادہ رکھو اگر اس کو اول وقت میں دینا ممکن ہے تو تاخیر مت کرو) قاضی ثناء اللہ پانی پتی اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں لکھتے ہیں: **انّه الزکوٰة المفروضة من العشرو نصف العشر لان الامر للوجوب و لفظ الحق غالب استعماله فی الواجب والاجماع علی انه لا واجب فی المال الا الزکوٰة**(18) (بلا شک و شبہ عشر و نصف عشر فرض زکوٰۃ ہے کیونکہ یہ حکم اس کے وجوب کے لیے ہے۔ حق کا لفظ زیادہ تر واجب کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اور اس پر اجماع ہے کہ مال پر زکوٰۃ کے علاوہ کچھ واجب نہیں ہے) تفسیر ابن کثیر کے مطابق **(و اتوحقه یوم حصاده) یعنی الزکوٰة المفروضة یوم یکال و یعلم کیله** (19) **واتوحقه یوم حصاده** سے مراد وہ فرض زکوٰۃ (یعنی عشر) ہے جب فصل کو تولا جائے اور اس کی مقدار معلوم کر لی جائے) تفسیر جلالین کے مولف کے مطابق اس آیت سے مراد ہے **العشر او نصفه** (20) (اس سے عشر یا نصف عشر مراد ہے) ابن عربیؒ احکام القرآن میں وضاحت کرتے ہیں **(و اتو حقه یوم حصاده) و ذلک عائد الی جمیع المذکور و فهو عموم فیه و ان کان مجملاً فی المقدار الواجب لان قوله (حقه) مجمل فعتقر الی البیان و قد ورد البیان فی مقدار الواجب و هو العشر او نصف العشر و یحتج فیه بقوله تعالی (انفقو من طیبات ما کسبتم مما**

اخرجنا لکم من الارض﴾ (21) (اور اس کا حق ادا کرو کٹائی کے دن) یہ آیت تمام مذکور چیزوں کے بارے میں ہے اور اس میں عموم پایا جاتا ہے اگر چہ واجب مقدار کی بات اجمالی طور پر کی گئی ہے کیونکہ اللہ تعالی نے (اس کا حق) کہا ہے جو مجمل ہے اور مزید بیان کا متقاضی ہے اور وہ واجب مقدار جس کے بارے میں یہ بیان وارد ہوا ہے وہ عشر یا نصف عشر ہے اور اس کی دلیل اللہ تعالی کے اس فرمان سے دی جاتی ہے (اور خرچ کرو اپنی پاکیزہ کمائی میں سے اور اس میں سے جو کچھ ہم نے زمین سے تمھارے لئے اگایا ہے) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اس آیت مبارکہ سے مراد عشر اور نصف عشر ہے (22) یحییٰ بن آدم کی بھی یہی رائے ہے (23)

فرضیت عشر کے حوالہ سے دوسری آیت مبارکہ سورۃ البقرہ کی ہے

" یا یھا الذین امنو انفقوا من طیبت ما کسبتم و مما اخرجنا لکم من الارض و لا تیمموا الخبیث منه تنفقون و لستم با خذیه الا ان تغمضوا فیه و اعلمو ان الله غنی حمید۔ (24) (مومنو! جو پاکیزہ اور عمدہ مال تم کماتے ہو اور جو چیزیں ہم تمھارے لئے زمین میں سے نکالتے ہیں ان میں سے (راہ خدا میں) خرچ کرو اور بری اور ناپاک چیزیں دینے کا قصد نہ کرنا کہ (اگر وہ چیزیں تمھیں دی جائیں تو) بجز اس کے کہ (لیتے وقت) آنکھیں بند کر لو ان کو کبھی نہ لو اور جان رکھو اللہ بے پروا (اور) قابل ستائش ہے)

اس آیت کریمہ کے الفاظ: **انفقو من طیبت ما کسبتم** کے بعد **مما اخرجنا لکم من الارض** سے واضح ہے کہ زمینی پیداوار میں سے کچھ حصہ کے انفاق کرنے کا حکم دیا گیا ہے " **(انفقوا) المراد به الصدقة یعنی تتصدقون لم یختلف السلف والخلف فی ان المراد به الصدقه** (25) (یہاں انفاق سے مراد صدقہ (زکوٰۃ) ہے یعنی وہ صدقہ کرتے ہیں اور سلف وخلف کے درمیان صدقہ (زکوٰۃ) مراد ہونے کے معاملہ پر کوئی اختلاف نہیں۔)

ان دو آیات کریمہ کے علاوہ قرآن حکیم کی وہ تمام آیات مبارکہ جن میں صدقات اور انفاق کا ذکر آیا ہے۔ مثلاً **سورۃ البقرہ** 3' **سورۃ الانفال** 3' **سورۃ المعارج** 25-24' **سورۃ التوبہ** 103' **سورۃ الذاریات** 19' ان سب میں عشر کا تذکرہ بین السطور پایا جاتا ہے کیونکہ نہ تو زرعی پیداوار کو "**اموالھم اور ینفقون**" کے قرآنی عموم سے فارغ سمجھا جا سکتا ہے اور نہ ہی زرعی پیداوار کے لیے سائلوں اور مفلسوں کا فقدان ہو سکتا ہے صاحبِ نصاب متقین جہاں دوسرے اموال میں سے زکوٰۃ ادا کرتے ہیں وہاں زمینی پیداوار کی زکوٰۃ یعنی عشر بھی دیتے ہیں الغرض الفاظ اگر چہ مختلف ہیں لیکن مدعا ایک ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زرعی پیداوار پر زکوٰۃ واجب ٹھہرائی ہے۔ قرآن حکیم کے ان واضح احکام کی تشریح وتوضیح اور تفصیلات احادیث نبوی ﷺ کے مجموعوں میں ملتی ہیں ان احادیث مبارکہ میں عشر کی فرضیت اس کی شرح، نصاب اور دیگر تفاصیل کو بڑی شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

فیما سقت السماء والعیون او کان عثریا' العشر وما سقی بالنضح نصف العشر (26) (جو کھیتی بارش یا چشموں کے پانی سے سیراب ہوئی ہو اس پر عشر ہے اور جسے کنویں کے ذریعہ سیراب کیا گیا ہو اس پر نصف عشر ہے) صحیح مسلم کی حدیث مبارکہ ہے: " **فیما سقت الانھار والغیم العشور وفیما سقی بالسانیة نصف العشر** (27) (جس زمین کو دریا یا بارش کا پانی سیراب کرے اس کی پیداوار پر عشر ہوگا جس کے لیے اونٹ کنویں سے پانی نکالے اس کی پیداوار پر نصف عشر ہوگا) **فیما سقت**

السماء ففیه العشر و ما سقی بالغرب و الدالیةففیه نصف العشر (28) (جو آسمان کے پانی سے سیراب ہو اس میں عشر ہے اور جسے چرس اور رہٹ سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے) اسی مضمون پر مشتمل مزید احادیث، الفاظ کے فرق کے ساتھ دیگر کتب احادیث میں بھی موجود ہیں مثلاً سنن نسائی (29) سنن ابوداؤد (30) اور جامع ترمذی (31) وغیرہ ان منقول احادیث مبارکہ سے علم ہوتا ہے کہ عشر زکوٰۃ ہی کی ایک صورت ہے چونکہ پھلوں اور اناج کی زکوٰۃ دس فیصد وصول کی جاتی تھی اس بنأ پر اسے عشر کا نام دے دیا گیا محدثین کرام نے عشر سے متعلقہ تمام احادیث کو اپنی کتب میں ''**کتاب الزکوٰۃ**'' میں ہی نقل کیا ہے اور ایسی احادیث کے لئے جو باب باندھے گئے ہیں ان میں لفظ صدقہ اور زکوٰۃ استعمال ہوا ہے مثال کے طور پر: **باب لیس فیما دون خمسة اوسق صدقه** (32) (پانچ اوسق سے کم اناج یا پھلوں میں صدقہ نہیں) **باب صدقة الزرع**(33) (کھیتی کے صدقہ کا باب) **باب زکوٰة الحبوب** (34) (غلوں کی زکوٰۃ کا بیان) قرآن حکیم اور احادیث نبوی ﷺ میں صدقہ زکوٰۃ کے مترادف لفظ کے طور پر استعمال ہوا ہے اور یہ کہ عشر زکوٰۃ ہی کی ایک قسم ہے اور زکوٰۃ کی مانند ہی فرض ہے۔

فقہا کرام کا بھی اس امر پر اتفاق ہے کہ زمین کی پیداوار پر عشر یا نصف عشر واجب ہے البتہ تفصیلات میں اختلاف ہے امام محمد فرماتے ہیں **ان فی کل شیء اخرجت الارض العشر اونصف العشر** (35) (بے شک ہر چیز جو زمین سے نکلے اس میں عشر یا نصف عشر ہے) اور یہ کہ **و لان العشریجب فی الخارج لا فی الارض** (36) (اور عشر پیداوار پر واجب ہوتا ہے زمین پر نہیں فقہ مالکی کے بنیادی ماخذ ''**المدونة الکبری**'' میں ہے کہ **ارایت النخل و الثمار کیف توخذ منها صدقتها (قال) اذاثمر وجد اخذ منه المصدق عشره ان کان یشرب سیحاً او تسقیة السماء او بعلاو ان کان مما یشرب بالغرب او دالیة او سانیةففیه نصف العشر۔** (37) (آپ کی کیا رائے ہے کہ کھجور اور دیگر پھلوں سے کیسے صدقہ (عشر) وصول کیا جائے گا! انھوں نے فرمایا جب ان کے درخت پھل لائیں اور وہ خشک ہو جائیں تو اگر انھیں سیلاب یا بارش کے پانی سے یا زیر زمین نمی سے سینچا گیا تھا تو مصدق (صدقہ وعشر وصول کرنے والا) دسواں حصہ لے گا اور اگر انھیں کنویں کا پانی یا جانوروں پر لاد کر پانی دیا گیا تو ان میں سے بیسواں حصہ ہے۔ میں نے دریافت کیا: کیا امام مالک کا یہی قول ہے فرمایا ''ہاں'') **المعونة** میں امام مالک کا یہ نقطہ نظر بھی بیان ہوا ہے کہ زمین کی پیداوار میں عشر یا نصف عشر واجب ہے اگر کھیتی بارش یا نہر یا **ماء کمثله** سے سیراب ہو تو پھر عشر ہے اور اگر **مونة ثقلیه** (زیادہ محنت سے) سے سیراب ہو تو پھر نصف عشر ہے اگر دونوں ذرائع آبپاشی سے برابر طور پر سیراب ہوئی ہو تو اس میں تین چوتھائی عشر ہے۔ (38) امام شافعی کی رائے ہے **انما جعل الزکاة علی الزرع قال مما جمع ان یذرعه الادمیون و ییبس و یدخرو یقتات ما کولاً خبزاً او سویقاً او طبیخاًففیه الصدقة۔** (39) (ہر وہ فصل جسے لوگ بوتے ہوں وہ خشک کی جاسکتی ہو ذخیرہ ہوسکتی ہو اور بطور غذا کھائی جاسکتی ہو روٹی کی صورت میں یا آٹے کی صورت میں یا پکانے کی صورت میں اس میں صدقہ ہے) امام احمد بن حنبل کے ہاں زرعی پیداوار میں سے زکاۃ ان اشیاء پر واجب ہوگی جن کو آدمی اپنی زمین میں اگائے چاہے وہ غذائی اجناس ہوں مثلاً گندم، جو سفید، جو سیاہ، چاول، مکئی، باجرہ یا دوسری اجناس جیسے پھل دار فصلیں مثلاً لوبیا، مسور، ماش یا چنا وغیرہ (40) اہل تشیع کے نزدیک زرعی پیداوار میں عشر یا نصف عشر واجب ہے (41) جب کہ کھیت کی آبپاشی بہتے پانی سے یا گڑھوں سے یا مینہ اس میں زکوٰۃ یعنی عشر (دسواں حصہ) ہے اور جس زراعت میں رہٹ سے آدمی یا اونٹ وغیرہ سے سینچائی کریں اس میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ زکوٰۃ ہے (42) علامہ الماوردی کے ہاں بھی پھلوں اور کھیتوں پر زکوٰۃ واجب ہے (43)

الغرض اسلام کے مصدر اولیٰ میں اگرچہ عشر کا لفظ موجود نہیں لیکن درج بالا آیات سے واضح طور پر عشر کی فرضیت ثابت ہوتی ہے احادیث مبارکہ میں عشر کے وجوب اور دیگر ضروری تفاصیل کو بڑی شرح وبسط کے بیان کیا گیا ہے اور بنیاد قرآن حکیم ہی ہے۔ائمہ اربعہ اور فقہ جعفریہ بھی اس امر پر متفق ہیں۔کہ زرعی پیداوار میں زکوٰۃ واجب ہے اور یہ عشر یا نصف عشر کی صورت میں وصول کی جائے گی اور اس اتفاق کی بلاشبہ عمومی وجہ یہ ہے کہ تمام مسالک فقہاء کی بنیاد قال اللہ تعالیٰ اور قال الرسول اللہ ﷺ ہے۔

کس زرعی پیداوار پر عشر عائد ہوتا ہے

کسی قسم کی زرعی پیداوار میں عشر یا نصف عشر واجب ہے؟اس سلسلہ میں مختلف مسالک پائے جاتے ہیں اور سب نے ہی قرآن وسنت سے استدلال کیا ہے۔

(i) پہلا مسلک (ہر زمینی پیداوار پر عشر واجب ہے)

یہ مسلک امام ابوحنیفہ کا ہے کہ ہر اس چیز میں زکوٰۃ واجب ہے جسے اللہ نے زمین سے پیدا کیا ہے اور جسے قصداً اگایا گیا ہے اور جو اراضی کی قدر بڑھانے کا باعث بنے (44) یعنی کہ وجوب عشر کے لیے ضروری ہے کہ:(وہ پیداوار ایسی ہو کہ عادۃً اس کو پیدا کرنے اور اگانے کا رواج ہو اسے کاشت کر کے اس سے نفع اٹھایا جاتا ہو لہذا ایے کار اور خودرو قسم کی گھاس اور درخت وغیرہ میں عشر نہیں ہے ہاں البتہ اگر قصداً گھاس اور بانس وغیرہ اگائے جائیں تو ان میں عشر ہوگا۔) (45) جو پیداوار ارادۃً حاصل نہ کی بلکہ زمین کے تابع ہو کر حاصل ہو یا جنگلی کاشت مقصود نہ ہو تو ان میں عشر یا نصف عشر نہیں ہوتا۔امام اعظم کے قول کے مطابق تمام میوہ جات میں عشر ادا کرنا ہوگا مثلاً سیب،امرود،شفتالو،زردآلو،انجیر،آم وغیرہ خواہ انہیں خشک کیا جاتا ہو یا نہ کیا جاتا ہو ان کے نزدیک ہر قسم کی سبزی پر بھی عشر ہے مثلاً کھیرا،ککڑی،خربوزہ،بیگن،گاجر،شلجم،مولی وغیرہ (46) اور دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس اہل بصرہ سے سبزیوں کے ہر مٹھے پر عشر لیا کرتے تھے (47) کہ آپ کراث (ایک بدبودار قسم کی ترکاری جس کی بعض قسمیں لہسن اور پیاز سے مشابہ ہوتی ہیں) کے ہر مٹھے پر صدقہ وصول کرتے تھے (48) امام ابوحنیفہ کے نزدیک وجوب عشر کے لئے ایک سال تک باقی رہنے کی شرط نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے نزدیک سبزیوں کی ہر قسم کی پیداوار پر عشر واجب ہے جبکہ امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک وجوب عشر کے لیے یہ شرط ہے پیداوار بلا کسی زیادہ تکلف کے ایک سال تک باقی رہ سکے اس بنا پر وہ عام سبزیوں وغیرہ میں عشر کے قائل نہیں ہیں (49) المبسوط میں بھی صاحبین کا یہ نقطہ نظر پیش کیا گیا ہے کہ جو پیداوار باقی نہ رہ سکے جیسے سبزیاں وعطریات وغیرہ ان میں عشر نہیں ہے عشر صرف اسی پیداوار پر ہے جو باقی رکھی جاسکیں اور دلیل نبی اکرم ﷺ کی وہ حدیث مبارکہ ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ سبزیوں پر کوئی زکوٰۃ نہیں (50)

امام ابوحنیفہ کے استدلال کی بنیاد اولاً آیت مبارکہ **و مما اخرجنا لکم من الارض** (البقرہ267) (جو چیز ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کی) سے ہے جس میں پیداوار کے درمیان کوئی فرق نہیں رکھا گیا ہے۔دوسرا استدلال آیت **واتو حقہ یوم حصادہ** (الانعام141) (اس کا حق ادا کرو فصل کٹنے کے دن) آیت میں یہ حکم کھجور کھیتی،زیتون اور انار وغیرہ کے ذکر کے بعد دیا گیا ہے۔اس حق کا اطلاق بہتر طریقہ پر سبزیوں پر ہوتا ہے کیونکہ کاٹنے کے دن اس کی ادائیگی بہت آسان ہے۔تیسرا استدلال یہ حدیث مبارکہ **وفیما سقت السماء العشر وفیما سقی بالنضح نصف العشر** (جن چیزوں کو آسمان کے پانی نے سیراب کیا ہو ان پر عشر ہے اور

جن کو آب پاشی کے ذریعہ سیراب کیا گیا ہو ان پر نصف عشر ہے) اس میں باقی رہنے یا نہ رہنے، کھانے کے قابل ہونے یا نہ ہونے، غذائی اجناس میں سے ہونے یا نہ ہونے کے درمیان کوئی تفریق نہیں کی گئی ہے۔ لہٰذا ہر وہ پیداوار جو زمین سے حاصل کی جاتی ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک موجب عشر ہے۔ اور صاحبین نے جس حدیث (**لیس فی الخضروات صدقة**) سے استدلال کیا امام ابوحنیفہ اس کی یہ تاویل پیش کرتے ہیں کہ زکوٰۃ وصول کرنے والا سبزیوں کی زکوۃ وصول نہیں کریگا بلکہ مالک خود ہی اس کو ادا کرے گا (51)

(ii) دوسرا مسلک (صرف چار اشیاء پر عشر واجب ہے)

صرف چار غذائی اشیاء میں زرعی زکوٰۃ یعنی عشر واجب ہے غلہ میں گیہوں اور جو اور پھلوں میں کھجور اور کشمش اس استدلال کی بنیاد یہ حدیث مبارکہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن بھیجا تو انہیں فرمایا چار چیزوں میں زکوٰۃ وصول کریں۔ **و امره ان یاخذ الصدقة من الشعیر، والحنطة والزبیب والتمر** (52) (آپ ﷺ نے حکم دیا کہ صرف چار اجناس یعنی جو، گیہوں، خشک انگور اور کھجوروں سے صدقہ وصول کریں) دوسری حدیث مبارکہ میں پانچ چیزوں کا تذکرہ ہے **انما سنّ رسول اللّٰہ الزکاة فی الحنطة والذرة والشعیر والتمر والزبیب** (53) (نبی اکرم ﷺ نے زکوٰۃ کا طریقہ صرف گیہوں، مکئی، جو، کھجور اور کشمش میں رائج فرمایا) بعض روایات میں **النخل** اور **والعنب** کے الفاظ بھی آئے ہیں (54) عطا بن رباح کا قول ہے کہ سوائے خرما، انگور اور اناج (حب) کے کسی میں کوئی صدقہ نہیں سبزیوں پر کوئی زکوٰۃ نہیں (55)

فقہ جعفریہ کے ہاں زمین سے پیدا ہونے والی کسی چیز میں کچھ زکوٰۃ نہیں ماسوا ان چار چیزوں یعنی گندم، جو، کھجور اور خشک انگور کے (56) ایک نقطہ نظر یہ بھی ہے کہ گندم، جو، مکئی، باجرہ، چاول بغیر پوست کے جو، مسور اور تل اس قسم کے تمام دانوں سے زکوٰۃ (عشر) وصول کی جائے گی (57)

(iii) تیسرا مسلک:۔ (صرف ذخیرہ، خشک کرنے اور ناپی جانے والے اشیاء پر عشر ہے)

امام احمد بن حنبل کے نزدیک وجوب زکوٰۃ کے لئے ضروری ہے کہ زرعی پیداوار میں یہ تین صفات پائی جاتی ہوں۔

i) ماپا جاسکتا ہو

ii) دیر تک باقی رکھا جاسکتا ہے

iii) خشک کیا جاسکتا ہو

یہ چیزیں خواہ غلہ کی قسم سے ہوں یا پھل کی قسم سے لیکن میوہ جات مثلاً شفتالو، امرود، سیب اور زرد آلو پر زکوٰۃ نہیں ہے اور نہ ہی سبزیوں پر ہے مثلاً ککڑی، کھیرا، بینگن، گاجر، شلغم وغیرہ (58) (یہ وہی نقطہ نظر ہے جو کہ فقہ حنفی میں سے امام ابو یوسف اور محمد کا تھا) اور اس پر دلیل حدیث کا یہ عام حکم ہے کہ **فیما سقت السماء العشر** (جو بارش کے پانی سے سیراب ہوئی اس میں عشر ہے) اور حضرت معاذؓ کی روایت شدہ حدیث کہ "**خذ الحب من الحب**" (59) (غلہ میں سے غلہ بطور زکوٰۃ لے لو) اس سے صرف وہی چیزیں مستثنیٰ قرار پاتی ہیں جن کو نہ تولا جاسکتا ہو اور نہ وہ اناج کی قبیل سے ہوں۔ امام شافعی کے نزدیک بھی ہر وہ فصل جسے لوگ بوتے ہوں، وہ خشک کی جاسکتی ہو ذخیرہ ہوسکتی ہو اور بطور غذا کھائی جاتی ہو روٹی کی صورت میں یا آٹے کی صورت میں یا پکانے کی صورت میں اس میں صدقہ ہے۔ آپ ﷺ نے گندم، جو اور مکئی سے صدقہ وصول فرمایا۔ اسی طرح ہر وہ چیز جس کو لوگ بوئیں اور بطور خوراک استعمال کریں۔ پس ہر قسم کی خوراک مثلاً گندم، کنگنی، باجرہ، جو اور تمام پھلی دار چیزیں مثلاً چنا، مسور، لوبیا وغیرہ سے صدقہ (عشر) وصول کیا جائے گا کیونکہ مذکورہ تمام چیزیں وہ ہیں جو روٹی کے طور پر یا پکا کر کھائی جاتی

ہیں اور انسان ہی ان کو اگانے کا باعث بنتے ہیں۔ امام شافعی تمام پھل اور سبزی وغیرہ پر بھی صدقہ کے قائل نہیں ہیں۔ (60) شافعی مسلک کے شارح اور ''مہذب'' کے مصنف نے پھل اور سبزی کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دینے کے لئے اس حدیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا **انما یکون ذلک فی التمر و الحنطة و الحبوب فا ما الاقثاء و البطیخ و الرمان و القضب والخضر فعفو عفا عنها رسول اللہ** ۔ (61) (عشر) کھجور' گیہوں' دانوں میں ہوگا' ککڑی' تربوز' انار' انگور اور سبزیوں میں عشر اللہ کے رسول نے معاف فرمایا ہے۔) **ما جا فی زکوٰة الخضروات** (62) (سبزیوں میں کوئی زکوٰۃ نہیں) فقہ جعفریہ میں بھی کچی فصلوں' سبزیوں اور ان چیزوں پر زکوٰۃ نہیں جو جلد خراب ہو جاتی ہیں (63)

بہرحال جن اشیاء پر عشر یا نصف عشر واجب نہیں ہوتا یا وجوب میں اختلاف ہے ان کی فروخت کے بعد حاصل ہونے والی رقم پر جب ایک سال گزر جائے تو زکوٰۃ فرض ہو جائے گی۔ **لیس فی الخضر و الجوزواللوز و الفاکهة کلها عشر قال فما بیع منه فبلغ مائتی درهم فصاعداً ففیه الزکاة** (64) (سبزیوں' کیلے' کشمش اور دیگر تمام پھلوں پر کوئی عشر نہیں البتہ اگر ان کا سودا کیا جائے اور ان کی رقم دوسو درہم یا اس سے زائد ہو جائے تو پھر اس پر زکوٰۃ ہے) زمینی پیداوار پر عشر کے وجوب کے سلسلہ میں پائے جانے والے اختلافات کا جائزہ لیں تو امام ابوحنیفہ کا مسلک زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ زمین جو چیز پیدا کرے اس میں زکوٰۃ ہے۔ قرآن وسنت کے نصوص کا عموم اسی کی تائید کرتا ہے نیز زکوٰۃ کو مشروع قرار دینے کی جو حکمت ہے اس کے بالکل مطابق ہے یہ حکیمانہ بات معلوم نہیں ہوتی کہ شارع جو اور گیہوں کے کاشتکار پر تو زکوٰۃ عائد کرے لیکن جن باغات میں سنگترہ' آم جیسے پھل پیدا ہوتے ہیں ان کے مالکوں کو چھوڑ دے (65)

عشر کا نصاب

جمہور علماء امت کا موقف یہ ہے کہ زراعتی پیداوار اور پھلوں میں زکوٰۃ پانچ وسق سے کم ہونے کی صورت میں واجب نہیں ہے ان کا استدلال اس حدیث مبارکہ اور اس سے ملتی جلتی دیگر روایات پر مبنی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

لیس فیما اقل من خمسة اوسق صدقة و لا فی اقل من خمسة من الابل الذود صدقة و لا فی اقل من خمس اواق من الورق صدقة (66) (پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں اور نہ پانچ اونٹ سے کم میں زکوٰۃ ہے اور نہ پانچ اوقیہ چاندی سے کم میں زکوٰۃ ہے) صحیح مسلم میں بھی یہ وضاحت آئی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا **لیس فیما دون خمسة اوساق من تمر و لا حب صدقة** (67) (پانچ اوساق سے کم کھجور اور اناج میں عشر نہیں ہے۔) یہ اور اس سے ملتی جلتی دیگر انھی احادیث مبارکہ کو دلیل بناتے ہوئے ائمہ کرام میں سے سوائے امام ابوحنیفہ کے سب عشر کے لئے نصاب پانچ وسق کے قائل ہیں امام ابوحنیفہ کے نزدیک وجوب عشر کے لئے کوئی نصاب شرط نہیں لہذا پیداوار کتنی ہی قلیل کیوں نہ ہو عشر بہر حال واجب ہوگا **العشر یجب فی القلیل من الخارج و کثیره و لا یعتبرفیه النصاب** (68) اور آپ بطور دلیل اس حدیث مبارکہ کو لاتے ہیں۔ **فیما سقت السماء العشر** (جسے بارش کے پانی سے سیراب کیا ہو اس میں عشر ہے) کے عموم کے پیش نظر زکوٰۃ واجب ہے خواہ وہ مقدار کے لحاظ سے قلیل ہو یا کثیر چونکہ اس حدیث میں سال کا اعتبار نہیں اس لئے نصاب کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ **ولانه لا یعتبر له حول فلا یعتبر له نصاب** (69) جبکہ صاحبین پانچ وسق نصاب کے حق میں ہیں کہ **عند هما انه لایجب العشر فیمادون خمسة اوسق** (ان دونوں کے نزدیک پانچ وسق سے کم میں عشر نہیں ہے) اور آپ کی دلیل نبی اکرم ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے جس کے مطابق پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں ہے (70)

جبکہ امام ابوحنیفہ اس حدیث مبارکہ سے یہ استدلال پیش کرتے ہیں کہ نصاب کا اعتبار زکوٰۃ تجارت میں کیا جائے گا زرعی پیداوار میں نہیں۔فقہ شافعی میں نصاب پانچ وسق قرار دیا گیا ہے اور یہ اس وقت معتبر ہوگا جب خشک ہو کر جنس کی مقدار پانچ وسق تک پہنچ جائے (71) امام مالک بھی عشر کے وجوب کے لئے نصاب ضروری قرار دیتے ہیں بلکہ آپ پھل اور اناج میں میں بعض کو ملا کر نصاب پورا کرنے کے قائل ہیں **و یجمع التمر کله بعضه الی بعض فی الزکاة و یجمع العنب کله بعض الی بعض فی زکاة و قال مالک و ان کانت کرومه مفترقة فی بلدان شتی جمع بعضها الی البعض۔** (72) (ہر قسم کی کھجور زکوٰۃ میں جمع کردی جائیگی اور ہر طرح کے انگوروں کو بھی ملا دیا جائے گا اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر اس کا مال دو شہروں میں بکھرا ہوا ہو تو ایک کو دوسرے سے ملایا جا سکتا ہے) جبکہ آئمہ ثلاثہ کے مطابق یہ سب اپنے ناموں کے اعتبار کی وجہ سے علیحدہ اصناف ہیں۔نصاب پورا کرنے کے لئے ان میں کسی ایک کو دوسری کے ساتھ نہیں ملایا جا سکتا۔سعید بن مسیب نے ایک مجلس میں بیان کیا کہ پھلوں سے اس وقت تک عشر وصول نہیں کیا جائیگا جب تک کہ اس کا اندازہ پانچ وسق تک نہ پہنچ جائے (73) ابن ابی لیلیٰ کی رائے میں بھی زرعی پیداوار پر عشر پانچ وسق نصاب پورا ہونے کی صورت میں عائد ہوگا (74) امام احمد بن حنبل کے مطابق: جو کچھ اللہ تعالیٰ زمین سے پیدا فرمائے وہ چیز خشک ہو سکے اس کو دیر تک باقی رکھا جا سکے اس کا وزن بھی کیا جا سکتا ہو اس مقدار جب پانچ وسق یا اس سے زیادہ کو پہنچ جائے تو اس میں دسواں حصہ ہے۔(75) فقہ جعفریہ کی رو سے وجوب عشر کی پہلی شرط نصاب ہے اور غلہ کا نصاب پانچ وسق ہے (76)

عشری زمینیں

(1) عرب کی ساری زمین عشری ہے **ارض العرب کلها ارض عشریة** ''حجاز، مدینہ، مکہ، یمن اور عرب کی ساری زمینیں عشری ہیں''(77)

(2) جو علاقے بطور صلح فتح ہوئے اور وہاں کے باشندے مسلمان ہو گئے تو ان مسلمانوں کی زمینیں بدستور ان کی ملکیت میں رہیں گی اور ان پر عشر واجب ہوگا۔ **کل بلدة اسلم اهلها طوعا فهی ارض عشریة** (78)

(3) وہ علاقے جو بزور شمشیر فتح ہوئے اور ان کی زمینوں کو مال غنیمت قرار کر شرعی اصول کے مطابق مسلمان مجاہدین میں تقسیم کر دیا ہو ایسی تمام زمینیں عشری قرار پائیں گی۔(79)

(4) مسلمان کا رہائشی مکان جب وہ اسے گرا کر قابل کاشت بنالے اگر صرف عشری پانی سے سیراب کیا جائے تو اسے بھی عشری زمین قرار دیا جائے گا۔(80)

(5) وہ بنجر بے آباد غیر مملوکہ زمینیں جنھیں کسی مسلمان نے باقاعدہ اسلامی حکومت کی اجازت سے آباد کیا ہے۔ان کی حیثیت کے تعین میں اختلاف ہے امام محمد فرماتے ہیں کہ اگر ان کو عشری پانی سے سیراب کیا جاتا ہے تو ایسی زمینیں عشری کہلائیں گی اور اگر خراجی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے تو خراجی جبکہ امام ابو یوسف کے نزدیک ایسی زمینوں کے عشری یا خراجی ہونے کا دارومدار قرب وجوار کی زمینوں پر ہے اگر گردونواح کی زمینیں خراجی ہیں تو انہیں بھی خراجی ہی سمجھا جائے گا اور اگر گردونواح کی زمینیں عشری ہیں تو یہ آباد کردہ زمینیں عشری کہلائیں گی۔اگر عشری و خراجی زمینوں کے بالکل بیچ میں ہو تو بھی وہ زمین عشری ہوگی۔(81)

(6) ہر وہ زمین جس کے مالک اس پر قابض رہتے ہوئے اسلام لائے ہوں ان کی ملکیت ہے اور عشری زمین قرار پائے گی خواہ وہ زمین عرب کی ہو یا عجم کی جیسے کہ مدینہ کے مالک اس پر قابض رہتے ہوئے اسلام لائے تھے۔(82)

عشر کے مصارف

عشر زکوٰۃ ہی کی ایک قسم ہے۔اس لیے اس کے مصارف بھی وہی ہیں جو کہ قرآن حکیم میں زکوٰۃ کے متعین کردیئے گئے ارشاد ربانی ہے:

انّما الصدقت للفقرآء والمسٰکین والعملین علیها والمولفةِقلوبهم وفی الرقاب والغارمین و فی سبیل الله وابنِ السبیل فریضةً من الله والله علیم حکیم'' (83) (صدقات (یعنی زکوٰۃ وخیرات) تو مفلسوں محتاجوں اور کارکنانِ زکوٰۃ کا حق ہے اور ان لوگوں کا جن کی تالیف قلب منظور ہے اور غلاموں کے آزاد کرانے میں اور قرضداروں (کے قرض ادا کرنے میں) اور خدا کی راہ میں اور مسافروں (کی مدد) میں (بھی یہ مال خرچ کرنا چاہیے یہ حقوق) خدا کی طرف سے مقرر کردیئے گئے ہیں اور خدا جاننے والا اور حکمت والا ہے)

امام شافعی اس آیت کریمہ کے حوالہ سے فرماتے ہیں: **فاحکم الله عزوجل فرض الصدقات فی کتابه ثم اکدها قال فریضة من الله (قال) ولیس لا حدان یقسمها علی غیر ما قسمها الله عزو جل ذلک ما کانت الا اصناف موجودة** (84) (اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں صدقات (زکوٰۃ) فرض ٹھہرائے پھر اسے فریضہ من اللہ کہہ کر مؤکد کردیا پس جب تک یہ اصناف (زکوٰۃ) موجود ہیں کسی بندے کو بھی اس کا اختیار نہ ہے کہ اللہ کے بیان کردہ مصارف کے علاوہ کسی دوسرے مصارف پر زکوٰۃ تقسیم کرے) امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک بھی **و لا یجوز صرف الزکاة غیر من ذکر الله من بنا المساجدوالقناطر و السقایات و اصلاح الطرقات و سد البثوق و تکفین الموتیٰ و التوسعة علی الا ضیاف و اشباء ذلک من القرب التی لم یذکرها الله۔** (85) (زکوٰۃ کے جن مصارف کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے ان کے علاوہ دیگر کاموں پر جیسے مساجد کی تعمیر، گھروں کی تعمیر، پینے کے پانی کا انتظام، راستوں کی درستگی، نہروں پر بند باندھنے، مُردوں کی تکفین مہمانوں کی مہمان نوازی اور اس سے ملتے جلتے دیگر کاموں پر خرچ کرنا جائز نہیں)

مختصر یہ کہ مصارف زکوٰۃ کتاب اللہ سے منصوص ہیں اللہ نے اس میں ترمیم وتبدیلی کا اختیار کسی نبی کو بھی نہیں دیا الاّ کے کسی مجتھد اور فقیہ کو اس کا اختیار کیونکر ہوسکتا ہے ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے کہا کہ مجھے زکوٰۃ کے مال میں سے کچھ دیجیے آپ ﷺ نے فرمایا میں نہ تو اس کو تم سے روکنے والا ہوں اور نہ تم کو دینے والا ہوں میری حیثیت تو محض خازن کی ہے میں تو وہ ہی کرتا ہوں کا جس کا مجھے حکم دیا گیا ہے (86) مصارف زکوٰۃ میں ''**مولفة القلوب**'' اور ''**فی سبیل الله**'' کے علاوہ دیگر مصارف پر علماء کا اتفاق پایا جاتا ہے۔خصوصا ساتویں مصرف ''**فی سبیل الله**'' کے بارے میں علماء قدیم وجدید میں اختلاف ہے (موضوع سے متعلق ہونے کی بناپر) اس اختلاف کا جائزہ لیتے ہیں۔

لفظ سبیل کے لغوی معنی راہ کے ہیں اور سبیل اللہ سے مراد وہ راہ ہے جس کو اعتقاداً اور عملاً اختیار کرکے آدمی رضائے الٰہی حاصل کرسکتا ہے علامہ ابن اثیر کے نزدیک سبیل اصل میں راہ کو کہتے ہیں اور سبیل اللہ کا لفظ عام ہے جس کا اطلاق ہر اس عمل خالص پر ہوتا ہے جس سے تقرب الٰہی مقصود ہو مثلاً فرائض ونوافل کی ادائیگی مختلف قسم کے نیک کام لیکن جب یہ لفظ مطلقاً استعمال کیا جائے تو اس کا اطلاق جہاد پر ہوتا ہے چنانچہ کثرت استعمال سے یہ لفظ گویا جہاد کے لیے خاص ہوگیا ہے۔'' (87) اس تشریح سے واضح ہوتا ہے کہ لفظ **سبیل** کے معنی میں تردد کیوجہ سے

علماء فقہاء کے درمیان اس مصرف کا مقصد متعین کرنے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔علماء قدیم اس سے مراد صرف جہاد اور کسی حد تک حج مراد لیتے ہیں قاضی ابن العربی لکھتے ہیں اللہ کی راہیں بہ کثرت ہیں لیکن بلا اختلاف یہاں سبیل اللہ سے مراد جنگ ہے۔ (88) **ویعطی من سھم سبیل اللہ جل و عز من غزا من جیران الصدقۃ فقیرا او کان غنیاً ولا یعطی منہ غیرھم الا ان یحتاج الی الدافع عنھم فیعطاہ من دفع عنھم المشرکین** (89) (مقامی صدقات میں سے سبیل اللہ کی مد میں ان لوگوں کو دیا جائے گا جو جنگ میں حصہ لیں خواہ محتاج ہوں یا غنی اس مد سے دوسرے لوگوں کو نہیں دیا جائے گا۔الا یہ کہ ان کی مدافعت کرنا پڑے ایسی صورت میں جو لوگ ان کی مدافعت کریں گے ان کو اس مد سے دیا جائے گا) حنابلہ کے ہاں بھی شافعیہ مسلک کی طرح اس سے مراد رضا کار غازی ہیں جن کے لئے کوئی مشاہرہ وغیرہ مقرر نہ ہو (90) امام احمد بن حنبل اس حق میں ہیں کہ حج کرنے میں زکوٰۃ کی رقم سے مدد کی جاسکتی ہے (91) حنفیہ کے ہاں امام ابو یوسف کے نزدیک سبیل اللہ سے مراد بچھڑے ہوئے غازی ہیں یعنی وہ لوگ جو سواری یا زادراہ ختم ہونے کی وجہ سے لشکر اسلام سے جا کر مل نہ سکتے ہوں امام محمد کے نزدیک سبیل اللہ سے مراد وہ حاجی ہیں جن کا سلسلہ سفر منقطع ہو گیا ہو کیونکہ حاجی اللہ کی راہ میں ہی ہوتا ہے۔(92) ساتواں حصہ فی سبیل اللہ کا ہے اس سے مراد مجاہدین ہیں ان کو اس میں سے جہاد کی ضرورت کے موافق دیا جائے اگر چھاونی ڈال کر رہنے والے ہوں تو جانے کا اور بقدر امکان وہاں کے قیام کا خرچ دیا جائے اگر جہاد سے واپس آنے والے ہوں تو آمد و رفت کا خرچ دیا جائے (93)

مختصر یہ کہ فی سبیل اللہ کی مد سے مراد جہاد اور حج پر خرچ کرنا ہے۔دوسری طرف ایسے علماء بھی ہیں جن کے نزدیک سبیل اللہ کا مفہوم نہایت وسیع ہے وہ اسے جہاد اور اسکے متعلقات تک محدود نہیں کرتے بلکہ ہر مصالح ،نیکی اور خیر کے کاموں کے لیے عام سمجھتے ہیں۔

امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر میں بعض فقہاء سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے صدقات کو عام بھلائی کے کاموں پر خرچ کرنے کی اجازت دی جیسے میت کا کفن،قلعوں کی تعمیر اور مساجد کی عمارت کے لیے فی سبیل اللہ عام ہے۔**انھم اجازوا صرف الصدقات الی جمیع وجوہ الخیر من تکفین الموتی و بنا الحصون و عمارۃ المساجد لاء ن قولہ (فی سبیل اللہ) عام فی الکل** (94) مصر کے مشہور استاد شریعت اسلامیہ اور احمد مصطفٰی المراغی سے منقول ہے: **الحق ان لامراد سبیل اللہ مصالح المسلمین العامۃ التی بھا قوام امر الدین و الدولۃ دون الافراد کتامین طرق و توفیر الماء و الغذاء و اسباب الصحۃ و ان لم یوجد مصرف آخر لیس منھا حج الافراد لانہ واجب علی المستطیع فحسب۔** (95) (حق یہ ہے کہ فی سبیل اللہ سے مراد انفرادی معاملہ کی بجائے مسلمانوں کے عام بھلائی اور خیر کے کام ہیں جس سے دین و ملک کا استحکام ہو۔جیسے حج کے راستوں کو محفوظ بنانے یا پانی' خوراک اور صحت سے متعلقہ اسباب فراہم کرنے پر خرچ کرنا اگر کوئی اور مصرف نہ ہو تو یہ ہی کافی ہے۔البتہ اس سے افراد کے حج پر خرچ نہیں کیا جائے گا کیونکہ وہ صرف صاحب استطاعت پر فرض ہے)

دور جدید کے مفسر سید قطب شہید فرماتے ہیں **و ذلک باب واسع یشتمل کل مصلحۃ للجماعۃ۔** (96) (یہ وہ وسعت والا باب ہے جو جماعت کی تمام مصلحتوں پر مشتمل ہے) فقہ امامیہ جعفریہ کے ہاں بھی فی سبیل اللہ سے مراد جہاد اور ہر قسم کے تقرب یا مصلحت عامہ کے کام ہیں۔جس میں پل بنانا' مسجد بنانا اور حج کرنیوالوں کی مدد وغیرہ شامل ہے (97) سید رشید رضا تفسیر المنار میں لکھتے ہیں **والحقیق ان سبیل اللہ ھنا مصالح المسلمین العامۃ التی بھا قوام امر الدین والدولۃ دون الافراد وان حج الافراد لیس منھا لانہ واجب علی المستطیع دون غیرہ** (98) (درحقیقت سبیل اللہ سے یہاں مراد مسلمانوں کے

عام مفادات ہیں جن پر دین اور ریاست کے معاملات کا دارومدار ہے نہ کہ افراد کے مفادات اور افراد کا۔ حج اس قبیل سے نہیں ہے کیونکہ حج صرف ذی استطاعت مسلمانوں پر واجب ہے اور یہ ریاست کے دینی مصالح سے بھی نہیں ہے) مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی رائے میں ''راہ خدا کا لفظ عام ہے تمام وہ نیکی کے کام جن میں اللہ کی رضا ہو اس لفظ کے مفہوم میں داخل ہیں'' (99) سید سلیمان ندوی کے مطابق ''**و فی سبیل اللہ** (خدا کی راہ میں) ایک وسیع مفہوم ہے جو ہر قسم کے نیک کاموں کو شامل ہے'' (100)

الغرض درج بالا دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ عشر کے مصارف لئے ''فی سبیل اللہ'' کی جدید تعبیر کو مدنظر رکھتے ہوئے فلاح عامہ کے وسیع تر منصوبوں کو عملی جامہ پہنایا جاسکتا ہے اور اہل دیہات کو اپنے دیئے ہوئے عشر کے ثمرات سے براہ راست نوازا جاسکتا ہے کیونکہ دور حاضر میں دو یا تین سو روپے ماہانہ فی کس تقسیم کرنے سے مستحقین کے حالات زندگی میں کوئی قابل لحاظ تبدیلی نہیں لائی جاسکتی اس لئے ضروری ہے کہ عشر فنڈ کو شریعت کی متعین کردہ مدات پر اس طرح بھرپور اور فعال انداز سے خرچ کیا جائے کہ عوام اس نظام کی برکتوں کا بچشم خود مشاہدہ کرسکیں۔

حوالہ جات

1. الترمذی' ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ (م279ھ)، صحیح سنن الترمذی، کتاب الزکاۃ، باب اذ ادیت الزکاۃفقد قضیت ما علیک،المکتبۃ الاسلامی بیروت 1988' 192:1
2. ابن منظورالا فریقی (م 711ھ)' لسان العرب' دار صادر بیروت 1955' 4 :570 ,568
3. الجوھری'اسماعیل بن حماد (م 393ھ) ' الصحاح' دارالکتاب العربی بمصر 2:747-746
4. الزبیدی' محمد مرتضی (م 1205ھ) تاج العروس' التراث العربی فی الکویت 45:13
5. ابو حبیب سعیدی' القاموس الفقھی' ادارۃ القران و العلوم الاسلامیۃ' ص :251
6. المنجد (عربی اردو)' دارالاشاعت کراچی' ص :654
7. سید احمد دہلوی' فرہنگ آصفیہ' مکتبہ حسن سہیل لمیٹڈ لاہور' 2 : 186
8. البخاری' ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل' (م 256ھ) الجامع الصحیح ' کتاب الزکوۃ باب العشر فیما یسقی من مآء السماء و الماء الجاری' الیمامۃ دمشق بیروت 1990 ' 540:2
9. یحییٰ بن آدم القرشی (م 203ھ) کتاب الخراج' المکتبۃالعلمیۃ لاھور ' الطبعۃ الاولی'ص :135
10. شامی ابن عابدین ' محمد امین (م 1252ھ)' ردالمختار علی الدر المختار' دارالفکر بیروت 1979 ' 2 : 351
11. الفتاوی الھندیہ'داراحیاء التراث بیروت 1980' 148:1
12. ابو یوسف' یعقوب بن ابراھیم(م182ھ) کتاب الخراج ' المکتبۃ السلفیۃ القاھرہ 1346ھ' ص :61
13. ابو دائود' سلیمان بن اشعث (م 275ھ) سنن ابی دائود' کتاب الزکاۃ ' باب صدقۃ الزرع' دارالفکر بیروت' 108:2
14. ابو عبید القاسم بن سلام(م 224ھ) کتاب الاموال ' المکتبۃ العلمیۃ لاھور' س۔ن' ص :479
15. الانعام :141
16. الطبری ابو جعفر محمد بن جریر(م 310ھ)' تفسیر الطبری' دارالمعارف مصر' 12 : 158
17. الرازی فخر الدین (م 606ھ)' التفسیر الکبیر' طبع بالمطبعۃ البھیۃ المصریۃ 1938ء 213:13
18. ثناء اللہ پانی پتی(م 1228ھ)' تفسیر مظھری' لندوۃ المصنفین ' دھلی' 3 : 294
19. ابن کثیرعماد الدین اسماعیل (م 774ھ) ' تفسیر القران العظیم' سھیل اکیڈمی لاھور' 2 : 181

20. السیوطی ٗ جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر (م 911ھ) ٗ تفسیر جلالین ٗ دھلی 1922ء ٗ ص :98
21. ابن عربی ابو بکر محمد بن عبداللہ المالکی (م 534ھ) ٗ احکام القرآن ٗ دارالکتب العلمیة بیروت 1988 ٗ 2 : 282 ٗ
22. ابو یوسف ٗ م ن ٗ ص:67
23. یحییٰ بن آدم ٗ م ن ٗ ص :149
24. البقره :267
25. الجصاص ابو بکر احمد بن علی الرازی (م 370ھ) ٗ احکام القرآن ٗ بالمطبة البهية المصرية ادارة الملتزم 1347ھ ٗ 1: 543
26. البخاری ٗ م ن ٗ کتاب الزکوٰۃ باب العشر ٗ فیما یسقی من ماء السماء و الماء لجاری ٗ 540:2
27. مسلم بن حجاج القشیری (م261ھ) ٗ الجامع الصحیح ٗ کتاب الزکوٰۃ ٗ احیاء التراث العربی ٗ بیروت ٗ 675:2
28. حنبل ٗ احمد بن محمد (م241ھ) المسند ٗ المکتبة دارالفکر بیروت ٗ 299:2
29. النسائی عبد الرحمن احمد بن شعیب (م 303ھ) ٗ سنن نسائی ٗ کتاب الزکوٰۃ ٗ باب مایوجب العشر و مایوجب نصف العشر ٗ المکتب الاسلامی بیروت 1988 ٗ 525:2
30. ابوداؤد ٗ م ن ٗ کتاب الزکوٰۃ ٗ باب صدقة الزرع ٗ 108:2
31. الترمذی، م ن ٗ کتاب الزکاة،باب الصدقة فیما یسقی بالانهارو غیرها ٗ 198:1
32. البخاری ٗ م ن ٗ کتاب الزکوٰۃ ٗ 540:2
33. ابو داؤد ٗ م ن ٗ کتاب الزکوٰۃ ٗ باب صدقة الزرع ٗ 108:2
34. النسائی ٗ م ن ٗ کتاب الزکوٰۃ ٗ باب زکاة الحبوب ٗ 424:2
35. امام محمد ٗ ابو عبد اللہ محمد بن الحسن الشیبانی (م 189ھ) ٗ کتاب الاصل ٗ ادارة القران کراچی ٗ 157:1
36. شامی ٗ ابن عابدین محمد امین (م 1252ھ) حاشیہ ردالمختار علی الدرالمختار ٗ بالمطبعة الکبریٰ الامیریه مصر 1343ھ
37. مالک بن انس (م 179ھ) ٗ المدونة الکبری ٗ دارصادر ٗ 1 : 339
38. البغدادی ٗ القاضی عبدالوھاب (م 422ھ) المعونة ٗ دارالفکر بیروت ٗ 418:1
39. الشافعی محمد بن ادریس (م 204ھ) ٗ الام ٗ باب صدقة الزرع ٗ دارالمعرفة بیروت لبنان ٗ 8 : 48

40. ابن قدامه ' موفق الدین ابو محمدعبد الله بن احمد الحنبلی (م 620ھ)' المغنی و الشرح الکبیر' کتاب الزکاۃ' باب زکاۃ الزروع و الثمار' مصر 1345ھ' 2 : 549
41. الطوسی ابی جعفر محمد بن الحسن (م 460ھ) الاستبصار فیما اختلف من الاخبار' دارالکتب الاسلامیه نجف 1956' 14:2
42. عبدالغنی' جامع الجعفری' مترجم سید عابد حسین' نول کشور پریس' ص :163
43. الماوردی' ابو الحسن بن محمد بن حبیب البصری (م 450ھ) الاحکام السلطانیه' مصطفی البابی بمصر الطبعة الثانیة 1966' ص :117
44. السرخسی' شمس الدین' (م 483ھ) المبسوط' مکتبة التجاریة مکه مکرمه
45. الکاسانی علاء الدین ابو بکر بن مسعود' بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع' سعید کمپنی کراچی' 2 : 58
46. الفتاوٰی الهندیه' 148:1
47. السرخسی' م ن' 2:3
48. یحییٰ بن آدم' م ن' ص :170
49. آفندی عبدالله بن محمدبداماد' مجمع الانهر' داراحیاء التراث العربی بیروت' 1 : 215
50. السرخسی' م ن' 2:3
51. السرخسی' م ن' 2:3
52. یحییٰ بن آدم' م ن' ص:173
53. ابن ماجه، محمدبن یزید بن ماجه (م 273ھ) سنن ابن ماجه، کتاب الزکاۃ، المکتبة الاسلامی بیروت 1988' 304:1
54. یحییٰ بن آدم' م ن' ص :173
55. یحییٰ بن آدم' م ن' ص :177
56. خمینی' آیت الله' توضیح المسائل' ارواحنانده' احکامالزکاۃ' ص:324
57. الکلینی' ابی جعفر محمد بن یعقوب' الفروع من الجامع الکافی' نول کشور' 292:3
58. ابن قدامه' م ن' کتاب الزکاۃ' باب زکاۃ الزروع و الثمار' 4 : 549
59. ابوداؤد' م ن' کتاب الزکوٰۃ' ' باب صدقة الزرع' 109:2
60. الشافعی' م ن' باب صدقة الزرع' (خلاصه) 2 : 34
61. النووی ابو زکریا' محی الدین یحییٰ بن شرف (م 676ھ) المجموع شرح المهذب' دارالفکر' 5 : 492

62. الترمذی' م ن ' کتاب الزکاة
63. الکلینی' م ن' 292:3
64. یحییٰ بن آدم' م ن' ص :170
65. القرضاوی یوسف' فقہ الزکوٰۃ' مترجم شمس پیرزادہ' ' شہزاد پبلشرز لاہور' ص :202
66. البخاری' م ن ' کتاب الزکوٰۃ' باب لیس فیما دون خمسة اوسق صدقة' 540:2
67. مسلم بن حجاج القشیری' م ن ' کتاب الزکاة' 673:2
68. السرخسی' م ن' 3:3
69. ابن قدامه' م ن ' کتاب الزکاة' باب زکاة الزروع و الثمار2 : 554
70. السرخسی' م ن' 3:3
71. النووی' م ن ' 5 : 417
72. مالک بن انس' م ن' 1 : 344
73. یحییٰ بن آدم' م ن' ص :163
74. السرخسی' م ن ' 4:3
75. ابن قدامه' م ن ' کتاب الزکاة' باب زکاة الزروع و الثمار' 2 : 554
76. الکلینی' م ن' 293:3 / خمینی' م ن' ص :326
77. ابو یوسف' م ن ' ص:71 / السرخسی' م ن' 7:3
78. الکاسانی' م ن ' 2 : 57' / یحییٰ بن آدم' م ن' ص :28
79. السرخسی' م ن' ص 7:3 / الکاسانی' م ن ' 2 : 57'
80. شامی' م ن ' 2 : 331
81. شامی' م ن ' 4 : 148 / السرخسی' م ن ' 7:3
82. ابو یوسف' م ن ر' ص:82
83. التوبة :60
84. الشافعی' م ن ' 2 : 70'
85. ابن قدامه ، م ن ، کتاب الزکاة' باب زکاة الزروع و الثمار' 2 : 527
86. احمد بن حنبل ' م ن' 54:16
87. ابن الاثیر' ابوالحسن علی بن محمد (م 774ھ) النهاية فی غريب الحديث' المکتبة الاسلامية بيروت' 338:2
88. ابن العربی' م ن ' 969:2

89. الشافعی، م ن ، کتاب قسم الصدقات، 2 : 72
90. النووی، م ن ، 212:2
91. ابن قدامه، م ن، 702:2
92. الجصاص، م ن، 186:3
93- یحییٰ بن آدم، م ن، ص :183
94. الرازی، م ن ، 16 : 113،
95. المراغی احمد مصطفی ، تفسیر المراغی، مصطفی البابی الحلبی مصر 1963، 10 : 145
96. سید قطب شهید، فی ظلال القرآن، احیا التراث العربی ، بیروت، 4 : 245
97. عبدالغنی، م ن، ص:174
98. رشید رضا، تفسیر المنار، مصر، 10 : 585،
99۔ ابوالاعلیٰ مودودیؒ (م1979ھ)، تفہیم القرآن، ترجمان القرآن لاہور، 2 : 208
100۔ شبلی نعمانی، سلیمان ندوی، سیرۃ النبی، الفیصل ناشران لاہور 1991، 5 : 129

خراج

اسلامی ریاست کے عائد کردہ زرعی محاصل میں سے اہم ترین محصول ''خراج'' ہے۔ یہ غیر مسلموں کی زمین پر عائد ہونے والا محصول ہے اور یہ خالصتاً دنیاوی معاملہ ہے مذہب سے اس کو کوئی تعلق نہیں ہے دور حاضر میں خراج کے مسائل شاذ ونادر ہی پیش آتے ہیں بلکہ نہ ہونے کے برابر ہیں اس لئے خراج سے متعلق احکامات کو اختصار سے بیان کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔

معنی ومفہوم

خراج کا لفظ قرآن حکیم میں بمعنی اجر، صلہ استعمال ہوا ہے۔ ''**ام تسئلھم خرجاً فخرج ربک خیر** (1) (کیا تم ان سے (تبلیغ کے صلے میں) کچھ مال مانگتے ہو' تو تمھارے پروردگار کا مال بہت اچھا ہے) یہ لفظ اجرت اور مزدوری کے معنوں میں بھی آیا ہے۔ **فھل نجعل لک خرجاً علی ان تجعل بیننا وبینھم سدا** (2) (بھلا ہم آپ کے لئے خرچ (کا انتظام) کر دیں آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار کھینچ دیں) حضرت ابن عباس کے نزدیک یہاں لفظ **خرجا** سے مراد **الاجر العظیم** ہے۔ (3) صاحب الصحاح کے خیال میں الخراج کے لغوی معنی **الاتاوۃ** یعنی خراج اور رشوت کے ہیں۔ (4) زمینی پیداوار' کرایہ اور اجرت بھی خراج ہے (5) **والخرج و الخراج واحد و ھو شیء یخرجه القوم فی السنة من ما لھم بقدر معلوم۔**

(6) ۔۔۔(خرج اور خراج یعنی نکالا ہوا' یہ واحد ہے اور اس سے مراد وہ چیز (رقم) ہے جو عوام الناس سال میں ایک بار اپنے مال سے طے شدہ طریقہ (حساب کے مطابق) نکالتے ہیں)**الخراج** زمین کا محصول' ٹیکس جزیہ (جمع) **اخراج و اخرجه** (جمع الجموع) **اخاریج** (7) **الخراجُ: مایخرج من غلة الارض** (خراج سے مراد وہ حصہ ہے جو زمین کی پیداوار سے حاصل کیا جائے)(8) خراج باج' ملک کی آمدنی' مالگزاری' کر' محصول' محاصل' مداخل' لگان ہے (9) فیروز اللغات میں بھی تقریباً یہی معنی بیان ہوئے ہیں(10)

گویا لغوی اعتبار سے خراج سے مراد محصول اور زمین پر عاید ہونے والا ٹیکس ہے جبکہ اصطلاح میں حکومت کی جانب سے کفار کی زمین پر مقرر کیا جانے والا معاوضہ ہے۔ ''**الخراج وظیفة ارض الکفار**'' (11) اور یہ عشر کے برعکس پیداوار کی بجائے زمین پر عائد کیا جاتا ہے (12) امام الماوردی کے ہاں خراج ان حقوق میں سے ہے جو زمینوں پر مقرر کر کے وصول کیا جاتا ہے۔(13) ''ذمیوں کی اراضی کی سالانہ مالگزاری کا نام خراج ہے'' (14) امام ابو عبید کا کہنا ہے کہ خراج کا معاملہ کرایہ سے مشابہ ہے کیونکہ ''کلام عرب میں خراج کے معنی ہیں کرایہ، محصول، یافت آمدنی پیداوار، اجرت اور معاوضہ کے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ زمین کی پیداوار، گھر کے کرایہ' مملوک غلام سے حاصل شدہ آمدنی کو خراج سے تعبیر کرتے ہیں خراج کے یہی معنی آنحضورﷺ کی اس حدیث میں بھی بیان ہوئے ہیں **انه قضی ان الخراج بالضمان** (آپﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ خراج (یعنی آمدنی پیداوار) ضمانت کے عوض ہے'' (15) امام ابو یوسف کی رائے میں خراج کا لفظ محصول کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ جس کے دائرہ میں فے اور غنیمت کی آمدنی' محاصل چنگی' زمین کے محاصل اور جزیہ وغیرہ آتے ہیں اپنے مخصوص معنوں میں یہ لفظ ''زمین کے محصول'' کے لئے استعمال ہوا ہے۔ (16) درحقیقت لفظ خراج کفار کی زمین پر عائد ہونے والا ایک محصول ہے جو کہ

اجرت اور کرایہ دونوں معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ مشرکین سے صلح کے ذریعہ حاصل ہونے والی زمین پر خراج دو طرح سے عائد کیا جاتا ہے ایک وہ جس کے باشندے بغیر لڑے بھڑے اس کو چھوڑ کر چلے جائیں یا بھاگ جائیں اور زمین مسلمانوں کے ہاتھ آ جانے یہ زمین مسلمانوں کے مصالح کے لیے وقف ہوگی اور اس پر دائمی خراج بطور اجرت عائد کیا جائے گا اور دوسری قسم وہ ہے جس کے باشندے اس میں مقیم رہیں اور مصالحت اس طرح ہو کہ زمین ان کے پاس رہے اور وہ اسلامی ریاست کو بطور کرایہ خراج ادا کریں۔ (17) اسلام کے ابتدائی دور میں اس سے مراد زمینی ٹیکس کی بجائے عام محصول اور لگان تھا ہجرت مدینہ کے بعد جب صحابہ کرامؓ نے مدینہ میں بازار لگانے کا قصد کیا تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا یہ تمہارا بازار ہے اس میں تم پر کوئی خراج نہیں۔ (18) عہد خلافت راشدہ میں اعداد و شمار کی صورت میں خراج سے حاصل ہونے والی جو رقم یا مقدار بیان کی جاتی ہے اس میں ذمیوں کے سروں (جزیہ) اور زرعی زمینوں (خراج) دونوں کے محصول شامل ہوتے ہیں خراج کے موضوع پر لکھی جانے والی نہایت جامع کتب ''کتاب الخراج'' بھی صرف محاصل زمین سے ہی بحث نہیں کرتی ہیں بلکہ ان میں عشر، زکوٰۃ، جزیہ، غنیمت، عشور، خراج اور سلطنت کے دیگر مالی امور سب شامل ہوتے ہیں لیکن پہلی صدی ھجری میں ہی اس کے معنی خاص اس لگان کے ہو گئے تھے جو اراضی پر عائد کیا جاتا تھا۔

خراج کا وجوب

خراج دراصل قبل از اسلام کا لگان تھا جو جاری رکھا گیا۔ (19) لیکن علماء کرام اسلام کے حوالہ سے خراج کا ثبوت قرآن حکیم کی نص سے لاتے ہیں۔ **وماافاء اللہ علی رسولہ منھم فما او جفتم علیہ من خیلٍ و لا رکابٍ و لکن اللہ یسلط رسلہ علی من یشاء واللہ علی کل شیءٍ قدیر** (20) اور جو (مال) خدا نے اپنے پیغمبر کو ان لوگوں سے (بغیر لڑائی بھڑائی کے) دلوایا ہے اس میں تمھارا کچھ حق نہیں کیونکہ اس کے لیے نہ تم نے گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ لیکن خدا اپنے پیغمبروں کو جن پر چاہتا ہے مسلط کر دیتا ہے اور خدا ہر چیز پر قادر ہے) اس آیت مبارکہ میں بنو نضیر کے اموال کا ذکر ہے جنہوں نے محاصرہ کے بعد اپنی آبادیاں خالی کر کے ملک بدر ہونا قبول کر لیا تھا ان کے اموال ''فئی'' کہلائے (20-A) حضرت ابن عباسؓ کا کہنا ہے کہ یہ سورۃ مبارکہ بنو نضیر کے بارے میں نازل ہوئی۔ (21) نبی اکرم ﷺ ھجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے یہودیوں سے اس شرط پر صلح کی تھی کہ وہ آپ کے خلاف کسی کی اعانت نہیں کریں گے بلکہ اگر کوئی دشمن آپ پر چڑھائی کریگا تو وہ آپ کی مدد کریں گے۔ (22) بنو نضیر کے یہود نے اس معاہدہ کی خلاف ورزی کی تو 4ھ میں آپ ﷺ نے ان کا محاصرہ کر لیا اور بالآخر اس شرط پر صلح ہوئی کہ ان کو قتل نہیں کیا جائے بلکہ ان کے وطن اور زمینوں سے بے دخل کر دیا جائے چنانچہ بنو نضیر جلا وطن ہوئے بنو نضیر کی زمین سب سے پہلا فئی تھا جو اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو عطا کیا۔ (23) ان کی جائداد جنگ کئے بغیر نبی اکرم ﷺ کے قبضہ میں آئی تھی اس لیے سوال پیدا ہوا کہ بنو نضیر کا مال اور جائیداد کیونکر تقسیم کیا جائے چنانچہ درج بالا آیت کریمہ نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بتلا دیا کہ یہ اموال رسول اللہ ﷺ کے لیے خالصہ ہیں یعنی کہ سربراہ مملکت کی تحویل میں رہیں گے۔ (24) اور نبی اکرم ﷺ کو یہ اختیار دیا گیا کہ اس کو جس طرح چاہیں تقسیم کریں۔ (25) اصطلاح میں یہ مال ''فئی'' کہلاتا ہے۔ لغوی اعتبار سے ''فئی'' سے مراد لوٹنا یا رجوع کرنا ہے۔ (26) دراصل زمین مین پائے جانے والے جملہ اموال اللہ کی ملکیت ہیں جن میں اسلامی ریاست اس کے نائب کے طور پر تصرّفات کرنے کی مختار ہے اور جو اموال کفار یا ان کی حکومتوں کے پاس ہوں غصب شدہ ہیں یہی وجہ ہے کہ بغیر جنگ کئے کفار اپنے اموال اسلامی لشکر کو دے دے تو گویا انہوں نے اصل مال مالک کو لوٹا دیا اس لغوی رعایت سے اسے ''فئی'' کہتے ہیں اور اصطلاح میں اس سے مراد ہر وہ زمین ہے جس کے اہل وہاں سے ہٹا دیئے جائیں اور ان کا ہٹانا بغیر قتال کے ہو تو ان سے حاصل کردہ زمین ''فئی'' ہوگی۔ (27) اس سے مراد کفار کے وہ اموال ہیں جنہیں چھوڑ

کروہ بھاگ گئے ہوں اور مسلمانوں نے اس پر گھوڑے اور اونٹ نہ دوڑائے ہوں تو یہ سب اللہ کے رسول کے لیے ہوگا۔(28) علامہ الماوردی لکھتے ہیں کہ جو مال کفار سے بدون قتال اور چڑھائی کے حاصل ہو جیسے مال صلح، جزیہ، ان کی تجارت کا عشر اور مال خراج۔(29) امام ابو یوسف کی رائے ہے کہ: ''خراج دراصل فئی ہی کی ایک قسم ہے کیونکہ اگر معمولی جنگ کے بعد کفار مغلوب ہو کر صلح کر لیں اور اپنی اراضی کا خراج مسلمانوں کو دینا شروع کر دیں تو وہ فئی میں شمار ہوگا'' (30) ابو عبید القاسم بھی اس رائے کے حق میں ہیں کہ ''اس فئی میں وہ خراج بھی شامل ہے جو ایسے بزور جنگ مفتوح علاقوں سے وصول ہوتا ہے جن پر امام زمینوں کو اس شرط پر بحال رکھتا ہے کہ وہ معاہدہ کے تحت زمین کی معین مقدار پر رقم یا جنس ادا کرتے رہیں گے۔'' (31) صاحب الصحاح کے ہاں بھی خراج سے مراد فے ہی ہے (32)

خراج کے وجوب کی دوسری دلیل نبی اکرم ﷺ کا عمل مبارک ہے۔ آپ ﷺ نے خیبر کا علاقہ فتح کرنے کے بعد وہاں کے باشندوں کو خراج مقاسمہ پر دے دیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے: **ان النبی ﷺ عامل خیبر بشطر ما یخرج منھا من ثمر او زرع۔** (نبی اکرم ﷺ نے اہل خیبر سے پھل اور اناج کی نصف پیداوار پر معاملہ کیا تھا) (33) ''رسول اللہ ﷺ نے خیبر کو نصف (پیداوار خود لینے کی شرط) پر بٹائی کا معاملہ کر کے یہود کے حوالہ کر دیا تھا۔ آپ ﷺ عبداللہ بن رواحہ کو ان کے پاس بھیجتے وہ پیداوار اندازہ سے دو حصے کر دیتے اور پھر انہیں اختیار دے دیتے کہ دونوں حصوں میں سے جس کو چاہیں خود رکھ لیں یا آپ ان سے یہ کہتے تم اندازے سے تقسیم) کرو اور مجھے اختیار دو (کہ جو آدھا چاہوں لے لوں) اس پر وہ لوگ کہا کرتے تھے اس عدل کی وجہ سے آسمان و زمین قائم ہیں'' (34) ابو عبید القاسم کے مطابق: ''رسول اللہ ﷺ نے خیبر (کا علاقہ) جنگ کے بعد طاقت کے ذریعہ فتح کیا اس طرح خیبر ان علاقوں میں سے ہو گیا جنہیں اللہ نے اپنے رسول ﷺ پر (فئی بنا کر) پلٹا دیا۔۔۔ انہیں رسول اللہ ﷺ نے بلا کر فرمایا اگر تم چاہو تو میں یہ زمینیں اس شرط پر تمہیں واپس کر دوں کہ تم ان پر کام کرو اور ان کی پیداوار ہمارے اور تمہارے درمیان (نصف نصف) ہو جائے اور جب تک اللہ تمہیں یہاں رکھے آباد رہنے دوں، تو ان لوگوں نے اس شرط پر وہ زمینیں رکھنا منظور کر لیں'' (35) چنانچہ اس معاہدہ پر نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کی زندگی تک عمل ہوتا رہا بعد ازاں حضرت عمرؓ نے اہل خیبر کو سازشوں میں ملوث ہونے کی بنا پر خیبر سے جلاوطن کر دیا اور خیبر کی زمین مسلمان حصہ داروں میں تقسیم کر دی۔(36) خراج کے وجوب کی تیسری دلیل حضرت عمرؓ کا عمل ہے انھوں نے سوادِ عراق اور شام کی زمینیں اصل مالکان کے پاس خراج پر ہی رہنے دیں۔ حضرت ''عمرؓ نے سوادِ اور راہواز فتح کیا تو مسلمانوں نے مشورہ دیا کہ سواد، باشندگان اھواز اور سارے مفتوحہ شہروں کو تقسیم کر دیں اس پر آپؓ نے ان سے کہا پھر آئندہ آنیوالے مسلمانوں کے لیے کیا بچے گا چنانچہ آپؓ نے زمین اور اس کے باشندوں کو تقسیم نہیں کیا بلکہ ان باشندوں پر جزیہ اور زمین پر خراج عائد کر دیا۔'' (37) حضرت عمرؓ نے سواد (عراق) کے ان مفتوحہ علاقوں کو بطور فئی نسلاً بعد نسل مسلمانوں کے لیے وقف قرار دیا نہ اس کے حصے کیے نہ انہیں مجاہدین میں تقسیم کیا۔ (38) **وردالیھم عمرؓ بن الخطاب ارضیھم وصالحھم علی الخراج** (39) (اور حضرت عمرؓ نے ان کی اراضی ان پر لوٹا دی اور خراج پر مصالحت کر لی) جبکہ علامہ ابن قیم کے نزدیک خراج اجتھاد سے واجب ہوتا ہے نص قرآن سے نہیں ''خراج زمین کا جزیہ ہے اس کا لازم کیا جانا اجتہاد کے ساتھ ہے'' (40) امام الماوردی بھی اسی حق میں ہیں کہ ''خراج اجتہاد ائمہ پر موقوف ہے'' (41)

خراج کی اقسام

اسلامی دور میں خراج کی دو قسمیں مروّج رہی ہیں:

1۔ خراج مقاسمہ:

زمین کی پیداوار میں سے کوئی حصہ معلوم ومقرر کی تخصیص جیسے چوتھائی یا پانچواں یا اس سے کم یا اس سے زیادہ، **خراج مقاسمہ** کہلاتا ہے۔ **خراج مقاسمة هو جزء معين من الخارج يوضع الامام عليه كما يوضع ربع اوثلث و نحوهما و نصف الخارج غاية الطاقة** (42) (**خراج مقاسمہ** وہ مقررہ مقدار ہے جو کہ امام پیداوار پر عائد کرتا ہے جیسے کہ 1/4 یا 1/3 اور آدھی پیداوار' ادا کرنے والے کی طاقت کے مطابق) خراج کی اس قسم کا تعلق پیداوار کے ساتھ ہے اس لیے اگر فصل کاشت نہیں کی جائے گی تو خراج کی ادائیگی بھی نہ ہوگی۔"زمین کی صلاحیت اور تمکن سے قسم ہذا میں کوئی سروکار نہیں ہوتا اگر مالک زمین نے زمین کو بے آباد چھوڑ دیا اور اس میں کاشت نہ کی تو پھر اس پر خراج کی ادائیگی لازم نہ ہوگی۔" (43) جبکہ امام ابو حنیفہ کا کہنا ہے کہ اگر با اختیار خود خراجی زمین کاشت نہ کرے تو خراج لیا جائے اور اگر معذور ہو تو ساقط ہوگا۔ (44) اس نظام (مقاسمہ) کی یہ خوبی ہے کہ قیمتوں کے اتار چڑھاؤ اور پیداوار کی کمی بیشی کا اثر کاشتکاروں اور سرکاری خزانہ دونوں پر یکساں پڑتا ہے اور ان تبدیلیوں سے دونوں کے مفاد میں کوئی ٹکراؤ پیدا نہیں ہوتا اور نہ آئے دن خراج کی شرحیں تبدیل کرنے کی ضرورت پیش آئی ہے۔(45)

2۔ خراج بالمساحۃ:۔

اس کو خراج وظیفہ اور خراج مقاطعہ بھی کہتے ہیں فقہی اصطلاح میں **خراج المساحۃ** سے مراد ہے زمین کی بنا پر خراج مقرر کرنا ہے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے عراق میں کیا تھا۔**الخراج موظف ويسمى خراج الوظيفة والمواظفة ايضا وهو شيء معين من النقد اوالطعام يوضع الامام عليه كما وضع عمرؓ على السواد العراق لكل جريب صاعاً من بر او شعير ودرهماً** (46) اس قسم کے لیے حکم ہے کہ:"صاحب زمین اگر کاشت نہ کرے تب بھی اس کو خراج دینا پڑے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ قدرت انتفاع من الارض تو اس کے پاس موجود تھی اس نے خود اس سے استفادہ کرنے میں غلطی کی لہٰذا وہ اپنی غلطی کا انجام برداشت کرے" (47) یہ طریقہ خلفاء راشدین، بنو امیہ اور پھر بنو عباس میں خلافت منصور کی وفات تک جاری رہا جب غلہ نسبتاً گراں ہوتا تو اس نظام سے کاشتکاروں کو فائدہ ہوتا کیونکہ وہ متعین نقد محصول کو وہ تھوڑا غلہ فروخت کر کے ادا کر سکتے لیکن سرکاری خزانہ کی وہ آمدنی جو متعین نقد رقوم کی شکل میں ہوتی ہے اپنی قوت خرید کے اعتبار سے کم ہوتی چلی جاتی ہے۔اس کے برعکس جب غلہ سستا ہوتا تو متعین نقد محصول کاشتکاروں کو نہایت گران گزرتا نیز حکومت کو اس کی شرح اکثر و بیشتر تبدیل کرنی پڑتی تھی۔(47-A)

امام الماوردی نے خراج مقرر کرنے کی تین مختلف صورتیں بیان کی ہیں جن میں سے دو تو درج بالا ہی ہیں لیکن تیسری صورت فرق ہے:

i) یا تو زمین کی مساحت پر خراج لگایا جائے۔

ii) یا کھیتوں کی مساحت پر

iii) یا بطور تقسیم غلہ

اور یہ کہ بصورت اول قمری سنہ کا اعتبار کیا جائے گا بصورت دوم شمسی سنہ کا بصورت مقاسمہ کھیتوں کے پکنے اور صاف ہونے کا لحاظ رکھا جائے۔ (48)

خراجی زمینیں

خراجی زمینیں آٹھ اقسام پر مشتمل ہیں ان تمام سے اسلامی ریاست خراج وصول کرے گی۔

1۔ وہ زمینیں جنہیں مجاہدین اسلام نے بزور شمشیر فتح کیا ہو اور پھر وہ زمینیں اسی علاقہ کے ذمیوں کو بغرض کاشت دی جائیں **و کل بلد فتحها الا مام عنوة و قهرا ثم من بها علی اهلها فهی ارض خراج** (49) امام یوسف کی بھی یہ رائے ہے کہ جس زمین کو امام بزور قوت فتح کرتا ہے اور پھر ان زمینوں کو ان باشندوں ہی کے قبضہ میں رہنے دینا مناسب سمجھے جیسا کہ عمر بن الخطابؓ نے سواد کے سلسلہ میں کیا تھا تو اسے ایسا کرنے کا اختیار حاصل ہے اس صورت میں یہ زمین خراجی قرار پائے گی۔ (50)

2۔ وہ بے کار زمین جسے ذمی نے قابل کاشت بنایا ہو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا **من احیاء ارضاً فهی له** (51) اس حدیث مبارکہ کی رُو جو شخص بیکار زمین کو امام کی اجازت یا بلا اجازت آباد کرے وہ اس کا مالک ہو جاتا ہے۔ اذن امام ضروری نہیں (52) جبکہ امام ابوحنیفہ کا کہنا ہے کہ ''اگر امام کی اجازت حاصل ہو جائے تو جو کوئی بھی افتادہ زمین کو آباد کر لے وہ زمین اس کی ملکیت بن جائے گی مگر کوئی فرد کسی افتادہ زمین کی آبادکاری امام کی اجازت حاصل کئے بغیر کرے تو وہ زمین اس کی ملکیت نہیں بن سکے گی اور امام کو یہ اختیار ہو گا کہ وہ اسے اس فرد کے قبضہ سے نکال لے'' (53) امام ابو یوسف کا نقطہ نظر ایسی اراضی کے متعلق یہ کہ ''اگر یہ زمین خراجی زمینوں والے علاقہ میں ہوگی تو اس پر خراج ہو گا اور اگر عشری زمینوں کے آس پاس ہوگی تو عشر واجب ہو گا'' (54) جبکہ علامہ الکاسانی کے نزدیک ''اگر کسی غیر آباد زمین کو ذمی آباد کرے تو وہ اس کی ملک میں آجاتی ہے اور وہ خراجی ہو گی'' (55)

3۔ ذمی کے گھر کے باغ کی زمین خواہ اسے عشری پانی سے سیراب کیا ہو۔

4۔ اس کافر قوم کی زمین جس نے خراج پر مسلمانوں سے صلح کر لی ہو۔ فقہی اصطلاح میں اس قوم کے اموال ''فئی'' کہلاتے ہیں ان کی زمینوں پر خراج اور سروں پر جزیہ عائد ہو گا۔ (56) مشرکین میں سے جس قوم سے امام اس شرط پر صلح کر لے وہ اس کا فیصلہ اور تقسیم تسلیم کرتے ہوئے ہتھیار ڈال دیں اور خراج ادا کریں وہ اہل ذمہ قرار دیئے جائیں گے اور ان کی زمین خراجی ہو گی اس سے جتنے مالیہ پر صلح ہوئی وہ لیا جاتا رہے گا اور ان سے کئے ہوئے وعدہ کو پورا کیا جائے گا۔ طے شدہ مالیہ پر کوئی اضافہ نہ کیا جائے گا (57)

5۔ جو زمین خراجی پانی سے سیراب ہو **و کل شیء سقته انهار الخراج اوسیق الیه الماء منها فهوارض خراج** (58) امام ابو یوسف اس کو مزید وضاحت سے بیان کرتے ہیں کہا اگر آباد کردہ زمین ایسے علاقہ کی ہو جو پہلے مشرکین کے قبضہ میں تھا پھر اسے مسلمانوں نے فتح کر لیا اور اسے آباد کرنے والا (مسلمان) اس کے لئے کسی ایسے چشمے وغیرہ سے پانی لاتا ہے جو پہلے مشرکین کے قبضہ میں تھا تو یہ زمین خراجی قرار پائے گی البتہ اگر وہ اس قسم کا پانی استعمال نہیں کرتا بلکہ اس زمین میں کنواں کھود کر یا اس میں سے کوئی چشمہ نکال کر اس کا احیاء عمل میں لاتا ہے تو وہ زمین عشری قرار پائے گی (59)

6۔ جو زمین مسلمانوں نے ذمی یا کافر سے خریدی ہو ایسی زمین کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے ایک نقطہ نگاہ یہ ہے کہ خراجی زمین اگر کوئی مسلمان خرید لے تو وہ عشر کے ساتھ ساتھ خراج بھی ادا کرے گا۔ امام سرخسی کی رائے میں **مسلم اشتریٰ من کافر ارض خراج فهی خراجية** (60) (اگر کوئی مسلمان کسی کافر سے خراجی زمین خریدے گا تو وہ خراجی ہی رہے گی) حضرت عمرؓ

نے لعتبہ بن فرقد سے کہا جبکہ انہوں نے ایک خراجی زمین خریدی **ادعنھا ما کانت تؤدی** (61) اس پر وہی (محصول) ادا کرو جو اس سے قبل ادا کیا جاتا تھا)''عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس خراجی زمین تھی۔خبابؓ کے پاس بھی ایک خراجی زمین تھی۔حسین بن علی اوران لوگوں کے علاوہ دوسرے صحابہ کے پاس بھی خراجی زمینیں تھیں۔شریح کے پاس بھی ایک خراجی زمین تھی یہ سب لوگ ان زمینوں کا خراج ادا کیا کرتے تھے۔(62)

عشروخراج ایک اراضی میں جمع ہوسکتے ہیں کیونکہ خراج زمین کا محصول جبکہ عشر پیداوار کا'' **ویجتمع العشر والخراج فی کل ارض فتحت عنوۃ' الخراج فی رقبتھا و العشر فی غلتھا'** (63) خراج کے ساتھ عشر کی ادائیگی پر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا فتوی بھی ہے۔ان سے ایسے عربی یا مسلم کے بارے میں دریافت کیا گیا جس کے قبضہ میں خراجی زمین ہوتو اور جب اس سے عشر کا مطالبہ کیا جائے تو وہ یہ جواب دے کہ میں تو خراج ادا کرتا ہوں (اور عشر میرے ذمہ واجب الادا نہیں) تو عمر بن عبدالعزیز نے کہا خراج تو زمین کا ٹیکس ہے اور عشر غلہ اور پیداوار پر واجب ہوگا۔(64) خراج وعشر کو ملا کر لینے کی تائید میں علماء وسنت کے بہت سے اقوال پائے جاتے ہیں مثلاً مغیرہ کہتے ہیں اس پر خراج کے ساتھ عشر ہوگا۔ مالک بن انس' اوزاعی' سفیان' عبداللہ بن مبارک سب خراجی زمین مسلمان کی ملکیت ہونے پر خراج وعشر دونوں کی وصولی کے قائل ہیں۔(65)

لیکن دوسرا نقطہ نظر یہ ہے کہ عشر اور خراج ایک زمین میں جمع نہیں ہوسکتے اور دلیل نبی اکرم ﷺ کی یہ حدیث مبارکہ ہے **لا یجتمع العشر والخراج** (66)(عشر اور خراج جمع نہیں کیا جاسکتا) امام مالک کے ہاں اگر خراجی زمین مسلمان خریدے گا تو وہ عشری ہو جائیگی کیونکہ خراج ذلت اور حقارت کے معنی میں وصول کیا جاتا ہے اس لیے اس کو مسلمان پر عائد نہیں کیا جاسکتا(67) علامہ الماوردی کے ہاں بھی مسلمان سے بیع کرنے سے خراج ساقط ہوجائے گا۔(69) امام ابوحنیفہ کا کہنا ہے کہ **لا یجتمع خراج زکوٰۃ علی رجلٍ** '(70)(خراج وزکوٰۃ کسی ایک شخص پر جمع نہیں ہوسکتے) امام محمد کے نزدیک یہ نہ ہوگا کہ ایک ہی زمین سے خراج لینے کے بعد اس سے اسی وقت زکوٰۃ بھی لی جائے۔ (71) علامہ ابوبکر جصاص نے اپنی تفسیر میں فقہاء کرام کے اس اختلاف کا تفصیل سے ذکر کیا ہے آپ لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف' امام محمد اور زفر کا قول ہے کہ عشر اور زکوٰۃ اکٹھے نہیں ہوسکتے اور ان کی دلیل حضرت عمرؓ کا یہ عمل ہے کہ آپ نے عراق کے دیہی علاقے فتح کئے تو وہاں کی زمینوں پر خراج عائد کیا اور پیداوار پر عشر واجب نہیں کیا آپ نے یہ قدم صحابہ کرام کے مشورہ سے اٹھایا تھا اس طرح اس مسئلہ پر سلف کا اجماع ہوگیا اور بعد میں آنے والے لوگوں نے بھی اس پر عمل کیا۔(72) لیکن اگر عشری زمین کوئی غیر مسلم خریدے تو اس پر بالاتفاق عشر واجب نہیں ہوگا کیونکہ یہ ایک عبادت ہے جس کا مکلف غیر مسلم نہیں ہوسکتا **ولا لیمکن ایجاب العشر لانھا صدقۃ والکافر لیس من اھلھا** (73) بلکہ اس سے خراج ہی وصول کیا جائے گا۔

7۔ وہ عشری زمین جو خراجی پانی سے سیراب ہو۔ابوحنیفہ کی رائے میں **اذکان یبلغھا ماء النھار الخراج فھی من ارض الخراج ولیست بارض عشر** (74)

8۔ مسلمان کے گھر کے باغ کی زمین جسے خراجی پانی سے سینچا گیا ہو

مذکورہ بالا اراضی سے جو محصول یا ٹیکس یا مالگزاری وصول ہو وہ ''خراج'' کہلائے گا۔

دیگر متفرق احکامات

1۔ خراج کا نصاب

امام ابوحنیفہ کے نزدیک خراج کا کوئی نصاب نہیں یہ عشر کی طرح قلیل وکثیر مقدار پر ہے جبکہ امام ابو یوسف کے نزدیک خراج بالکل عشر کی طرح اسی پیداوار پر ہوگا جس کی مقدار یا قیمت پانچ وسق کے برابر ہو۔ (75)

2۔ ذمی سے ہمیشہ خراج ہی لیا جائے گا

''ذمی کی زمین پر خراج ہی لیا جائے گا خواہ اس نے زمین خریدی ہو یا بذریعہ شفعہ اس کے پاس آئی ہو یا اس کو لوٹائی گئی ہو'' (76) لیکن اگر یہ زمین پھر کبھی مسلمان کے پاس آجائے تو یہ عشری میں تبدیل ہو جائے گی اس بارے میں فقہاء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

3۔ خراج کی شرح

خراج کی کوئی شرح متعین نہیں ہے بلکہ یہ حاکم کی صوابدید اور زمین کی حالت وحیثیت کی بنیاد پر طے ہوگی۔ ''اس کی کوئی مقدار مخصوص نہیں بلکہ یہ زمین کی حالت اور زرخیزی کیوجہ سے بدلتا رہتا ہے زرخیز زمین کی وجہ سے زیادتی ءاور عدم زرخیزی کی وجہ سے مقدار میں کمی کر دی جاتی ہے (77) ہر علاقہ کا مختلف خراج مقرر کرنا جائز ہے (78) خراج کی شرحوں کے تقرر میں اسواق (بازار) اور معابر (راستوں) کے قرب وبُعد کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ (79) علامہ الماوردی زمین کی مختلف حیثیتوں اور فصلوں کی اقسام پر تفصیلی بحث کے بعد یہ نتیجہ پیش کرتے ہیں: ''خراج مقرر کرنے والے کو اختلاف زمین' اختلاف کاشت اور اختلاف سیرابی کا لحاظ رکھنا ضروری ہے تاکہ زمین کی حیثیت کے موافق کاشتکار اور اہل فے کے معاملہ میں عدل وانصاف ہو سکے کسی فریق کا نقصان نہ ہو بعض ایک چوتھی شرط بھی لگاتے ہیں وہ یہ کہ شہروں اور بازاروں سے قرب وبعد کا لحاظ رکھے کیونکہ یہ قیمتوں کی کمی زیادتی میں موثر ہے مگر یہ شرط اسی صورت میں قابل اعتبار ہے جبکہ خراج میں روپیہ لیا جائے غلہ لیا جائے تو غیر معتبر ہے'' (80)

حوالہ جات

1. المومنون: 72
2. الکھف: 94
3. القاموس الفقھی، ادارۃ القران والعلوم الاسلامیۃ کراچی، ص: 115
4. الجوھری، اسماعیل بن حماد (م 393ھ) الصحاح، دارالکتاب العربی مصر، 309:1
5. التھانوی محمد علی بن علی الفاروقی (م 1191ھ) کشاف اصطلاحات الفنون، سھیل اکیڈمی لاھور 1993، 409:1
6. ابن منظورالافریقی (م 711ھ)، لسان العرب ' دار صادر بیروت 1955، 249,251:2
7. المنجد (عربی اردو) ' دارالاشاعت کراچی، ص: 265
8. القاموس الفقھی، ص: 114
9. سید احمد دھلوی' فرہنگ آصفیہ' مکتبہ حسن سہیل لمیٹڈ لاہور، 186:2
10. فیروز الغات (اردو) فیروز سنز لاہور، ص: 588
11. عبدالغنی الدمشقی۔ اللباب فی شرح الکتاب، الا زھریہ مصر 1346ھ، ص : 376
12. یحییٰ بن آدم القرشی (م 203ھ) کتاب الخراج، المکتبۃ العلمیۃ لاھور 1395ھ، ص: 22
13. الماوردی ابولحسن بن محمد بن حبیب البصری (م450ھ)، الاحکام السلطانیہ، مصطفٰی البابی بمصر الطبعۃ الثانیۃ 1966ء' ص :146
14. حفظ الرحمن سیوھاری۔ اسلام کا اقتصادی نظام، ادارہ اسلامیات لاھور' 1984ص: 109
15. ابو عبیدالقاسم بن سلام (م 224ھ)، کتاب الاموال 182، المکتبۃ العلمیۃ لاھور' س۔ن' ص :73
16. ابو یوسف' کتاب الخراج' المکتبۃ السلفیۃ القاھرہ 1346ھ' ص :28
17. الماوردی، م ن، ص: 147
18. البلاذری، احمد بن یحییٰ بن جابر (م 279ھ) فتوح البلدان، الطبعۃ الاولیٰ بمصر 1319ھ' ص :21
19. الماوردی، م ن، ص: 148
20. الحشر :6
21. ابو عبید، م ن، ص: 8

22. الطبری، ابی جعفر محمد بن جریر (م 310ھ)، تاریخ طبری، (تاریخ الرسل والمعروف) دارالمعارف بمصر 1950ء' 1 :148

23. الماوردی، م ن ، ص 169

24. ابوعبید، م ن ، ص : 9

25. یحییٰ بن آدم ، م ن ، ص: 15

26. المنجد، ص: 769

27. الجوزی،ابن قیم (م 751ھ)،احکام اهل الذمه، دارالکتب العلمیة بیروت1995' 1 :94

28. یحییٰ بن آدم، م ن ، ص: 15

29. الماوردی، م ن ، ص 126

30. ابویوسف، م ن ، ص: 28

31. ابو عبید،م ن، ص:16

32. الزبیدی، محمد مرتضیٰ (م 1205ھ) تاج العروس، دارلیبیا للنشر والتوزیع بنغازی، 2 :38

33. البخاری (ابو عبد الله محمد بن اسماعیل (م 256ھ)، الجامع الصحیح، کتاب الحرث و المزارعة ، باب المزارعة بالشطر و نحوه الیمامه دمشق بیروت 1990' 2 :820

34. ابویوسف ، م ن، ص: 59

35. ابو عبیدالقاسم ، م ن، ص:56

36. یحییٰ بن آدم ، م ن ، ص:36

37. ابویوسف ، : ص:33

38. ابو عبیدالقاسم ،م ن ، ص: 60

39. یحییٰ بن آدم ، م ن ، ص: 51

40. الجوزی،م ن، 1 :89

41. الماوردی ، م ن،ص:142

42. التهانوی، م ن ، 1 :409

43. الفتاویٰ الهندیه، دار احیاء التراث بیروت 1980ء، 2 :237

44. الماوردی ، م ن،ص:150

45. ابو یوسف' کتاب الخراج مترجم محمد نجات اللہ صدیقی (اسلام کا نظام محاصل) اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور 1966ء ص:67

46. التهانوی، م ن ، 1 :409

47. شـامی ابن عابدین محمد امین (م 1252ھ)، حـاشیـه ردالـمختار علی الـدرالـمختار دارالفکر بیروت 1979، 186:4
48. الـماوردی، م ن، ص:149
49. السرخسی، شمس الدین (م 483ھ)، المبسوط، مکتبة التجاریة مکه مکرمة، 8:3
50. ابویوسف، م ن، ص:75
51. یحییٰ بن آدم، م ن، ص:101
52. الماوردی، م ن، ص:177
53. یحییٰ بن آدم، م ن، ص:20
54. ابویوسف، ص:78
55. الکاسانی عـلائو الدین،ابوبکر بن مسعود (م 587ھ) بـدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، 195:6، مکتبه الحبیبه کوئٹه 1989
56. یحییٰ بن آدم، م ن، ص:19
57. الکاسانی، م ن، 251:6
58. یحییٰ بن آدم، م ن، ص:24
59. ابویوسف، م ن، ص:78
60. السرخسی، م ن، 5:3
61. یحییٰ بن آدم، م ن، ص:22
62. ابویوسف، ص:74
63. ابـن قـدامه، موفق الدین ابو محمد عبدالله بن احمدالحنبلی (م 620ھ)الـکافی، باب زکاة الزرع و الثمار، 308:1، الطبعة الثالثه، بیروت
64. ابو عبید، م ن، ص:88
65. ابو عبید، م ن، ص:89-88
66. یحییٰ بن آدم، م ن، ص:22
67. السرخسی، م ن، 5:3
68. الجوزی،م ن، 89:1
69. الـماوردی، م ن، ص:148
70. ابـن ابـی شیبـه، عبـد الـله بن محمد (م 235ھ) الـمصنف 201:3، ادارـة الـقـران والعلوم الاسلامیة کراچی 1986، 201:3

71. امام محمد، ابو عبداللہ محمد بن الحسن الشیبانی (م 189ھ) کتاب الاصل، ادارۃ القران کراچی، 159:1

72. الجصاص، ابو بکر احمد بن علی الرازی (م 370ھ)، احکام القران، بمطبعۃ الاوقاف الاسلامیہ 1335ھ، 15:3

73. السرخسی، م ن ، 8:3

74. یحییٰ بن آدم ، م ن ، ص:24

75. ابویوسف ، ص : 62

76. عبیداللہ بن مسعود، القایۃ علی شرح الوقایۃ ، مکتبہ امدادیہ ملتان، 353:1

77. الجوزی، م ن ، 89:1

78. الماوردی، م ن ، ص:148

79. البلاذری، م ن، 280:1

80. الماوردی ، م ن، ص:148

کراءالارض (زمین کا کرایہ)

سرکاری زمینوں کا نظام چلانے کے لئے حکومت کے پاس کئی شرعی طریقے ہوتے ہیں حالات اور علاقے کے رسم ورواج کے مطابق کوئی بھی طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے ان میں سے ایک طریقہ سرکاری زمینوں کو سالانہ اجرت پر دینا ہے اور اسی کا نام ''زمین کا کرایہ'' ہے یہ ایک غیر معروف ذریعہ آمدنی ہے اس لئے تاریخ کے حوالہ سے اس بارے میں کوئی خاص معلومات نہیں ملتی ہیں اور کتب فقہ میں بھی اس کا تذکرہ ضمناً آیا ہے

معنی ومفہوم:

وکرا الارض کروَا(1) کراءالارض سے مراد زمین کا کرایہ ہے اسی سے اس کا مصدر کروا ہے۔ **کراء** کا لفظ اصلاً عربی ہے مگر فارسی والے اپنے کلام کی جنس تصور کرتے ہیں۔ **کـــراء** سے مراد ہے۔ کرایہ، بھاڑا، اجورہ، مزدوری، چوپایوں وغیرہ پر لادنے یا مکان وغیرہ میں رہنے کی اجرت۔ کسی چیز کی روزانہ یا ماہانہ اجرت کو کہتے ہیں(2) اسلامی فقہ میں کرایہ کا مترادف ومتداول لفظ''**اجارہ**'' ہے جس کے معنی ہیں کسی شے کو اجرت یا کرایہ پر دینا یہ ایک جامع فقہی اصطلاح ہے جس میں ہر طرح کا معاملہ کرایہ شامل ہوتا ہے اور''**کراء الارض**'' اس کا ایک جزوشمار کیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام نے اپنی تصانیف میں ''کتاب الاجارہ'' کے نام سے باب باندھے ہیں اور اس کے تحت ''کراءالارض'' کے احکام بیان کئے ہیں۔**اجارہ** سے مراد اجرت اور کرایہ ہے:**الا جارۃ : والأجرۃ : الکراء** (4) **الاجـاره** : کرایہ، مزدوری کو بھی کہتے ہیں (5) صاحب شرح وقایہ کے نزدیک ہندی میں اجارہ ٹھیکہ' نوکری' مزدوری اور کرایہ کو کہتے ہیں جو شخص اپنی چیز کو کرایہ میں دے اس کو موجر اور جو کرایہ کو لیوے اس کو مستاجر کہتے ہیں۔ لغت میں اجارہ کے معنی اجرت یعنی مزدوری کے ہیں اور اصطلاح شرح میں اجارہ بیع ہے ایک نفع معلوم کے بدلے میں ایک عوض معلوم کے برابر ہے کہ وہ عوض عین ہے۔''(6) قرآن حکیم میں بھی لفظ اجارہ کرایہ اور مزدوری کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔**قالت احد هما یا بت استاجره ان خیر من استاجرت القوی الامین** (7) (ایک لڑکی بولی ابا ان کو نوکر رکھ لیجئے کیونکہ بہتر نوکر جو آپ رکھیں وہ ہے (جو) توانا اور امانت دار ہو) گویا کہ کرایہ اور اجارہ کے لغوی معنی کسی چیز کو اجرت پر دینے اور کرایہ پر دینے کے ہیں اور اصطلاح میں کرایہ یا اجارہ سے مراد ہے:**الاجـارۃعقد یرد علی المنافع بعوض** (8) اجارہ (کرایہ) معاوضے کے بدلے، منافع کے حصول کے لئے ایک عقد ہے) ''اجارہ (کرایہ داری) ایک معاہدہ ہے جس کی رُو سے کسی ایک شخص کو معلوم (ومتعین)، بامقصد اور قابل اجارہ شے سے منفعت حاصل کرنے کا حق حاصل ہوجاتا ہے۔'' (9) مجلۃ الاحکام العدلیہ میں بھی اجارہ وکرایہ ہم معنی الفاظ کے طور پر آئے ہیں اور اس سے مراد ہے: دفعہ 404: اجرت اور کرایہ نفع اٹھانے کا بدل، ایجار، کرایہ پر دینا، استیجار، کرایہ پر لینا۔ دفعہ 405: فقہ کی اصطلاح میں کسی معلوم شے سے متعینہ منافع حاصل کرنے کو کہتے ہیں۔ (10)

الغرض اصطلاحی طور پر اجارہ یا کرایہ سے مراد دو افراد یا دو فریقین کے مابین پایا جانے والا ایک معاہدہ ہے جس سے دونوں میں سے ہر ایک کو فائدہ حاصل ہوتا ہے مالک کو اجرت کا اور کرایہ دار کو استعمال کرنے کا اور **کـــراء الارض** سے مراد ہے:''اسلامی ریاست کا سربراہ جن سرکاری زمینوں کو سالانہ اجرت (لگان) مقرر کر کے کاشت کے لیے دے دے اور ان سے جو محصول وصول ہوگا اسلام کے مالیاتی نظام میں اس کا نام ''کراءالارض'' ہے''۔(11)

کراءالارض کا جواز:

زمین کو کرایہ پر دینے کے حوالہ سے اگرچہ بعض علماء نے اختلاف کیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کا جواز قرآن وسنت کی واضح نصوص سے ثابت ہے اسی لیے حدیث وفقہ کی ہر کتاب میں اجارے کے حق میں دلائل دیئے گئے ہیں امام بخاری کرایہ کا جواز قرآن حکیم کی اس آیت سے مستنبط کرتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیبؑ کی ایک بیٹی کا قول نقل فرمایا ہے: **قالت احدھما یابت استاجرہ ان خیر من استا جرت القوی الامین** (12) (ایک لڑکی بولی اباان کو نوکر رکھ لیجئے کیونکہ بہتر نوکر جو آپ رکھیں وہ ہے (جو) توانا اور امانت دار ہو) یہ انسانی محنت کو اجرت پر لینے کی مثال ہے۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مقالہ نگار لکھتے ہیں کہ ''جب اللہ تعالیٰ نے انسان جیسی قابل حرمت وتعظیم مخلوق کی خدمات کو کرائے پر لینے کی اجازت دی تو دوسری اشیاء کو تو بدرجہ اولیٰ کرائے پر لینے کی اجازت ہو گی چنانچہ اراضی وغیرہ کو صراحت کے ساتھ کرائے پر لینے کی اجازت بھی ثابت ہے''۔(13) کراءالارض کے حق میں دوسری دلیل نبی اکرم ﷺ سے مروی قوی روایات ہیں بلکہ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کا اس پر تعامل بھی ثابت ہوتا ہے جس سے اس کے جواز میں کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے یہود کو خیبر کی زمین اس شرط پر دی تھی کہ وہ اس میں محنت اور کاشتکاری کریں گے اور آدھی پیداوار پائیں گے۔ **عامل النبی ﷺ خیبر بشطر ما یخرج منھا من ثمر او زرع** (14) ایک اور روایت میں ذرا تفصیل بیان ہوئی ہے کہ ''آپ ﷺ نے خیبر کے یہودیوں سے غلہ اور پھل کی آدھی پیداوار پر معاملہ کیا تو اس میں سے آپ ﷺ اپنی بیویوں کو سو وسق دیتے تھے اسی (80) وسق کھجور اور بیس (20) وسق جو دیتے تھے حضرت عمرؓ نے خیبر کی زمین تقسیم کی تو نبی اکرم ﷺ کی ازواج کو اختیار دیا کہ یا تو زمین اور پانی لے لیں یا ان کے لیے وہی قائم رکھیں (جو نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں جاری تھا) ان میں سے بعض نے تو زمین کو اختیار کیا اور بعض نے وسق کو اختیار کیا، حضرت عائشہؓ نے زمین ہی پسند کی''۔(15) یعنی کہ نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد عہد فاروقی میں بعض ازواج مطہرات نے بھی اپنے حصہ کی زمین کو کرایہ پر دیا۔ صحابہ کرام بھی اپنی اراضی کو کرایہ پر (بٹائی کی صورت میں) دیا کرتے تھے۔ **مافی المدینۃ اھل بیت ھجرۃ الا یزرعون علی الثلث والربع** (16) (مدینہ میں مہاجرین کا کوئی ایسا گھر نہ تھا جو تہائی یا چوتھائی پر کاشت نہ کرتا ہو) حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے عمال کو لکھا تھا کہ سرکاری اراضی نصف بٹائی پر اور جو بھی آباد نہ ہوئی ہو اس کو تہائی پر کاشت کے لئے لوگوں کو دے دو اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی مسلمانوں پر خرچ کی جائے (17) کراءالارض کے جواز کی تیسری دلیل اجماع فقہاء ہے۔ صاحب ھدایہ مسلک حنفی کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اراضی کو زراعت کے لئے کرایہ پر لینا جائز ہے اس لئے کہ اس کا نفع مشہور ومتعارف ہے''۔(18) مالکی مسلک کی وضاحت ان الفاظ میں ہے: (سحنون کہتے ہیں کہ) آپ کا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جس نے کسی شخص سے تین سالوں کے لیے زمین کرایہ پر لی تو کیا یہ امام مالک کے مسلک پر جائز ہے (عبدالرحمان بن قاسم) نے جواب دیا ہاں جائز ہے۔(19) امام احمد بن حنبل اور ان کے تلامذہ بھی مکمل طور پر اس کے جواز کے حق میں ہیں اور ''المغنی'' میں اجارہ (کراءالارض سمیت) کی مشروعیت قرآن وسنت اور اجماع امت سے ثابت کرتے ہیں۔ (20) امام شافعی تو اس بارے میں دیگر ائمہ کرام سے بھی پیش پیش ہیں کہ وہ مکانات، اراضی اور دیگر جگہوں کا کرایہ لینے کی اجازت دینے کے ساتھ ساتھ مکہ مکرمہ کے مکانات اور وہاں کی دیگر جائداد کو بھی کرائے پر دینے کی مشروعیت کے قائل ہیں حالانکہ اس بارے میں امام ابوحنیفہ، امام احمد بن حنبل اور کسی حد تک امام مالک بھی اختلاف رکھتے ہیں ان بزرگوں کے نزدیک مکہ مکرمہ کے مکانات کو کرائے پر

دینا درست نہیں یا کم از کم مکروہ ضرور ہے۔(21) زمین کو اجارہ پر دینا جائز تو ہے لیکن ضروری ہے کہ جو زمین اجارہ (کرایہ یا ٹھیکہ) پر دی اور لی جارہی ہے اس کے بارے میں ضروری امور معاہدہ میں واضح طور پر طے کر لئے جائیں مثلاً یہ کہ زمین پر کاشت کی جانے والی چیز کا بیان ہو یا یہ کہ مالک صراحتاً خود ہر قسم کی کاشت کی اجازت دے دے ورنہ عقد جائز نہ ہوگا کیونکہ زمین کا منافع، تعمیر، کاشت اور کھیتی میں کی وجہ سے مختلف ہوسکتا ہے۔ (21-A)

بلا شبہ اسلام میں اجارہ کی اجازت ہے اور یہ اجازت انسانی ضرورت کے تحت دلی گئی ہے اس لئے کہ یہاں کچھ لوگوں کے پاس محنت ہے اور کچھ کے پاس سرمایہ اگر دونوں ایک دوسرے سے استفادہ نہ کریں تو دنیا میں تہذیب وتمدن اور انسانی معاشرہ کی ضرورت پوری نہیں ہوسکتی، ایک دوسرے سے کام لینا انسانی کی معاشی و معاشرتی مجبوری بھی ہے اور انسانی جبلت وفطرت کا تقاضہ بھی جس کے بغیر زندگی کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔

حکومت کا زمین اجرت پر دینا

اراضی کو کرایہ پر دینے کی دو صورتیں ہیں ایک انفرادی سطح پر اراضی کسی دوسرے فریق کو کرایہ پر دینا اور دوسرا اسلامی ریاست کا سرکاری سطح پر اراضی بیت المال میں سے زمین پر کرایہ مقرر کر کے اسے مختلف لوگوں میں تقسیم کرنا۔ اسلامی ریاست سرکاری اراضی میں سے ایسا کرنے کا حق رکھتی ہے اسلامی فقہ کی اصطلاح میں یہ سرکاری زمینیں ''ارض المملکت'' یا ''ارض الحوزہ'' کہلاتی ہیں جو کہ اسلامی ریاست کی ملکیت ہوتی ہیں۔ (22)

اراضی بیت المال ان ذرائع سے حاصل ہوتی ہے:

(i) **فے:** کفار و مشرکین سے صلح کے ذریعہ حاصل ہونے والی زمین بیت المال کی ملکیت قرار پاتے ہے۔(23)

(ii) **اموالِ فاضلہ:** اس میں شامل ہے:

i) **لاوارث میت کا ترکہ:** وہ ترکہ جو کسی ایسے شخص (مسلم یا غیر مسلم) نے چھوڑا ہو جس کا کوئی وارث نہ ہو ایسے ترکے کی تمام منفعت حکومت کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ (24)

ii) **مرتد کی جائداد:** اسلام چھوڑ کر کفر کی کوئی شکل اختیار کرنے والے شخص کا تعلق اپنے مال سے ختم ہو جاتا ہے ایسے شخص کی تمام منقولہ، غیر منقولہ جائداد ضبط کر کے سرکاری خزانے میں داخل کر دی جاتی ہے۔

iii) **باغی یا عہد شکن کا مال:** حکومت کی ملکیت میں چلا جاتا ہے۔(25)

(iii) **وقف:** کوئی مسلم یا غیر مسلم شخص اپنی جائداد رفاہ عامہ کے کاموں کے لئے وقف کر دے تو اس سے فوائد حاصل کرنے کے لئے شریعت کے اندر رہتے ہوئے اس کی موت پر وصیت کے مطابق عمل کیا جاتا ہے یہ اسلامی ریاست کی آمدنی کا ایک اہم ذریعہ ہے۔

(iv) قدیم اور غیر آباد زمینیں اسلامی ریاست کی ملکیت ہیں (26)

یہ سب سرکاری زمینیں کہلاتی ہیں اور ان کا استعمال امام کی صوابدید پر ہوتا ہے کہ وہ جو مناسب سمجھے کرے۔ ''ایسی زمینیں مناسب سمجھیں تو بطور جاگیر عطا کریں۔ ان کو کرایہ پر بھی دے سکتے ہیں یا کوئی دوسری مفید شکل سامنے آئے تو اسے بھی اختیار کر سکتے ہیں''۔ (27) ''کیونکہ

انتخاب کرنے کی وجہ سے بیت المال سے متعلق اور عام مسلمانوں کی ملک ہوگئی اور اوقاف دائمی کے حکم میں ہوئی جس کی آمدنی مستحقین وقف میں صرف ہونی ضروری ہے اس کے انتظام میں سلطان کو اختیار ہے خواہ اس کی آمدنی براہ راست بیت المال کے لئے رکھے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے کیا خواہ زمین کو ہوشیار زمینداروں کے حوالے کر کے ان سے کم وبیش پیداوار کے لحاظ سے معین خراج وصول کرے جیسا کہ حضرت عثمانؓ نے کیا تھا یہ خراج زمین کی **اجرت** ہوگا جو مسلمانوں کے مصالح پر صرف کیا جائے''۔(28) یحییٰ بن آدم کی بھی یہی رائے ہے کہ ایسی زمینیں امام کی صوابدید پر ہیں چاہے تو انھیں مسلمانوں میں آباد کرنے کے لئے تقسیم کردے چاہے تو اس پر کرایہ مقرر کر کے کسی قوم کو دے دے اور چاہے تو اس میں سے مسلمانوں کو جاگیریں عطا کردے۔ (29) ان سرکاری زمینوں میں حکومت کسی مسلمان یا غیر مسلمان کو جو دے گی ''ہر دو صورتوں میں اس پر نہ عشر واجب ہے اور نہ خراج (30) کیونکہ زمین کے حقوق ملکیت ریاست کے پاس ہوتے ہیں اس لیے عشر یا خراج عائد نہیں ہوسکتے صرف وہی کچھ وصول ہوتا ہے جو فریقین کے درمیان معاہدہ کے وقت طے ہوا ہو اور یہ زمین کا کرایہ یا اجرت کہلائے گا۔**لا عشرية و لا خراجية من الارض تسمى ارض ارض المملكة و اراضى الحوز** (31) مزید یہ کہ کاشتکار جب تک لگان مملکت کو ادا کرتے رہیں گے زمینوں کو ان کے قبضہ سے ہیں نکالا جائیگا مگر وہ اس میں وراثت نہیں چلا سکتے اور نہ ان زمینوں کو فروخت کرنے کا حق رکھتے ہیں (32)

کن اشیاء کے عوض اراضی کرایہ پر دی جاسکتی ہے:

(i) پیداوار کے عوض:

فقہی اصطلاح میں اس کا نام بٹائی یا مزارعت ہے مزارعت باہم کھیتی باڑی کا ایک ایسا معاملہ و معاہدہ ہے جو مالک زمین (حکومت) اور کاشتکار کے درمیان پیداوار کے بعض حصے پر طے پاتا ہے۔**اعلم ان المزارعة فى الشريعة هى عقد على الزرع ببعض الخارج** (33) (جان لیجئے کہ شریعت میں مزارعت پیداوار پر دو فریقوں کے مابین ایک عقد (معاہدہ) ہے) زمین کو پیداوار کے عوض کرایہ پر دینے کے بارے میں دو نقطہ نظر پائے جاتے ہیں۔ایک گروہ کے ہاں مزارعت جائز ہے اور اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا عمل مبارک ہے جو کہ آپ ﷺ نے خیبر میں یہودیوں کے ساتھ بٹائی پر معاہدہ طے کرتے وقت اختیار کیا تھا۔رسول اللہ ﷺ خیبر کو نصف پیداوار کے عوض اس کے باشندوں کو ٹھیکہ پر دیتے تھے۔ (34) حضرت ابوبکر، عمر اور عثمانؓ اپنی زمینوں کو تہائی پیداوار کے عوض دیا کرتے تھے۔ (35) دیگر صحابہ کرام بھی زمین کو پیداوار کے عوض کرایہ پر دیتے تھے۔ابو ھریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو انصار نے عرض کیا **اقسم بيننا وبين اخواننا النخيل** (ہمارے اور مہاجر بھائیوں کے درمیان درخت تقسیم کردیجئے) آپ ﷺ نے انکار کردیا تو انصار نے مہاجرین سے کہا تم درختوں میں محنت کرو اور ہم پھل میں تمہارے شریک ہوجائیں گے تو ان لوگوں نے کہا کہ ہم نے سنا اور قبول کیا۔(36) ان شواہد و نظائر سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ زمین کو پیداوار کے عوض کرایہ پر دینے کا طریقہ عہد نبوت اور عہد خلافت راشدہ میں رائج تھا اس کے برعکس دوسرا گروہ جن کے ہاں پیداوار کے عوض زمین کو ٹھیکہ پر دینا درست نہیں وہ ان روایات سے استدلال کرتے ہیں:

(i) **ان رسول الله ﷺ نهىٰ عن كراء الارض**(37) (نبی اکرم ﷺ نے زمین کو کرایہ پر دینے سے منع فرمایا۔

(ii) دوسری روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:**من كانت له فضل ارض فليز رعها او ليمنحها اخاه فان ابىٰ فليمسك ارضه** (38) (جس شخص کے پاس فالتو زمین ہے وہ اس میں خود کاشتکاری کرے یا وہ زمین اپنے بھائی کو

عطا کردے اگر وہ اس سے انکار کرے تو اپنی زمین اپنے پاس رکھے)

(iii) حضرت رافع بن خدیجؓ فرماتے ہیں: ''کہ مدینہ میں ہمارے کھیت بہت زیادہ تھے ہم زمین کرایہ پر دیا کرتے تھے اس شرط پر کہ زمین کے ایک حصہ کی پیداوار زمین کے مالک کی ہوگی تو کبھی اس حصہ زمین پر آفت آجاتی اور باقی محفوظ رہتا ہم لوگوں کو اس سے منع کیا گیا اور اس زمانہ میں سونا چاندی کے عوض کرایہ پر دینے کا رواج نہ تھا۔'' (39)

المختصر درج بالا اور اس سے ملتی جلتی دیگر چند روایات کی بنا پر زمین کو پیداوار کے عوض کرایہ پر دینے کی ممانعت کی جاتی ہے۔ درحقیقت نہ تو یہ روایات جھوٹی ہیں اور نہ ضعیف بلکہ ادھوری ہیں جن کی وجہ سے غلط فہمی پیدا ہوئی ان احادیث مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ مزارعت کی ان مخصوص اشکال کی ممانعت فرمائی ہے جو کہ اس وقت ظلم اور ناانصافی کا منبع بنی ہوئی تھیں۔ حضرت رافع بن خدیجؓ سے مروی وہ حدیث بھی ہے جس میں وضاحت ہے کہ ممانعت ایک خاص شکل کی مزارعت کی ہے۔ حنظلہ بن قیس انصاری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت رافع بن خدیجؓ سے سونے اور چاندی کے عوض زمین کو اجرت پر دینے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں (39-A) رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں لوگ نہروں کے کناروں اور نالوں کے ساتھ والی زمین کو پیداوار کے عوض کرایہ پر دیتے تھے سو اس زمین کی فصل تباہ ہو جاتی اور دوسری زمین کی فصل سلامت رہتی اور بسا اوقات یہ فصل بچ جاتی اور دوسری تلف ہو جاتی پھر لوگوں کو باقی ماندہ فصل کے علاوہ اور کچھ کرایہ نہ ملتا اس وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے کرایہ پر دینے سے منع فرمایا البتہ اگر کرایہ کا معاوضہ کوئی معین چیز ہو جس کے تلف نہ ہونے کی ضمانت ہو تو کوئی حرج نہیں۔ (40) ممانعت سے متعلق روایات چونکہ خاص حکمت اور مصالحت پر مبنی تھیں اس لئے جب ان روایات کو سیاق وسباق سے ہٹ کر لیا جانے لگا تو اس پر صحابہ نے بھی نوٹس لیا۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو پتہ چلا کہ حضرت رافع بن خدیج کرئے پر اراضی کو دینے کی ممانعت کرتے ہیں تو وہ خود چل کر حضرت رافعؓ کے پاس پہنچے اور ان سے جا کر فرمایا: ''میں تو یہ بات جانتا ہوں کہ ہم عہد نبوی میں اپنی قابل کاشت اراضی کو اس کے چاروں کونوں کی پیداوار اور کچھ بھوسے پر کرائے پر دیتے تھے۔'' (41) جب نبی اکرم ﷺ کی بعثت ہوئی تو لوگ چیزیں اجرت پر دیتے تھے اور آپ ﷺ نے اس عمل سے منع نہیں فرمایا تو آپ ﷺ کا اس اجارہ سے منع نہ فرمانا آپ ﷺ کی ''تقریر'' ہوئی (تقریر کا مطلب یہ ہے کہ کسی آدمی نے آپ ﷺ کے سامنے کوئی بات کہی ہو یا کوئی کام کیا ہو اور آپ ﷺ نے اس پر منع نہ کیا ہو بلکہ خاموشی اختیار کی ہو تو گویا آپ ﷺ نے اس کام کو جائز سمجھا ہے ورنہ آپ ﷺ خاموش نہ رہتے) اور آپ ﷺ کی ''تقریر'' بھی سنت نبوی ہی کی ایک قسم ہے۔ (42)

اس تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ زمین کے کرایہ کے عوض میں پیداوار وصول کی جاسکتی ہے اور ممانعت سے متعلق احادیث مبارکہ خاص حکمت پر مبنی تھیں کیونکہ عہد نبوی میں لوگ زمین کرائے پر دیتے وقت یہ شرط لگا دیتے تھے کہ اچھے اور زرخیز حصے کی پیداوار ان کی ہوگی اور بعض اوقات دوسرے حصوں میں پیداوار نہ ہوتی تو کاشت کرنے والے کو سخت نقصان اٹھانا پڑتا تھا ان حالات میں نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو اس قسم کی شرائط سے منع فرمایا تو ممانعت درحقیقت فصل کی نہیں بلکہ فصل کے ساتھ موجود کچھ اوصاف وخصوصیات کی تھی۔

(ii) سونا چاندی کے عوض زمین کرایہ پر دینا:

زمین کو سونے چاندی کے عوض کرایہ پر دینا جائز ہے ''صحیح بخاری کے باب کا عنوان ہی یہ ہے: **باب کراء الارض بالذهب والفضة و قال ابن عباس ان امثل ما انتم صانعون ان تستاجر الارض البيضاء من السنة الى السنة** (43) (سونا چاندی کے عوض زمین کو کرایہ پر دینے کا بیان ابن عباسؓ نے فرمایا جو کام کرنا چاہتے ہوں اس میں سے سب سے بہتر یہ ہے

کہ اپنی خالی زمین کو ایک سال تک کے لئے کرایہ پر دو) حضرت رافع بن خدیج جو کہ بٹائی پر دینے کی مخالفت کرتے ہیں سونا چاندی کے عوض زمین کو کرایہ پر دینے کے قائل ہیں۔ حضرت حنظلہ بن قیس نے ان سے پوچھا کہ سونا چاندی کے عوض زمین کو اجرت پر دیا جا سکتا ہے؟ انہوں نے کہا سونے اور چاندی کے بدلے میں کوئی حرج نہیں۔(44) **المدونۃ الکبریٰ** میں ہے: **تجوز اجارتھا بالذھب والفضۃ وسائرا لعروض غیر المطعوم فی قول عامۃ اھل العلم** (45) (تمام اہل علم کے مطابق سونے، چاندی، اور ہر اس چیز کے بدلے اجارہ جائز ہے جو کھانے کی نہ ہو)۔

iii) روپیہ پیسے کے عوض زمین کرایہ پر دینا۔

رافع بن خدیج فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے چچاؤں نے بیان کیا کہ وہ عہد نبوی میں زمین کو اس کے کناروں کی پیداوار پر یا جسے صاحبِ زمین مستثنیٰ کر لیتا کرائے پر دیتے تھے لہذا نبی اکرم ﷺ نے ہمیں اس سے روک دیا میں نے (حنظلہ بن قیس) نے ابو رافع سے پوچھا کہ دینار اور درہم کے عوض کرایہ پر دینا کیسا ہے رافع نے کہا دینار اور درہم کے عوض دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔(46) علامہ ابن حزم اراضی کو کرایہ پر دینے کے عدم جواز پر ایک روایت نقل کرتے ہیں اور اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں روپے پیسے کے عوض بھی زرعی زمین کرایہ پر لی جاتی تھی راوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر سے پوچھا کہ میں نے اپنی زمین، جس میں نہ آب رواں ہے اور نہ ہی پودے (نباتات) دس سال کے لیے چار ہزار درہم سالانہ کے عوض کرایہ پر لی ہے پھر میں نے اس میں نہریں (غالباً کھال) کھودی ہیں اور اس کی بستیاں آباد کی ہیں اور پھر میں نے اس پر بہت خرچ کیا ہے پھر میں نے اس میں پہلے سال کاشت کی تو اصل سرمایہ بھی واپس نہ ملا دوسرے سال کاشت کی تو پیداوار دوگنی ہوگئی اس پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا تیرے لئے صرف راس المال (اصل سرمایہ) ہی حلال ہے (منافع نہیں)(47) اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ درہم و دینار کے عوض بھی اراضی لی جاتی تھی۔امام مالک بھی درہم و دینار کے عوض اراضی کرایہ پر دینے کے قائل ہیں۔**فی کراء الارض بدراھم الی اجل (قلت) ارایت ان تکاریت ارضک ھذہ السنۃ ازرعھا بالف درھم ادفعھا الیک عشر سنین علی ان اقبض الارض منک فازرعھا قابلا ایجوز ھذا فی قول مالک (قال) نعم** (48) (میں نے پوچھا) اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے کہ اگر آپ اپنی زمین اس سال کرایہ پر دیتے ہیں لیکن ہزار درہم کے عوض جو میں آپ کو ادا کرتا ہوں اس کے بعد دو سال تک زمین میرے ہی قبضہ میں رہے اور میں اسے کاشت کرتا رہوں اسی تناسب سے تو کیا یہ جائز ہے امام مالک کی رائے میں (تو جواب دیا) ہاں۔

امام مالک نے '**المدونۃ الکبریٰ**' میں بڑی تفصیل کے ساتھ ان اشیاء کو بیان کیا ہے جس کے بدلہ میں زمین کو کرایہ پر دیا جا سکتا ہے اور جن کے عوض کرایہ پر دینے کی ممانعت ہے (49) زمین پیداوار، نقدی اور سونا چاندی کے عوض کرایہ پر دی جا سکتی ہے اگر یہ معاملہ پیداوار پر طے ہوا تو مزارعۃ کہلائے گا اور اگر نقدی یا سونے چاندی کے عوض ہو تو **کراء الارض** نام ہوگا۔(50)

حوالہ جات

1- ابن منظورالافریقی (م 711ھ)، لسان العرب، دار صادر بیروت 1955، 219:5

2- سید احمد دھلوی، فرہنگ آصفیہ، مکتبہ حسن سہیل لمیٹڈ لاہور، 419:3

4- ابن منظور، م ن، 254:2

5- المنجد (عربی-اردو)، دارالاشاعت کراچی، ص: 49

6- وحیدالزمان مولانا، شرح وقایہ (اردو)، کتاب الاجارہ، قانونی کتب خانہ کراچی، ص: 3

7- القصص: 26

8- المرغینانی، برہان الدین علی (م593ھ) الھدایہ، دارالفکر بیروت، 291:2

9- الجزیری عبدالرحمن، الفقہ علی المذاھب الاربعہ، 3:53-52

10- مجلۃ الاحکام العدلیہ، علماء اکیڈمی اوقاف پنجاب لاہور 1981، ص: 94

11- نور محمد غفاری، اسلام کا قانون محاصل، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور، ص: 110

12- القصص: 26

13- محمود الحسن عارف، مقالہ "اجارہ" تکملہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور، 1:415

14- البخاری ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل (م 256ھ)، الجامع الصحیح، کتاب الحرث والمزارعۃ باب اذلم یشترط السنین فی المزارعۃ، الیمامہ دمشق بیروت 1990، 821:2

15- البخاری، م ن، کتاب الحرث و المزارعۃ، باب المزارعۃ بالشطر و نحوہ، 820:2

16- ایضا

17- یحییٰ بن آدم القرشی (م 203ھ)، کتاب الخراج، المکتبۃ العلمیۃ لاھور لاطبعۃ الاولیٰ، ص: 67

18- المرغینانی، م ن، 295:2

19- مالک بن انس (م 179ھ)، المدونۃ الکبری، دار صادر بیروت، 527:4

20- ابن قدامہ، موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد الحنبلی (م 520ھ) المغنی والشرح الکبیر، مصر 1345ھ، 216:5,

21- ابو عبید القاسم بن سلام (م 224ھ) کتاب الاموال، المکتبۃ العلمیۃ، لاھور، س۔ن، ص: 66

21-A الکاسانی، علاو الدین ابی بکر بن مسعود، (م587ھ) بدائع الضائع فی ترتیب الشرائع، سید کمپنی، کراچی الطبعۃ الاولیٰ 1910ء، 193:4

22- ابن عابدین شامی، محمد امین (م 1252ھ) ردالمختار علی الدرالمختار، الطبعة الثانیه، مطبعة مصطفی البابی مصر 1966، 179:4،

23- یحییٰ بن آدم، م ن، ص: 15

24- ابن عابدین شامی، م ن ، 179:4

25- یحییٰ بن آدم، م ن، ص: 20-21

26- ابوعبید القاسم، م ن، ص: 272

27- ابو یوسف، م ن، ص: 81-82

28- الماوردی، ابو الحسن بن محمد بن حبیب البصری (م 450ھ) الاحکام السلطانیه، المصطفیٰ البابی بمصر، الطبعة الثانیة 1966، ص: 147

29- یحییٰ بن آدم، م ن، ص: 20-21

30- ایضًا

31- ابن عابدین شامی، م ن ، 179:4

32- ایضًا

33- المرغینانی، م ن ، 422:4

34- البخاری ، م ن، کتاب الحرث و المزارعة باب اذ لم یشترط السنین فی المزارعة، 821:2

35- ابو یوسف ،یعقوب بن ابراهیم (م 182ھ) کتاب الخراج ، المکتبة السفلیة القاهره 1346ھ، ص: 107

36- البخاری، م ن ، کتاب الحرث والمزارعة باب اذقال: اکفنی مود نة النخل او غیره و تشرکنی فی الثمر، 819:2

37- مالک بن انس (م 179ھ) الموطا، ماجاء فی کراء الررض ، دارلافاق الجدیدة بیروت 1979، ص: 602

38- مسلم بن حجاج القشیری (م 261ھ)، الجامع الصیحح، کتاب البیوع، باب کراء الارض، احیاء التراث العربی بیروت، 1178:3

39- البخاری، م ن ، کتاب الحرث والمزارعة باب قطع الشجر و النخل، 819:2

39-A مالک بن انس، الموطا، باب ما جاء فی کراء الارض، ص: 602

40- مسلم بن حجاج القشیری، م ن ، کتاب البیوع، باب کراء الارض، 1183:3

41- البخاری، م ن ، کتاب الحرث والمزارعة باب ما کان اصحاب انبیﷺ یو اسی بعضهم بعضاً فی الزراعة و الثمرة، 824:2

-42 الکاسانی، م ن ، 173:4

-43 البخاری ، م ن 'کتاب الحرث والمزارعة باب کراء الارض بالذھب والفضة' 826:2

-44 مسلم بن حجاج القشیری، م ن ، کتاب البیوع، باب کراء الارض،1183:3

-45 مالک بن انس ، المدونة الکبری ،595:5،

-46 البخاری، م ن ،کتاب الحرث والمزارعة باب کراء الأرض بالذھب والفضة' 826:2

-47 ابن حزم(456ھ) ، المحلی،دار صادر بیروت' 8 : 258:259

-48 مالک بن انس، المدونة الکبری ، 548:4

-49 مالک بن انس، م ن ، 543-559:4

-50 حفظ الرحمٰن سیوہاروی، اسلام کا اقتصادی نظام، ادارہ اسلامیات لاہور' ص:179

عشور (درآمدی محصول)

عشور زراعت پر ایک بلواسطہ (INDIRECT) محصول تھا جو کہ غیر ملکی مال بشمول زرعی اجناس کی ملک میں درآمد پر وصول کیا جاتا عہدِ نبوی ﷺ میں اس ٹیکس کا کوئی وجود نہیں تھا اس کی ابتدا حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں ہوئی۔ اس زمانہ میں یہ محصول وہی حیثیت اور مقام رکھتا تھا جو آج کل کسٹم ڈیوٹی کو حاصل ہے۔

معنی ومفہوم:

لغوی اعتبار سے عشور کے معنی ہیں دسویں حصہ اور کمی کے ہیں **العشور: نقصان** (1) اور یہ عشر (دسواں حصہ) کی جمع ہے۔ **و جمع العشر العشور و الا عشار** (2) جبکہ اصطلاح میں اس سے مراد وہ درآمدی محصول ہے جو کہ تاجرون سے ملک میں آمد کے وقت ان کے سامان تجارت پر وصول کیا جاتا ہے۔ **ما کان من اموالھم للتجارت دون الصدقات والذی یلزمھم من ذلک** (3) (جو کچھ (مال) مال تجارت سے ان پر واجب صدقات کے علاوہ وصول کیا جاتا ہے) یہ محصول درآمد کئے جانے والے اسباب تجارت سے چوکیوں اور سرحدوں پر وصول کیا جاتا ہے جس کے مقابلہ میں حکومت تاجروں کو امن اور حفاظت کی ضمانت دیتی ہے۔ (4) گویا کہ عشور حفاظت کے بدلے تاجروں سے وصول کئے جانے والا محصول ہے تا کہ وہ سمندر اور خشکی میں اپنے مال کے ساتھ محفوظ سفر کر سکیں اور انھیں چوروں کا خطرہ نہ ہو (5) تجارتی اموال پر محصول زمانہ جاہلیت میں بھی وصول کیا جاتا تھا۔ (6) عرب وعجم کے بادشاہ اپنی سرحدوں پر سے گزرنے والوں سے اسے وصول کرتے تھے۔ (7) **ما کانت الملوک تا خذہ منھم** (8) اہل مکہ بھی دیگر ہمسایہ ملکوں کی طرح یہ محصول درآمد لیتے تھے۔ (9) اور یہ ٹیکس عشور کہلاتا تھا' اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مقالہ نگار کے مطابق عرب میں قدیم جاہلی معاشرے کے جابرہ جو ٹیکس وصول کرتے تھے اسے بالعموم عشور کے نام سے پکارا جاتا (10) دور اسلام میں بھی مذکورہ بالا محصول تجارت پر عشور کا لفظ بولا گیا جو کہ غیر مسلموں سے وصول کیا جاتا تھا۔ **انما العشور علی الیھود و النصاریٰ و لیس علی المسلمین عشور** (11) سنن ابوداؤد میں بھی اس مفہوم کی حدیث موجود ہے۔ (12) عشور وصول کرنے والا العاشر کہلاتا ہے۔ **العاشر: قابض العشر** (13) اس کو عشار بھی کہتے ہیں **و بہ سمی العشار و منہ العاشر** (14) اس سے مراد ہے **و ھو یضرب بین یدیہ با لسیاط تاللہ ان کانت الا اثیابا فی اسیفاط قبضھاعشا روک** (15)

اصطلاح میں اس سے مراد وہ شخص ہے جسے حکومت نے محصول تجارت وصول کرنے پر متعین کیا ہو (16) عاشر وہ ہے **من نصبہ الامام لیاخذ الصدقات من التجاران** (17) (جسے امام تاجروں سے صدقات وصول کرنے کے لئے مقرر کرے) مزید وضاحت یہ بھی کہ ہے کہ **من یا خذ العشر او نصفہ اورربعہ سمی العاشر** (18)

تاہم دور اسلام میں جن مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ یا خلفاء راشدین کی طرف سے عشر وصول کرنے کی خدمت انجام دی ان پر بھی عاشر کا اطلاق روا سمجھا گیا لسان العرب میں ہے کہ **وقد عشر جماعۃ من الصحابۃ للنبی ﷺ و الخلفاء بعدہ فیجوز ان یسمی آخذ ذالک عاشر الاضافۃ ما یا خذہ الی العشر** (19) نبی اکرم ﷺ کی متعدد روایات میں اس محصول

اوراس کے وصول کرنے والے کے لئے مذمت آئی ہے آپ ﷺ نے فرمایا **احمد و الله اذ رفع عنكم العشور** (20) (اللہ کے شکرگزار بنو اس نے تم کو عشور معاف کردیا) عشور وصول کرنے والے کے متعلق فرمایا **اذ لقيتم عاشراً فاقتلوه** (21) (جب تمہاری ملاقات عشور وصول کرنے والے سے ہوجائے تو اس کو قتل کردو) ایک اور روایت ہے کہ اللہ تعالی کی رحمت اس کا کرم اور فضل اس کی مخلوق پر ہوتا ہے پس وہ جس کو چاہے گا بخش دے گا سوائے بدکار اور عشار کے (22) نبی اکرم ﷺ کی درج بالا اور ان سے ملتی جلتی دیگر روایات سے یہ خیال پیدا نہیں ہونا چاہیے کہ شائد عشور کے نفاذ کی اسلام اجازت نہیں دیتا دراصل یہ مذمت زمانہ جاہلیت کے اس عشور کی ہے جو کہ ظلم پر مبنی ہوتا تھا لوگوں سے زبردستی اور ظالمانہ طریقہ سے وصول کیا جاتا تھا حدیث مبارکہ **اذ لقيم عشرَ فا قتلوه** کی شرح میں لکھا گیا ہے کہ **اى ان وجد تم من يا خذ العشر على ما كان يا خذه اهل جاهلية مقيماً على دينه فاقتلوه لكفره** (23) (یعنی اگر تمہارا سامنہ کسی ایسے شخص (عاشر جاھلی) سے ہوجائے جو اھل جاہلیت کا عشر وصول کرتا ہو تو اسے قتل کردو کیونکہ وہ کافر ہے) اس حدیث کے راوی کا کہنا ہے کہ عاشر سے مراد وہ شخص ہے جو ناجائز طور پر صدقہ وصول کرے۔ (24) (مزید تفصیل کے باب اوّل فصل اوّل بحث مکس) اسلام میں عشور کی ابتداء حضرت عمر فاروقؓ نے کی ایمانی قوت اور دینی بصیرت میں آپ جس مقام ومرتبہ پر ہیں وہاں یہ کیسے ممکن تھا کہ اللہ کے رسول نے کسی امر سے منع فرمایا ہو اور بعدازاں آپؓ نے اسے اختیار کرلیا ہو یقیناً یہ سب ممانعت محصول کی نہیں بلکہ اس کی حصول میں کی جانے والی زیادتی اور ظلم کے سبب سے تھی۔

عشور کی ابتداء:

اسلام میں اس کا آغاز حضرت عمر فاروقؓ نے کیا (25) اور ایسا دو وجوہات کی بنا پر ہوا:

1- ایران اور روم میں داخل ہونے والے مسلمان تاجروں سے وہاں کی حکومت درآمدی ٹیکس وصول کرتی جبکہ ادھر اسلامی ریاست میں داخل ہونے والے غیر مسلموں سے کوئی ٹیکس نہ لیا جاتا یوں تجارتی توازن غیر مسلوں کے حق میں چلا جاتا غیر مسلموں پر کوئی ٹیکس نہ ہونے کی وجہ سے ان کی اشیاء سستی ہوتی تھیں اور مسلمان تاجروں کی اشیاء مہنگی ہو کر صارفین تک پہنچتی تھیں چنانچہ حاکم بصرہ حضرت موسیٰ بن اشعریؓ نے حضرت عمرؓ بن خطاب کو اس صورت حال سے مطلع کیا تو آپ نے حکم دیا کہ تم بھی ان سے اسی طرح (عشور) وصول کرو جس طرح وہ ہمارے مسلمان تاجروں سے کرتے ہیں (26)

2- منبج کے عیسائیوں نے جو اس وقت تک اسلام کے محکوم نہیں ہوئے تھے خود حضرت عمرؓ کے پاس تحریری درخواست بھیجی کہ ہم کو عشر ادا کرنے کی شرط پر عرب میں تجارت کرنے کی اجازت دی جائے۔ حضرت عمرؓ نے صحابہ کے مشورہ سے منظور کرلی اور یہ پہلی حربی قوم تھی جس سے عشور وصول کیا گیا عشور کی وصولی کے لیے حضرت عمرؓ نے خشکی اور تری سے آنے والے راستوں مثلاً مصر، شام اور عراق وغیرہ کی سرحدوں پر باقاعدہ محصول خانے قائم کئے (26-A) شرعی اعتبار سے آپ کا فیصلہ اجماع ہے کیونکہ یہ صحابہ کرام کی موجودگی میں تھا اور کسی ایک نے بھی اس کی مخالفت نہیں کی لہٰذا صحابہ کا اس پر اجماع منعقد ہوگیا۔ (27) فقہاء کرام اس درآمدی محصول کی تائید میں یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ یہ محصول اسلامی ریاست کی اس حفاظت کا معاوضہ ہے جو وہ درآمد کنندگان کو مہیا کرتی ہے۔ **العاشر من ينصبه الامام على الطريق لياء خذ الصدقات من التجار وتا من التجار بمقامه من اللصوص** (28) (عاشر ہو ہے جس کو امام نے تاجروں سے صدقات (عشور) وصول کرنے اور انہیں چوروں سے بچانے کیلئے راستوں پر متعین کیا ہو)

(i) بلاتفریق مسلم اور غیر مسلم پر عشور اور اس کی شرح:۔

ابتدا میں عشور صرف حربیوں پر عائد کیا گیا تھا لیکن بعدازاں حضرت عمرؓ نے اس کو تمام مسلمانوں اور ذمیوں تک پھیلا دیا۔ کیونکہ تاجر اپنے مال کا تجارتی محصول خریدار سے وصول کر لیتا ہے اور پھر اگر یہ محصول حربی تاجروں سے وصول کیا جائے اور ذمیوں یا مسلمان تاجروں سے وصول نہ کیا جائے تو لازماً مسلمان اور ذمی کا مال توسستا ہونے کی بنا پر بک جائے جبکہ حربی کو مال مہنگا ہونے کی بنا پر (ٹیکس کیوجہ سے) نقصان اٹھانا پڑے گا چنانچہ تجارتی توازن کو قائم رکھنے کے لیے حضرت عمرؓ نے یہ درآمدی محصول بلاتفریق مذہب وملک ہر تاجر پر عشور عائد کر دیا گیا لیکن مسلمانوں کے لئے حیثیت سامان تجارت پر زکوٰۃ کی تھی اور غیر مسلموں کے لئے سامان تجارت پر محصول کیا **العاشر یا خذ مما یمر به المسلم علیه الزکاۃ اذ استجمعت شرائط الوجوب** (29) (عاشر گزرنے والے مسلمان سے زکوٰۃ وصول کرے گا بشرطیکہ وہ زکوٰۃ واجب ہونے کی تمام شرائط پوری کرتا ہو) کتاب الاموال میں عشور کو غیر مسلمون سے وصول ہونے والے خراج کے تحت بیان کیا گیا ہے(30)

امام ابو یوسف کے ہاں بھی مسلمانوں سے چنگی کے طور پر جو کچھ لیا جائے گا اس کی نوعیت زکوٰۃ کی ہوگی جبکہ ذمی اور حربی افراد سے وصول کی جانے والی چنگی کی نوعیت خراج کو ہوگی۔(31) مسلمان سے لیا جانے والا عشور زکوٰۃ اور ذمی اور حربی سے لیا جانے والا جزیہ میں شمار ہوگا اور انھی مصارف پر خرچ کیا جائے گا(32) عشور کی حیثیت مال فے کی ہے جو غیر مسلموں سے مصالحت کے تحت حاصل کیا جاتا ہے۔ **ذلک کله بمنزلة الفئی لأنه صلح و لیس بمنزلة الصدقة انما هو فئی للمسلمین بمنزلة الخراج والجزیه** (33) علامہ الکاسانی لکھتے ہیں کہ "گزرنے والے تاجر کی تین حالتیں ہیں یا تو وہ مسلم ہوگا، یا ذمی ہوگا اور یا حربی ہوگا۔ اگر گزرنے والا تاجر مسلمان ہے تو عاشر (عشور وصول کرنے والا) اس سے اموال تجارت میں سے ربع العشر (یعنی 1/40) لے گا۔ اس لیے کہ مسلم سے جو لیا جاتا ہے وہ بطور زکوٰۃ لیا جاتا ہے لہٰذا اموال تجارت میں زکوٰۃ کی واجب شدہ مقدار کے مطابق لیا جائے گا یعنی 1/40 اور اسے مصرف زکوٰۃ میں صرف کیا جائے گا اور اس کے مال سے اس سال کی زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔ اور اگر وہ ذمی ہے تو اس سے نصف العشر یعنی 1/20 لیا جائے گا اور شرائط زکوٰۃ پر لیا جائے گا لیکن اسے جزیہ اور خراج کی جگہ صرف کیا جائے گا اور اس وصولی سے اس تاجر پر عائد شدہ اس سال کا جزیہ ساقط نہیں ہوگا لیکن بنو تغلب کے نصاریٰ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اور اگر وہ حربی ہے تو اس سے اتنا لیا جائے گا جتنا وہ (اپنے ملک میں) مسلم تاجروں سے لیتے ہیں اگر معلوم ہو کہ اپنے ملک میں ہم سے 1/40 لیتے ہیں تو ان سے بھی اتنا ہی لیا جائے گا اور اگر وہ 1/20 لیتے ہیں تو ہم بھی 1/20 لیں گے اور اگر وہ 1/10 لیتے ہیں تو ہم بھی 1/10 لیں گے لیکن اگر یہ معلوم نہیں کہ وہ اپنے ملک میں ہم سے کتنا لیتے ہیں تو پھر ان سے 1/10 لیا جائے گا (34) حضرت عمرؓ نے عشور عائد کرتے وقت اس کی شرح خود ہی متعین کر دی تھی کہ ذمیوں سے بیسواں حصہ، مسلمانوں سے ہر چالیس درہم میں سے ایک درہم اور حربیوں سے وہی کچھ وصول کرو جو وہ ہم سے لیتے ہیں(A-34) یحییٰ بن آدم نے بھی یہی بات دہرائی ہے کہ **خذ منهم ‹حربی› اذ دخلوا الینا مثل ذلک العشر، وخذ من تجار اهل الذمه نصف العشر وخذ من المسلمین من مائتین خمسة فما زاد فمن کل اربعین درهما درهم** (35) امام سرخسی لکھتے ہیں۔ "**لاء ن عمر بن الخطابؓ لما نصب العشار قال لهم خذو مما یمربه المسلم ربع العشر و مما یمربه الذمی نصف العشر فقیل له فکم ناخذ مما یمربه الحربی فقال کم یا خذون منا فقالو العشر فقال خذوا منهم العشر** (36) (حضرت عمر بن خطابؓ نے جب عشور جمع کرنے والوں کو مقرر کیا تو انہیں کہا جو مسلمان تمہارے پاس سے گزرے اس سے عشر کا چوتھائی اور جو ذمی گزرے اس سے نصف عشر لینا اور اگر حربی

گزرے تو ان سے اتنا لینا جتنا وہ ہم سے لیتے ہیں، پس فرمایا ان سے دسواں حصہ لینا۔) قاضی ابو یوسف بھی عشور کی یہی شرح بیان کرتے ہیں۔ ''مسلمانوں پر دوسو درہم میں سے پانچ درہم، ذمی پر دس درہم اور حربی پر بیس درہم واجب ہوتے ہیں جب سونے پر چنگی واجب ہو تو اس میں سے بھی اسی حساب سے لیا جائیگا مسلمانوں سے (20 مثقال سونے میں سے) نصف مثقال ذمی سے ایک مثقال اور حربی سے دو مثقال'' (37)

(ii) عشور کا نصاب

محصول عشور کی وصولی کے لیے ضروری ہے کہ مال تجارت دوسو درہم مالیت یا اس سے زیادہ ہو اس سے کم پر عشور وصول نہیں کا جائے گا۔ **ولا یوخذ من أقل من مائتی درھم شیء** (38) اہل مال خواہ مسلمان ہو، ذمی یا حربی۔ اگر عاشر کو دوسو درہم سے کم مال پیش کیا جائے تو اس میں سے وہ کچھ نہیں لے گا۔ اسے لینے کا حق صرف تب ہے جب یہ ثابت ہو جائے کہ اس کے گھر میں اتنا مال اور موجود ہے جو اس کی ضروریات کی تکمیل کے لیے کافی ہے اور جس پر سال گزر چکا اور یہ مال اس کے گھر میں موجود مال کے علاوہ ہے۔ اور جو کچھ اسے پیش کیا گیا وہ نصاب پر پورا نہیں اترتا تو وہ اس میں سے کچھ نہیں لے گا خواہ پیش کرنے والا مسلم ہو یا ذمی اور کتاب زکوٰۃ میں حربی کے لیے بھی یہی حکم ہے۔ (39) تاہم حربی کے حوالہ سے اختلاف پایا جاتا ہے کہ حربی اگر ہم سے دوسو درہم سے کم لیں گے تو ہم بھی ان سے کم لے لیں گے ۔۔۔۔۔۔ اگر وہ ہم سے سارا مال لے لیں گے تو ہم بھی ان سے ایسے ہی لیں گے۔ (40) امام ابو یوسف کے ہاں بھی شرط ہے کہ مال دوسو درہم یا بیس مثقال سونے کی قیمت سے کم نہ ہو۔ ''ہر اس مال تجارت پر جسے لے کر لوگ محصل چنگی کے پاس سے گزریں اور جس کی مجموعی قیمت دوسو درھم یا اس سے زیادہ ہو چنگی لی جانی چاہیے اسی طرح اگر مال کی قیمت بیس مثقال سونے کے برابر ہو تو اس سے چنگی لی جائے گی اور اس سے کم ہو تو نہ لی جائے گی''۔ اور مزید یہ وضاحت بھی کی کہ: ''تاجر اگر بار بار محصل چنگی کے سامنے سے گزرے مگر ہر بار اس کے پاس دوسو درھم سے کم کا مال ہو تو اس سے کچھ وصول نہیں کیا جائے گا چنگی کا حساب لگانے کے لئے مختلف دفعات کے مال کو باہم جمع نہیں کیا جائے گا'' (41) اہل عراق میں سے بعض کا نقطہ نظر یہ ہے کہ ذمی پر عشور کے لئے نصاب کی حد سو درہم ہے اور امام مالک کی رائے ہے کہ ذمی کے لیے نصاب کی کوئی حد نہیں کم یا زیادہ جتنا بھی مال ہو اس پر عشور وصول کیا جائے گا۔ (42) لیکن فقہاء کرام کی اکثریت دوسو درہم پر متفق ہے۔

(iii) عشور کی وصولی

حضرت عمر فاروقؓ نے تاجروں پر محصول عائد کرتے وقت انہیں یہ سہولت دی تھی کہ یہ محصول ان سے سال میں صرف ایک مرتبہ ہی وصول کیا جائے گا۔ **ولا یوخذ منھم فی السنة الا مرة** (43) 'ایک ہی مال پر اس سے سال میں ایک دفعہ سے زیادہ عشور نہیں لیا جائے گا خواہ وہ اسے لے کر کتنی بار ہی آمد و رفت کیوں نہ کرے' (44) ایک نصرانی روم سے اپنے گھوڑے سمیت آیا تا کہ اس کو بیچ سکے اس نے اس کا عشور عاشر کو ادا کیا لیکن پھر وہ اس کو بیچ نہ پایا تو اس نے دارالحرب واپس جانا چاہا تو عاشر نے اس سے پھر محصول طلب کیا اس نے گھوڑا عاشر کے پاس ہی چھوڑا اور مدینہ جا کر عمرؓ سے واقعہ بیان کیا اور جب وہ واپس عاشر کے پاس پہنچا تو عمرؓ کا خط اس سے قبل پہنچ چکا تھا جس میں حضرت عمرؓ نے عاشر کو لکھا: **ان اخذت مرة فلا تاخذ مرة اخریٰ** (45) (اگر تم ایک دفعہ عشور) وصول کر چکے ہو تو دوبارہ مت لو) کتاب الخراج میں ہے کہ اگر وہ نیا مال لے کر آئے تو پھر دوبارہ چنگی لی جا سکتی ہے۔ (46) حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے حکام کو ہدایت کی تھی کہ ''عشور لے لینے کے بعد پھر انہیں رسید لکھ دیا کرو تا کہ اس مال میں سے اس کے منافع پر کوئی زکوۃ ایک سال تک نہ لی جائے لیکن اگر مال کے علاوہ کوئی اور (نیا) مال

لے کر گزرے تو اس پر عشور لیا جائے گا" (47) مؤطا امام مالک میں ہے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے محصل مصر کو لکھا کہ جن سے عشور وصول کر لو انہیں رسید دیا کرو: واکتب لهم بم تاخذ منهم کتاباً مثله من الحول (48) (اور جو کچھ تم لو اس کی رسید تمام سال کے واسطے لکھ دے۔) لیکن حربی کے لیے یہ خصوصی حکم ہے کہ اگر ایک بار چنگی وصول کئے جانے کے بعد وہ دوبارہ دارالحرب واپس چلا جائے اور مہینہ بھر بعد پھر اس کا گزر محصل چنگی کے پاس سے ہو تو اور اگر اس کے پاس بقدر نصاب مال ہے تو پھر چنگی لی جائے گی کیونکہ دارالحرب میں داخل ہوتے ہی دارالاسلام کے قوانین اس پر سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ (49)

(iv) عشور سے مستثنیٰ اشیاء:

(1) عشور صرف مال تجارت پر عائد ہوگا۔

الف۔ محصل چنگی کے یہاں سے گزرنے والے کا مال اگر تجارت کے لیے نہ ہو تو اس پر کوئی محصول عائد نہیں ہوگا۔

ب۔ اگر کوئی مسلمان بھیڑ، بکری، گائے، بیل یا اونٹ لے کر گزرے اور محصل چنگی سے یہ کہے کہ چرنے والے (سائمہ) مویشی نہیں ہیں تو اس سے حلف اٹھوائی جائے گی اور حلف اٹھا لینے پر اسے چھوڑ دیا جائے گا۔

ج۔ اسی طرح اگر کوئی آدمی غلہ لے کر گزرے اور کہے کہ یہ میرے ذاتی کھیت کا ہے یا کھجور لے کر گزرے اور کہے کہ یہ میرے اپنے درختوں کی کھجور ہے تو اس سے چنگی نہیں لی جائے گی۔ چنگی صرف اس مال پر لی جائے گی جس کو تجارت کے لیے خریدا گیا ہو۔ لیکن اگر "حربی اس قسم کا دعویٰ کرے تو اس کی بات تسلیم نہیں کی جائے گی" (50) یہ محصول (عشور) صرف تجارتی اسباب اور کھلی ہوئی چیزوں پر لیا جاتا تھا کسی کے اسباب کی تلاشی کا حکم نہ تھا۔ (51) حضرت عمرؓ نے حکم دیا تھا کہ کسی کی تلاشی نہ لی جائے۔ (52)

2۔ اگر کوئی مسلمان یہ کہے کہ وہ اپنے مال تجارت کی زکوٰۃ ادا کر چکا ہے یا یہ کہ اس کے سامان تجارت پر ایک سال نہیں گزرا ہے تو اس سے عشور وصول نہیں کیا جائے گا ۔ "وہ مقروض ہے یا یہ کہ اس کے مال پر ایک سال نہیں گزرا ہے یا یہ کہ اس کا سامان مال تجارت نہیں ہے اور وہ اس انکار کے لیے قسم اٹھائے اور یہی مثال چرنے والے مویشیوں کے لیے ہے اگر وہ قسم کے ساتھ کہے کہ ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے تو اس سے کچھ بھی نہیں لیا جائے گا۔" (53) امام ابو یوسف کی رائے میں "اگر کوئی محصل چنگی سے حلف اٹھا کر یہ کہے کہ میں نے اس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی ہے تو اس کی بات مان لی جائے گی اور اسے محصول سے بری رکھا جائے گا لیکن اگر کوئی ذمی یا حربی یہ بات کہے تو اسے تسلیم نہیں کیا جائے گا کیونکہ ان پر زکوٰۃ واجب ہی نہیں ہوتی کہ وہ اسے ادا کرنے کا دعویٰ کر سکیں" (54) حضرت عمرؓ اپنے عمال کو ہدایت دے رکھی تھی اگر کوئی زکوٰۃ کے وجوب سے انکار کر دے تو اس کی تفتیش مت کریں بلکہ قسم کے ساتھ اس کی بات مان لیں۔ (55)

3. ذمی اور حربی کے متعلق حکم ہے کہ: "ذمی کی بات کو بھی اسی طرح تسلیم کیا جائے گا جیسے کہ مسلمان کی بات کیونکہ وہ ہمارے ملک میں رہتا ہے لیکن حربی کی بات کو تسلیم نہیں کیا جائے گا بیشک اگر وہ کہتا ہے کہ اس کے مال پر ابھی سال نہیں گزرا تو اس کے اس قول کو قبول نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس کا ہمارے ملک میں قیام ہو سکتا ہے سال نہ ہو، اگر وہ کہے کہ دارالحرب میں اس پر قرض ہے تو اس سے ہمارے ملک میں کچھ طلب نہ کیا جائے اور اگر وہ کہے کہ وہ تجارت کے لیے نہیں آیا حالانکہ وہ ہمارے ملک میں تجارت کے ارادہ سے ہی آیا

ہے۔'' (56) ان سب صورتوں میں اس سے عشور وصول کیا جائے گا۔

4۔ مکاتب اور یتیم کے مال سے عشور وصول نہیں کیا جائے کیونکہ انکے مال پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی ہے۔ **''ولا تجب الزکاۃ فی کسب المکاتب ولا فی مال یتیم''** (57)

5۔ غلام جو اپنے آقا کا مال یا اپنا ذاتی مال لے کر گزرے دونوں صورتوں میں اس مال کی حیثیت یکساں ہے اس سے اس وقت تک چنگی نہیں لی جائے گی جب تک کہ اس کا مالک موجو نہ ہو۔ (58)

6۔ پھلوں پر عشور کی وصولی کے متعلق امام ابو حنیفہ کا خیال ہے کہ اگر کوئی تاجر انار، خربوزہ، ککڑی، سفرجل نامی ایرانی پھل اور انگور اور انجیر تجارت کے لیے خریدتا ہے اور اس کا نصاب بھی پورا ہے تو ان سے عشور وصول نہیں کیا جائے گا بلکہ مالک بذاتِ خود اس کی زکوٰۃ ادا کرے جبکہ صاحبین کا کہنا ہے کہ اگر یہ سب کچھ تجارت کے لیے ہے اور اس پر زکوٰۃ واجب ہے تو اس سے عاشر زکوٰۃ وصول کرے گا''۔ (59) امام ابو یوسف کی بھی یہی رائے ہے کہ اگر پھل تجارت کے لیے اور بقدر نصاب ہو تو عشور وصول کیا جائے گا۔ (60)

7۔ حرام اشیاء کے عشور سے متعلق حکم ہے کہ ان کی قیمت کا حساب لگا کر نقدی میں عشور وصول کیا جائے گا۔ ''جب ذمی لوگ محصل چنگی کے پاس شراب یا سور لے کر آئیں تو ان کی قیمت لگائی جائے گی قیمت کا حساب ذمی لوگ خود لگائیں گے اسی قیمت کے حساب سے ان سے بیسواں حصہ وصول کیا جائے گا اسی طرح اگر حربی لوگ شراب یا سور لے کر گزریں تو ان کی قیمت کا حساب لگا کر اسی حساب سے دسواں حصہ وصول کیا جائے گا''۔ (61)

حوالہ جات

1. ابن منظور الافریقی (م 711ھ)، لسان العرب، دار صادر، بیروت1955, 569:4
2. الزبیدی، محمد مرتضیٰ (م 1205ھ)، تاج العروس، التراث العربی الکویت57:13 / المنجد (عربی اردو)، دارالاشاعت کراچی، ص: 654
3. ابن منظور، م ن، 570:4
4. التھانوی محمد علی بن علی الفاروقی (م 1191ھ)، کشاف اصطلاحات الفنون، سھیل اکیڈمی لاھور 1993، 960:2
5. شامی ابن عابدین، محمد امین (م 1252ھ) حاشیہ ردالمختار علی الدر المختار، بالمطبعة الکبریٰ الا میریہ مصر1343ھ، 40:2
6. ابن منظور، م ن، 570:4
7. ابوعبیدالقاسم بن سلام (م 224ھ) کتاب الاموال، المکتبة العلمیة، لاھور، س۔ن، ص :529
8. ابن منظور، م ن، 570:4
9. ابن خلدون، عبد الرحمن، (م 808ھ)، تاریخ ابن خلدون، نفیس اکیڈمی کراچی 1966، 535:2
10. عبدالنبی کوکب، عشر (مقالہ)، اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب لاہور1976, 347:13
11. الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ (م 279ھ)، صحیح سنن الترمذی، کتاب الزکاة، باب لیس علی المسلمین جزیة، المکتبة الاسلامی بیروت 1988، 197:1
12. ابوداؤد سلیمان بن اشعث (م 275ھ) سنن ابی داؤد، کتاب الخراج والفئی باب فی تعشیر اھل الذ مه اذ اختلفوا بالتجارة دارالفکر بیروت، 169:3
13. الزبیدی، م ن، 57:13
14. ابن منظور، م ن، 570:4
15. الزبیدی، م ن، 45:13
16. التھانوی، م ن، 960:2/ ابن منظور، م ن، 570:4
17. شامی، م ن، 39:2
18. شامی، م ن، 39:2
19. ابن منظور، م ن، 570:4

20. ابن منظور، م ن ، 570:4
21. ابو عبید، م ن ، ص: 528
22. شامی، م ن ، 40:2
23. الزبیدی ، م ن ، 45:13
24. ابو عبید، م ن ، ص: 530
25. ابو عبید، م ن ، ص: 534
26. یحییٰ بن آدم القرشی، (م 203ھ) کتاب الخراج، المکتبة العلمیة لاهور، الطبعة الاولیٰ، ص: 198
26-A. ابو یوسف، یعقوب بن ابراهیم (م 182ھ) کتاب الخراج، المکتبة السلفیة القاهره 1346ھ، ص: 161
27. الکاسانی، علاء الدین ابو بکر بن مسعود (م 578ھ) بدائع الضائع فی ترتیب الشرائع، سید کمپنی کراچی 1910ء، 39:2
28. السرخسی ،شمس الدین ،(م 483ھ) المبسوط، باب العشر، مکتبة التجاریة مکه مکرمه 199:3
29. ایضًا
30. ابو عبید، م ن ، ص: 16
31. ابو یوسف، م ن ، ص :160
32. شامی، م ن ، ص: 40:2
33. یحییٰ بن آدم القرشی، م ن ، ص: 33
34. الکاسانی، م ن، 38-39:2
34-A. ابو عبید، م ن، ص:533
35. یحییٰ بن آدم القرشی، م ن ، ص: 198
36. السرخسی،م ن، 199:3
37. ابو یوسف، ص:159
38. یحییٰ بن آدم القرشی، م ن ، ص: 23
39. السرخسی،م ن، 200:3
40. السرخسی،م ن، 199:3

41. ابو یوسف،م ن، ص:158
42. ابو عبید، م ن ، ص: 535
43. یحییٰ بن آدم ، م ن ، ص: 23
44. ابو عبید، م ن ، ص: 535
45. السرخسی، م ن، 201:3
46. ابو یوسف،م ن، ص:162
47. ابو عبید،ص:538
48. مالک بن انس، (م 179ھ) المؤطا، کتاب الزکاۃ، زکوٰۃ العروض، دارالفکر بیروت۔
49. ابو یوسف،م ن، ص:159 /یحییٰ بن آدم ، م ن ، ص: 198
50. ابو یوسف، م ن،ص:159
51. ابن خلدون عبدالرحمن، (م808ھ)تاریخ ابن خلدون ، مترجم حکیم احمد حسین اله آبادی، نفیس اکیڈمی کراچی1966، 395:1
52. ابو یوسف، م ن،ص:161
53. السرخسی، ام ن، 200:3
54. ابو یوسف، م ن،ص:160
55. السرخسی م ن، 200:3
56. السرخسی م ن، 200:3
57. السرخسی م ن، 200:3
58. ابو یوسف، م ن ،ص:160
59. السرخی،م ن، 205:3
60. ابو یوسف، م ن،ص:160
61. شامی ، م ن ، 43:2

باب دوم

اسلام کے زرعی محاصل (تاریخ کے آئینہ میں)

فصل اول: عہد نبوی ﷺ میں زرعی محاصل

عہد نبوی ﷺ میں پائے جانے والے زرعی محاصل صرف عشر اور خراج ہیں۔ عشر کا تعلق خالص مسلمانوں کے ساتھ ہے جو کہ ان کی زرعی پیداوار پر واجب الادا تھا اور خراج غیر مسلموں کی زرعی زمین کا محصول تھا۔ مکی دور چونکہ ایک تمہید اور تجربہ کا دور تھا مکہ میں جمع شدہ مسلمانوں کی حیثیت کسی قسم کی حکومت کی نہ تھی نہ ہی کوئی سیاسی نظام تھا اور نہ ہی باقاعدہ کوئی مالی نظام وجود رکھتا تھا اس لیے مکی دور میں خراج کی عائدگی اور وصولی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور جہاں تک زکوٰۃ کا تعلق ہے مکی سورتوں میں تقریباً آٹھ مقامات پر لفظ زکوٰۃ آیا اور اکثر و بیشتر نماز کے ساتھ ہی ذکر ہوا اس کے ساتھ ساتھ جا بجا انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب بھی دی گئی چنانچہ انہی احکام کے تحت بوقت ضرورت مال و اسباب جمع کر لیے جاتے تھے اس کے برعکس ہجرت مدینہ کے بعد جب باقاعدہ ایک مسلمان ریاست نبی اکرم ﷺ کے زیر اقتدار وجود میں آئی اور وہ بتدریج مستحکم ہوتی چلی گئی تو محاصل کا نظام بھی اپنے اصول و ضوابط کے ساتھ قائم ہوا جس میں بنیادی اہمیت زکوٰۃ کو حاصل تھی۔ جس طرح نماز کا آغاز اسلام کے ساتھ ساتھ ہوا اور مدینہ میں آکر وہ رفتہ رفتہ تکمیل کو پہنچا اسی طرح زکوٰۃ یعنی مطلق مالی خیرات کی ترغیب تو ابتدائے اسلام ہی سے شروع ہوئی لیکن اس کا پورا نظام آہستہ آہستہ فتح مکہ کے بعد قائم ہوا۔(1)

عشر

زکوٰۃ کی فرضیت کے حوالہ سے عام طور پر علماء کرام کی مجموعی رائے ہے کہ وہ فتح مکہ کے بعد کسی وقت فرض ہوئی تھی۔ تاریخ **طبری** میں ہے کہ زکوٰۃ 2ھ میں فرض ہوئی (2) جب کہ ایک رائے 9ھ کی بھی ہے کہ جب قرآن حکیم کی متعلقہ آیت کریمہ کا نزول ہوا جس کے مطابق خدائے ذوالجلال نے رسول اکرم ﷺ کو حکم دیا تھا کہ **خذ من اموالهم صدقة و تطهر هم و تزكيهم بها** (3) (اور ان کے مالوں سے صدقہ لیجئے اور اس کے ذریعہ ان کو پاک وصاف کیجئے) اور اس آیت کے نزول کے بعد نئے سال یعنی محرم 9ھ میں زکوٰۃ کے تمام احکام و قوانین مرتب ہوئے اس کی وصولی کیلئے تمام عرب میں محصلوں اور عاملوں کا تقرر ہوا۔ (4) لیکن شواہد سے ظاہر ہوتا کہ زکوٰۃ الارض مکی دور میں ہی فرض ہو چکی تھی لیکن معروضی حالات کے پیش نظر اس کا نصاب مقرر ہوا اور نہ شرح اور نہ ہی اسے وصول کیا گیا تھا۔ سورۃ الانعام جو کہ مکی سورت ہے اس میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **واتو حقه يوم حصاده** (5) (اور اس کا حق ادا کرو فصل کاٹنے کے دن) ڈاکٹر حمید اللہ مکی دور میں زکوٰۃ کے وجوب کے لئے لکھتے ہیں کہ قیام مکہ کے دوران 5ء نبوی میں نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو حبشہ کی جانب ہجرت کا حکم دیا مسلمانوں نے وہاں اطمینان حاصل کیا تو کفار قریش کو اس بات کا نہایت صدمہ پہنچا اور انھوں نے عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن العاص کو اپنا سفیر بنا کر حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے پاس بھیجا تا کہ مسلمانوں کو واپس مکہ لایا جائے ان سفیران کے جواب میں نجاشی نے اصحاب رسول ﷺ کو طلب کیا حضرت جعفر بن ابی طالب نے مسلمانوں کی جانب سے جو تقریر کی اس میں یہ بھی شامل تھا کہ اس نبی ﷺ نے ہم پر خدائے واحد کی عبادت، نماز، روزہ اور زکوٰۃ فرض کیا (6) گویا کہ زکوٰۃ مکی دور میں پانچ نبوی کو فرض ہو چکی تھی زکوٰۃ کی ابتداء اور اس کا آغاز اخلاقی اور رضا کارانہ بنیاد پر ہوا رسول اللہ ﷺ کہتے تھے اپنی تجارت، زراعت اور دیگر کمائیوں میں سے خدا کی راہ میں خرچ کرو۔۔۔ زمانہ جاہلیت میں نیک دل شریف اور مخیر لوگ جس طرح اپنا مال خرچ

کرتے تھے وہی اسلامی طریقہ بھی رہا کیونکہ زمانہ جاہلیت کی ہر اچھی چیز کو اسلام نے برقرار رکھا بلکہ اس کی تاکید بھی کرتا ہے (7) مکہ میں زکوٰۃ کے حدود و قیود مقرر نہیں کیئے گئے تھے بلکہ افراد کی ایمانی اور اخلاقی حس پر چھوڑ دیا گیا تھا اور کبھی تھوڑا مال بھی کافی ہو جاتا اور کبھی ضرورت کثیر مال کی بھی متقاضی ہوتی۔(8) مکی دور میں زرعی محاصل کے عدم وجود کا ایک سبب یہ تھا کہ مکہ ایک بے آب وگیاہ علاقہ تھا جہاں کاشتکاری نہیں ہوتی تھی بلکہ وہاں کے رہنے والوں کا پیشہ تجارت اور گلہ بانی تھا۔ قرآن حکیم میں بھی مکہ کو **واد غیر ذی زرع** (9) کہا ہے یعنی ایسی وادی جہاں زراعت ممکن نہیں جہاں کھیتی نہیں ہے لغت میں ''وادی'' پہاڑی نالے کو کہتے ہیں پھر (توسیع استعمال کے بعد) چند پہاڑوں یا ریت کے ٹیلوں کے درمیان میدان پر اس لفظ کا اطلاق ہونے لگا مکہ کی بستی بھی ایسے ہی میدان میں تھی جو پہاڑوں سے گھرا ہوا تھا چونکہ یہ وادی پتھریلا علاقہ تھا نا قابلِ روئید گی تھا اس لیے اس کو غیر ذی زرع فرمایا (10) مزید یہ کہ عشر سے متعلق کلی حکم تدریجی اور اجمالی تھا جس نے مدینہ منورہ میں عملی صورت اختیار کرنا تھی۔

13 نبوی میں مسلمانوں نے یثرب کی جانب ہجرت کی۔ یہ شہر ''**مدينة الرسول**'' کہلایا اور اسلامی ریاست کا قیام عمل میں آیا اس وقت مدینہ کی آبادی تین اہم حصوں پر مشتمل تھی مہاجرین، انصار اور یہود مدینہ مکہ مکرمہ کے برعکس مدینہ اور اس کے اطراف میں کھیتی باڑی موجود تھی مدینہ، طائف اور نجد سرسبز و شاداب علاقے تھے۔ بنو نضیر اور بنو قریظہ وغیرہ اور متعدد دوسرے یہودی قبیلے زراعت پیشہ تھے ان کے مدینہ اور حوالی مدینہ میں کھجوروں اور پھلوں کے باغات اور کھیت تھے۔ بنی نضیر کا مخریق نامی ایک شخص جو بڑا عالم اور دانشمند تھا اسلام لایا تو اس نے اپنا سارا مال نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا جو کہ سات حوائط تھے (حوائط حائط کی جمع ہے اس سے مراد ایسا باغ ہے جس کے گرد دیوار کھینچی ہوئی ہو) (11) مسلمانوں میں سے قبیلہ خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ خاصے دولت مند تھے وہ کافی باغات اور زرعی زمینوں کے مالک تھے اور ان کی ماں ام سلیم نے مسلمانوں کو کھجور کے درخت ہبہ بھی کیئے تھے (12) اور خود سعد بن عبادہؓ نے اپنی ماں کی طرف سے اپنا باغ مخراف نامی صدقہ کر دیا تھا۔(13) صحیح بخاری کی روایت کے مطابق حضرت جابرؓ بن عبداللہ انصاری کا مدینہ میں کھجور کا ایک بڑا باغ تھا جس سے کافی آمدنی ہوتی تھی اس کے علاوہ متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ اور حوالی مدینہ میں انصار کے بڑے بڑے کھیت تھے (13-A) الغرض مدینہ کے انصار کسان اور زراعت پیشہ تھے۔(14) ان حالات میں سورۃ البقرہ کی آیت مبارکہ 2ھ میں نازل ہوئی۔ **وانفقوا من طيبت ما كسبتم و مما اخرجنا لكم من الارض** (15) (جو عمدہ اور پاکیزہ مال تم کماتے ہو اور جو چیزیں ہم تمہارے لیے زمین میں سے نکالتے ہیں ان میں سے (راہ خدا میں) خرچ کرو) اس آیت کریمہ کی روشنی میں دو قسم کے اموال پر صدقہ (زکوٰۃ) لازم ٹھہرایا گیا۔

i) **مما اخرجنا لكم من الارض** کے تحت زرعی پیداوار

ii) **مما كسبتم** کے تحت دیگر وسائل آمدن

علامہ سرخسی اس کی وضاحت کرتے ہیں کہ **المراد بالكسوب مال تجارت ففيه بيان زكاة التجارة و المراد بقوله و مما اخرجنا لكم من الارض العشر** (16) (کمائی سے مراد سامان تجارت ہے پس سامان تجارت میں زکوٰۃ کا بیان ہے اور **مما اخرجنا لكم من الارض** سے مراد عشر ہے)

تاریخی شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوی ﷺ میں صدقات (عشر) کی وصولی کا باقاعدہ آغاز 7ھ سے ہو گیا تھا بنو مصطلق کا قبیلہ 5ھ میں اسلام لایا تھا۔ اور نبی اکرم ﷺ نے اسلام لانے کے دو سال بعد ولید بن عقبہ اموی کو اس قبیلے کا عامل صدقات مقرر کیا تھا اس لحاظ سے حضرت ولید اموی کے تقرر کا زمانہ 7ھ بنتا ہے (17) حضرت عمرو بن العاص کی عمان کو بطور عامل صدقات روانگی 8ھ کو فتح مکہ کے فوراً بعد ہوئی تھی اور آپ وفات رسول ﷺ تک وہاں مقیم رہے (18) خالد بن ولید اور عثمان بن طلحہ العبدی حبشہ سے رسول اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے وہ

صفر 8ھ میں مسلمان ہوئے تھے رسول اللہ ﷺ نے ابوزید سے فرمایا تھا مسلمانوں سے صدقہ لو اور مجوسیوں سے جزیہ (19) یعنی کہ عشر کی وصولی کا آغاز 9ھ سے قبل ہی ہو چکا تھا عشر کا نصاب اور شرح نبی اکرم ﷺ نے خود متعین فرمائی تھی (دیکھئے باب اول) اور اسی کے مطابق مسلمانوں سے عشر وصول کیا جاتا تھا اور 9ھ میں تو آپ ﷺ نے باقاعدہ سرکاری طور پر محصلین کا تقرر اور عشر کی وصولی کی تھی۔

خراج:

ماہ صفر 7ھ میں غزوہ خیبر ہوا (20) اور خیبر کے یہودی مزارعین نے اپنی پیداوار کا نصف جو اصطلاحاً اور معناً خراج تھا نبی اکرم ﷺ کو ادا کیا تھا، اور اس سے حکومت کی آمدنی میں ایک اور مد کا اضافہ ہوگیا خیبر مدینہ کے شمال میں تقریباً ایک سو میل کے فاصلہ پر ایک بڑا شہر تھا یہاں قلعے بھی تھے اور کھیتیاں بھی۔۔۔خیبر سازشوں اور دسیسہ کاریوں کا گڑھ، فوجی انگیخت کا مرکز اور لڑانے بھڑانے اور جنگ کی آگ بھڑکانے کی کان تھا۔ اس لیے سب سے پہلے یہی مقام مسلمانوں کی نگہ التفات کی مستحق تھا۔ (21) چنانچہ مقام حدیبیہ سے واپس آکر نبی اکرم ﷺ اوائل محرم تک مدینہ میں مقیم رہے محرم کے آخری دنوں میں خیبر کے جہاد کا قصد کیا اور مدینہ میں نمیلہ بن عبداللہ لیثی کو حاکم مقرر کیا (22) اور چار ہزار چار سو پیادے اور دو سو سواروں کی جمعیت کے ساتھ خیبر کی طرف پیش قدمی کی۔۔۔ نبی اکرم ﷺ نے خیبر کے قلعوں پر حملے شروع کر دیئے اور ان کو یکے بعد دیگرے فتح کرنے لگے۔ (23) یہ خیبر کل آٹھ قلعوں پر مشتمل تھا جن میں سے چھ قلعے تو بزور فتح ہوئے اور دو مصالحت سے فتح ہوئے۔ (24) یہ دو قلعے وطیح اور سلام تھے جب محاصرہ کے نتیجہ میں ان قلعوں والوں کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا تو تب انہوں نے آنحضور ﷺ کو پیغام بھیجا کہ ہم وہاں سے چلے جاتے ہیں آپ ہماری جان بخشی کریں نبی اکرم ﷺ نے اس بات کو منظور فرمایا۔ (25) نبی اکرم ﷺ یا آپ کے صحابہ کے پاس اس قدر آدمی بھی نہ تھے جو یہ ذمہ داری اٹھا سکتے چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے یہ علاقہ اس شرط پر ان کے سپرد کر دیا کہ اس زمین سے جو پیداوار ہوگی اس کا نصف مسلمانوں کو اور نصف انہیں ملے گا جب تک آپ ﷺ چاہیں گے یہ لوگ یہاں آباد رہیں گے۔ (26) دیگر بنیادی ماخذ میں بھی یہ تفصیل بیان ہوئی ہے کہ خیبر والوں کو جان سے امن ملا تو انہوں نے حضور ﷺ کو پیغام بھجوایا کہ ہم کو ہمارے باغوں اور کھیتی باڑی پر برقرار رکھیں ہم نصف حضور ﷺ کو خراج میں دیا کریں گے اور نصف اپنی محنت کا حق سمجھ کر لیں گے اور ہم کو اس کام کی بہت واقفیت ہے اور زمین کو درست کرنے اور قابل زراعت بنانے میں ہم بڑے تجربہ کار ہیں چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے اس بات کو منظور کر لیا۔ (27) یہ عہد نبوی ﷺ کا پہلا معاملہ خراج تھا جو کہ خیبر کے یہود سے طے ہوا اور یہ خراج مقاسمہ کی قسم سے متعلق تھا جس میں معاملہ پیداوار کی بٹائی پر طے ہوتا ہے۔ امام ابو یوسف لکھتے ہیں: ''نبی اکرم ﷺ نے خیبر کو بزور قوت فتح کیا تھا لیکن آپ ﷺ نے اس پر کوئی متعین خراج نہیں عائد کیا تھا بلکہ یہود کے ساتھ نصف پیداوار پر بٹائی کا معاملہ کر لیا (28) لیکن سیرت ابن ہشام میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بزور تلوار فتح ہونے والے قلعوں کے مال غنیمت میں سے خمس یعنی خدا، رسول، ذوی القربیٰ، یتامیٰ اور مساکین کا حصہ نکالا اور باقی مال مجاہدین میں تقسیم کر دیا (28-A) اور جو لوگ اپنا مال و اسباب چھوڑ کر جلاوطنی پر آمادہ ہوئے۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا اگر تم کو ہم تمہارے باغوں اور مالوں پر قائم رکھیں اور پیداوار نصف تمہاری اور نصف ہماری ہو تو تمھیں منظور ہے یا نہیں یہود نے کہا ہمیں منظور ہے اور حضور ﷺ نے یہ شرط بھی کر لی کہ جب ہم چاہیں گے تم کو یہاں سے نکال دیں گے یہود نے منظور کیا (29) ابن خلدون بھی تقریباً یہ بات بیان کرتے ہیں۔ ''خیبر کے قلعات بعض بزور تیغ مفتوح ہوئے اور بعض صلح و امن سے جو قلعے صلح و امن سے فتح ہوئے ان کے رہنے والے یہودیوں سے طے پایا کہ نصف پیداوار اور زراعت و کھجور وغیرہ مسلمانوں کو خراج دیا کریں اور نصف خود لیا کریں اور جب موصوف (عمرؓ) کو یہ معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے مرض الموت میں ارشاد فرمایا تھا **لا یبقی دینان بارض**

العرب (سرزمین عرب میں دو دین باقی نہ رہیں گے) تو انہوں نے خیبر کے یہودیوں کو جلاوطن کر دیا مسلمانوں نے ان کے مال واسباب کو لے لیا خیبر کا مال غنیمت جو آنحضرت ﷺ کی موجودگی میں فتح ہوا تھا آخر زمانہ خلافتِ ثانی میں تقسیم ہوا۔ (30) خیبر سے متعلق حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت صحیح بخاری میں موجود ہے آپ نبی اکرم ﷺ نے خیبر یہودیوں کو "آدھی پیداوار پر دے دیا تھا چنانچہ یہ اجارہ نبی اکرم ﷺ اور ابو بکرؓ وعمرؓ کے ابتدائی زمانہ خلافت تک قائم رہا۔ (31) عہد نبوی میں معاہدہ کے مطابق یہودی زمین اور باغ پر قابض ہوئے حضرت عبداللہ بن رواحہ زمین وباغ کی پیداوار کا ان کے سامنے اندازہ کرتے اور مسلمانوں کا حصہ وصول کر لیتے۔ (32) خیبر کے بعد فدک، تیماء اور وادی القریٰ وغیرہ کو بھی اس سلسلہ سے منسلک کر دیا گیا۔ (33) جب اہل خیبر سے یہ معاملہ طے کر لیا تو باشندگان فدک کو بھی خبر ملی پھر جب رسول اللہ ﷺ نے محیصہ بن مسعود کو ان کے پاس بھیجا تو انہوں نے بھی وہی معاملہ طے کر لیا جو باشندگان خیبر نے کیا تھا اس شرط کے ساتھ کہ آپ ﷺ ان کی حفاظت فرمائیں گے اور ان کا خون نہ بہائیں گے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اہل خیبر کی طرح ان کے معاملہ کو برقرار رکھا فدک رسول اللہ کی ملکیت قرار پایا کیونکہ مسلمانوں نے اونٹ گھوڑے نہیں دوڑائے تھے۔ (34) الماوردی بھی یہی بات دہراتے ہیں خیبر کی فتح کے بعد اہل فدک آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور محیصہ بن مسعود کی سفارت سے اس شرط پر مصالحت کر لی کہ نصف آپ کے اور نصف اہل فدک کے۔۔۔۔ وادی قریٰ کے یہودیوں نے بھی نصف (پیداوار) پر مصالحت کر لی (35) ان شواہد کی بناء پر یہ کہنا جائز اور مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوی ﷺ میں خراج کی وصولی کا آغاز 7ھ میں فتح خیبر سے ہوا۔

عمال ومحصلین کا تقرر (عشر وخراج)

صدقات ومحاصل کی وصول یابی کا گہرا تعلق وصول کرنے والے افسران کی تقرری کے نظام سے تھا محاصل کے جمع ووصولی کا ایک الگ جامع اور مکمل نظام تھا جو عہد نبوی ﷺ میں وجود میں آیا اور رفتہ رفتہ تکمیل کے مدارج طے کرتا ہوا کمال کو پہنچا عشر وخراج کی وصولی کے لئے خاص افسر مقرر کئے جاتے تھے سب سے معروف لفظ "عمال" تھا یہ لفظ عمومی معنوں میں استعمال ہوتا ہے جس سے مراد محاصل وصول کنندہ کے علاوہ گورنر، والی، منتظم، سرکاری افسر وغیرہ سبھی کچھ ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر اصطلاحوں اور الفاظ میں شامل ہے مصدّق (صدقہ وصول کرنے والا) محصل (محاصل وصول کرنے والا) اور ساعی (محاصل وصول کرنے کے لئے بھاگ دوڑ کرنے والا) اور عہدہ اس قدر اہم تھا کہ نبی اکرم ﷺ نے ایسے عامل کو جو صدقات کی تحصیل پر مقرر کیا جاتا ہے اور پھر وہ نہایت ایمانداری سے اپنا فرض ادا کرتا ہے کو راہ خدا کا غازی اور مجاہد قرار دیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا **العامل اذا استعمل فاخذ الحق لم یزل کا لمجاهد فی سبیل الله حتی یرجع الی بیته** (36) (جب کوئی عامل مقرر کیا جاتا ہے پھر وہ حق کے ساتھ (یعنی نصاب کے مطابق لینا اور شرح سے تجاوز نہ کرنا) لیتا ہے اور حق کے ساتھ ہی تقسیم کرتا ہے تو وہ راہ خدا میں جہاد کرنے والے کی مانند ہے جب تک کہ وہ اپنے گھر واپس لوٹ کر نہیں آتا)

عہد نبوی میں مختلف علاقوں کے لئے محصل کا تقرر نبی اکرم ﷺ خود کرتے تھے اور وہ محاصل کی وصولی اور انھیں مرکز (مدینہ) میں پہنچانے کے ذمہ دار ہوتے تھے مثال کے طور پر نبی اکرم ﷺ سعد بن ہذیم کو جو قضاعہ میں سے تھے اور خدام کو ایک فرمان میں صدقہ وزکوۃ کے فرائض کی تعلیم دی اور حکم دیا کہ یہ لوگ صدقہ وخمس آنحضور ﷺ کے قاصد ابی وعنبسہ یا جس کو یہ دونوں بھیجیں اس کو دے دیا کریں۔ (37) نبی اکرم ﷺ نے 10ھ میں بنی الحارث کے قبول اسلام پر بنی النجار کے عمرو بن حزم الانصاری کو ان کا والی مقرر کیا تا کہ یہ ان کو دین کی تعلیم دیں سنت رسول بتائیں، ارکان اسلام سے آگاہ کریں اور ان سے صدقات وصول کریں نبی اکرم ﷺ نے عمرو بن حزم الانصاری کے تقرر نامہ میں مویشیوں اور اراضی کی پیداوار کی

زکوٰۃ کی شرح وضاحت سے بیان کی تھی۔کہ ''مال غنیمت میں سے اللہ کا خمس وصول کریں اور زمینوں میں سے بقدر لگان عشر وصول کریں لگان کی یہ مقدار ان زمینوں سے متعلق ہے جو بارش یا چشمے سے سیراب ہوتی ہوں جو ڈول سے سیراب ہو اس میں نصف عشر ہے''(38) حضرت معاذ بن جبل کو الجند کا والی مقرر کیا اور الیمن کی فصل خصومات اور تحصیل صدقات کا کام بھی انھیں کے سپرد فرمایا (39) طے کے مقامی عامل صدقات حضرت عدی بن حاتم نبی اکرم ﷺ کے اہم اور ممتاز عمال میں سے تھے حضرت عدی اپنے اسلمی ہم عہدہ کی مانند اپنی قوم طے کے صدقات کے علاوہ اپنے قریبی پڑوسیوں بنو اسد اور خزیمہ کے صدقات کے بھی عامل تھے۔(40) غزوہ تبوک سے واپسی پر 9ھ کے آخر رمضان میں زرعہ ابن ذی یدن کی طرف سے مالک بن مرۃ الرہادی نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر بت پرستی سے بیزاری اور اسلام کا اظہار کیا آپ ﷺ نے معاذ بن جبلؓ کو اس کے قاصد مالک بن مرہ کے ہمراہ صدقات جمع کرنے اور ارکان دین سکھانے کے لیے بھیجا۔(41) کتاب الاموال میں اس کے متعلق مزید تفصیل ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے قاصد کو ایک خط دیا جس میں لکھا تھا کہ ''جب تمہارے پاس میرے فرستادہ محصلین پہنچیں تو میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ ان کے ساتھ بہتر سلوک کرنا یہ فرستادہ معاذ بن جبلؓ، عبداللہ بن رواحہ، مالک بن عبادہؓ عتبہ بن نیار، مالک بن مرارہ اور ان کے ساتھی ہیں تم اپنے پاس کا جزیہ وصدقہ اکٹھا کر کے میرے محصلین کے حوالہ کر دو ان کے امیر معاذ بن جبل ہیں پوری کوشش کرنا کہ وہ تمھارے پاس سے راضی خوشی پلٹیں۔(42) 10ھ میں ملوک کندہ کا وفد آیا اور اسلام قبول کر کے سعد بن عبادہؓ کے ہاں بغرض تعلیم قرآن وفرائض اسلام ٹھرا ر ہا واپسی کے وقت آپ ﷺ نے فروہ بن مسیک مرادی کو مراد وزبید وفرج (مختلف جگہوں کے نام) کا عامل مقرر فرمایا اور حضرت خالد بن سعید العاصی کو ان کے ہمراہ صدقات وصول کرنے کو بھیجا چنانچہ حضرت خالد بن سعید آنحضور ﷺ کی وفات کے وقت تک اسی قوم میں اسی کام پر مامور رہے۔(43) ابن خلدون لکھتے ہیں ''عدی بن حاتم بنو طے سے صدقات وصول کرنے اور اسد ودمالک بن نویرہ صدقات بنوحنظلہ پر اور علاء الحضرمی بحرین کی طرف اور حضرت علی بن ابی طالب نجران کی جانب صدقات وجزیہ (خراج) وصول کرنے کو بھیجے گئے تھے۔(44) زیاد بن لبید بیاضی انصاری کو شہر حضرموت کے صدقات کی تحصیل کے واسطے روانہ کیا مالک بن نویرہ یدبوعی کو بنی حنظلہ کی طرف زبرقان بن بدر اور دوسری طرف قیس بن عاصم (45) اہل یمن کو آپ ﷺ نے حکم دیا تھا کہ وہ زکوٰۃ اور جزیہ جمع کریں اور اسے معاذ بن جبل اور مالک بن مرارہ کے سپرد کریں (46) نبی اکرم ﷺ نے مندر بن ساویٰ کو ایک پیغام پہنچایا کہ جو تمہارے پاس جمع ہے وہ ان دونوں کے سپرد کر دو آپ ﷺ نے علاء بن حضرمی کو بھی ہدایت کی کہ انہی دونوں کے ہاتھ جمع صدقہ وعشر بھی بھجوا دیں (47) الغرض عہد نبوی میں محصلین کے تقرر کا باقاعدہ نظام موجود تھا اور ان کی تعداد کے بارے میں مختلف ماخذ میں معلومات ملتی ہیں مثلاً طبقات ابن سعد میں آٹھ عمال کے نام اور علاقے درج ہیں (48) البلاذری نے اکیس نام گنوائے ہیں (49) الرحیق المختوم سولہ تحصیلداران زکوٰۃ کا ذکر کرتے ہیں (50) لیکن درحقیقت عہد رسالت میں عاملین صدقات کی تعداد اتنی تھی جتنی کہ عرب کے مسلم قبائل اور ان کے اہم خاندانوں کی تھی۔ نقوش رسول نمبر جلد 12 میں ضمیمہ دو اور تین کے تحت بھی عہد نبوی کے عاملین ومحصلین کی نہایت جامع فہرستیں دی گئی ہیں (51)

عمال ومحصلین کا محاسبہ:

جب عاملین صدقات ومحاصل اپنے اپنے علاقوں سے صدقات لے کر مدینہ منورہ پہنچتے تو ان کا باقاعدہ ''محاسبہ'' ہوتا تھا اور نبی اکرم ﷺ ان سے پورا پورا حساب لیتے تھے صحیح بخاری کی روایت ہے: **استعمل رسول اللہ ﷺ رجلاً من الا سد علی الصدقات بن سلیم یدعی ابن اللتیبۃ فلماجاء حاسبہ** (52) (نبی اکرم ﷺ نے قبیلہ اسد میں سے ایک شخص کو جسے ابن التیبہ کہا جاتا تھا بنی سلیم کی زکوٰۃ پر مقرر کیا جب وہ واپس آیا تو آپ ﷺ نے اس سے حساب لیا۔) صحیح مسلم میں یہ حدیث مبارکہ مزید وضاحت کے ساتھ

آئی ہے کہ جب ابن اللتبیہ اپنے علاقہ سے صدقات لے کر مدینہ پہنچے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا ''وہ آپ کے لیے ہے اور یہ مجھے تحفہ دیا گیا ہے'' آپ ﷺ نے ان کو سخت سرزنش کی اور فرمایا: **فهلاّ جلس فی بیوت ابیه او بیت امه فینظر یهدیٰ له ام لا** (53) (تم اپنے باپ یا ماں کے گھر کیوں نہ بیٹھ رہا پھر دیکھتا تحفہ بھیجا جاتا ہے یا نہیں) اس کا مطلب صاف تھا کہ عامل موصوف کو جو کچھ ''تحفہ'' میں حاصل ہوا تھا دراصل ان کے عہدے کے سبب تھا اور اس میں سے رشوت کی بُو آتی تھی اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے دوران تقرری یا عہدہ نوازی لوگوں سے تحائف وصول وقبول کرنے سے منع فرمایا تھا۔

ہدایات برائے عمال و محصلین:

تمام محصلین صدقات و محاصل کو عموماً ایک پروانہ تقرری ملتا تھا جس میں نہ صرف عاملین کے لیے ہدایات واحکام درج ہوتے تھے بلکہ ان لوگوں کے لئے بھی ہدایات درج ہوتی تھیں جن کے پاس وہ بھیجے جاتے تھے۔ ان میں عشر وخراج، ان کی شرح اور نصاب کی تفصیل کے علاوہ عمال کے لیے اخلاقی ہدایات بھی درج ہوتی تھیں مثلاً

i) افسران مال کو یہ حکم تھا کہ وہ لوگوں کی دولت خواہ مویشیوں کی شکل میں ہو یا نقد وجنس کی صورت میں، کا بہترین حصہ وصول نہ کرے کہ'' نبی اکرم ﷺ نے ان محصلین کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ معمولی مال ان سے لیں اور اچھا مال لینے سے پرہیز کریں۔ (54) حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن بھیجتے وقت یہ بھی ہدایت کی تھی کہ'' دیکھو لوگوں کے عمدہ اور پسندیدہ اموال کو ہاتھ نہ لگانا'' (55)

ii) نبی اکرم ﷺ کو اس امر کا بڑا خیال رہتا تھا کہ عہدیدار فرائض کی بجا آوری صحیح طریقہ سے کریں لوگوں پر ظلم وستم نہ کریں۔ عوام کا استحصال نہ ہو۔ واجب صدقہ رقم، مقدار یا تعداد سے زیادہ وصولی نہ کیا جائے وصولی کے لیے ناجائز طریقے اختیار نہ کئے جائیں اور وہاں کے باشندے ان کے اخلاق سے شاکی نہ ہوں یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کی جانب روانہ کیا تو فرمایا تھا: **یسرا لا تعسرا و بشرا ولا تنفرا و تتطاوعا** (56) (تم لوگوں کو آسانی کرنا اور سختی نہ کرنا لوگوں کو خوش خبری دینا نفرت نہ دلانا اور ایک دوسرے کا کہا ماننا۔) آپ ﷺ نے وصول صدقات میں زیادتی کرنے والے کو وعید بھی سنائی ہے فرمایا: **المعتدی فی الصدقة کما نعها** (57) (صدقات میں زیادتی کرنے والا (یعنی حق سے زیادہ وصول کرنے والا) ایسے ہی ہے جیسے کہ صدقات کو روک لینے والا)۔

iii) ان کو یہ بھی حکم تھا کہ وہ لوگوں کے چراگاہوں اور گھروں سے صدقہ وصول کریں یعنی عاملین صدقات خود محاصل دہندوں کے پاس جایا کریں اور ان کو اپنے پاس پڑاؤ پر آنے کی زحمت نہ دیا کریں خصوصاً مویشیوں کی زکوٰۃ کے متعلق فرمایا کہ زکوٰۃ ان کے گھاٹوں اور ان کے مکانوں سے ملے ہوئے باڑوں سے وصول کی جائے گی۔ (58) زکوٰۃ وصول کرنے والے کو یہ حق نہیں کہ وہ کسی چراگاہ کے علاوہ کہیں اور زکوٰۃ وصول کریں (59) آپ ﷺ نے مزید ہدایات دیتے ہوئے فرمایا: مالک کو جائز نہیں کہ وہ دھوکا دے اور جانوروں کو (حساب کے وقت) ہنکا دے (وصول کرنے والے کو) مناسب نہیں کہ رسی سے باندھ کر بلوائے اور (اپنے پڑاؤ پر) جانوروں کو منگوائے (مالک کو بھی) جائز نہیں کہ آمیزش کرے (60) یعنیکہ محصل کے لیے لازمی ہے کہ جہاں جانور چر رہے ہیں وہاں جا کر شمار کر کے صدقہ کا حساب کرے اپنے پڑاؤ پر جانوروں کو نہ منگوائے اور مالک مویشی کو بھی لازم ہے کہ مال چھپانے کی کوشش نہ کرے۔

مکتوبات رسول میں تذکرہ عشر وخراج:

عہد نبوی میں عشر وخراج کے ارتقاء اور تکمیل کے دیگر شواہد میں نبی اکرم ﷺ کے مختلف مکتوبات گرامی بھی شامل ہیں جو بلا شبہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ دور نبوی میں عشر وخراج باقاعدہ ایک ''قانونی محاصل'' کی شکل اختیار کر چکے تھے۔ عشر کے حوالہ سے نبی اکرم ﷺ کے خطوط نہ صرف اس کو بطور مذہبی فریضہ ثابت کرتے ہیں بلکہ عشر اور نصف العشر کی مقرر کردہ شرحوں اور تناسب کا بھی برملا ذکر کرتے ہیں اہل عمان اور بحرین کو آپ ﷺ نے جو خط لکھا اس کا مندرج یہ تھا کہ ''اگر یہ لوگ مندرجہ ذیل امور کی پابندی کریں گے تو مسلمان ہیں ان کا ذاتی مال ومتاع اور ان کے معبدوں کے خزانوں سے کوئی تعارض نہ ہوگا:

1۔ خدا اور رسول پر ایمان لائیں

2۔ نماز قائم کریں

3۔ زکوٰۃ دیں

4۔ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں

5۔ حق نبی ﷺ ادا کریں

6۔ جملہ واجب شدہ احکام کی پابندی کریں

7۔ خرما میں سے دسواں حصہ ادا کریں

8۔ غلہ میں سے بیسواں حصہ ادا کریں

9۔ مسلمانوں پر ان کی اور ان پر مسلمانوں کی نصرت وہمدردی واجب ہے۔ (61) علاء بن حضرمی کو اہل عمان کے پاس دعوت اسلام دینے کے لیے بھیجا تو ان کے نام ایک فرمان تحریر فرمایا جس میں اونٹ، گائے، بکری، پھل اور مال کے فرائض (زکوٰۃ) تحریر فرمائے علاء نے آپ ﷺ کا فرمان لوگوں کو سنایا اور اسی کے مطابق زکوٰۃ وصول کی (62) سیرت ابن ہشام میں مذکور اس مکتوب کے متن کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک خدا نے اپنی ہدایت تمہارے شامل حال فرمائی اب تم پر لازم ہے کہ نیک کام اختیار کرو اور خدا اور رسول کی اطاعت میں سرگرم رہو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور جو مال غنیمت تم کو حاصل ہو اس میں سے پانچواں حصہ خدا اور رسول اللہ ﷺ کا نکالو اور نہری اور بارانی زمینوں میں سے عشر اور چاہی میں سے نصف عشر ادا کرو اور چالیس اونٹوں میں سے ایک اونٹ کا بچہ اور تیس میں سے ایک اونٹنی کا بچہ اور پھر ہر پانچ اونٹوں میں سے ایک بکری زکوٰۃ دیا کرو اور چالیس گائیوں میں سے ایک گائے اور تیس گائیوں میں ایک گائے کا بچہ ادا کرو اور چالیس بکریوں میں سے ایک بکری دیا کرو بشرطیکہ یہ سب جانور جنگل میں چرتے ہوں یہ خدا کا فریضہ ہے جو اس نے مسلمانوں پر قائم کیا ہے اور جو اس سے زیادہ دے وہ اس کے واسطے بہتر ہے اور جو فقط اسی کو ادا کرے گا اور اسلام پر قائم رہ کر مسلمانوں کی مشرکوں کے مقابلہ میں مدد کرے گا اس کے واسطے وہی منافع میں جو دونوں کے واسطے ہیں اور وہی سزائیں ہیں جو ان کے واسطے ہیں زرعہ ذویزن کو معلوم ہو کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے بھیجے ہوئے لوگ جب تمہارے پاس پہنچیں تو تم انے ساتھ اچھا سلوک کرنا یہ لوگ معاذ بن جبل، عبداللہ بن زید، مالک بن عبادۃ، عقبہ بن نمر، مالک بن مرہ اور ان کے ساتھی ہیں اور امیر ان سب معاذ بن جبل ہیں جب یہ لوگ تمہارے پاس پہنچیں تو تم زکوٰۃ اور جزیہ اپنے لوگوں سے وصول کر کے ان لوگوں کے ہاتھ میرے پاس روانہ کردو اور ان لوگوں

کو اپنے سے راضی رکھنا اور یہ جان لو کہ زکوٰۃ محمد ﷺ اور اہل بیت محمد ﷺ کے واسطے حلال نہیں ہے یہ غریب مسلمانوں اور مسافروں کا حق ہے۔ (63) اس مکتوب میں ایمان کی شہادت کا لازمی حصہ پھل اور فصل کی زکوٰۃ کو قرار دیا گیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے شاہان یمن کے خطوط کے جواب میں جو گرامی نامہ لکھا تھا اس میں زمین کی پیداوار پر عشر اور نصف کے علاوہ مویشیوں کی شرحیں بھی بیان کی گئی ہیں آپ ﷺ نے قبیلہ لخم کی شاخ حدس کو جو خط لکھا اس میں صدقات کی ادائیگی میں یقیناً زرعی زکوٰۃ بھی شامل تھی آپ ﷺ نے فرمایا، قبیلہ لخم کی شاخ حدس میں سے جو شخص مسلمان ہو جانے کے ساتھ نماز قائم کرے اور ادائے زکوٰۃ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا حصہ ادا کرے تب اس کی جان و مال اور آبرو کی حفاظت کے لیے اللہ اور محمد ﷺ کی ذمہ داری ہے۔ (64) اس فرمان کو عبداللہ بن زید نے لکھا تھا۔ (65)

عشر کے علاوہ نبی اکرم ﷺ کے مکتوبات گرامی سے ثابت ہوتا ہے کی آپ ﷺ نے جن غیر مسلم قبائل کو امان دی تھی آپ ﷺ ان سے خراج کا مطالبہ بھی کرتے ہیں آپ ﷺ نے اہل قضاہ اور بنی جنبہ کے لیے جو امان لکھی اس کی ایک شق یہ بھی تھی کہ: رسول اللہ ﷺ نے تمہارے لئے اجناس، اسلحہ اور غلاموں کی جو حد بندی کر دی ہے اس سے سوا جملہ اسلحہ جات، خدا کے رسول کے مقرر کردہ محاصل ان کے حوالہ کر دو اور مندرجہ ذیل اشیاء میں سے چوتھائی اجناس سرکاری مالگزاری میں جمع کروادو:۔

الف) کھجوروں کی پیداوار میں سے

ب) شکار کردہ مچھلی میں سے

ج) عورت کے ہاتھ سے کتے ہوئے سوت سے

ان کے عوض یہ مراعات حاصل ہوں گی:

الف) جزیہ کی مطلق معافی

ب) ہر قسم کی سرکاری بیگار سے نجات (66)

فتوح البلدان میں اس کا زمانہ ۹ھ لکھا ہے اور لفظ قضا کی بجائے مقنا اور حبیبہ کے الفاظ ہیں یہ امان حضرت علی بن ابو طالب نے ۹ھ میں لکھی۔ (67) عمان کے قبیلہ ثمالہ اور حذان کے لئے تحریر فرمایا: برائے خراج از پیداوار بنام ثمالہ وحدان از عمان یہ فرمان محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اس قبیلہ کے خالص بدوی اور دامن صحرا بستیوں میں رہنے والے (دونوں) کے لیے ان (دونوں) کی پیداوار کا سرسری اندازہ کرنا مشکل ہے اس لیے کل پیداوار کا دسواں حصہ سرکاری لگان انکے ذمہ ہوگا۔ (68)

نبی اکرم ﷺ قبیلہ خشعم کے لیے تحریر فرمایا تم میں سے جو کوئی اسلام لائے خواہ خوشی سے یا ناگواری سے اس کے قبضہ میں نرم یا سخت زمین کا کوئی کھیت ہے جو بارش سے سیراب ہوتا ہے یا اس کی آبپاشی چشمہ سے ہوتی ہے اور وہ (کھیت) بغیر قحط سالی و خشک سالی کے سرسبز و شاداب ہو گیا تو اس کو مویشی چرانے اور اس میں سے کھانے کا حق ہے اور ان لوگوں کے ذمہ ہر جاری پانی والے کھیت میں دسواں حصہ اور ہر پُر (سے سیراب ہونے والے کھیت میں بیسواں حصہ ہے اور اس فرمان پر حضرت جریر بن عبداللہ اور حاضرین کی گواہی ہے (68-A) اہل نجران سے نبی اکرم ﷺ نے چند باہم طے ہونے والی شرائط پر صلح کر لی تھی اور وہاں کے باشندوں کے لیے وہاں رہنے والے کا حق تسلیم کر لیا تھا اس معاہدہ کی دفعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان سے جو خراج کا معاملہ طے کیا تھا وہ پیداوار یا نقد رقم کے عوض نہ تھا بلکہ دیگر اشیاء پر تھا۔ امان نامہ کا متن کچھ یوں ہے:

دستاویز امان از محمد بن عبداللہ برائے اہل نجران بشمول جملہ مسیحان عرب

جزیہ وخراج دونوں ان لوگوں پر ہیں:

i) مالکان زرعی اراضی پر

ii) مالکان درختاں ثمر دار پر

لیکن مقدار مقرر کرنے میں زیادتی نہ کی جائے نہ ایک کسان یا مالک باغات کے مقابلہ میں دوسرے پر زیادہ لگان لگایا جائے (69) اور مزید یہ کہ ان کے پھلوں، سونے، چاندی اور ان اشیاء کے ساتھ ہر قسم کے مال کے عوض ان پر مندرجہ ذیل خراج عائد کیا جاتا ہے:

سالانہ دو ہزار یمنی حلے (دو قسطوں میں)

الف) ماہ رجب میں ایک ہزار حلے

ب) ماہ صفر میں ایک ہزار حلے

3) ایک حلہ کے ساتھ ایک اوقیہ چاندی

4) مقررہ مقدار خراج میں سے کسی شے کی کمی اور دوسری شے کی بیشی پر جمع ومنہا لازم ہوگا۔

5) اگر اہل نجران عائد شدہ نصاب (حلہ جات اور چاندی) کے عوض میں مندرجہ ذیل اجناس داخل کرنا چاہیں تو بدل اور مبدل دونوں کی قیمت میں کمی بیشی کا لحاظ کرنا ہوگا۔

6) اہل نجران پر میرے تحصیلداروں کی مہمانی وتکریم بیس سے لیکر تیس روز تک واجب ہوگی اور اسکے بعد نہیں وہاں روکا نہیں جائے گا (70)

نبی اکرم ﷺ کے ان مکتوبات معاہدات اور مراسلات سے واضح ہوتا ہے کہ محصلین کو تقرری کے وقت باقاعدہ ایک ہدایت نامہ ملا کرتا تھا جو بسا اوقات ان کے تقرر نامہ کا حصہ ہوتا اور بعض دفعہ الگ سے مکتوب کی صورت میں ملتا تھا جس کی پابندی لازمی ہوتی تھی مزید یہ کہ ان میں محاصل کی شرح بھی واضح کی جاتی، نصاب کا بیان ہوتا اور عمال کے لیے اخلاق ضابطہ مقرر ہوتا۔

طریقہ تشخیص اور وصولی (عشر وخراج)

عہد نبوی ﷺ کے زرعی محاصل عشر، نصف العشر اور خراج تھے ان کی وصولی کے لیے تخمینہ کا طریقہ اختیار کیا گیا تھا۔ ایسا پیداواری تخمینہ اصطلاح میں ''خرص'' (پیداوار کا تخمینہ) اور اس کا افسر خارص (پیداوار کے تخمینہ کا افسر) کہلاتا ہے۔ خرص کے لغوی معنی **الحزرء والتخمین و الحدس** (71) (اندازہ کرنا، تخمینہ لگانا، گمان کرنا) کے ہیں جبکہ اصطلاح میں اس سے مراد ہے زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے پھلوں (پیداوار کا) کا اندازہ کرنا جب پھل پر پختگی آجائے اور اس میں سے کھایا نہ گیا ہو۔ (72) یہ امر یاد رہے کہ محاصل کی تحصیل اگر پیداوار کی صورت میں کی جائے تو پھر ''خرص'' کی اصطلاح کا اطلاق ہوتا ہے۔ عہدی نبوی ﷺ میں ہر وہ چیز جو ایک خاص نصاب کو پہنچ جائے پیداواری زکوٰۃ یا محصول کے دائرہ میں آجاتی تھی اس لحاظ سے وہ خرص کے اصول اور خارص کے میدان عمل کا معاملہ تھا نبی اکرم ﷺ حضرت عبداللہ بن رواحہ کو خیبر کے یہود کے پاس بھیجا کرتے تھے جو کھجوروں کا اندازہ لگاتے اس میں سے کچھ کھانے سے قبل (73) صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک بار بنفسِ نفیس ایک کھجور کے باغ کا تخمینہ لگایا تھا اس کا تعلق غزوہ تبوک کے زمانہ سے ہے راوی کہتے ہیں کہ ہم لوگ جنگ تبوک میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے

جب آپ ﷺ وادی القریٰ میں پہنچے تو ایک عورت اپنے باغ میں نظر آئی نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ کھجوروں کا اندازہ لگاؤ اور رسول اللہ ﷺ نے دس وسق کھجوروں کا اندازہ لگایا اور پھر اس عورت سے فرمایا اس میں سے جتنی کھجور نکلے یاد رکھنا غزوہ تبوک سے واپسی پو چھا تو اس عورت نے بتایا کہ دس وسق کھجور نکلی ہے (74) نبی اکرم ﷺ کا اندازہ بالکل درست ثابت ہوا عہد نبوی میں محصول کی تشخیص کے لیے یہ طریقہ اپنایا گیا تھا کہ آپ ﷺ ہر عامل کے ساتھ ایک اندازہ لگانے والا بھیجتے تھے جو اندازہ کرتا اور پھر اسی اندازہ کے مطابق ریاست کا حصہ الگ کر لیا جاتا تھا۔ ابن قیم فرماتے ہیں: آپ کا طریقہ یہ نہ تھا کہ عاملین کو چوپایوں، پھلوں اور فصلوں جیسے اموال ظاہرہ کی طرف بھیجتے بلکہ ایک خارص کو بھیجتے اور وہ ان کھجوروں کے پاس سے گزرتا اور دیکھتا کہ کتنے وسق کھجوریں ہو رہی ہیں اور ان پر زکوۃ کی مقدار کی اندازہ کرتا اور آپ ﷺ اندازہ کرنے والے کو حکم دیتے کہ ان کے لیے تیسرا یا چوتھا حصہ چھوڑ دے۔ (75) نبی اکرم ﷺ نے حضرت عتاب بن اسید اموی کو مکہ پر گورنر مقرر کرنے کے علاوہ ثقیف کے علاقوں سے ان کی کھجور اور انگور کی پیداوار کے تخمینہ اور صدقات کا عامل بھی مقرر کیا تھا۔ (76)

نبی اکرم ﷺ اسی طرح اندازہ کرنے والے کو اہل خیبر اور ان کے مزارعین کے پاس خراج کی وصولی کے لیے بھیجتے وہ ان کے پھلوں اور فصلوں کا اندازہ کر لیتا اور پھر حصوں میں بانٹ دیتا۔ اہل خیبر سے مسلمانوں کا حصہ وصول کرنے کے لیے آپ ﷺ نے عبداللہ بن رواحہ ؓ کو وہاں کے کھجوروں کے باغات یا پھلوں کی تخمینہ لگانے کے لیے بھیجا حضرت عبداللہ بن رواحہ ؓ نے ان کی پیداوار کا اندازہ لگا کر اسے دو نصف حصوں میں تقسیم کر کے ان کو اس بات کا اختیار دیا کہ وہ ان میں سے جونسا چاہیں اپنے لیے چن لیں (77) حضرت عبداللہ بن رواحہ ؓ نے اندازہ کیا یہود نے اعتراض کیا کہ تم نے اندازہ کرنے میں ہم پر زیادتی کی ہے اور انصاف نہیں کیا حضرت عبداللہ نے کہا میں نے تو اپنے نزدیک دونوں حصے برابر کئے ہیں لیکن اے یہود اگر تمہیں میری تقسیم پر اعتبار نہیں تو یہ دونوں حصے تمہارے سامنے پڑے ہیں ان میں سے جس حصہ کو تم زیادہ سمجھو وہ خود لے لو اور جسے کم سمجھو وہ مجھے دے دو۔ یہود یہ سن کر حیران ہوئے اور بولے ایسے ہی انصاف سے آسمان اور زمین قائم ہیں۔ (78) عبداللہ بن رواحہ نے ایک ہی سال اندازہ کیا تھا پھر ہو غزوہ موتہ میں شہید ہو گئے آپ کے بعد جبار بن صخر بن خنساء سلمی ہر فصل پر خیبر جا کر اندازہ کیا کرتے تھے یہود اس طرح ایک مدت عہد پر قائم رہے۔ (79) قاضی ابو یوسف کے ایک بیان سے معلوم ہوا ہے کہ بعض اوقات حضرت عبداللہ کھجوروں کی قیمت نقد طلب کرتے تھے اور یہودی اسے بخوشی قبول کر لیتے تھے (80) البتہ علماء کرام میں اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ آیا خرص کا طریقہ صرف کھجور، انگور اور دیگر پھلوں میں استعمال کیا جائے گا یا دیگر فصلوں کی تشخیص کرتے ہوئے بھی اس کو اختیار کیا جا سکتا ہے۔ امام ابو عبید القاسم اس حق میں ہیں کہ کھجوروں اور انگوروں کے علاوہ کسی چیز کا اندازہ نہیں لگایا جائے گا۔ اور دلیل کے لیے امام موصوف مالک بن انس ؒ کی روایت لاتے ہیں کہ پھلوں میں سے کھجور اور انگور کے سوا کسی پھل کا اندازہ نہ لگایا جائے اور یہ کہ بعض صحابہ کرام سے بھی ایسی روایات ملتی ہیں جن سے اس قول کی تائید ہوتی ہے۔ (81)

حوالہ جات

1. شبلی نعمانی ، سیرۃ النبی ﷺ، الفیصل ناشران لاہور 1991 ,114:5
2. الطبری ' ابی جعفر محمد بن جریر (م 310ھ) تاریخ طبری ' (تاریخ الرسل والمعروف) دارالمعارف مصر ' 485:2
3. التوبۃ :103
4. شبلی نعمانی ،م ن، 117:5
5. الانعام :141
6. ابن ہشام ' ابو محمد عبد الملک بن محمد (م 213ھ) السیرۃ النبویۃ ' دارالفکر بیروت لبنان 1992ء ' 225:1
7. حمیداللہ ، خطباتِ بہاولپور ' ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد 1992 ' ص: 360
8. القرضاوی یوسف ، فقہ الزکوٰۃ ،مترجم شمس پیرزادہ، شہزاد پبلشرز لاہور ' ص: 25
9. ابراھیم :37
10. ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، (م 1225ھ) لندوۃ المصنفین دھلی ' 275:5
11. البلاذری احمد بن یحییٰ بن جابر (م 279ھ) ، فتوح البلدان، بمصر الطبعۃ الاولیٰ ' ص :24
12. البخاری ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل (م 256ھ)، الجامع الصیحح، کتاب الھبۃ، باب فضل المنیحۃ ، الیمامہ دمشق بیروت 1990 ' 927:2
13. البخاری،م ن، کتاب الوصایا ، باب اذ قال: ارضی اوبستانی صدقۃ عن امی ' 1013:3

13-A البخاری ' م ن ' کتاب ما جاء فی الحرث و المزارعۃ ' باب مایکرہ من الشروط فی المزارعۃ ' 821:2

14. حمیداللہ ، م ن ' ص: 364
15. البقرہ :267
16. السرخسی ' شمس الدین (م 483ھ) المبسوط ' مکتبہ التجاریۃ مکہ مکرمہ ' 2:3
17. محمد یٰسین مظہر صدیقی، مقالہ عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت ، (رسول نمبر) شمارہ نمبر 130، ادارہ فروغ اردو لاہور،دسمبر 1983 ' 671:5
18. ابن سعد ' محمد(م 230ھ) الطبقات الکبریٰ ' دارِ صادر دارالبیروت 1960ء ' 262:1
19. البلاذری، م ن، ص:84

20۔ ابن ھشام' م ن' 792:2

21۔ صفی الرحمن مبارکپوری، الرحیق المختوم، المکتبة السلفیة لاھور' ص: 497

22۔ ابن ھشام' م ن' 792:2

23۔ ابن خلدون عبدالرحمن(م 808ھ)، تاریخ ابن خلدون، مطبعة النبھضة بمصر 1936ء' 227:2

24۔ الماوردی،ابوالحسن بن محمد بن حبیب البصریٰ (م 450ھ)، الاحکام السلطانیه، المصطفیٰ البابی بمصر الطبعة الثانیة 1966' ص :169

25۔ ابن ھشام' م ن' 796:2

26۔ الجوزی' ابن قیم (م 751ھ)، زادالمعاد، المصطفیٰ البابی الحلبی مصر الطبعة الثانیة 1950' 136:2

27۔ البلاذری' م ن' 35:1 / ابن ھشام' م ن' ص463:64

28۔ ابو یوسف یعقوب بن ابراھیم(م 182ھ)، کتاب الخراج، المکتبة السلفیة القاھرہ 1346ھ' ص :59

28-A یحیٰی بن آدم القرشی (م 203ھ)' کتاب الخراج' المکتبة العلمیة لاھور' الطبعة الاولیٰ' ص:36

29۔ ابن ھشام' م ن' 800:2

30۔ بن خلدون، م ن، 227:2

31۔ البخاری، م ن، کتاب الاجارہ، باب اذاستاجر ارضاً فمات احدھما' 2165:2

32۔ ابن سعد' م ن' 110:2

33۔ البلاذری' م ن' 41 ,36 / ابن ھشام' م ن' 800:2

34۔ ابو یوسف، کتاب، م ن' ص: 60

35۔ الماوردی' م ن' ص:169

36۔ المنذری' زکی الدین عبدالعظیم بن عبد القوی (م 656ھ) الترغیب و الترھیب' احیاء التراث العربی بیروت لبنان 1968' 559:1

37۔ ابن سعد' م ن' 270:1

38۔ الطبری ،م ن، 128:3

39۔ البلاذری' م ن' ص : 76

40۔ ابن ھشام' م ن' 1019:2

41۔ ابن خلدون، م ن ،248:2

42. ابو عبید القاسم بن سلام (م 224ھ)، کتاب الاموال، المکتبة العلمیة' لاھور' س۔ ن' ص :201 ص: 302

43. ابن خلدون، م ن ، 254:2

44. ابن خلدون، م ن، 263:2/ ابن ھشام' م ن ' 1019:2

45. ابن ھشام' م ن' 1019:2

46. ابن سعد' م ن' 265:1

47. ابن سعد' م ن' 264:1

48. ابن سعد' م ن' ج 1

49. البلاذری' م ن'

50. صفی الدین مبارکپوری' م ن ' ص:574

51. نقوش رسول نمبر' ادارۃ فروغ اردو لاھور دسمبر 1983ء' ج :12

52. البخاری، م ن ، کتاب الزکوٰۃ، باب قول اللہ تعالیٰ : والعاملین علیھا و محاسبة المصدقین مع الامام، 546:2

53. البخاری، م ن ، کتاب الھبه ، باب من لم یقبل الھدیة لعلة، 917:2

54. الجوزی' م ن ، 150:1

55. البخاری، م ن ، کتاب المغازی، ، باب بعث ابی موسیٰ و معاذ بن جبلؓ الی الیمن قبل حجة الوداع، 4086:4

56. البخاری، م ن ، کتاب الاحکام ، باب ا مرالولی اذوجه امیرین الی موضع : ان یتطاوعا ولا یتعاصیا،2624:6

57. المنذری' م ن' 566:1

58. ابو عبید ، م ن ، ص:404

59. ابن سعد' م ن' 284:1

60. ابن سعد' م ن' 286:1

61. حمیداللہ ، سیاسی وثیقه جات، مترجم ابو یحیی ، مجلس ترقی ادب لاھور 1960' ص: 89

62. ابن سعد' م ن' 351:1

63. ابو عبید ، م ن ، ص:201، / ابن ھشام' م ن' 1010-1011:2

64. ابن ھشام' م ن' 1010:2 / سیاسی وثیقه جات، ص: 65،

65. ابن سعد' م ن' 267:1

66. سیاسی وثیقہ جات، ص: 59-58،
67. البلاذری، م ن، 67
68. سیاسی وثیقہ جات، ص: 89
68-A. ابن سعد، م ن، 286:1
69. سیاسی وثیقہ جات، ص: 111
70. ابن سعد، م ن، 358:1 / سیاسی وثیقہ جات، ص: 94
71. القاموس الفقهی، ص:115
72. ابو عبید، م ن، ص :483
73. ابو دائود سیلمان بن اشعث (م 275ھ) سنن ابی دائود، کتاب الزکاۃ، باب قی یخرص التمر، دارالفکر بیروت، 110:2
74. البخاری، م ن ، کتاب الزکوٰۃ، ،باب خرص التمر، 539:2
75. الجوزی، م ن ، 148:1
76. البلاذری، م ن، ص :63
77. ابو عبید ، م ن ، ص:482
78. ابن ہشام، م ن، 813:2
79. ابن ہشام، م ن، 814:2
80. ابو یوسف ، ص: 107
81. ابو عبید ، م ن ،ص:83-482، (خلاصہ)

فصل دوم: عہد خلافت راشدہ میں زرعی محاصل

حدیث مبارکہ ہے۔ **خلافة النبوة ثلاثون سنة** (1) یعنی خلافت علی منہاج النبوۃ تیس سال ہوگی۔ نبی اکرم ﷺ کی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی اور خلافت راشدہ کا زمانہ تقریباً 30 برس (11ھ۔ 40ھ/632ء۔ 661ء) چلا۔ یہ خلافت طریقہ نبوی پر قائم تھی اور خلفاء راشدین نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کرتے ہوئے امت اسلامیہ کی دینی و دنیوی فلاح کے لیے خود کو وقف کر رکھا تھا۔ عہد خلافت راشدہ کے ابتدائی دور میں زرعی محاصل کا نظام بعینہ قائم رہا جو کہ عہد نبوی ﷺ میں تھا اہم تبدیلیاں اس حوالہ سے عہد فاروقی (13ھ۔23ھ/ 634ء۔644ء) میں ملتی ہیں اور پھر عہد عثمانی (24ھ۔35ھ/644ء۔656ء) اور علوی (35ھ۔40ھ/656ء۔661ء)، عہد فاروقی کا ہی تسلسل تھا۔ عہد خلافت میں زرعی محاصل عشر، خراج، عشور اور کراء الارض تھے۔

عشر

خلافت راشدہ میں عشر کی وصولی کا وہی طریقہ کار رہا جو کہ عہد نبوی ﷺ میں تھا۔ عشر کی شرح متعین تھی وصولی کے لیے عمال صدقات کا تقرر کیا جاتا جو کہ عشر کو وصول کرنے کے بعد اسے مرکزی حکومت (مدینہ) کو بھجوا دیتے تھے۔ ہجرت مدینہ کے چند سال کے اندر اندر رسول اللہ ﷺ نے عربوں کے لمبے چوڑے ملک میں اسلام کی دعوت پہنچا دی اور تعلیم قرآن کی بنیاد رکھی ذہنی انقلاب ابھی ابتدائی منزلوں میں تھا کہ نبی اکرم ﷺ کا انتقال ہو گیا۔ نبی اکرم ﷺ کی وفات کے ساتھ ہی قبیلہ قریش، ثقیف اور چند دوسرے قبائل کو چھوڑ کر جزیرہ عرب کے بیشتر قبائل دین اسلام سے منحرف ہو گئے اور عہد صدیقی (11ھ۔13ھ/632ء۔634ء) میں تاریخ اسلام کا بدترین فتنہ "فتنہ ارتداد" پیدا ہوا۔ اس وقت تقریباً کل عرب مرتد ہو گیا تھا قبائل کے قبائل اسلام سے پھر گئے تھے ایسے قبیلہ کم تھے جن میں شاذ مرتد ہوئے تھے ہر طرف نفاق کی تاریکی چھا گئی۔ مخالف ہواؤں کے جھونکے چل رہے تھے ارتداد کی سیاہ گھٹائیں اُمڈی چلی آتی تھیں۔ (2) **ارتدوا عن الدين وانكروا الشرائع وتركوا الصلوة ــــــــ وعادوا الى ما كانوا عليه فى الجاهلية** (3) (اور لوگ مرتد ہو گئے انہوں نے شریعت کا انکار کیا نماز اور زکوٰۃ کو ترک کر دیا اور جاہلیت کی حالت پر واپس لوٹ گئے) زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کی دو صورتیں تھیں ایک تو زکوٰۃ و عشر کے وجوب سے ہی منکر ہونا تھا اور دوسرا زکوٰۃ کی ادائیگی کے تو قائل تھے مگر مرکز (مدینہ) میں بھجوانے سے انکاری تھے سنن ابی داؤد کے حاشیہ میں ہے کہ **هم الذين فرقوا بين الصلوة والزكاة فاقراء بالصلاة وانكروا فرض الزكوة و وجوب ادائها الى الامام** (4) (ان لوگوں نے نماز اور زکوۃ میں فرق کیا پس نماز تو پڑھتے تھے اور زکوٰۃ کی فرضیت سے انکار کرتے اور امام کو اس کی ادائیگی کے منکر تھے) ان لوگوں نے (مرتدین) متفق ہو کر چند آدمیوں کو بطور وفد حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں بھیجا چنانچہ انہوں نے بمقابلہ معززین مدینہ نماز میں کمی اور زکوٰۃ میں معافی کی درخواست کی حضرت ابو بکرؓ نے کہا واللہ اگر ایک عقال (جس رسی سے اونٹ کا پاؤں باندھتے ہیں) نہ دیں گے تو میں ان سے جہاد کروں گا اور پانچ وقت کی نماز میں ایک رکعت کی بھی کمی نہ کی جائے گی۔ (5) بعض روایات میں ہے کہ آپ نے فرمایا اگر ان لوگوں نے مجھ پر ایک سال کا صدقہ بھی روکا تو میں ان سے لڑوں گا بعض راوی دو سال کا ذکر کرتے ہیں۔ (5-A) دوسرے گروہ کا یہ خیال تھا کہ

رسول اللہ ﷺ کی زندگی تک تو زکوٰۃ ادا کرنے میں کوئی حرج نہ تھا کیونکہ آپ ﷺ نبی تھے آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی اور جو کچھ آپ ﷺ ان سے طلب کرتے تھے وہ آپ ﷺ کا حق تھا لیکن اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جوار رحمت میں بلا لیا ہے۔ اہل مدینہ ان سے کسی بات میں بڑھے ہوئے نہیں اور انہیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی طرح ان سے ادائے زکوٰۃ کا مطالبہ کریں (6) منکرین زکوٰۃ میں سے بعض نے اللہ تعالیٰ کے اس قول سے حجت پکڑی کہ **خذ من اموالھم صدقة و تطھرھم وتزکیھم بھا** اور انہوں نے کہا کہ ہم صرف اسی کو زکوٰۃ دیں گے جس کی نماز ہمارے لیے باعث سکون ہوگی (7) حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان دونوں گروہوں سے جہاد کیا۔ زکوٰۃ سے انکار کرنے والے قبائل میں قبیلہ عبس، ذبیان، بنی اسد، بنی کنانہ اور قبیلہ کندہ کے لوگ شامل تھے۔ (8) حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جب ان منکرین زکوٰۃ کے خلاف تلوار اٹھانے کا فیصلہ کیا تو اکابر صحابہ تذبذب کا شکار تھے ان کی رائے تھی کہ جو لوگ توحید و رسالت کا اقرار کرتے ہیں محض زکوٰۃ کی عدم ادائیگی کی بنا پر ان کے خلاف فوجی کاروائی جائز نہیں اور دلیل نبی اکرم ﷺ کی یہ حدیث مبارکہ تھی جس میں آپ ﷺ نے فرمایا **امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا :لا الہ الا اللہ فمن قال: عصم منی مالہ و نفسہ الا بحقہ و حسابہ علی اللہ عز وجل** (9) (اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑوں یہاں تک کہ وہ اقرار کرلیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں بس جس نے یہ کہہ دیا اس نے مجھ سے اپنا مال اور جان بچالی، سوائے کسی حق کے عوض اور اس کا حساب اللہ پر ہے) بعض صحابہ نے یہ مشورہ بھی دیا کہ آپ منکرین زکوٰۃ کو اسی حالت پر چھوڑ دیں اور ان سے دوستی کریں حتیٰ کہ ایمان ان کے دلوں میں جاگزیں ہو جائے پھر اس کے بعد وہ زکوٰۃ دینے لگیں گے (10) لیکن آپؓ نے صحابہ کرام کی اس رائے کو رد کر دیا اور فرمایا بخدا اگر انہوں نے ایک رسی بھی روکی جو وہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں دیا کرتے تھے تو میں اس کے نہ دینے میں ان سے لڑوں گا۔ (11) آپؓ انتہائی عزم و استقلال کے ساتھ منکرین زکوٰۃ کے خلاف کاروائی کی اس آہنی عزم کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بنی عبس اور ذبیان کے خلاف فوجی کاروائی کی کمان خود کی۔ (12) آپؓ کی اس مستعدی اور استقامت کی نتیجہ یہ نکلا کہ چند دنوں میں ہی ایسے تمام قبائل نے زکوٰۃ ادا کر دی اور بعض نے خود مدینہ آکر بیت المال میں جمع کروائی۔ (13)

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اس اقدام نے یہ حقیقت واضح کر دی کہ زکوٰۃ بھی اسی طرح فرض اور عبادت ہے جس طرح کہ نماز ہے دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے ساتھ ہی دوسرے گروہ کی تردید کر کے صاف بتا دیا زکوٰۃ دراصل ایک اسٹیٹ ڈیوٹی ہے یعنی اسلامی حکومت اگر قائم ہو تو یہ اس کا ٹیکس ہے اس لیے جب تک آنحضرت ﷺ رہے آپ وصول فرماتے رہے اب صدر ریاست میں ہوں تو میں وصول کروں گا (14) آپؓ نے مرتدین کی سرکوبی کے لیے لشکر روانہ کرنے سے قبل قطع حجت کے لیے ان کی طرف ایک ایک خط روانہ کیا تھا یہ کل فرمان ایک ہی مضمون کے تھے۔ جس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد لکھا تھا۔ ابوبکر خلیفہ رسول کی طرف سے اس شخص کے لیے ہدایت ہے جس کے پاس یہ فرمان پہنچے خواہ وہ عام ہو یا خاص اور اسلام پر قائم ہو یا نہ ہو اس پر سلام ہو جس نے ہدایت کی اتباع کی اور گمراہی و خواہش نفسانی کی طرف نہ لوٹا اس اللہ کی تعریف ہے جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور آپ جو دین لے کر آئے میں اس پر ایمان لاتا ہوں اور انکار کرنے والے کو مردود سمجھتا ہوں۔۔۔ جس نے کلمہ پڑھ لیا اسلام قبول کر لیا برائیوں سے رک گیا اور نیک عملوں میں لگ گیا اس کو اسلام قابل قبول ہے اور اس کی مدد کی جائے گی اور جو اسلام سے انکار کردے اس سے لڑنے کی اجازت ہے جب تک اس میں کفر کا اثر باقی ہے۔ میں نے قاصد کو حکم دے دیا ہے کہ وہ یہ خط مجمع عام میں پڑھ کر سنائے اور تمہیں اذان کے ذریعہ دعوت دے پھر اگر مسلمان کی اذان سن کر لوگ بھی اذان دینے لگیں تو ان سے رُک جاؤ اور اگر اذان نہ دین تو ان سے اذان نہ دینے کی وجہ پوچھو اگر وہ انکار کر دیں تو ان کے بارے مین جلدی کرو اور اگر اقرار و توبہ کرلیں تو توبہ قبول کر لی جائے (15)

الغرض عہد صدیقی میں انکار زکوٰۃ وعشر کا جو فتنہ پیدا ہوا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی قوت ایمانی اور استقامت سے اس کا خاتمہ کر دیا۔ مانعین زکوٰۃ اور مرتدین کی سرکوبی کے بعد خلیفہ اوّل نے با قاعدہ عہد نبویﷺ کی مانند محصلین صدقات وزکوٰۃ مقرر کئے آپ نے حضرت حذیفہ بن یمان کو عمان کا محصل زکوٰۃ وعشر بنا کر بھیجا (16) حضرت عمرو بن العاص جو کہ عہد نبوی میں سعد ہذیم، عذرہ اور اس کے ملحقات جذام اور عدس وغیرہ قبائل کے صدقات کی وصولی پر مامور تھے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عمان کی امارت سے واپسی پر پھر انہیں انہی علاقوں کے صدقات پر مامور کیا۔ (17) عہد صدیقی میں عموماً انہی محصلین زکوٰۃ کو قائم رکھا گیا جو کہ عہد نبویﷺ میں بھی اسی عہدہ پر فائز تھے۔ اور ان کا تقرر عموماً تاحیات ہوتا تھا مثلاً حذیفہ بن یمان وفات تک عامل رہے العلاء نے بحرین میں اپنے عہدہ پر ہی 20ھ میں وفات پائی (18) خلفاء راشدین کے دور میں یہی نظم عشر قائم رہا وقتاً فوقتاً عمال کے لیے ہدایات جاری ہوتی تھیں حضرت عمرؓ نے عمال صدقات کو یہ ہدایت جاری کی تھی کہ صدقہ (زکوٰۃ) میں بہترین مال چھانٹ کر نہ لیا جائے بلکہ معمولی مال وصول کیا جائے ایک عامل نے صدقہ میں بہترین اونٹنی لی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا تم نے ایسی اونٹنی کا انتخاب کیوں کیا جو مسلمانوں کے کسی گھر والوں کے کام آسکتی تھی تم نے کیوں کسی نوعمر اونٹ یا بوڑھی اونٹنی کا انتخاب نہیں کیا۔ (19) مویشیوں کی زکوٰۃ پر یقیناً زرعی زکوٰۃ کو بھی قیاس کیا جا سکتا ہے۔ آپؓ نے جو آخری وصیت فرمائی اس میں یہ بھی شامل کیا۔ میں اپنے بعد میں آنے والے خلیفہ کو عربوں کے بارے میں بھی وصیت کرتا ہوں کہ چونکہ وہ اسلام کی بنیاد ہیں اس لئے ان کے صدقات میں سے حق وصول کر کے غریبوں کو دیا جائے (20) اس حق میں یقیناً عشر کی وصولی بھی شامل تھی۔ جو زمینیں مسلمانوں کے قبضہ میں تھیں ان سے عشر لیا جاتا تھا یعنی پیداوار کا دسواں حصہ یہ خراج نہ تھا بلکہ زکوٰۃ کی ایک قسم تھی۔ رسول اللہؐ نے یہ شرح مقرر فرمائی تھی وہی فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں بھی قائم رہی لیکن ایران وغیرہ کی جو زمینیں مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں اور ذمیوں کے قدیم نہروں اور کنوؤں سے ان کی آبپاشی کی جاتی تھی تو اس پر رعایتاً عشر مقرر کیا جاتا تھا (21)

خراج

سرزمین عرب میں اسلام سے پہلے خراج کا کوئی قاعدہ نہ تھا اور نہ ہی اسلام میں عہد فاروقی سے پیشتر کوئی دستور مقرر کیا گیا تھا۔ رسول اللہﷺ کے زمانہ مبارک میں جس وقت خیبر فتح ہوا تھا تو وہاں کے یہودیوں سے بٹائی پر معاملہ طے ہوا تھا یعنی زمین انھی کے قبضہ میں چھوڑ دی گئی تھی اور سالانہ پیداوار سے کچھ بطور خراج سے لیا جاتا تھا۔ ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں کوئی قاعدہ خراج کا نہیں بنایا گیا تھا جس مقام کے کل باشندے مسلمان ہو گئے تھے ان سے عشر (دہ یک پیدوار کی زکوٰۃ) لیا جاتا تھا اور غیر مذہب والوں سے بلا حساب برائے نام سرسری طور پر کچھ رقم لے لی جاتی تھی۔ (22) نظام خراج کا باقاعدہ انضباط حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں ہوا اور خراج عائد کرنے کی دو صورتیں تھیں ایک تو صلح سے فتح ہونے والے علاقوں میں ان کے رہنے والوں پر خراج بحال رکھا گیا (23) حضرت ابوعبیدہؓ دمشق سے واپسی پر بعلبک اور حمص کے علاقہ پر سے گزرے تو یہاں کے باشندوں نے ان سے صلح وامان کی درخواست کی آپؓ نے انھیں امان دے کر صلح کر لی اور ان پر جزیہ اور خراج عائد کیا (24) آپ سے اردن کے رہنے والے اپنے افراد پر جزیہ اور زمین پر خراج پر صلح وامن کے خواہاں ہوئے تو حضرت ابوعبیدہ الجراح نے یہ معاہدہ طے کیا اور انہیں امان دی (25) عیاض بن غنم کو حضرت عمرؓ نے الجزیرہ کا والی مقرر کیا آپ نے اس کے شہریوں کو جان و مال کی امان دی اور زمین ان کے پاس خراج پر ہی رہنے دی (26) دوسری صورت یہ اختیار کی کہ عراق، ایران، شام اور مصر کی عظیم فتوحات سے حاصل ہونے والی زمینوں کو مجاہدین میں تقسیم کی بجائے ان کے سابق مالکان کے پاس خراج کی ادائیگی کی شرط پر باقی رہنے دیا اور پیش نظر مسلمانوں کا مفاد تھا آپؓ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر مجھے آنے والی نسلوں کے مفلس ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو جو ملک بھی فتح ہوتا میں اسے اسی طرح (مجاہدین

میں) تقسیم کر دیتا جس طرح نبی اکرم ﷺ نے خیبر کو کیا تھا لیکن میں اسے آئندہ آنے والوں کے لئے خزانہ کے طور پر چھوڑ رہا ہوں جسے وہ تقسیم کر لیں گے (27) جنگ میں شریک مجاہدین اور بعض صحابہ کرام نے حضرت عمرؓ سے درخواست کی کہ مفتوحہ علاقے مجاہدین میں تقسیم کر دیئے جائیں کیونکہ یہ علاقے بزور طاقت وقوت فتح ہوئے ہیں لیکن آپؓ نے یہ درخواست قبول کرنے سے انکار کر دیا اور صحابہ کرام کے مشورہ اور کئی دن کی بحث و مباحثہ کے بعد مفتوحہ زمینوں کو تقسیم نہ کرنے اور یوں ہی چھوڑ رکھنے کا فیصلہ کیا۔ کتاب الخراج کے مولف لکھتے ہیں کہ مسلمانوں نے آپؓ کے مشورہ دیا کہ سوا باشندگان اھواز اور سارے مفتوحہ شہروں کو تقسیم کر دیں اس پر حضرت عمرؓ نے کہا پھر آئندہ آنے والے مسلمانوں کے لئے کیا بچے گا چنانچہ آپؓ نے زمین اور اس کے باشندوں کو تقسیم نہیں کیا بلکہ ان باشندوں پر جزیہ اور انکی زمینوں پر خراج عائد کر دیا (28) آپ کے فیصلہ کی دلیل یہ آیت مبارکہ تھی۔ " **للفقراء المهاجرين الذين اخرجوا من ديارهم و اموالهم يبتغون فضلاً من الله و رضواناً و ينصرون الله و رسوله اوليك هم الصدقون۔** (29) (اور ان مفلسان تارک الوطن کے لئے بھی جو اپنے گھروں اور مالوں سے خارج (جدا) کر دیئے گئے (اور) خدا کے فضل اور خوشنودی کے طلبگار اور خدا اور اس کے پیغمبر کے مددگار ہیں یہی لوگ سچے (ایماندار) ہیں) آپؓ نے اس سے اگلی آیات بھی تلاوت فرمائیں یہاں تک کہ آیت کریمہ **والذين جاء وا من بعدهم** (30) (اور ان کے لئے بھی جو ان کے بعد آئے) تک پہنچے تو پکار اٹھے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں یہ علاقہ تمھارے درمیان تقسیم کر دوں اور بعد میں آنے والوں کے لئے کوئی حصہ باقی نہ رکھوں۔ چنانچہ اس بنا پر یہ اصول قائم ہو گیا کہ "جو ممالک فتح کئے جائیں وہ فوج کی ملک نہیں ہیں بلکہ حکومت کی ملک قرار پائیں گے اور پچھلے قابض کو بے دخل نہیں کیا جائے گا" چنانچہ اس اصول کے تحت تمام مفتوحہ علاقے خمس کی وصولی کے بعد تمام مسلمانوں کی اجتماعی ملکیت ٹھہرے۔ حضرت عمرؓ نے 16ھ میں عراق کو فتح کیا مسلمانوں میں اسے تقسیم کرنے کی غرض سے مردم شماری کروائی تو معلوم ہوا کہ ایک ایک مسلمان کے حصہ میں تین تین کسان پڑتے ہیں پھر آپؓ نے اصحاب رسول ﷺ سے مشورہ کیا تو حضرت علیؓ نے کہا کہ انہیں آزاد کر دو تا کہ یہ مسلمانوں کی آمدنی کا مستقل ذریعہ رہیں (31) چنانچہ آپؓ نے سواد کے باشندوں کو وہاں بحال رکھا اور ان پر فی کس جزیہ اور ان کی زمینوں پر خراج لگایا اور ان کی زمینوں کو تقسیم نہیں کیا۔ (32) ملک شام فتح ہوا تو آپؓ جابیہ (ملک شام کا ایک مقام) آئے زمین مسلمانوں میں تقسیم کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت معاذ بن جبلؓ نے کہا خدا کی قسم اگر آپ نے اس کو تقسیم کیا تو اس کا نتیجہ ہوگا جو ہم پسند نہیں کرتے بہت سا مال ایک قوم کے قبضہ میں چلا جائے گا اور پھر یہ لوگ مر جائیں گے اور مال ایک ہی جماعت کی نسل میں محدود رہے گا اس کے بعد ایک دوسری جماعت آئے گی جو اسلام کی مدافعت میں جانیں لڑائے گی مگر اسے کچھ نہیں ملے گا پس اس طریقہ کو اختیار کیجیئے جو اول و آخر سب کے مفاد پر حاوی ہو پس آپؓ نے ملک شام کی زمین بیت المال کی جائداد قرار دیکر اس کی آمدنی مسلمانوں کے لیے وقف کر دی۔ (33) شام کی فتح کے بعد حضرت عمرو بن العاص نے 19ھ میں مصر فتح کیا تو زبیر بن عوام نے کہا اے عمرو زمین تقسیم کرو آپ نے انکار کر دیا اور حضرت عمرؓ کو راہنمائی کے لیے لکھا تو آپؓ نے جواب دیا اسے بغیر تقسیم کئے چھوڑ دو تا کہ اس سے حاملہ عورتوں کے حمل سے پیدا ہونے والے بھی جہاد کریں مراد یہ تھی کہ یہ زمین مسلمانوں کے لیے وقف شدہ فے بن جائے اور جب تک مسلمانوں کا وجود باقی رہے نسلاً بعد نسلاً، قرناً بعد قرن یہ زمین اور اس کی آمدنی مسلمان مجاہدوں کے لیے باعث قوت بنی رہے اور دشمنوں سے جنگ کرنے میں اس سے مدد پہنچتی رہے۔ (34) ان دلائل سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے عراق، شام اور مصر کے زرخیز قطعات اراضی کو مسلمان مجاہدین میں تقسیم نہ کیا بلکہ خراج عائد کر کے مسلمانوں کی ملکیت عامہ قرار دیا اور آپؓ نے مفتوحہ علاقوں میں باقاعدہ بندوبست مالگزاری کیا اور سابقہ نظام کو کسی حد تک اصلاح کے ساتھ قائم رکھا حضرت عمرؓ نے بڑے اہتمام کے ساتھ اس کے زرعی محاصل کے نظام کو سنوارا اور زمین کی پیمائش کروائی، تشخیص مالگزاری کے مختلف علاقوں میں فرق طریقے اختیار کئے نہایت عادلانہ شرح

لگان مقرر کی۔

i) بندوبست عراق:۔

فاروق اعظم کو جب 16ھ میں مہمات جنگ سے ایک گنا فراغت حاصل ہوئی تو آپ نے عراق میں موجود نظام مالگزاری کی مزید اصلاح کے لئے اور خراج قائم کرنے کے لئے عراق کی مردم شماری اور پیائش کروائی' حضرت عثمان بن حنیف اور حذیفہ الیمان پیائش پر مامور ہوئے چنانچہ عثمانؓ اور حذیفہؓ نے مدتوں کے بعد بڑے اہتمام سے کاغذات کی ترتیب دی۔ مزروعہ زمین تین کروڑ ساٹھ لاکھ جریب ٹھہری۔ (35) عثمانؓ کو خراج کے معاملات میں اچھی طرح مہارت تھی لہذا انہوں نے زمین کی پیائش اسی طرح ٹھیک ٹھیک کی جس طرح کپڑا ناپا جاتا ہے۔ (36) پیائش کا پیمانہ حضرت عمر فاروقؓ نے خود اپنے ہاتھ سے تیار کر کے دیا تھا اس کا نام ''ذراع عمریہ'' تھا۔ حضرت عمرؓ کا ذراع (پیمانہ) ایک ہاتھ ایک مٹھی اور ایک کھڑے انگوٹھے کے برابر تھا۔ ذراع عمریہ حضرت عمرؓ بن الخطاب کی ایجاد ہے اس سے سواد کی زمینوں کی پیائش کی تھی۔ حضرت عمرؓ نے تین ذراع' سب سے بڑا' سب سے چھوٹا اور متوسط منگوا کر تینوں کو ایک ساتھ ملایا اور مجموعہ کا ثلث لے اس اس پر ایک مٹھی اور ایک کھڑا انگوٹھا زیادہ کیا اور اس کے دونوں طرف سیسے سے مہریں لگا کر حذیفہ اور عثمان بن حنیف کے پاس بھیج دیا انہوں نے سواد کو اس ذراع سے ناپا۔ (37) یہ آلات مساحت ہاتھ بھر لمبے تھے یعنی کہنی سے لے کر کھینچے ہوئے انگوٹھے تک۔ (38)

عہد خلافت راشدہ میں پیداوار کے لگان کی مختلف شرح مقرر کی گئی تھی جیسے کہ السواد کا علاقہ جس میں ہر جریب پر خواہ وہ عامر (آباد) یا غامر (غیر آباد، بنجر) لیکن پانی اس تک پہنچتا ہو ایک درہم اور ایک قفیز خراج مقرر کیا اور رطبہ (کھیرا، ککڑی، خربوز، تربوز اور ایسی ہی دوسری چیزیں) کے ایک جریب پر پانچ درہم اور پانچ قفیز اور درختوں کے ایک جریب پر دس درہم اور دس قفیز (راوی نے نخلستان کا ذکر نہیں کیا) (39) حضرت عثمانؓ بن حنیف نے کافی جانچ پڑتال کے بعد حضرت عمرؓ کو لگان کی نئی شرح کے متعلق لکھا اور انہوں نے منظوری دے دی یہ نئی شرح تھی کھجور ایک جریب پر دس درہم، انگوری جریب چار درہم، جوفی جریب دو درہم (40) صاحب کتاب الاموال کے مطابق لگان کی شرح درہم کے ساتھ اتنے قفیز غلہ بھی مقرر کیا گیا تھا۔ (41) عراق کا کل خراج آٹھ کروڑ ساٹھ لاکھ درہم ٹھہرا جس خوبی سے بندوبست کیا گیا اس کی وجہ سے نہایت کثرت سے افتادہ زمینیں آباد ہو گئیں زراعت کی پیداوار میں ترقی ہو گئی چنانچہ بندوبست کے دوسرے ہی سال خراج کی مقدار آٹھ کروڑ سے دس کروڑ بیس ہزار درہم تک پہنچ گئی۔ (42) البلاذری تھوڑے سے فرق کے ساتھ یہ آمدنی دس کروڑ بتاتے ہیں۔ (43) بندوبست عراق کے حوالہ سے اہم امور یہ ہیں کہ مالیہ کی تشخیص کی بنیاد پیائش تھی۔ مختلف علاقوں کی شرح مالگزاری زمین کی حیثیت کی بنیاد پر فرق تھی۔

ii) مالگزاری مصر

مصر کی کاشتکاری کا انحصار دریائے نیل کی طغیانی پر تھا اور طغیانی کی مدارج میں چونکہ نہایت تفاوت ہوتا تھا اس لئے پیداوار کا کوئی خاص اندازہ نہ ہو سکتا تھا اس لئے حضرت عمرؓ نے وہاں مالگزاری کی تشخیص کا بالکل مختلف طریقہ اپنایا تھا۔ جب مالگزاری کی قسطیں کھلتی تھیں تو تمام پرگنہ جات سے رئیس' زمیندار اور عراف طلب کئے جاتے تھے وہ پیداوار حال کے لحاظ سے کل ملک کا تخمینہ پیش کرتے تھے اس کے بعد اس طرح ہر ضلع اور ہر ہر پرگنہ کا تخمینہ مرتب کیا جاتا تھا جس میں مقامی زمیندار اور مکھیا شریک ہوتے تھے۔ یہ تخمینہ رقم ان لوگوں کے مشورہ سے ہر ہر گاؤں میں پھیلا دی جاتی۔ اس طریقہ میں اگر چہ بڑی زحمت تھی اور گویا کہ ہر سال نیا بندوبست کرنا پڑتا تھا لیکن مصر کے حالات کے لحاظ سے عدل اور انصاف کا یہی

مقتضا تھا اور مصر میں یہ طریقہ تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ ایک مدت سے معمول بہ تھا۔ (44) حضرت عمرؓ نے فاتح مصر عمرو بن العاص سے ایک خط کے ذریعہ مصر کی صحیح کیفیت سے مطلع ہونا چاہا حضرت عمرو نے جواب میں بتایا کہ مصر کی زرخیزی دریائے نیل کے پانی کے سبب ہے یہاں کے رہنے والے شہد کی مکھیوں کی مانند مشقت کرتے ہیں زمین پر ہلکا سا ہل چلا کر بیج بوتے ہیں قادرِ مطلق سے سرسبزی کے امیدوار ہوتے ہیں جو غلہ کو نمو بخشتا ہے اور ندی کی لائی ہوئی کھاد اس کی پرورش کرتی ہے خوشہ پیدا ہوتا ہے اور پختگی کو پہنچتا ہے۔ مصر کی سرسبزی اور اس کے باشندوں کی خوش وقتی زیادہ تر تین چیزوں پر موقوف ہے اوّلاً کوئی ایسی تجویز نہ کی جائے جس سے لگان میں اضافہ ہو ثانیاً مالگزاری کا ایک ثلث نہروں، بندوں، بلوں کی نگہداشت اور نئی تعمیر میں صرف کیا جائے ثالثاً لگان ہمیشہ پیداوار کی حیثیت پر قائم کیا جائے۔ (45) لگان کی شرح فی جریب ایک دینار اور تین اردب غلہ قرار دی گئی اور یہ معاہدہ لکھ دیا گیا کہ اس مقدار پر کبھی اضافہ نہیں کیا جائے گا۔ (46) مصر سے وصول ہونے والے خراج کی مقدار ایک کروڑ پچیس لاکھ دینار یعنی پانچ کروڑ چھ لاکھ روپیہ یا اس سے کچھ یا زیادہ تھی۔ (47) یعنی کہ مالگزاری عائد کرنے کا طریقہ عراق کے برعکس سالانہ تشخیص کا تھا جس کی وجہ سے شرح مالگزاری ہر سال تبدیل ہو سکتی تھی۔ لیکن اہل مصر پر خراج اس شرط پر عائد کیا گیا تھا کہ اس میں اضافہ نہیں کیا جائے گا (48) چنانچہ اسی لیے جب عہد بنو امیہ میں امیر معاویہ نے حضرت عمرو بن العاص کو مصر کے خراج میں اضافہ کے لیے لکھا تو انہوں نے انکار کر دیا کہ یہ معاہدہ کی خلاف ورزی ہوگی (49)

(iii) مالگواری شام

شام میں اسلام کے عہد تک وہ قانون جاری تھا جو ایک یونانی بادشاہ نے اپنے تمام ممالک مقبوضہ میں قائم کیا تھا اس نے پیداوار کے اختلاف کے لحاظ سے زمین کے مختلف مدارج قرار دیئے تھے اور ہر قسم کی زمین پر جداگانہ شرح کے لگان مقرر کئے تھے قرائن و قیاسات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے مصر کی طرح یہاں بھی وہی قدیم قانون جاری رہنے دیا۔

عراق، مصر اور شام کے علاوہ دیگر مفتوحہ یعنی فارس، کرمان، آرمینیا وغیرہ کی زمینوں پر بھی خراج عائد کیا گیا تھا ''حضرت عمرؓ نے جب فارس کو فتح کیا تو ہر وہ زمین (بحق ریاست) خاص کر لی تھی جو کسریٰ یا اس کے خاندان والوں کی تھی یا کسی ایسے فرد کی ملکیت تھی جو جنگ میں مارا گیا یا بھاگ کر حربی علاقہ میں چلا گیا، جو زمینیں پانی کے نیچے تھیں انہیں اور سارے ڈاک گھروں کو بھی آپ نے (بحق سرکار) خاص کر لیا تھا، اور ان زمینوں کا خراج ستر لاکھ درھم ہوا کرتا تھا۔ (50) جب فارس فتح ہوا تو جلولا کے باشندوں کے بارے میں حضرت سعدؓ نے استفسار کرتے ہوئے حضرت عمرؓ کو لکھا آپؐ نے جواب میں لکھا کہ ان سے وہی سلوک کرو جو پہلے کسانوں کے ساتھ کیا تھا۔۔۔ چنانچہ مسلمانوں نے کسانوں کو برقرار رکھا اور جو واپس آئے انہیں جزیہ کی دعوت دی اور کسانوں پر خراج مقرر کیا۔ (51) شاہانِ فارس پیائش کے طریقہ سے خراج وصول کرتے تھے اسلامی عہد شروع ہوا تو حضرت عمرؓ نے بھی اسی کو نافذ رکھا۔ (52) 15ھ یا اس کے قریب کے زمانہ میں بحرین سے تمام سال کا خراج پانچ لاکھ درہم آیا۔ (53) نجران کے محصل کے نام فرمان میں حضرت عمرؓ نے لگان کی وصولی کے لیے ذیل کی ہدایات دیں۔ سابقہ غیر مسلم مفتوحہ باشندوں کے متروکہ پھل دار درختوں کی پیداوار میں مندرجہ ذیل شرح لگان ہوگی:

1) جو درخت بارانی یا گردونواح کے جمع شدہ یا بہتے ہوئے پانی سے سینچے جائیں: عمرؓ اور مسلمانوں کے لیے دو تہائی اور ان کے اجارہ داروں کے لیے ایک تہائی۔

2) جو درخت چرسہ سے سینچے جائیں: عمرؓ اور مسلمانوں کے لیے ایک تہائی اور ان کے اجارہ داروں کے لیے دو تہائی۔

3) ہموار مزروعہ بارانی اراضی کی پیداوار پر عمرؓ اور مسلمانوں کے لیے دو تہائی اور ان کے اجارہ داروں کے لیے ایک تہائی۔

4) ہموار اراضی چرسہ سے سینچی جائے عمرؓ اور مسلمانوں کے لیے ایک تہائی اور ان کے اجارہ داروں کے لئے دو تہائی۔ (54)

صبہان، موصل اور طبرستان والے بھی عہد فاروقی میں خراج گزار تھے۔ (55) بندوبست اراضی کے علاوہ عہد خلافت راشدہ میں مالگزاری کی تشخیص کے لیے ذمیوں کی رضا مندی کو بنیادی اہمیت دی جاتی تھی۔ محاصل کی وصولی پر اس بات کا مکمل اطمینان حاصل کیا جاتا تھا کہ آیا کہیں ان کی وصولی میں ظلم وزیادتی تو نہیں ہوئی اور اس مقصد کے لیے خلفاء راشدین وقتاً فوقتاً محصلین خراج کو ہدایات جاری کرتے رہتے تھے۔

صحیح بخاری کی روایت ہے حضرت عمر بن خطابؓ شہید ہونے سے چند دن پہلے مدینہ میں حذیفہ بن الیمان اور عثمان بن حنیف کے پاس کھڑے فرمارہے تھے تم دونوں نے جو کیا اچھا نہیں کیا، کیا تم کو اس بات کا خیال نہیں آیا کہ تم نے ارض سواد پر اس کی طاقت سے زیادہ خراج مقرر کیا ان دونوں نے عرض کیا نہیں ہم دونوں نے اس پر اس قدر خراج مقرر کیا ہے جس کی وہ طاقت رکھتی ہے اس میں زیادتی والی کوئی بات نہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا غور کرو شائد تم نے اس زمین پر اس قدر خراج مقرر کیا ہے جس کی وہ طاقت نہیں رکھتی اس پر انہوں نے عرض کیا کہ نہیں پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر خدا تعالیٰ نے مجھے سلامت رکھا تو میں اہل عراق کی بیوہ عورتوں کو اتنا خوش حال کر دونگا کہ وہ میرے بعد کسی کی محتاج نہ رہیں گی۔ (56)

حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس کثیر مال آیا تو انہوں نے کہا میں سمجھتا ہوں (کہ اتنا کثیر مال حاصل کرنے میں) تم نے لوگوں پر بے جا دباؤ ڈال کر انہیں تباہ کر دیا ہو گا اس پر وہ (مال لانے والے) بولے نہیں اللہ کی قسم ہم نے ان کی سہولت اور خوش دلی کے ساتھ یہ کچھ ان سے وصول کیا ہے حضرت عمرؓ نے دریافت کیا بغیر کوڑے مارے بغیر لٹکائے؟ انہوں نے کہا جی ہاں اس پر حضرت عمرؓ نے کہا الحمد اللہ جس نے مجھے اور میرے دور حکومت کو رعایا پر ظلم وتشدد سے محفوظ رکھا۔ (57) حضرت عمر فاروقؓ نے بندوبست خراج کے حوالہ سے انتہائی منصفانہ اصول یہ بھی اپنایا تھا کہ وہ بندوبست اور اس سے متعلقہ تمام امور میں ذمی رعایا سے جو عیسائی اور پارسی تھے ہمیشہ رائے طلب کرتے اور ان کی معروضات پر لحاظ فرماتے۔ آپ نے عراق کا بندوبست کرنا چاہا تو پہلے عمال کو لکھا کہ عراق کے دو رئیسوں کو ہمارے پاس بھیجو جن کے ساتھ مترجم بھی ہوں۔ (58) مصر کے انتظام کے وقت وہاں کے گورنر کو لکھا کہ مقوقس سے (جو پہلے مصر کا حاکم تھا) خراج کے معاملہ میں رائے لو اس پر تسلی نہ ہوئی تو ایک واقف کار قبطی کو مدینہ میں طلب کیا اور اس کا اظہار لیا۔ (59) حضرت عمر فاروقؓ کا یہ معمول تھا کہ مالگزاری کی وصولی پر وہاں کے لوگوں سے قسم لیتے تھے کہ آیا ان پر اس کی وصولی میں ظلم وزیادتی تو نہیں کی گئی ہر سال یہ معمول تھا کہ جب عراق کا خراج آتا تو 10 شخص کوفہ اور 10 شخص بصرہ سے طلب کئے جاتے تھے اور حضرت عمرؓ ان سے چار دفعہ بتاکید قسم لیتے تھے کہ مالگزاری کے وصول کرنے میں کچھ سختی تو نہیں کی گئی وفات سے دو تین دن پہلے تک افسرانِ بندوبست کو بلایا اور تشخیص جمع کے متعلق ان سے گفتگو کی اور بار بار پوچھتے رہے کہ جمع سخت تو نہیں مقرر کی گئی۔ (60)

عہد فاروقی میں خراج عائد کرتے ہوئے عمال حضرت عمرؓ کے اس قول کو پیش نظر رکھتے تھے۔ **فان احتملوا اکثر من ذلک فلا یزاد علیھم، و ان عجز و اعن ذلک خفف علیھم و لا یکلفون فوق طاقتھم** (61) (اگر یہ خیال ہو کہ اس سے زیادہ وصول کیا جاسکتا ہے تو اضافہ نہ کرنا اور اگر عائد شدہ خراج کی ادائیگی سے عاجز ہوں تو اس کو کم کر دینا اور ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالنا) آپ اپنے عمال کو یہ نصیحت کرتے تھے کہ **اتقو اللہ فی الفلاحین** (62) (کسانوں کے بارے میں خدا سے ڈرنا)

حضرت عثمان غنیؓ نے مسند خلافت پر متمکن ہوتے ہی سب سے پہلا کام یہ کیا کہ حکام کے نام فرمان جاری کئے جن میں انہیں ان کے فرائض یاد کروائے اور اپنی طرز سلطنت وحکومت کے خدوخال ان پر واضح کئے آپ نے پہلا ہدایت نامہ جو حکام کو بھیجا وہ یہ ہے۔ ''اللہ نے حکام کو حکم

دیا ہے کہ وہ (رعایا کے) محافظ بنیں صرف محصول وصول کرنے والے نہ بنیں اور جو اس حیثیت میں رہیں گے تو وہاں سے حیا، دیانت داری اور وفاداری کا جذبہ اٹھ جائے گا''۔(63) آپ نے محصلین خراج کے نام یہ ابتدائی ہدایت نامہ بھی بھیجا ''اللہ تعالیٰ نے حق وصداقت پر مخلوق کو پیدا کیا ہے کیونکہ اسے حق وصداقت کے علاوہ کوئی چیز پسند نہیں اس لیے حق کے ساتھ کوئی چیز وصول کرو اور حق وصداقت پر قائم رہو تم ہمیشہ امانتداری اور دیانت داری کو اختیار کرو ایسا نہ ہو کہ تم سب سے پہلے بددیانتی اختیار کرو اس طرح تم مستقبل کے لوگوں کے لیے بددیانتی کی راہ کھول دو گے اور ان کے گناہوں میں تمہاری بھی شرکت سمجھی جائے گی تم وفاداری کی راہ پر چلو اور کسی یتیم اور معاہدہ کرنے والے پر ظلم نہ کرو جو ان پر ظلم کریگا اللہ ان کا دشمن ہوگا''۔(64) دورِ علیؓ کا ایک مکتوب جو حضرت علیؓ نے خراج کے افسران کے نام تحریر فرمایا جس سے آپؓ کی خراج کی پالیسی واضح ہوتی ہے۔'' اپنے معاملے میں لوگوں سے انصاف کرو اور ان کی ضرورتیں پوری کرنے میں برداشت سے کام لو۔تم رعایا کے خزانچی ہو۔امت کے وکیل ہو۔ اماموں کے کے سفیر ہو کسی کو بھی اس کی ضرورت سے نہ روکو خبردار ایسا نہ ہو کہ لوگ خراج ادا کرنے کے لیے اپنی گرمی جاڑے اپنے روزی کے مویشی اور غلام بیچنے لگیں پیسے کے لیے کسی کو کوڑے نہ لگائے جائیں۔''(65)

عہد خلافت راشدہ میں عمال کا محاسبہ اس قدر سخت تھا کہ حضرت عمرؓ جب کسی عامل کو شہر (اور خراج) پر مقرر کر کے بھیجتے تو اس کے مال کی فہرست لکھ لیا کرتے تھے انہوں نے ایک سو سے زائد لوگوں کا مال انہیں معزول کر کے تقسیم کرالیا جن کا مال تقسیم کیا ان میں سعد بن ابی وقاص اور ابی ہریرہ بھی تھے۔(66) ان کے مال نصف تقسیم کر دیئے گئے نصف انھوں نے (برائے بیت المال) لے لیا اور نصف ان لوگوں کو دے دیا (67) حکومت کی طرف سے خراج کے افسروں کا نہایت سختی سے محاسبہ کیا جاتا تھا حضرت عمرؓ نے احتساب کا ایک مستقل محکمہ قائم کر دیا تھا اس محکمہ کے افسر محکمہ خراج کے عہدہ داروں کی مالی حالت کی جائزہ لیتے رہتے تھے اور اس بات کی سخت نگرانی رکھتے تھے کہ کسی عہدہ دار کا خرچ اس کی آمدنی سے زیادہ نہ ہو اگر ایسا ہوتا تو فوراً تفتیش کی جاتی حضرت عمرؓ کو اگر کسی خراج کے افسر کی دولت مندی پر شبہ ہو جاتا تو نہایت سختی سے اس کی تحقیق کراتے تھے ایک دفعہ حضرت عمرو بن العاص کی غیر معمولی ثروت پر شبہ ہو گیا تو آپ نے نہایت سختی سے محمد بن مسلمہ کے ذریعہ تفتیش کروائی۔(68) حضرت عمرو بن العاص جو کہ فاتح مصر اور اپنے زمانے کے بہت بڑے جرنیل تھے حضرت عثمانؓ کے دور میں مصر سے خراج کی رقم میں کمی آئی تو آپؓ نے انہیں بلا کسی توقف کے، معزول کر دیا اور ان کی جگہ حضرت عثمانؓ نے حضرت عبداللہ بن سعد کو فوج اور خراج دونوں کا حاکم مقرر کر دیا۔(69)

دیوان خراج

عہد خلافت راشدہ میں خراج کا نظام باقاعدہ دفتری اصول وضوابط کے دائرہ مین آ گیا تھا لیکن خلفاء راشدین نے خود سے کوئی ایسا نظام نہیں اپنایا تھا بلکہ مفتوح علاقوں میں جس طرح یہ دفاتر قائم تھے انہیں ویسے ہی رہنے دیا'' جہاں جس قسم کا بندوبست تھا اور بندوبست کے جو کاغذات پہلے سے تیار تھے ان کو اسی طرح قائم رکھا یہاں تک کہ دفتر کی زبان تک نہ بدلی یعنی جس طرح اسلام سے پہلے عراق وایران کا دفتر فارسی میں، شام کا رومی میں، مصر کا قبطی میں تھا حضرت عمرؓ کے عہد میں اسی طرح رہا خراج کے محکمہ میں جس طرح قدیم سے پارسی، یونانی اور قبطی ملازم تھے بدستور بحال رہے تاہم حضرت عمرؓ نے قدیم طریقہ انتظام میں جہاں جو کچھ غلطی دیکھی اس کی اصلاح کر دی''۔(70)

نظام آبپاشی

عہد خلافت راشدہ میں زراعت کی ترقی کے لئے آبپاشی کے نظام پر خصوصی توجہ دی گئی۔خصوصاً دور فاروقی میں بیت المال سے کثیر رقم

اس مقصد کیلئے خرچ کی گئی۔ تمام ممالک مفتوحہ میں نہریں جاری کیں اور بند باندھنے' تالاب تیار کرنے' پانی کی تقسیم کر کے دہانے بنانے' نہروں کے شعبے نکالنے اس قسم کے کاموں پر ایک بڑا محکمہ قائم کیا۔ خاص مصر میں ایک لاکھ بیس ہزار مزدور روزانہ سال بھر اس کام میں لگے رہتے تھے اور یہ تمام مصارف بیت المال سے ادا کئے جاتے تھے۔ خوزستان اور اہواز کے اضلاع میں حضرت عمرؓ کی اجازت سے بہت سی نہریں کھدوائی گئیں جن کی وجہ سے بہت سی افتادہ زمینیں آباد ہو گئیں اسی طرح اور سینکڑوں نہریں تیار ہوئیں۔ (71) خلافت راشدہ کے دور میں گورنروں کو یہ ذمہ داری سونپی گئی تھی کہ آبپاشی کی ہر ممکن سہولت مہیا کریں۔ (72) آبپاشی کا نظام اگر چہ اپنے دور کی انتہائی ترقی یافتہ شکل میں موجود تھا لیکن اس کے باوجود ہمیں ایسی کوئی شہادت نہیں ملتی کہ آبپاشی کے ان انتظامات پر الگ سے کوئی محصول عائد کیا گیا ہو۔

عشور اور عہد خلافت راشدہ

عشور کا آغاز عہد خلافت راشدہ میں دور فاروقی سے ہوا۔ عشور خاص حضرت عمرؓ کی ایجاد ہے جس کی ابتداء اس لئے ہوئی کہ مسلمان جو غیر ملکوں میں تجارت کے لئے جاتے تھے ان سے وہاں کے دستور کے موافق مال تجارت پر فی صدی دس روپیہ ٹیکس لیا جاتا تھا۔ حضرت ابو موسی اشعریؓ نے حضرت عمرؓ کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ ان ملکوں کے تاجر جو ہمارے ملک میں آئیں ان سے بھی اسی قدر محصول لیا جائے۔ منبج کے عیسائیوں نے جو اس وقت تک اسلام کے محکوم نہیں ہوئے تھے خود حضرت عمرؓ کے پاس یہ درخواست بھیجی کہ ہم کو عشر ادا کرنیکی شرط پر عرب میں تجارت کرنے کی اجازت دی جائے حضرت عمرؓ نے منظور کر لی اور پھر ذمیوں اور مسلمانوں پر بھی یہ قاعدہ جاری کر دیا گیا البتہ مقدار میں تفاوت رہا یعنی حربیوں سے فی صدی 10' ذمیوں سے 5 اور مسلمانوں سے ڈھائی لیا جاتا تھا۔ رفتہ رفتہ حضرت عمرؓ نے تمام ممالک مفتوحہ میں یہ قاعدہ جاری کر کے اس کا خاص محکمہ قائم کر دیا جس سے بہت بڑی آمدنی ہو گئی۔ (73) (مزید تفصیل کے لئے دیکھئے باب اول)

کراء الارض اور خلافت راشدہ

سرکاری اراضی کو نقد کرایہ پر دینے کا آغاز عہد خلافت راشدہ میں ہوا۔ حضرت عمرؓ کے دور میں کراء الارض کی آمدنی 90,00,000 (نوے لاکھ) درہم تھی جو حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں بڑھ کر 5,00,00,000 (پانچ کروڑ) درہم ہو گئی تھی۔ (74)

حضرت علیؓ نے اپنے دور میں نرکل اور بانس کے جنگلات کرایہ پر دیئے۔ آپ نے برس کے جنگل کا معاوضہ چار ہزار درہم (سالانہ) مقرر کیا تھا اور ٹھیکیداروں کو ایک تحریر چمڑے کے ٹکڑے پر لکھ کر دی تھی۔ (75) (مزید تفصیل کے لئے دیکھئے باب اول)

حوالہ جات

1۔ ابوداؤد ' سلیمان بن اشعت (م 275ھ) سنن ابی دائود' کتاب السنۃ' باب فی الخلفاء ' دارالفکر بیروت' 207:4

2۔ ابن خلدون عبدالرحمن(م 808ھ)' تاریخ ابن خلدون' المطبعۃ النبھضۃ مصر 1936ء' 273:2

3۔ ابودائود ' سلیمان بن اشعت (م 275ھ) سنن ابی دائود' کتاب(مع کتاب معالم السنن الخطابی) کتابالزکاۃ' دارالحدیث بیروت لبنان 1970' 199:2' (حاشیہ)

4۔ ایضاً

5۔ ابن خلدون' م ن ' 273:2

5-A۔ البلاذری' احمد بن یحییٰ بن جابر (م 279ھ) فتوح البلدان' بمصر الطبعۃ الاولیٰ 1319ھ' ص :101

6۔ محمد حسین ہیکل' ابوبکر' مترجم شیخ محمد احمد پانی پتی' مکتبہ میری لائبریری لاہور 1988ء' ص:111

7۔ ابن کثیر' ابوا ھذاء عماد الدین دمشقی (م 701ھ) البدایۃ و النھایۃ' المطبعۃ السعادہ مصر 1932ء' 6:

8۔ ابن خلدون' م ن ' 273:2

9۔ مسلم بن حجاج القشیری' (م 261ھ) الجامع الصحیح' کتاب الایمان' باب الامر یقتال الناس قی یقولوا لاالہ الا اللہ' احیاء التراث العربی بیروت' 52:1

10۔ ابن کثیر ' م ن' 6:

11۔ مسلم بن حجاج' م ن' کتاب الایمان باب الامر یقتال الناس حتی یقول لاالہ الا اللہ' 52:1

12۔ ابن خلدون' م ن ' 274:2

13۔ ایضاً

14۔ السیوطی ' جلال الدین عبد الرحمن(م 911ھ)' تاریخ الخلفاء' کارخانہ تجارت کتب کراچی' ص:74

15۔ ابن خلدون' م ن ' 280-81:2

16۔ البلاذری' م ن' ص 83

17۔ الطبری' ابی جعفر محمد بن جریر (م 310ھ) تاریخ طبری' (تاریخ الرسل والملوک)'

دار المعارف مصر 382:3

18. البلاذری، م ن، ص :89

19. الطبری، م ن ، 203:4

20. الطبری، م ن ، 227:4

21. ابن خلدون عبدالرحمٰن (م 808ھ)، تاریخ ابن خلدون، مترجم حکیم احمد حسین اله آبادی، نفیس اکیڈمی کراچی 1966ء، 394:1

22. ابن خلدون عبدالرحمٰن (م 808ھ)، تاریخ ابن خلدون، مترجم حکیم احمد حسین اله آبادی، نفیس اکیڈمی کراچی 1966ء، 393:1

23. البلاذری، م ن ، ص 185

24. البلاذری، م ن ، ص 136

25. البلاذری، م ن، ص 123

26. البلاذری، م ن ، ص 183

27. البخاری، ابو عبد الله محمد بن اسماعیل (م 256ھ) الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوة خیبر، الیمامه دمشق بیروت 1990، 1548:4

28. ابو یوسف، یعقوب بن ابراهیم (م 182ھ) کتاب الخراج، المکتبة السلفیة القاهره، ص :33

29. الحشر :8

30. الحشر :10

31. ابو عبید، القاسم بن سلام (م 224ھ) کتاب الاموال، المکتبة العلمیة، لاهور، س۔ن، ص :59

32. البلاذری، م ن ، ص :277

33. ابو عبید، م ن، ص :59

34. ابو عبید، م ن، ص :58

35. ابن خلدون عبدالرحمٰن (م 808ھ)، تاریخ ابن خلدون، مترجم حکیم احمد حسین اله آبادی، نفیس اکیڈمی کراچی 1966ء، 393:1

36. ابو یوسف، م ن ، ص:45

37. الماوروی، ابو الحسن بن محمد بن حبیب البصری (م 450ھ) الاحکام لسلطانیه المصطفٰی البابی بمصر الطبعة الثانیة 1965، ص :153

38. البلاذری ، م ن، ص :281

39. یحییٰ بن آدم، م ن ، ص :21 / الماوردی، م ن ، ص :148

40. البلاذری' م ن' ص :278
41. ابو عبید' م ن ' ص:69
42. ابن خلدون عبدالرحمٰن (م 808ھ)' تاریخ ابن خلدون' مترجم حکیم احمد حسین الٰہ آبادی' نفیس اکیڈمی کراچی 1966ء' 393:1
43. البلاذری' م ن' ص :279
44. شبلی نعمانی' م ن ' 44:2
45. گستاولی بان' تمدن عرب' مترجم سید علی بلگرامی' مقبول اکیڈمی لاہور' ص:238
46. البلاذری' ص :222
47. ابن خلدون' م ن ' 348:2
48. البلاذری' م ن' ص :225
49. جرجی زیدان' تاریخ التمدن الاسلامی' طبعة جدیدة دارالهلال قاهره' 25:2
50. ابو یوسف' م ن ' ص:68
51. الطبری' م ن ' 30:4
52. الماوروی' م ن ' ص: 175
53. ابن خلدون عبدالرحمٰن (م 808ھ)' تاریخ ابن خلدون' مترجم حکیم احمد حسین الٰہ آبادی' نفیس اکیڈمی کراچی 1966ء' 395:1
54. حمیداللہ ڈاکٹر' سیاسی وثیقہ جات' مترجم ابویحیی' مجلس ترقی اداب لاہور' طبع اول 1960' ص:118-117
55. البلاذری' م ن ' ص 319:339:342
56. ابو یوسف' م ن' ص:44
57. ابو عبید' م ن ' ص:43
58. ابو یوسف' م ن ' ص:45'
59. شبلی نعمانی' م ن ' 49:2'
60. شبلی نعمانی' م ن ' 39:2
61. یحییٰ بن آدم' م ن' ص :21
62. یحییٰ بن آدم القرشی (م 203ھ) کتاب الخراج' المتبة العلمیة لاهور' الطبعة الاولی' ص:52
63. الطبری' م ن ' 245:3
64. ایضاً

65. یحییٰ بن آدم'

66. ابن سعد محمد (م 230ھ)' الطبقات الکبریٰ (طبقات ابن سعد)' دار صادر بیروت 1960ء' 307:3

67. ایضاً

68. حسن ابراہیم حسن' مسلمانوں کا نظم مملکت' مترجم مولوی علیم الدین' ادارالاشاعت کراچی 1975' ص:240

69. الطبری' م ن ' 256:3

70. شبلی نعمانی' م ن ' 42:2

71. شبلی نعمانی' م ن ' 50:2

72. حسن ابراهیم حسن' م ن ' ص:239

73. ابو یوسف' م ن' ص:161

74. بحوالہ نور محمد غفاری' اسلام کا نظام محاصل' مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور' ص:110

75. ابو یوسف' م ن ' ص:123

فصل سوم: عہد بنوامیہ میں زرعی محاصل

بنوامیہ کا عہد حکومت (41ھ--132ھ/661ء--749ء) خلافت راشدہ اور خلافت عباسیہ کی درمیانی کڑی ہے اس خاندان میں خلافت 91 سال 9 مہینے رہی۔ان کی نسبت قریش کے ممتاز سردار امیہ بن عبدالشمس سے ہے۔ (1) جہاں تک عہد بنوامیہ کے نظام محاصل کا تعلق ہے تو خلفاء راشدین کے عہد میں جو ٹیکس لگائے گئے تھے عہد بنوامیہ میں ان میں اضافہ کر دیا گیا تھا اور ٹیکس کے لئے ان قوانین کی پابندی نہیں کی گئی تھی جو خلفاء راشدین نے مقرر کیے تھے اگرچہ امویوں نے ٹیکس کی وصولی اور نگرانی کا بڑا اچھا نظام قائم کیا تھا (2) بنوامیہ نے خلافت کو ملوکیت میں تبدیل کر دیا تھا (3) بیت المال جو کہ خلفاء راشدین کے دور میں قوم کی امانت سمجھا جاتا تھا اب شاہی خلفاء کا خزانہ قرار پایا۔ بیت المال کی آمدن کے ضمن میں حلال وحرام کی تمیز وتخصیص بالکل ختم ہوگئی۔ بنوامیہ کو لڑائیوں (مثلاً علویوں، حسین بن علی، مختار بن ابی عبید، عبداللہ زبیر اور خوارج وغیرہ سے لڑنے کے لیے) کے لیے اور اپنی شان وشوکت قائم رکھنے کے لیے روپیہ پیسہ کو کثرت درکار تھی۔(4) چنانچہ بیت المال کو پُر رکھنے کے لیے طرح طرح کے محاصل عائد کئے گئے مثلاً ویران زمین پر محصول عائد کر دیا **ضرب الضرائب علی الارض الحراب** (5) نومسلموں پر جزیہ عائد کر دیا۔(6) عہد نوروز پر ہدیہ فرض قرار دیا جس کی آمدنی دور معاویہ (41ھ-59ھ) میں 10,000,000 درہم تک پہنچ گئی تھی۔ شادی کرنے پر، عرضی لکھنے پر محصول اور رواج کے نام سے اور بھی کئی محصول عائد کئے گئے تھے۔(7) نومسلموں پر جزیہ عائد کرنے کے لیے یہ جواز پیش کیا گیا کہ یہ لوگ جزیہ کے ڈر سے مسلمان ہوئے ہیں (8) اور نومسلموں سے جزیہ کی وصولی صرف حجاج اور اس کے عمال تک محدود نہ تھی بلکہ عامل یزید بن اسلم نے افریقہ، جراح نے خراسان وغیرہ میں یہی کام کیا اہل سمرقند ایمان لائے کہ ان سے جزیہ اٹھالیا جائے گا لیکن ایمان لانے کے بعد بھی وصول کیا گیا تو وہ اپنے دین کی طرف واپس لوٹ گئے (9) عہد بنوامیہ میں سوائے چند ایک کے ایسے عمال مقرر کئے گئے تھے جو کہ محاصل کی وصولی میں نہائت سختی کرتے تھے **فاستخدموا العنف فی تحصیل الاموال بحق وبغیر حق** (10) حضرت بن عبدالعزیز نے کہا ولید نے شام، حجاج نے عراق، عثمان بن حیان نے حجاز اور قرۃ بن شریک نے مصر میں، خدا کی قسم، زمین کو ظلم سے بھر دیا۔(11) عمال سرکاری واجبات کی وصولی کے لیے اہل ذمہ سے نہایت سختی سے پیش آتے **وکان عمال بنی امیه یجورون علی اصحاب الارض من اهل الذمه** (12) اور اس سختی کا یہ عالم تھا کہ اہل خراج کو دھوپ میں کھڑا کیا جاتا اور انہیں مارا پیٹا جاتا ان کے گلے میں گھڑے لٹکائے جاتے اس طرح قید کیا جاتا کہ وہ نماز نہ پڑھ سکتے (13) الغرض اس صورت حال میں نظام محاصل کی اصلاح کے سلسلہ میں بنوامیہ میں دو نام اہم ہیں ایک عبدالملک بن مروان (65ھ--86ھ/686ء--705ء) اور دوسرا حضرت عمر بن عبدالعزیز (99ھ--101ھ/717ء--719ء) زرعی محاصل کے حوالہ سے بھی اگرچہ بنوامیہ میں بعض بدعنوانیاں راہ پا گئی تھیں۔لیکن بہرحال بنیادی محاصل وہی تھے جو کہ عہد خلافت راشدہ میں تھے۔(14)

عشر

عہد بنوامیہ میں عشر کی وصولی کا وہی نظام قائم رہا تھا جو کہ خلافت راشدہ میں موجود تھا۔ مسلمان مالکان زمین سے حکومت ان کی پیداوار کا دسواں یا بیسواں حصہ بطور عشر وصول کرتی تھی۔ حضرت امیر معاویہ (41ھ--59ھ/661ء--669ء) کے عہد میں حبیب بن مسلمہ آرمینیا

کے حاکم تھے ان کی ایک تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمان ہونے والے افراد سے عشر وصول کیا جاتا تھا۔ انہوں نے لکھا ''اگر تم اسلام قبول کرلو تو نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور تم ہمارے اپنے بھائی بن جاؤ گے اور جو اللہ' اس کے رسول' اس کی کتابوں سے کنارہ کشی کرے گا تو ہم ان کے ساتھ برابر جنگ کرنے کا اعلان کرتے ہیں''۔ (15)

حضرت عمر بن عبدالعزیز (99ھ۔۔101ھ/717ء۔۔719ء) کے زمانہ میں ہر قسم کی زرعی پیداوار پر عشر لیا جاتا تھا اور کسی بھی شے کو استثناء حاصل نہ تھا۔ آپؒ نے ہر شہر میں ایک عامل مقرر کیا تھا جو زکوٰۃ وصول کرتا تھا۔ (16) جس میں یقیناً زکوٰۃ الارض بھی شامل تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے سندھ کے حکمرانوں اور زمینداروں کو دعوت اسلام کے خطوط لکھے ان میں سے اکثر نے اسلام قبول کیا ان سب کی جائدادیں اور زمینیں ان کے قبضہ میں رہنے دی گئیں اور انھیں مسلمانوں کے برابر حقوق دیئے گئے۔ ان کے عربی نام رکھے گئے (17) حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حاکم عمان کو لکھا کہ اناج اور کھجوروں پر عشر وصول کرو وہ وہاں کے فقیروں اور بادیہ نشینوں میں جو تمھارے پاس آئیں اور ان لوگوں میں جنہیں احتیاج ہو یا جنھیں غربت یا راستہ کی خرابی نے عمان کا رخ کرنے پر مجبور کیا ہو تقسیم کردو (18) بنو امیہ کے خلیفہ ولید اول (86ھ۔۔96ھ/705ء۔۔713ء) نے حجاج بن یوسف کو عراق کا والی مقرر کیا تو اس نے گندم' جو' کھجور اور انگور پر زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے عامل مقرر کئے تھے (19) اس نے اہل عراق پر وصولی محاصل کے لئے مظالم بھی ڈھائے اور نومسلموں سے عشر کے ساتھ خراج بھی وصول کیا۔ **قد اسلموا من اهل الذمه يو خذون با لخراج** (20) نہر فرات پر کچھ زمینیں ایسی تھیں جن نے مالکوں نے اسلام قبول کرلیا تھا اور کچھ زمینیں بطریق ہبہ یا دوسرے طریقوں سے مسلمانوں کے ہاتھ آگئی تھیں اور اراضی العشر میں محسوب تھیں حجاج بن یوسف نے ان سب کو خراجی قرار دے دیا عمر بن عبدالعزیز کا زمانہ آیا تو انھوں نے ان زمینوں کو اراضی الصدقہ میں شامل کردیا (21) حضرت عمر بن عبدالعزیز (99ھ۔۔101ھ/717ء۔۔719ء) جب تخت خلافت پر متمکن ہوئے تو انھوں نے یہ تمام خرابیاں ختم کیں اور مظالم دور کئے محاصل کی تحصیل اور اس کے طریقہ میں شرعی اصلاحات نافذ کیں۔ آپ وہ اموی خلیفہ تھے جنہوں نے خلافت راشدہ کے نظام کو دوبارہ قائم کیا اس لئے علماء امت نے انھیں خلفاء راشدین میں شمار کیا ہے (22) آپ نے فرات میں جن زمینوں کو حجاج نے دوبارہ خراجی قرار دیا تھا ان سب کو عشری قرار دیا۔ آپ نے فرمایا زمین کے مالکوں میں سے جو بھی اسلام قبول کرلے اس سے خراج نہیں لیا جائے گا۔ (23) آپ نے خلافت سنبھالی تو دیکھا کہ بعض آمدنیاں ناجائز ہیں اور بعض سے رعایا پر غیر معمولی بوجھ پڑ رہا ہے اس لئے انھیں یک لخت منسوخ کردیا آپ نے عمال کو لکھا کہ خدا نے محمد ﷺ کو داعی اسلام بنا کر بھیجا تھا نہ کہ محصل خراج' ان مذاہب کے لوگوں میں سے جو اسلام لے آئیں ان کے مال میں صرف صدقہ ہے جزیہ نہیں ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نومسلم کفار سے زکوٰۃ وعشر کے ساتھ جزیہ وخراج بھی وصول کرنے پر عامل عبداللہ حکمی کو معزول کردیا اور فرمایا کہ اللہ کے رسول ظلم کرنے اور مال جمع کرنے کے لئے نہیں بھیجے گئے تھے (24) آپ نے عامل خراساں کو لکھا کہ **انظـر مـن قبـلـک فضـع عـنه الجزيه فرغب الناس فى الاسلام و تسارعو ا اليه** (25) (جو قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھے اس سے جزیہ اٹھا لیا جائے تا کہ لوگ اسلام کی طرف راغب ہوں اور اسلام قبول کریں) آپ نے عامل مصر حیان بن شریح کو بھی یہی حکم دیا کہ **فـضـع الـجـزيـه عـمـن اسلم فان الله بعث محمدا هادياً و لم يبعثه جابيا**(26) آپ اس وقت تک محاصل بیت المال میں داخل نہیں کرتے تھے جب تک کہ ان کے حق ہونے کا یقین نہ کرلیتے۔ (27)

مختصراً یہ کہ عشر کی وصولی کا انتظام سرکاری سطح پر موجود تھا خلفاء بنو امیہ مسلمانوں کی زرعی پیداوار سے عشر وصول کرتے تھے لیکن مصارف

کے حوالہ سے ان کا عمل محتاط نہ تھا صدقات کو متعینہ مقاصد پر صرف کیا جاتا عوام سے جمع شدہ مال کو بے جا اڑایا جاتا عبدالملک بن مروان نے حجاج کو اس عمل پر تنبیہ کرتے ہوئے کہا تھا ''مال اللہ کا ہے ہم تو صرف خزانچی ہیں'' (28)

خراج

عہد بنوامیہ میں خراج رقبہ کی پیائش پر تشخیص کیا جاتا تھا جو کہ فقہی اصطلاح میں ''**خراج مساحة**'' تھا۔(29) زمین سے ایک متعین مال وصول کرلیا جاتا اس سے غرض نہ تھی کہ زمین کاشت بھی ہوئی ہے یا نہیں **وکان الخراج یومئذ علی المساحة فیوخذ فی مال معین زرعت ام لم تزرع** (30) اور خراج کی شراط میں یہ شامل تھا کہ **ان یستبقی الاصحاب الارض ما یجبرون به النوائب والحوائج** (31) (اصل زمین پر جو ٹیکس اور ضروری امور لازم ٹھہرائے گئے تھے ان کا ادا کرنا لازمی (جبری) تھا) خلفاء بنوامیہ نے نئی فتح ہونے والی زمینوں پر بھی خراج عائد کیا مثلاً یزید بن معاویہ نے الاردن میں سامرہ کی زمینوں پر خراج مقرر کیا (32) اور پہلے سے عائد شدہ خراج میں بھی اضافہ کیا **فانهم زادو الخراج عما کان علیه فی ایام الراشدین** (33) اور خراج کی وصولی میں انتہائی سختی برتی جاتی تھی خصوصاً حجاج بن یوسف نے وصولی خراج کے لیے عوام الناس نہایت ظلم کئے۔ (34) ولید اول (86ھ۔۔96ھ/ 705ء۔۔713ء) کے دور میں والی عراق حجاج بن یوسف نے خراج کی وصولی کے لئے عوام الناس پر نہایت سختیاں کیں۔ مہلب سے اھواز کی مالگزاری دس لاکھ درہم طلب کی جو اس نے قرض لے کر اور اپنی بیوی کے زیورات بیچ کر حجاج کو ادا کی۔ (35) خلفاء بنی امیہ میں سے خراج کے نظام کی اصلاح کے لیے عبدالملک بن مروان اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کا نام اہم ہے۔ خصوصاً عبدالملک بن مروان (65ھ۔۔86ھ/ 686ء۔۔705ء) جس نے اکیس برس حکومت کی اور دولت بنی امیہ کا موسس ثانی کہلایا۔ وہ خراج کے افسران پر بڑی کڑی نگرانی رکھتا تھا اور جب ان میں سے کسی افسر کو معزول کیا جاتا تھا تو اس وقت اس کے خلاف پوری تحقیقات کی جاتی تھیں اس مقصد کے لئے باقاعدہ عدالتیں قائم تھیں جنھیں دارالاستخراج کہتا جاتا تھا۔ (36) بددیانت افسروں کو برطرف کرنے کے بعد نہایت سختی سے ان کی ثروت کا جائزہ لیتا تھا اور جن لوگوں پر شبہ ہوجاتا تھا ان سے اعتراف کروانے کے لئے انھیں سنگین سزائیں دی جاتی تھیں اور ان سے مال و دولت لے کر بیت المال میں داخل کردیا جاتا تھا یہ سزائیں اکثر حدود شرع سے متجاوز ہوتی تھیں۔ (37) عمال بنی امیہ خراج کی وصولی کے لئے اہل ذمہ پر نہایت سختی کرتے تھے حجاج نے عبد الملک بن مروان سے خراج کے بقایاجات کی وصولی اور اضافہ کے لئے دریافت کیا تو آپ نے جواب میں لکھا ''جو درہم تم کو ملے اس پر اکتفا کرو اور جو نہ ملا ہے اس پر حرص نہ کرو اور کچھ کاشتکاروں کو بھی چھوڑ دیا جائے تا کہ اس سے وہ راحت کی زندگی بسر کرسکیں۔ (38)

حضرت عمر بن عبدالعزیز (99ھ۔۔101ھ/717ء۔۔719ء) نے خراج کی وصولی میں نہایت نرمی کرنے کا حکم دیا تھا۔ خراسان کے گورنر نے آپ کو خط لکھا کہ لوگ خراج وغیرہ نہ دینے کا بہانہ ڈھونڈتے ہیں تلوار اور کوڑا ہی دو چیزیں ہیں جو انھیں درست رکھ سکتی ہیں۔ امیر المومنین نے اس خط کے جواب میں لکھا کہ معلوم ہوتا ہے کہ باشندگان خراسان سے زیادہ تم خود فتنہ وفساد کے دلدادہ ہو یاد رکھو مومن یا ذمی کو بلاوجہ ایک کوڑا نہ لگاؤ اور خون کے قصاص سے ڈرتے رہو کیونکہ تمھیں ایسی ہستی کے سامنے جوابدہ ہونا پڑے گا جو تمام ظاہر و باطن باتوں کو جانتا ہے۔ (39) ان وجوہات کی بناء پر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جراح کو خراسان کی گورنری سے معزول کردیا اور عبدالرحمٰن قشیری کو صیغہ خراج کا افسر مقرر کیا۔ (40) حجاج بن یوسف کا بھائی محمد بن یوسف جب الیمن کا والی ہوا تو اس نے رعایا کے ساتھ نہایت بدسلوکیاں کیں ان پر ظلم کیا انکی زمینیں

ناحق چھین لیں ان میں سے ایک زمین الحرجہ تھی اوران پر ایک جدید (خراج) مقرر کیا اوراس کا نام ''الوظیفہ'' رکھا (41) لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو انھوں نے اپنے عامل کو لکھا کہ یہ زائد خراج بند کر دیا جائے اور صرف عشر پر اکتفا کیا جائے اور کہا خدا کی قسم اگر میرے پاس مٹھی بھرا کتم (ایک گھاس کا نام) بھی نہ آئے تو وہ مجھے اس زائد خراج کو بحال رکھنے کے مقابلے میں زیادہ پسند ہے۔ بعدازاں یزید بن عبدالملک والی نے خراج پھر جاری کر دیا۔ (42) آپ نے عامل کوفہ کو خط لکھا اورخراج سے متعلق تفصیلی ہدایات دیں فرمایا ''اہل کوفہ پر گزشتہ سخت گیر اور ظالم حاکموں نے ضرورت سے زیادہ سختیاں اور ظلم کئے ہیں حالانکہ مذہب کی بنیاد عدل ونرمی پر ہے تم سب سے زیادہ خود اپنے نفس پر روک تھام رکھنا کیونکہ یہ کچھ چھوٹا موٹا گناہ نہیں ہے غیر مزروعہ زمین پر وہ لگان مت لگانا جو آباد زمین پر لگایا جاتا ہے اور نہ آباد زمین کی تشخیص لگان مزروعہ زمین کے لگان کی شرح سے کرنا جو غیر مزروعہ زمین ہو اس کی حیثیت دیکھ کر لگان لگانا اور پھر اس کی آبادی اور اصلاح کی کوشش کرنا' زیر کاشت زمین سے صرف لگان ہی وصول کرنا اور وہ بھی نرمی اور دل جوئی سے اور اس طرح کہ کاشت کار خوش رہیں۔۔۔۔۔۔ جو شخص مسلمان ہو جائے اس سے خراج وصول مت کرنا۔ (43) یزید بن مہلب بن ابی صفرہ والی خراسان کو آپ نے خیانت کے جرم میں موقوف کر دیا اور پھر قید کر دیا (44) آپ نے مسلمانوں کی مالگزاری میں خرد برد پر یزید بن مہلب کے مقرر کردہ آٹھ آدمیوں کو قہندز مرد میں قید کر دیا۔ (45) حضرت عمر بن عبدالعزیز کی ان اصلاحات کی بناء پر خراج کی آمدنی میں اضافہ ہو گیا تھا۔ آپ فرماتے ہیں خدا لعنت کرے حجاج پر نہ اس کو دین کا سلیقہ تھا اور نہ دنیا کا وہ باوجود اپنے مظالم کے عراق سے دو کروڑ اسی لاکھ سے زیادہ وصول نہ کر سکا۔ میرے زمانہ میں بغیر کسی ظلم وزیادتی کے بارہ کروڑ چالیس لاکھ آمدنی ہوئی اگر میں زندہ رہا تو اس آمدن میں اور اضافہ ہوگا۔ البلاذری لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں السواد کا خراج دس کروڑ درہم تھا لیکن حجاج کے زمانہ میں صرف چار کروڑ درہم رہ گیا (46)

خراج کی شرح

عہد بنوامیہ میں خراج کی شرح مختلف خلفاء کے دور میں مختلف اور زمین کی حیثیت کے اعتبار سے بھی فرق تھی۔ مثلاً عبدالملک بن مروان حکمران ہوا تو انھوں نے قریب کے سو جریب کے کھیت پر ایک دینار اور دور کے ہر دو سو جریب کے کھیت پر ایک دینار عائد کیا۔ قریب کی ایک ہزار انگور کی بیلوں پر ایک دینار اور دور کی دو ہزار بیلوں پر ایک دینار نیز قریب کے زیتون کے سو درختوں پر ایک دینار اور دور کے دو سو درختوں پر ایک دینار عائد کیا۔ دوری کا معیار انھوں نے ایک یا دو دن یا اس سے زیادہ مسافت کا طریقہ رکھا۔ محصول عائد کرنے کا یہی طریقہ شام اور موصل میں بھی اختیار کیا گیا۔ (47) حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا تھا۔ خراج میں ہمیشہ پیداوار کا ساتواں حصہ وصول کرنا جس کے لئے کوئی خاص ضابطہ نہیں ہے لگان تشخیص اور وصول کرنے والوں کی تنخواہیں رعایا سے وصول نہ کرنا۔ (48)

دیوان خراج

عہد خلافت راشدہ میں خراج سے متعلق دفتر روم وفارس کے قائم کردہ انھی کی زبان اور ملازموں سمیت اختیار کر لئے گئے تھے عہد بنوامیہ میں انکی زبان عربی کر دی گئی۔ اور یہ کام عبدالملک بن مروان نے (65ھ۔۔86ھ/686ء۔۔705ء) کے زمانہ میں ہوا **عبد الملک اول من نقل الديوان من الفارسية الى العربية** (49) اس تبدیلی کی دو وجوہات بیان کی جاتی ہیں

i) ایک دفعہ ایک رومی کاتب کو کچھ لکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی اور اس نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے دوات میں پیشاب کر دیا۔

عبدالملک کو جب خبر ہوئی تو اس نے کاتب کو سزا دی اور دیوان کو عربی زبان میں منتقل کرنے کا حکم دیا (50)

(ii) عہد عبدالملک میں جب خلافت حکومت سے بدل گئی تھی اور لوگوں میں بدوی خالص زندگی ختم ہو کر شہریت کا حسن پیدا ہونے لگا تھا اور انھوں نے جہالت کا لبادہ اتار کر پھینکا' لکھنے پڑھنے میں مہارت پیدا کرنے لگے اور عربوں اور ان کے غلاموں میں ماہر لکھنے پڑھنے والے اور ہشیار حساب دان پیدا ہونے لگے تو عبدالملک نے سلیمان بن سعد حاکم اردن کو حکم دیا کہ عربی زبان میں دیوان مرتب کئے جائیں (51)

سلیمان نے اس کام کے لئے الاردن کا سال بھر کا خراج مانگا خلیفہ نے اس کی منظوری دے دی اور اسی کو اردن کا والی کر دیا لیکن ابھی سال ختم نہ ہوا تھا کہ سلیمان اس کام سے فارغ ہو گیا۔ اردن کا خراج جو اس کام کے لیے دیا گیا وہ ایک لاکھ اسی ہزار تھا۔ (52) عبدالملک کے کاتب سرجون نے اس کی باقاعدہ تربیت لی اور رومی اور فارسی کاتبوں سے کہہ دیا کہ اب تم کوئی اور ذریعہ معاش تلاش کر لو اللہ نے یہ صنعت تم سے ختم فرما دی ہے۔ عراق میں یہ کام صالح نامی نوجوان نے لیا۔ عجمی عملہ نے جب یہ دیکھا تو اس کے سامنے ایک لاکھ درہم لا کر رکھا اور کہا کہ امیر اس کام کا اس سے زیادہ انعام نہیں دے گا' لہذا تم یہ رقم لے لو اور اس کو سمجھا دو کہ عربی میں ترجمہ نہیں ہو سکتا مگر صالح نے اس کی بات قبول نہیں کی اس زمانہ میں ایران کا دفتر عربی میں آ گیا۔ (53)

ہر صوبہ کے محاصل صدقات وخراج وغیرہ صوبائی خزانہ میں جمع کئے جاتے تھے صوبائی اخراجات (جس میں رفاہ عامہ کے کام بھی شامل تھے) وضع کرنے کے بعد بقایا رقم دمشق کے خزانے میں جمع کروا دی جاتی تھی (54) عہد بنو امیہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز سے قبل تک تمام بیت المال کی آمدنی کے مصارف مشترکہ تھے آپ نے ان کو الگ کرنے کا اہتمام کیا۔'' بلاشبہ بیت المال مختلف آمدنیوں کے مجموعہ کا نام ہے جن میں سے ہر ایک کے مصارف جدا جدا ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ سے پہلے تک یہ تمام آمدنیاں ایک ہی جگہ جمع ہوتی تھیں لیکن انھوں نے صدقہ' خمس' فے سے متعلق الگ الگ بیت المال قائم کئے اور ہر ایک قسم کی آمدنی کو الگ الگ جمع کیا۔ (55)

عہد بنو امیہ میں خراج زیادہ تر جنس کی صورت میں ادا کیا جاتا تھا مسلم حکام اس جنس کو روپے کی صورت میں تبدیل کر لیتے تھے چنانچہ خاص طور پر پہلی صدی ہجری میں اس طریق سے اسلامی خزانے میں بہت بڑی رقوم بد صدقات وخراج پہنچتی رہیں۔ (56) حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے زمانہ میں متعدد غیر مسلموں کو ذمہ دار عہدوں پر مامور کیا چنانچہ ابن ثال نصرانی کو حمص کا کلکٹر کیا۔ ابن زیاد گورنر عراق نے خراج کے عرب افسروں کی جگہ ایرانی افسر مقرر کر دیئے تھے جو بڑے بڑے زمیندار تھے اور تجربہ نے بتا دیا تھا کو وہ زیادہ ایماندار اور صاحب بصیرت ہوتے تھے۔ (57)

دور بنو امیہ میں تجارت پر بھی عشر (عشور) وصول کیا جاتا تھا۔ (58) حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مصر کی گزرگاہ پر مامور محصل کو لکھا تھا کہ ذمیوں میں سے جو تمہارے پاس سے گزرے تم ان سے اس کے تجارتی اموال پر بیس دینار پر ایک دینار لے لینا اگر بیس دینار سے کم ہو تو دس دینار تک اسی حساب سے کمی کر دینا اگر دس دینار سے ایک تہائی بھی کم ہو تو اس پر ان سے کچھ نہ لینا اور جو کچھ تم ان سے لو اس کی انہیں رسید دے دینا جس کی مدت سال بھر کی ہوگی (یعنی سال گزرنے کے بعد پھر از سر نو اسی کے مطابق عشور لیا جائے گا) (59) یہ محصول اگرچہ براہ راست زراعت سے متعلق نہیں تھا لیکن تجارت کی صورت میں زرعی اجناس پر وصول کیا جاتا تھا۔

نظام آبپاشی

عہد بنو امیہ میں زراعت کی ترقی اور پیداوار میں اضافہ کے لئے ملک کے طول وعرض میں جا بجا نہروں کا جال بچھا دیا گیا جس سے لاکھوں ایکٹر زمین سیراب ہوتی تھی۔ امیر معاویہ (41ھ-59ھ/661ء-669ء) کا دور اس لحاظ سے خاص طور پر قابل ذکر ہے فتوح البلدان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے عراق میں بیس ہزار سے زائد نہریں کھدوائیں' مدینہ کے گردونواح میں نہر نظام' نہر ارزق اور نہر شہداء خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ امیر معاویہ کے حکم سے اطراف مدینہ میں چشمے نکالے گئے اور پہاڑوں کی گھاٹیوں میں جہاں پانی جمع ہوتا تھا بند بندھوائے گئے اس سے کھیتوں اور نخلستانوں کی آبپاشی ہوتی تھی۔ حوض بنوائے گئے ان نہروں کے ذریعہ پیداوار میں جو ترقی ہوئی اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ صرف مدینہ کی قرب وجوار کی نہروں کے ذریعہ ڈیڑھ لاکھ وسق خرما اور ایک لاکھ وسق گیہوں پیدا ہوتا تھا۔ (60)

آبپاشی کے لئے تمام اخراجات بیت المال سے کئے جاتے تھے پانی کے استعمال کے لئے الگ سے کسی محصول کا پتہ نہیں ملتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ خراج میں اضافہ سے ہی یہ ضرورت پوری کرلی جاتی تھی مثال کے طور پر جب محمد مسلمہ بن عبد الملک بن فروان نے روم پر حملہ کرنے کے لئے کوچ کیا اور وہ الجزیرہ کی سرحدوں سے ملک میں داخل ہوا تو اس نے بالس سے چھاونی چھائی یہاں کے باشندے اور ٹوبلیس وقاصرین وعابدین وصفین (یہ سب بالس کے دیہات ہیں) کے باشندے اس کے پاس آئے ان میں سے ایک بالائی حصہ والوں نے درخواست کی کہ ہمارے لئے اموات میں سے ایک نہر کھدوا دیں تاکہ ہم اس سے اپنی زمینیں سیراب کرسکیں اس کے معاوضہ میں ہم تمھیں شاہی عشر کے علاوہ جو تم ہم سے لیتے ہو' اپنی پیداوار کا تہائی حصہ دیا کریں گے اس نے نہر کھدوائی جو نہر مسلمہ کے نام سے مشہور ہے اور انھوں نے اپنا وعدہ وفا کیا۔ (61) الرملہ کے کنوؤں اور نہروں کے مصارف بنی امیہ کے سلیمان بن عبد الملک برداشت کرتے رہے۔ (62) یزید بن الولید کے عہد میں عراق کے باشندوں نے پانی کے شور ہونے کی شکایت کی اور ساتھ درخواست کی کہ میٹھے پانی کے لیے ایک نہر بنوا دی جائے یزید نے نہر بنانے کا حکم دیا اس کے مصارف تین لاکھ درہم یا اس سے کچھ زیادہ ہی تھے والی عراق کا کہنا تھا کہ اگر اس کام میں عراق کا پورا ارتفاع (خراج) بھی خرچ ہو جائے تو میں خرچ کرونگا اور نہر بنواؤں گا اہل بصرہ کے لیے المغیثہ نام کا ایک چشمہ بنوایا اس پر ایک لاکھ درھم خرچ ہوئے۔ (63)

حوالہ جات

1- البستانی، دائرۃ المعارف، مطبوعاتی اسما عیلیان تھران، 419:4

2- حسن ابراہیم حسن ڈاکٹر' مسلمانوں کی سیاسی تاریخ' مترجم علیم الدین صدیقی، مجلس ترقی ادب لاہور 1957، 537:2

3- جرجی زیدان، تاریخ التمدن الاسلامی، طبعۃ ضدیدۃ دارالھلال قاھرہ، 22:2

4- جرجی زیدان، م ن، 32:2

5- جرجی زیدان، م ن، 27:2

6- الطبری ابی جعفر محمد بن جریر (م 310ھ) تاریخ طبری، (تاریخ الرسل والملوک) دارالمعارف مصر' 559:6

7- جرجی زیدان، م ن، 27:2

8- ابن کثیر، ابوالفداء عمادالدین دمشقی (م 701ھ) البدایۃ والنھایۃ (تاریخ ابن کثیر)، المطبعۃ السعادہ مصر 1932ء' 188:9

9- جرجی زیدان، م ن، 25:2

10- جرجی زیدان، م ن، 23:2

11- السیوطی، جلال الدین عبدالرحمن (م 911ھ)، تاریخ الخلفاء' کارخانہ تجارت کتب کراچی، ص:223

12- جرجی زیدان، م ن، 25

13- ابو یوسف، یعقوب بن ابراھیم، (م 182ھ) کتاب الخراج' المکتبۃ السلفیۃ القاھرہ' ص :131

14- امیر علی سید، تاریخ اسلام' مترجم باری علیگ' آئینہ ادب لاہور 1970' ص:161

15- الطبری' م ن' 200:4

16- عبدالسلام ندوی' عمر بن عبدالعزیز' دارالمصنفین اعظم گڑھ 1923، ص:112

17- ابن اثیر' ابوالحسن علی بن محمد (م 774ھ)' الکامل' المطبعۃ السعادۃ مصر' 1932ء' 21:5

18- البلاذری، احمد بن یحییٰ بن جابر (م 279ھ) فتوح البلدان، بمصر الطبعۃ الاولیٰ 1319ھ' ص :85

19- یحییٰ بن آدم قریشی' (م 203ھ)' کتاب الخراج' المکتبۃ العلمیۃ لاھور الطبعۃ الاولیٰ' ص :72-171

20. جرجی زیدان' م ن' ص:29
21. البلاذری' م ن' ص :375
22. السیوطی' م ن' ص:228
23. ابـو عبیـد القاسم بن سلام'(م 224ھ) کتـاب الامـوال' الـمکتبة العلمیة لاهور' س۔ن' ص 251:
24. ابن کثیر' م ن' 188:9
25. جرجی زیدان' م ن' ص :29
26. جرجی زیدان' م ن' ص :30
27. السیوطی' م ن' ص:247
28. ابن کثیر' م ن' 8:9
29. ابو یوسف' یعقوب بن ابراهیم' (م 182ھ) کتـاب الخراج' مترجم محمد نجات اللّٰه صدیقی (اسلام کا نظام محاصل) اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ' لاهور 1966ء' ص :66
30. جرجی زیدان' م ن' ص :24
31. ایضاً
32. البلاذری' م ن' ص :165
33. جرجی زیدان' م ن' ص :24
34. ایضاً
35. الطبری' م ن' 321:6
36. حسن ابراہیم حسن' م ن' 537:2
37. حسن ابراہیم حسن' مسلمانوں کا نظم مملکت' مترجم مولوی علیم اللہ' دارالاشاعت کراچی' ص:240
38. الـمـاوردی' ابـو الـحسـن بـن محمد بن حبیب البصری (م 450ھ) الا حـکـام السـلطانیه' مصطفٰی البابی بمصر الطبعة الثانیة' ص :149
39. الطبری' م ن' 19-20:5
40. ایضاً
41. جرجی زیدان' م ن' ص:26
42. البلاذری' م ن' ص :80
43. الطبری' م ن' 569:6
44. الطبری' م ن' 556:6

45. الطبری، م ن، 606:6
46. البلاذری، م ن، ص :279
47. ابو یوسف، م ن، ص:49
48. الطبری، م ن، 569:6
49. السیوطی، م ن، ص:219
50. البلاذری، م ن، ص :201
51. ابن خلدون، عبد الرحمن، (م 808ھ)، مقدمه ابن خلدون، المطبعة الادبية بيروت 1900ء، ص :244
52. البلاذری، م ن، ص :201
53. ایضاً
54. امیر علی، م ن، ص:161
55. عبد السلام ندوی، م ن، ص:106
56. البلاذری، م ن، ص :92
57. ابن خلدون، عبد الرحمن، (م 808ھ)، مقدمه ابن خلدون، المطبعة الادبية بيروت 1900ء، ص :244
58. جرجی زیدان، م ن، 27:2
59. ابو عبید، م ن، ص :534
60. البلاذری، م ن،
61. البلاذری، م ن، ص :157
62. البلاذری، م ن، ص :150
63. البلاذری، م ن، ص :338

فصل چہارم: عہد بنو عباس میں زرعی محاصل

خلافت بنو عباس کا دورِ حکومت (132ھ-656ھ)(750ء-1258ء) پر مشتمل ہے اس خاندان کی نسبت ان کے مورث اعلیٰ عم رسول اللہ ﷺ العباس بن عبدالمطلب بن ہاشم سے ہے اس میں 47 خلیفہ ہوئے (1) یہ اپنے زمانے میں دنیا کی سب سے بڑی اور سب سے زیادہ طاقتور سلطنت تھی۔ (2) ان کی فرمانروائی میں سیاست اور مذہب دونوں کا امتزاج تھا اس دور میں علم و ادب کا بازار گرم تھا، فنون و علوم کی قدرو منزلت تھی خیرات و صدقات عام اور عوام خوش حال اور مطمئن تھے۔ اس سلطنت کی وسعت کا یہ عالم تھا کہ روم و یونان جس پر یورپ ناز کرسکتا تھا اس کے خراج گزار تھے۔ (3) ہارون الرشید (170ھ-193ھ/ 786ء-809ء) کو اپنی سلطنت کی خوش بختی پر اس قدر ناز تھا کہ وہ جب گزرتے ہوئے بادلوں کو دیکھتا تھا تو بڑے اطمینان سے کہتا جہاں دل چاہے جاؤ تمھارا خراج میرے پاس ہی آئے گا۔ (4) عہد بنو عباسیہ کے تقریباً سوا پانچ سو برس کے دورِ حکومت میں بیت المال کے زراعت کے حوالے سے اہم ذرائع آمدن عشر، خراج، اور المکوس تھے۔ (5) عشری زمینوں سے عشر اور خراجی زمینوں سے خراج وصول کیا جاتا تھا اور مکوس عشور ہی کا دوسرا نام تھا جو کہ درآمدی اشیاء بشمول زرعی اجناس پر وصول کیا جاتا تھا یہ وہی زرعی محاصل تھے جو کہ خلافت راشدہ کے سے چلے آرہے تھے۔

عشر:

عہد بنو عباس میں حنفی فقہ کو بالادستی حاصل رہی عشر بھی حنفی اصولوں کے مطابق وصول کیا جاتا تھا۔ مسلمانوں سے زکوٰۃ، وصول کی جاتی تھی جس سے کوئی آمدنی مستثنیٰ نہیں تھی اونٹ بھیڑ بکریاں زیورات، زراعت، باغات سب پر سے زکوٰۃ کاٹی جاتی تھی اور زکوٰۃ کی کل آمدنی خدا کی راہ میں غریبوں اور مسافروں پر خرچ ہوتی تھی یہ آمدنی فرمانرواؤں پر حرام تھی، وصولی زکوٰۃ کا عامل جداگانہ مقرر ہوتا تھا جو اپنے اختیارات سے رقم کو تقسیم بھی کرتا تھا زکوٰۃ کی رقم صرف مسلمانوں پر صرف ہوتی تھی ذمیوں کی امداد دیگر آمدنی سے کی جاتی تھی۔ (6)

حسب ذیل اراضیات پر بحساب عشر (پیداوار کا دسواں حصہ) وصول کیا جاتا تھا۔

1۔ جو اراضی قدرتی پانی (بارش، ندی، نالہ) سے سیراب ہو۔

2۔ جو زمین فوتی، فراری، بغاوت یا ذریعہ استعفا، کسی غیر مسلم (ذمی) کاشت کار کے قبضہ سے نکل کر مسلمان کی کاشت میں آئے اور وہ زمین بھی جو بعد فتح مسلمان سپاہیوں میں تقسیم کی گئی ہو۔

3۔ جس ملک کے باشندے، فوج کشی کے وقت مسلمان ہو چکے ہوں یا بزمانہ جنگ صلح کرلی ہو۔

4۔ آراضی افتادہ جو کسی کی ملک نہ ہو اور جس کو کسی مسلمان نے آباد کرلیا ہو۔

یہ شرح خود رسول اللہ ﷺ نے مقرر کی تھی لہذا عشری آراضیات میں فرماں روائے وقت کو بھی کمی بیشی کا اختیار نہ تھا البتہ خراجی آراضیات میں تخفیف اور معافی جائز تھی عشر آرضیات کا لگان ہر فصل پر پیداوار سے وصول کیا جاتا گویا کہ عہد عباسیہ میں زرعی پیداوار سے عشر نبی اکرم ﷺ کی متعین کردہ شرحوں سے وصول کیا جاتا تھا۔ (7)

خراج

عہد بنوعباس میں خراج کا ایک مثالی نظام قائم تھا حکومت کو سب سے زیادہ آمدنی خراج کی مد سے ہی حاصل ہوتی تھی اس لئے عباسیوں نے خراج کے معاملات کی اصلاح کی طرف پوری توجہ دی تھی۔ ابوجعفر منصور (136ھ۔158ھ/754ء۔775ء) جو کہ دولت عباسیہ کا موسس ثانی بھی کہلاتا ہے اس نے جب اپنے بیٹے مہدی کو ولی عہد مقرر کر کے عوام سے بیعت لی تو اسے فرمانروائی کے بارے میں جو ہدایات دیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ سرکاری مالگزاری میں سے کبھی اپنے لئے کچھ نہ لینا (8) اس کا یہ قول تھا کہ کل سلطنت کی مثال ایک تخت کی مانند ہے اگر اس کے چاروں پائے مضبوط، سیدھے اور عمدہ ہوں گے تو تخت مضبوط ہوگا اگر ایک بھی خراب ہو تو تخت کمزور ہو جائے گا اور یہ چار ہیں ایک قاضی، دوسرا کوتوال، تیسرا افسر مال جو پوری طرح مالگزاری وصول کرے مگر رعایا پر ظلم نہ کرے کیونکہ میں اس بات سے بے نیاز ہوں کہ ان پر ظلم کیا جائے اور چوتھا افسر ڈاک ہے (9) عباسی خلافت کے استحکام اور دوسرے امور سلطنت کے ساتھ مالی نظام کی تنظیم نو کا کام دراصل ابوجعفر منصور کے زمانہ میں انجام پایا۔ منصور نے امورِ خراج کی تنظیم کی طرف خصوصی توجہ دی اور حماد ترکی کو علاقہ سواد کے محاصل پر نظر ثانی کے لیے مامور کیا اور مختلف علاقوں کے خراج مختلف دفاتر کے سپرد کئے۔ (10) تیسرے عباسی خلیفہ مہدی (158ھ۔163ھ/775ء۔785ء) نے کسانوں کی سہولت کے لیے الگ عدالتیں قائم کروائیں ظلم کے ازالہ اور قیام عدل پر خصوصی توجہ دی (11) ہارون الرشید (170ھ۔193ھ/786ء۔809ء) نے خراج کے نظام کی خرابیاں دور کرنے میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا تھا۔ ہارون الرشید نے امام ابوحنیفہ کے ممتاز ترین شاگرد اور اپنے زمانہ کے مشہور فقیہ امام ابو یوسف سے محاصل کے بارے میں ایک جامع کتاب لکھنے کی درخواست کی منشاء یہ تھا کہ ایک ایسی جامع تحریر ہو جس کو وہ خراج، عشور، صدقات اور جوالی (جزیہ) کی تحصیل میں اپنا دستور العمل بنا سکیں اور جو ان دوسرے امور میں بھی ان کی راہنمائی کرے جن پر غور و فکر کرنا اور عمل کرنا ان کی ذمہ داری ہے اور رعایا سے ہر طرح کے ظلم کا ازالہ ہو (12) چنانچہ ہارون الرشید کی درخواست پر امام ابو یوسف نے ''کتاب الخراج'' لکھی جو مالیات کا سرکاری قانون قرار پائی ہارون الرشید نے امام ابو یوسف سے نظام محاصل کے بارے میں شریعت کے ضوابط دریافت کئے تا کہ عدل کا ساتھ شریعت کے مطابق حکمران کر سکے (13) اس لیے کتاب الخراج میں بیان کردہ معلومات کا اکثر و بیشتر حصہ امیر المومنین (ہارون الرشید) کے سوالات کے جوابات پر مبنی ہے۔ عباسیوں نے امام ابو یوسف کے اس آئین مالیات کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھا اور اس پر عمل کرنے کی حتی الامکان کوشش کی تھی۔ (14)

طریقہ تشخیص

عہد بنوعباس میں خراج کی وصولی کے لئے مختلف علاقوں میں مختلف طریقے اختیار کئے گئے تھے بعض نے **المساحۃ** کو اختیار کیا تھا اور بعض نے المقاسمۃ کو (15)

1۔ **مساحۃ:** یہ پیائش کا طریقہ تھا اس میں زمین کی پیائش کے بعد خراج نقد یا پیداوار کی صورت میں مقرر کر دیا جاتا تھا یہ سال کے لئے مقرر اور وصول کیا جاتا زمین کی کاشت سے اس کو کوئی تعلق نہ ہوتا تھا

2۔ **مقاسمہ:** یہ بٹوارے کا طریقہ تھا اس میں پیداوار کی ایک معین مقدار مقرر کر دی جاتی تھی۔ عدم کاشت کی صورت میں خراج بھی ادا

نہیں کیا جاتا تھا۔

3۔ **مقاطعہ:** اس میں خراج ان مقررہ معاہدوں کے مطابق لیا جاتا تھا جو حکومت اور زمینداروں کے درمیان طے پاتے تھے ادائیگی جنس یا مال دونوں صورتوں میں ہوتی تھی اس میں ان جاگیروں کا خراج بھی شامل تھا جو حکومت اپنے خاص ارکان کو عطا کرتی تھی۔ (16)

خلیفہ ابو جعفر منصور نے کسانوں کی سہولت کا خاص طور پہ خیال رکھا اور اسی لئے گندم اور جو کا لگان جو کہ نقدی کی صورت میں وصول کیا جاتا تھا اس کو ختم کر کے پیداوار کے حصہ کی صورت میں وصول کرنے کا کہا لیکن کھجوروں، میوے اور اس قسم کی دوسری چیزوں پر نقدی کی صورت میں ہی لگان باقی رکھا اور حکم دیا کہ کاشت کی صورت میں وصول کیا جائے ورنہ نہیں (17) لیکن اس جدید طریقہ میں جب ٹیکس وصول کرنے والے عملے نے بداعتدالیاں شروع کر دیں تو خلیفہ مہدی (158ھ۔169ھ/775ء۔785ء) نے اپنے باپ منصور کے بٹوارے کے طریقہ کو عام کر دیا اور تمام چیزوں کا لگان پیداوار کی شکل میں لیا جانے لگا۔(18) گویا کہ عباسی دور کے ابتداء میں مالگزاری نقد اور جنس دونوں صورتوں میں وصول کی جاتی تھی۔

خراج کی تشخیص کے حوالہ سے ایک اہم اور بنیادی تبدیلی المہدی کے دور میں آئی کہ مالیہ کی بنیاد زمین کی پیائش کی بجائے غلہ کی تقسیم کو قرار دیا گیا یعنی خراج مساحۃ کی بجائے خراج مقاسمہ کو اپنایا گیا۔ ایرانی سلطنت کے دور میں کسریٰ نوشیروان کے زمانہ (531ء۔578ء) سے یہ دستور چلا آ رہا تھا کہ زمین کا محصول رقبہ کے حساب سے ایک متعین شرح کے مطابق وصول کیا جاتا تھا مثلاً اتنے درہم فی جریب اور اتنا غلہ فی جریب حضرت عمر بن الخطابؓ (13ھ۔23ھ) کے دور میں جب عراق و شام کے علاقے اسلامی مملکت کی حدود میں آ گئے تو بھی یہ طریقہ باقی رکھا گیا یہ طریقہ خلفاء راشدین بنوامیہ اور پھر بنوعباس میں منصور کی خلافت تک جاری رہا۔۔۔۔مہدی کے دور میں سابق نظام کو نظام مقاسمہ سے بدل دیا گیا (19) لوگوں نے المنصور کی آخر خلافت میں درخواست کی تھی کہ عراق میں پیداوار کی بٹائی پر خراج وصول کیا جائے لیکن المنصور طریق مقاسمہ کے اجراء کا حکم دینے سے قبل ہی فوت ہو گیا اور پھر المہدی نے اس کے اجراء کا حکم دیا اور عقبۃ حلوان کے سوا السواد کے پورے علاقہ میں مقاسمے کا طریق جاری ہو گیا (20) گویا کہ پہلی صدی ھجری سے جو طریقہ عشری زمینوں کے لیے جاری تھا اب خراجی زمینوں کے لیے بھی اسے اختیار کر لیا گیا۔

شرح

عہد بنوعباس کے آغاز تک عہد فاروقی کی ہی شرح خراج کو اختیار کیا گیا پھر مہدی (158ھ۔775/169ء۔785ء) نے عراق میں خراج مقاسمہ مقرر کیا اور نئی شرح کا تعین کیا۔

i۔ چشموں اور بارش سے سیراب ہونے والی زمینوں سے نصف پیداوار

ii۔ ڈول اور رہٹ سے سیراب ہونے والی زمینوں سے تہائی پیداوار

iii۔ زیادہ محنت طلب دوالیب کی مدد سے سیراب ہونے والی زمینوں سے چوتھائی پیداوار البتہ کھجور، انگور اور دیگر درختوں پر حسب سابق معین مقداروں میں ہی خراج وصول کیا جاتا تھا۔ (21)

لیکن مہدی اپنے دور خلافت کے آخر میں فضول خرچی کرنے لگا اور خراج کی آمدنی جو اصلاح کی بدولت بڑھ گئی تھی بلا حساب خرچ ہونے لگی۔ غالباً اس صورت حال نے مہدی (158ھ۔169ھ/775ء۔785ء) کو مجبور کیا کہ وہ خراج کی شرح بڑھا دے اور بعض نئے محاصل (زراعت کے علاوہ دیگر معاملات پر) عائد کردے۔ یہاں علامہ ابن خلدون کا یہ اصول بالکل درست ثابت ہوا کہ عیش وعشرت کی وجہ سے ان کے مصارف اور اخراجات بڑھ جاتے ہیں تو وہ سرکاری حقوق کی شرحیں رعایا' کسانوں اور تمام لوگوں پر بہت کچھ بڑھا دیتے ہیں تا کہ انہیں زیادہ رقم وصول ہوسکے۔۔۔۔۔ کثرت عیش پرستی اور مصارف بڑھ جانے کی وجہ سے بتدریج شرح میں دن بدن اضافہ کرتے چلے جاتے ہیں حتی کہ رقمیں رعایا پر ادا کرنی بھاری ہو جاتی ہیں اور ان کی کمریں توڑ کر رکھ دیتی ہیں۔(22) چنانچہ خراج کو دو چند کر دیا گیا اور خراج کی تحصیل میں سختی برتی جانے لگی ان باتوں کو رعایا اور خود فوج کے افراد نے برا جانا اور مصر کے بعض علاقوں میں شورش برپا ہوگئی۔ علاقہ سواد کی بارانی زمینوں کی پیداوار سے اب نصف کی جگہ 3/5 پیداوار بطور خراج وصول کی جانے لگی۔ (23) 170ھ کے وسط میں ہارون الرشید مسند خلافت پر ممتکن ہوا تو اس نے اپنے انتہائی لائق وزیر یحیٰی بن خالد برمک (م190ھ) کی تجویز پر سواد کا خراج 3/5 سے گھٹا کر پھر 1/2 کر دیا۔ (24) بابل' عراق' الجزیرہ کے زمینداران شرائط کے مطابق لگان دیتے تھے جو ان بلاد کی فتح کے وقت ان سے طے ہوئی تھیں اس نظام میں کوئی تبدیلی ممکن نہ تھی اس وجہ سے یہ زمیندار جبروزیادتی سے مامون تھے۔(25) شمالی فارس اور خراسان کے باشندے بھی مصالحانہ ٹیکس ادا کرتے تھے۔ (26) صوبہ مصر کی زراعت کی ترقی دریائے نیل کی طغیانی پر موقوف تھی۔ لہذا اس صوبہ کی شرح بالمقطع فی جریب ایک دینار (پانچ روپے) مقرر تھی جس کو بندوبست دوامی کہنا چاہیے اور کل خراج (ایک قسط میں) سالانہ وصول کیا جاتا تھا۔(27) گویا کہ عہد عباسیہ میں زمین کی زرخیزی' نوعیت اور پیداوار کی کیفیت کے اعتبار سے شرح مختلف ہوتی تھی لیکن یہ امر مسلمہ ہے کہ خراج کی مقدار پیداوار کے نصف سے کسی حال میں بھی زیادہ نہ ہوتی تھی۔

خراج کی وصولی

خراج کی وصولی میں خلفاء نرمی سے کام لیتے تھے۔ اکثر وبیشتر نامساعد حالات میں خراج کا کچھ حصہ معاف کر دیا کرتے تھے۔ عباسی خلیفہ المہدی (158ھ۔169ھ/775ء۔785ء) کے دور میں بھی ظلم کے ازالہ اور عدل کے قیام کی طرف خصوصی توجہ کی گئی۔ مہدی نے یہ فرمان جاری کیا کہ عوام سے بقایا خراج کی تحصیل کے لئے انہیں سخت سزائیں نہ دی جائیں اور بقایا خراج معاف کر دیا جائے (28) مہدی نے فارس کا والی خالد بن برمک کو مقرر کیا۔ خالد نے عملاً یہ کام اپنے لڑکے یحیٰی کے سپرد کر دیا جس نے درختوں پر لیا جانے والا خراج معاف کر دیا اور خراج کی تحصیل میں سہولتیں پیدا کیں۔(29) خلیفہ المہدی نے اپنے عہد میں ایک کونسل قائم کی تھی جس کا نام "مجلس الردالمظالم" تھا (30) اس کونسل کے ارکان اور عمال صوبیداروں کے مظالم کی تحقیقات کیا کرتے تھے جو وصولی تحصیل خراج میں رعایا پر ظلم کرتے تھے۔ خلیفہ معتضد عباس (279ھ۔289ھ/892ء۔902ء) نے خشک سالی کے زمانہ میں ایک بار جاگیروں کا 1/4 خراج معاف کر دیا تھا اور بقایا ادائیگی کی تاریخ 15 مارچ سے بڑھا کر 17 جون کر دی تھی اور 17 جون کی تاریخ بڑھا کر 21 جولائی کر دی تھی۔ (31) اس کے علاوہ اگر کسی وجہ سے پیداوار میں کمی ہو جاتی تھی تو لگان گھٹا دیا جاتا تھا۔ ہارون الرشید (170ھ۔193ھ/786ء۔809ء) کے دور میں کاشتکاروں کے سر کا بار ہلکا کرنے کے لئے بقایا محاصل کے رجسٹر جلا دیئے گئے تھے اور ان کا مطالبہ ساقط کر دیا گیا تھا۔ (32) المعتصم باللہ کے دور میں آرمینیہ پر ایسے عمال والی ہوئے جو اس کے باشندوں سے بالعفو پیش آتے تھے اور باآسانی جتنا خراج وصول ہوتا اسی پر اکتفا کرتے تھے (33) مامون نے اپنے تمام عمال کو لکھا تھا

کہ وہ حسن سیرت اختیار کریں اور لوگوں سے سختی کرنے سے بچیں (34) محاصل سے ہونے والی آمدنی کو تمام صوبہ جات اپنے ضروری اخراجات کے بعد مرکزی بیت المال بغداد کو بھجوا دیتے تھے (35) مثال کے طور پر فارس اور اھواز کا خراج بغداد پہنچایا گیا (36) مورخین نے عہد عباسی میں خراج سے حاصل ہونے والی آمدنی کی تفصیلات بھی بیان کی ہیں (37) خراج اور عشر کی وصولی و تقسیم کے لئے الگ الگ دفاتر تھے جو کہ دیوان الخراج اور دیوان الصدقہ کہلاتے تھے عباسی دور سے پیشتر تمام اسلامی خلفاء خود خراج کے معاملات کی نگرانی کرتے تھے لیکن جب عباسی سلطنت قائم ہوئی تو انھوں نے خراج کا ایک مرکزی رجسٹر تیار کروایا جس میں سب علاقوں کے رجسٹروں کے حساب مندرج ہوتے تھے تاریخ طبری میں ہے کہ عہد بنو عباس سے قبل ایسا کوئی انتظام نہ تھا خلیفہ المہدی نے علی بن یقطین کو بندوبست کا ناظم مقرر کیا اس نے مختلف شعبے قائم کئے اور ہر شعبہ ایک شخص کی نگرانی میں دے دیا مالگزاری سے متعلقہ اسناد کے دفتر کا افسر اسمٰعیل بن صبیح تھا اسناد کا کوئی ایسا دفتر بنوامیہ کے عہد میں نہ تھا۔ (38) مہدی نے 162ھ میں محکمہ پیمائش و بندوبست بھی قائم کیا اور اپنے آزاد کردہ غلام کو اس کا افسر مقرر کیا۔ (39)

آبپاشی

خلفاء عباسیہ نے زراعت کی ترقی کی پوری حوصلہ افزائی کی اور اس مقصد کے لئے آبپاشی کا انتظام بھی کیا۔ نہریں جاری کرنا' ذخیرے اور تالاب بنوانا حکومت کی اولین ذمہ داری تھی۔ بصرہ کے چاروں طرف اس کثرت سے نہریں کھدوائی گئیں کہ گنی نہ جا سکتی تھیں ہارون الرشید نہروں' کنوؤں اور چشموں کے انتظام پر سرکاری خزانوں میں سے بڑی بڑی رقمیں خرچ کرتا تھا (40) یحیٰی بن خالد برمکی (م 190ھ) ہارون الرشید کا انتہائی لائق اور مدبر وزیر تھا اس نے آبپاشی کے لئے کئی نہریں تعمیر کروائیں جن میں سے ایک نہر کی تعمیر پر جس کا نام ''ابوالجند'' تھا دو کروڑ خرچ ہوئے تھے یحیٰی کے لڑکے فضل نے جسے سلطنت کا مشرقی علاقوں کا والی مقرر کیا گیا تھا پانی کے حوض تعمیر کروائے (41) منصور نے ایک نہر دجیل کے مقام سے نکالی اس کا پانی دجلہ سے لیا جاتا تھا۔ دوسری نہر کرخایا کے پاس سے نکالی گئی تھی۔ جس کا پانی فرات سے لیا جاتا تھا۔ (42) بغداد میں نہر عیسیٰ اعظم جاری تھی جسے دریائے فرات سے نکالا گیا تھا یہ نہر فیروز سابور کے علاقہ سے گزرتی ہوئی بغداد سے ایک فرسنگ کے فاصلہ پر محول کے مقام پر پہنچتی تھی اس نہر سے مختلف چھوٹی چھوٹی نہریں نکالی گئی تھیں بغداد کی نہروں میں سے ایک مشہور نہر رخیل بھی تھی۔ دیگر نہروں میں نہر ابو لاسد' نہر المحد ود اور نہر شیلیٰ شامل ہیں (43) تاریخ میں ان نہروں کے لئے الگ سے محاصل کا ذکر تو نہیں ملتا لیکن دور المہدی کے حوالہ سے خراج کی ایک مخصوص مقدار کا تذکرہ آیا ہے۔ ''امیر المومنین المہدی نے نہر الصلہ کھودنے کا حکم دیا وہ کھودی گئی اور اس کی وجہ سے اس کے آس پاس کی زمینیں قابل کاشت ہو گئیں اور اس کی آمدنی اہل حرمین کی مدد معاش اور روزینوں اور نفقات حرم کے لئے مخصوص کر دی گئی اس زمینوں میں کاشت کرنے کے لئے جن مزارعین کو آمادہ کیا گیا ان سے یہ شرط کی گئی کہ وہ دو خمس سالانہ خراج دیں گے اور پچاس برس گزرنے کے بعد ان پر مقاسے کا طریق جاری ہوگا۔ (44) گویا آبیانہ طرز کا کوئی محصول نہر کی بناء پر عائد نہیں کیا گیا تھا بلکہ خراج ہی عائد تھا اور آبپاشی کا نظام حکومت کے ذمہ تھا۔

عشور

حضرت عمرؓ نے محصول عشور (تجارتی اموال پر محصول) جاری کیا تھا یہ ٹیکس خلافت عباسیہ کے دوران اور بعد میں بھی جاری رہا۔ پورے مال پر سال میں ایک دفعہ ٹیکس لیا جاتا تھا۔ بعض نے اسے المکوس والمرصد کا نام بھی دیا ہے **المکوس و المراصد و کانو یاخذون**

ضـريبة من كل تجارة و اردة فی البحر اوالبر (یعنی کہ بری اور عربی راستوں سے اسلامی ملکوں میں آنے والے مال تجارت پر لیا جانے والا محصول) اس محصول کیش کی شرح مال کا دسواں حصہ یا اس سے کم وبیش تھا یہ محصول "کشتیوں کا عشری محصول" **اعشار السفن**) بھی کہلاتا تھا یہ نہایت اہم محصول تھا اس کے ذریعہ بیت المال میں ایک بڑی رقم جمع ہوتی تھی اس زمانہ میں عراق کے ساتھ ساری دینا کی تجارت ہوتی تھی۔ ہند، چین، بحر روم، یورپ، شمالی افریقہ مغربی ساحلوں سے سوداگر بحری راستوں سے مال لے کر وہاں پہنچتے تھے ان سے یہ درآمدی محصول وصول کیا جاتا تھا (45)

حوالہ جات

1۔ البستانی، دائرہ المعارف، مطبوعاتی اسماعیلیان، تہران، 489:11

2۔ ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم (م 182ھ) کتاب الخراج، مترجم محمد نجات اللہ صدیقی (اسلام کا نظام محاصل)، اسلامک پبلیکیشنز لاہور 1966، ص:22

3۔ ابن خلدون عبدالرحمٰن (م 808ھ)، تاریخ ابن خلدون، مترجم مولانا راغب رحمانی دھلوی، نفیس اکیڈمی کراچی 1966، 137:3

4۔ حسن ابراہیم حسن، مسلمانوں کی سیاسی تاریخ، مترجم علیم الدین صدیقی، مجلس ترقی ادب لاہور 1957، 578:2

5۔ **جرجی زیدان، تاریخ التمدن الاسلامی، دارالھلال قاھرہ، 75:2**

6۔ عبدالرزاق کانپوری، البرامکہ، ص:187، نفیس اکیڈمی کراچی 1966

7۔ عبدالرزاق، م ن، ص:184

8۔ **الطبری، الی جعفر محمد بن حریر (م 310ھ)، تاریخ طبری، (تاریخ الرسل والملوک)، بالمطبعة الحسينية المصريه، 321:9**

9۔ **ایضاً**

10۔ ابو یوسف، م ن، ص:64

11۔ **ایضاً**

12۔ ابو یوسف، م ن، ص:106

13۔ ابو یوسف، م ن، ص:3

14۔ حسن ابراہیم حسن، مسلمانوں کا نظم مملکت، ص:248، مترجم مولوی علیم اللہ، دارالاشاعت کراچی

15۔ **جرجی زیدان، م ن، ص2 :90**

16۔ **ایضاً**

17۔ **جرجی زیدان، م ن، ص 87:2**

18۔ حسن ابراہیم حسن، م ن، 585:2

19۔ ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم (م 182ھ) کتاب الخراج، مترجم محمد نجات اللہ صدیقی (اسلام کا نظام محاصل)، اسلامک پبلیکیشنز لاہور 1966، ص:67

20۔ **البلاذری، احمد بن یحییٰ بن جابر (م 279ھ)، فتوح البلدان، بمصر المطبعة الاولیٰ 1319ھ، ص :281**

21۔ **ابو یوسف، م ن، ص :67 / جرجی زیدان، م ن، ص:87**

22. ابن خلدون، م ن ، 110:2
23. ابو یوسف، م ن ، ص:68
24. ابو یوسف، م ن ، ص:69
25. حسن ابراہیم حسن، م ن ، 585:2
26. حسن ابراہیم حسن، م ن ، ص:184
27. عبدالرزاق کانپوری، م ن ، ص:184
28. جرجی زیدان، م ن، ص121:2
29. ابو یوسف، م ن ، ص:66
30. السیوطی، جلال الدین عبدالرحمن(م 911ھ)، تاریخ الخلفاء، کارخانہ تجارت کتب کراچی، ص :272
31. حسن ابراہیم حسن، م ن ، 537-538:2
32. ابو یوسف، م ن ، ص:69
33. البلاذری، م ن، ص :218
34. الطبری، م ن، 302:9
35. جرجی زیدان، م ن، 61:2
36. ابن خلدون، م ن، 246:3
37. جرجی زیدان، م ن، جلد 2
38. الطبری، م ن، 10:10
39. الطبری، م ن، 342:9
40. ابو یوسف، م ن ، ص:22
41. ابو یوسف، م ن ، ص:69
42. حسن ابراہیم حسن، م ن ، 582:2
43. البلاذری، م ن، ص :370
44. البلاذری، م ن ، ص :300
45. جرجی زیدان، م ن، 91-93:2

باب سوم

پاکستان میں رائج زرعی محاصل کا تاریخی پس منظر

فصل اوّل۔ ہندو عہد میں نظام محصولات اراضی

برصغیر پاک و ہند کا خطہ انسانی تہذیب کے قدیم ترین خطوں میں سے ہے۔ دنیائے رنگ و بو کے قدیم آثار جو کہ تقریباً پچاس ہزار سال پرانے ہیں اس خطے میں پائے جاتے ہیں۔ یہ خطہ اپنی گوناگوں خصوصیات' بہترین آب وہوا' معتدل موسموں اور زرخیز مٹی کی وجہ سے انسانوں کا مسکن بن گیا اور یہاں بسنے والے افراد نے اپنی ضرورت کے مطابق مویشی پالنا' چرانا اور چند ایک فصلوں کی کاشت شروع کر دی تھی۔

موجود معلومات کے مطابق اولین ہندو دور ''ویدک دور'' کہلاتا ہے۔ یہ تقریباً 1400-2000 ق۔م کا زمانہ ہے۔ ''ویدک آریہ'' خصوصیت کے ساتھ زراعت پیشہ تھے وہ چھوٹے چھوٹے گاؤں میں رہتے تھے جن کے بچاؤ کے لئے جھاڑیوں کی باڑیں یا مٹی کی فصیل یا کوٹ تعمیر کرتے تھے تاکہ جنگلی جانوروں اور دشمنوں سے محفوظ رہ سکیں۔ کھیت جوتنے کے لئے بیلوں کا استعمال ہوتا تھا' شکار کے لئے کتے پالے جاتے تھے' رتھوں کے لئے گھوڑے بھی پالتے تھے لیکن ان کی سب سے بڑی دولت ان کے مویشی ہوتے تھے اور زراعت ان کی بڑی صنعت تھی' باجرہ اس دور کی اہم فصل تھی' گیہوں کی بھی کاشت ہوتی تھی لیکن چاول کا کہیں تذکرہ نہیں ملتا' (1)

ہندوؤں کی قدیم ترین مذہبی و مقدس کتابیں ''وید'' ہیں جو نظموں' مناجات اور اشعار پر مشتمل ہیں اور انڈیا کی قدیم تہذیب' معاشرت اور رسم و رواج کی مکمل عکاسی کرتی ہیں۔ سر ولیم جونز نے ان ویدوں کا انگریزی ترجمہ Institute of Manu کے نام سے کیا ہے۔ منو کا باب VII اور اشعار 139-127 میں فصلوں کے ساتھ ساتھ دیگر اشیاء پر عائد ہونے والے محاصل کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ جس سے یہ امر بخوبی واضح ہوتا ہے کہ ہندو دور میں یہ اصول کہ کاشتکار کو پیداوار کا ایک حصہ حکومت کو دینا چاہیے ہر جگہ تسلیم کیا جاتا تھا بلکہ ہندو بادشاہ جو کہ راجہ کہلاتا تھا اس کی آمدنی کا بنیادی ذریعہ ہی زرعی پیداوار کا ایک معین حصہ تھا۔

" The Raja employed two main sources of Revenue:-

I- The First was the throne-right (spoken of as the "Gaddi, or State Cushion) with a right to certain tolls and taxes. Transit duties on trade "Excise" rights in the forests (if there were any) and taxes from the artisan and trading classes.

II- The Second source of revenue was the share in grain produce of cultivated land. (2)

(راجہ ٹیکس جمع کرنے کے لئے دو طریقے استعمال کرتا تھا۔

(i) پہلا ٹیکس بادشاہی تاج کا حق تھا۔ جسکے تحت وہ مختلف ٹیکس لاگو کرتا تھا۔ مال تجارت پر محصول' جنگلات میں حقوق اور ہاتھ سے کام کرنے والے کاریگروں اور تاجران سے ٹیکس

(ii) دوسرا ذریعہ آمدنی کاشتہ زمین کی پیداوار سے منسلک تھا۔)

ہندو مذہبی کتاب ''ارتھ شاستر'' (چوتھی صدی ق۔م) میں حکومت کے جو سات ذرائع آمدن بیان کئے گئے ہیں ان میں سے دوسرا ذریعہ آمدن میں زمین کی پیداوار بھی شامل ہے

"The several item of income from the "Country" the second in the above grouping comprised six heads. Crown lands yielded the first revenue that known as SITA. The Second head was BHAGA (Share) or revenue in kind realized from private landlords. A special Tax BALI was demanded for religious purposes corresponding to the dues realized by Athens for the festivities. Sundry collections known as KARA were made in money TARA was the toll realized on boats, ferries and ships. The Sixth items consisted of various dues VARTANI (Road-cess) , SULKA toll etc and was levied as a rate on all traffic." (3)

(حکومت کے متعدد ذرائع آمدن میں سے دوسرا (ذریعہ آمدن) ان چھ ہیڈز پر مشتمل تھا۔ اعلیٰ قسم کی زمینوں سے جو روپیہ وصول کیا جاتا وہ سیتا (Sita) کہلاتا' بھاگ (Bhaga) پرائیوٹ مالکان زمین سے جنس کی صورت میں وصول کیا جاتا۔ ایک خاص محصول بالی (Bali) مذہبی مقاصد کے لئے طلب کیا جاتا تھا جو کہ میلوں کے اخراجات پورے کرنے کے لئے لیا جاتا۔ متفرق وصولیاں محصول کارا (Kara) کے تحت نقدی میں کی جاتی تھی۔ تارا (Tara) کشتیوں اور جہازوں پر وصول کیا جاتا تھا۔ چھٹا محصول مختلف واجبات پر مشتمل تھا جس میں سڑکوں سمیت تمام ٹریفک پر عائد کئے جانے والا محصول شامل تھا۔ یہ Vatani اور Sulka کہلاتا تھا۔)

گویا خراج کا بنیادی تصور ہندوستانی سماج میں مضبوطی سے جاگزین تھا' اور ''ہندوستان میں زرعی نظام حقوق کا نہیں بلکہ فرائض کا ایک معاملہ تھا اس کا مدار اس تصور پر تھا کہ زمین کاشت کرنا اور اپنی پیداوار کا ایک حصہ حکومت کو ادا کرنا کسانوں کا فرض تھا۔'' (4) زمین حکومت کی ملکیت ہوتی تھی۔ کوتلیا کے مطابق بادشاہ خشکی وتری کا مالک ہوتا تھا۔ عوام ان دونوں کے علاوہ اور چیزوں کے دعویدار ہوسکتے ہیں۔ (5) زمین چونکہ حکومت کی ملکیت ہوتی تھی اس لئے بادشاہ اگر کسی کو زمین کا مالک بناتا تو وہ جاگیردار کو صرف مالیہ (ریونیو) وصول کرنے کا حق دیتا تھا۔

تشخیص کی بنیاد

اگر ہندو دور کے نظام کو خالصتاً دیکھنا ہو تو راجپوت ریاست اوراودے پور کے طریقہ کا حوالہ دینا مناسب ہوگا کیونکہ یہ علاقہ مسلم نظم ونسق کے ماتحت کبھی نہیں رہا ہے۔ ''یہاں تشخیص کے تین طریقے شریک داری' پیائش اور ٹھیکہ ساتھ ساتھ رائج تھے اور بعض اوقات تو ایک واحد موضع کے حدود کے اندر ایسا پایا جاتا تھا کہ شریک داری پر معمولاً تخمینہ کے ذریعہ پیداوار کی ایک تہائی یا نصف کی شرح پر (ابواب کے علاوہ) عمل ہوتا تھا لیکن کسانوں کو کھلیان میں پیداوار کی واقعی تقسیم اور وزن کشی کرانے کا اختیار حاصل رہا کرتا تھا۔ پوستہ یا سبزیوں کی ایسی فصلوں کے لئے جن کا معاملہ کھلیان پر نہیں ہوتا (کے لئے ٹھیکہ) ایک مستقل قاعدہ تھا نظام ٹھیکہ کی قدامت بعض صورتوں میں چار صوبوں تک کے پرانے کاغذات سے ثابت ہے جو اس کے طویل قیام کے مظہر ہیں۔'' (6) گویا کہ تشخیص کے سارے طریقے ساتھ ساتھ چلتے تھے۔

مالیہ کی شرح

ہندو کی قدیم تاریخ اور قانون کے مطابق ہر قسم کی پیداوار کے چھٹے حصہ پر راجہ کا حق سمجھا جاتا تھا اور بوقت ضرورت بادشاہ اسے جبراً وصول

کر سکتا تھا۔ لیکن تاریخی شواہد کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ یہ شرح گھٹتی اور بڑھتی رہتی تھی۔ ہندوستانی ادب کا ایک شاہکار کالی داس کا ڈرامہ ''شکنتلا'' کے ایک مکالمہ سے پتہ چلتا ہے کہ راجہ پیداوار کا 1/6 اپنے لئے وصول کرتے تھے یہ ڈرامہ چوتھی یا پانچویں صدی عیسوی کی تخلیق ہے

راجا:۔ بھئی کئی سادھوں نے مجھے پہچان لیا ہے اب میں اس دبدھا میں ہوں کہ دوبارہ آشرم جاؤں تو کس ترکیب سے جاؤں

مادھو:۔ راجاؤں لیے ترکیب کی کیا کمی وہاں پہنچ پر للکاریئے کہ لاؤ فصل کا چھٹا حصہ۔(7)

منو میں بادشاہ کا 1/6 بیان کیا گیا ہے جسے بادشاہ جنگ کے دوران یا کسی اور ریاستی خرچ کے لیے 1/4 تک بڑھا سکتا تھا۔

"A KSHATRIYA (KING),who in times of distress, takes even the fourth part (of the crops) is free from guilt, if he protects his subjects to the best of his ability. (8)

(بادشاہ خرابیء حالات میں فصل کا ایک چوتھائی لیتا ہے۔ بغیر کسی احساس گناہ کے بشرطیکہ وہ لوگوں کی حتی الامکان حفاظت کرتا ہو۔)

ایک جگہ پر شرح چھ سے بارہ فیصد آتی ہے۔ بادشاہ مویشی اور سونا کا پندرھواں حصہ اور فصل کا آٹھواں' چھٹا یا بارھواں حصہ''(9) وصول کرے گا۔ ایک دور میں (موریہ دور 323-185 ق۔م) کاشتکار کو پیدوار کا چالیس سے ستاون فیصد تک بطور محصول آراضی و آبپاشی حکومت کو ادا کرنا پڑتا تھا۔

" The total rates ranged therefore from 2/5 ths, or 40% to 7/12 ths or about 57% of the gross outturn. (10)

مختصراً یہ کہ ''ہر جگہ اور ہر زمانہ میں ایک ہی طریقہ رائج نہ تھا۔۔۔۔۔۔۔ چھٹویں حصہ کو مناسب شرح خیال کرتے تھے جو غالباً گھٹ کر بارھویں حصہ تک اور ہنگامی حالات میں بڑھ کر ایک چوتھائی یا ایک تہائی تک پہنچ جاتی تھی۔ (11)

وصولی نقدی اور جنس میں

مالیہ اراضی کی وصولی جنس اور نقد دونوں میں ثابت ہوتی ہے ''قدیم ہندو نظام ان دونوں طریقوں کا مجموعہ تھا مملکت محصول اراضی کا کچھ حصہ جنس میں طلب کرتی تھی جیسے ''بھاگ'' کہتے تھے اور کچھ حصہ نقدی میں طلب کرتی تھی جسے ''ہرانیہ'' کہتے تھے یعنی کچھ لوگ جنس میں ادا کرتے تھے اور کچھ لوگ روپے میں''(12)

لیکن زیادہ تر مالیہ اراضی جنس میں وصول کیا جاتا تھا

" Whatever the land produce, little or much, was heaped on the threshing floor and the King's officers superintended its division in kind. (13)

(زمین سے جو کچھ بھی کم یا زیادہ پیدا ہوتا اسے کھیت میں ڈھیر کر دیا جاتا اور بادشاہ کے مقرر کردہ افسروں کی نگرانی میں جنس کی صورت میں تقسیم ڈالی جاتی۔)

مالیہ اراضی کی وصولی کے لئے ایک جامع نظام اور مشینری موجود تھی۔(ہر گاؤں پر ایک افسر پھر دس گاؤں پر افسر' بیس گاؤں پر' سو گاؤں پر اور ہزار گاؤں پر افسر مقرر کئے جاتے۔(14) دس گاؤں کا حکمران ایک KULA (اتنی زمین جو کہ ایک خاندان کی ضروریات کے لئے کافی ہو) کا مالیہ (بطور معاوضہ) لے لیتا۔ بیس گاؤں کا حکمران پانچ KULAS' سو گاؤں کا نگران ایک گاؤں کا (مالیہ) اور ہزار گاؤں کا حکمران ایک ٹاؤن کا مالیہ بطور معاوضہ لیتا تھا۔(15) کسانوں سے مالیہ عموماً اجتماعی طور پر وصول کیا جاتا تھا اگرچہ انفرادی ملکیت کا تصور موجود تھا لیکن صرف چراگاہیں اور پانی کے ذرائع مشترکہ ہوتے تھے۔

مالیہ کے علاوہ دیگر محاصل

اہل دیہات سے مالیہ اراضی کے علاوہ مختلف محصول مختلف ناموں سے وصول کئے جاتے تھے۔اول دیہاتیوں کو ایک نہایت معمولی رقم (MITE) چوکیدار کے لئے دینی پڑتی تھی جو کہ راستوں کی حفاظت کرتا تھا یہ باقاعدہ ایک ٹیکس تھا جو کہ حکومت ایک مقامی خدمت کے عوض وصول کرتی تھی۔ دوم حکومت چاول ناپنے کے لئے KARMAN (غالباً پیمانہ) مہیا کرنے پر اہل دیہات سے ایک مخصوص شرح پر محصول لیتی' آخری یہ کہ آبپاشی کے لئے پانی مہیا کرنے پر ہر کسان سے لازماً محصول وصول کیا جائے گا۔ (16)

آبیانہ:۔

ہندو حکمرانوں نے آب پاشی کی جملہ سہولتوں کے لئے بڑے بھاری ابواب لگائے تھے اور وہ پیداوار میں اپنے بڑھے ہوئے حصہ پر قناعت نہیں کرتے تھے۔جن زمینوں کو پانی دیا جاتا تھا ان سے اداک' بھاگ یا آبپاشی کے محصول کل پیداوار کا 1/5 سے 1/3 تک وصول کیا جاتا تھا خواہ ان کو پانی مہیا کرنے میں حکومت کے عمل کو کوئی دخل ہو یا نہ ہو کیونکہ ہندوؤں کی رائے میں تمام پانی راجہ کی ملکیت ہوتا تھا۔(17) اور آبپاشی کی مختلف صورتوں میں حکومت کے محصول کا مطالبہ بڑھتا چلا جاتا تھا۔جہاں زمین کے ذریعہ (By Land) آبپاشی کی جاتی ہے وہاں سے پیداوار کا 1/5 وصول کیا جاتا۔ جہاں آبپاشی کندھوں پر پانی اٹھا کر لے جانے سے' ٹینک' جھیلوں یا چشمہ سے ہو وہاں سے 1/4 اور دریاؤں سے پانی اٹھا کر آبپاشی کرنے کی صورت میں 1/3 محصول وصول کیا جاتا تھا۔حکومت اس کے علاوہ پیداوار کا 1/4 یا 1/5 زائد وصول کرتی تھی۔
(18) پانی کی فراہمی کی صورت میں تو یہ مطالبہ کسی حد تک جائز تھا لیکن حکومت پانی بہم پہنچائے بغیر محض نظری اعتبار سے پانی کا مالک ہونے کے ناطے اس شرح سے محصول وصول کرتی تو واقعی یہ مطالبہ انتہائی زیادہ اور ناروا تھا۔

ہندو دور میں ذرائع آبپاشی مہیا کرنے کی حکومتی سطح پر بھی کوشش کی جاتی تھی''نہریں موجود تھیں اور آبیانہ وصول کیا جاتا تھا۔کاٹھیاواڑ (گجرات) میں چندر گپت کے گورنر پشیا گپت نے ایک چھوٹی سی ندی پر بند باندھ کر آبپاشی کے خیال سے ایک جھیل بنائی یہ بند اشوک کے عہد تک پورا ہو پایا۔(19)

مختصراً ہندو دور میں محاصل اراضی کا ایک نہایت جامع نظام موجود تھا مالیہ اراضی کی تشخیص کا طریقہ کار اور وصولی کی شرح مختلف ادوار میں مختلف رہی ہے۔آبیانہ کی شرح بھی بدلتی رہی ہے۔ نئے محصول اور ابواب بھی پیدا ہوتے رہے جنہیں بتدریج اس مطالبہ میں شامل کیا جاتا رہا۔ یہاں تک کہ شمالی ہند میں جب ہندو حکومت کا خاتمہ ہو رہا تھا تو کاشتکار پر ان محصولوں کا بوجھ ناقابل برداشت ہو گیا تھا۔ہندو دور کا مکمل خاتمہ بارھویں صدی عیسوی میں ہوتا ہے جبکہ مسلمانوں کی باقاعدہ حکومت پورے علاقے میں قائم ہوئی۔

حوالہ جات

(1) معین الحق سید، تاریخ ہند پاکستان (عہد قدیم وسلطنت دہلی)، دائرہ معین المعارف کراچی 1966' ص:43

(2) Powell-B.H. Baden, Land Systems of British India, Oxford Press 1892. 1:251

(3) B.K. Sarkar. The Political Institutions and Theories of Hindu, (Verlac Von Market and Petters 1922) P:122

(4) ڈبلیو، ایچ، مورلینڈ، مسلم ہندوستان کا زراعتی نظام، مترجم جمال محمد صدیقی، ترقی اردو بیورونئی دھلی 1982، ص:10

(5) معین الحق سید، م ن، دائرہ معین المعارف کراچی 1966، ص:111

(6) مورلینڈ، م ن' ص:28

(7) کالی داس، شکنتلا، مترجم ڈاکٹر اختر حسین رائے پوری، اردو اکیڈمی سندھ کراچی 1957، ص:69

(8) William Jones, Institute of Manu, Verse: 118 Chap: X, (Available at Punjab University Library Lahore)

(9) William Jones, OP., Cit., Verse: 130, Chap:VII

(10) B.K. Sarkar, OP., Cit., P.124,

(11) مورلینڈ، م ن، ص:20

(12) اشتیاق حسین قریشی، سلطنت دھلی کا نظم حکومت، مترجم ہلال احمد زبیری، شعبہ تصنیف وتالیف وترجمہ کراچی یونیورسٹی کراچی 1971' ص:116

(13) Powell B.H. Baden, Land Revenue and Tennure in British India, Oxford Press 1892, P:35,

(14) Sir William Jones, Op., Cit., Verse:115, Chap:VII

(15) Sir William Jones, Op., Cit., Verse:119, Chap VII

(16) B.K. Sarkar, OP., Cit., P:115

(17) اشتیاق حسین قریشی 'م ن، ص:134

(18) B.K. Sarkar, OP., Cit., P:124,

(19) معین الحق سید، م ن' ص:111

فصل دوم: مسلمانوں کی آمد' فتوحات کی نوعیت اور زرعی محاصل

ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد 95ھ میں خلیفہ ولید بن عبدالمالک (715-705ء) کے دور میں محمد بن قاسم کے (711ء) سندھ پر حملہ سے ہوئی۔ محمد بن قاسم نے 712ء میں صوبہ سندھ کو فتح کر کے وہاں اسلامی قوانین و احکام جاری کئے محمد بن قاسم نے پیائش کر کے زمین کے قطعات مسلمانوں میں تقسیم کئے' مسجد بنوائی اور چار ہزار مسلمانوں کو یہاں آباد کیا۔(1) جبکہ ہندوستان کے باقی صوبوں میں مسلمانوں کی فتوحات کا سلسلہ تین سو سال بعد سلطان محمود غزنوی سے شروع ہوا جس نے بہت سے علاقے فتح کر کے اسلامی ریاست میں شامل کئے ان کے بعد محمد غوری نے غوری خاندان کی حکومت کا ہندوستان میں آغاز کیا اور قطب الدین ایبک کو اپنا نائب مقرر کیا جس نے اپنے آقا سلطان محمد غوری کی وفات کے بعد سلطان کا لقب اختیار کیا اور 1206ء میں تخت نشین ہوا اس سے ہندوستان میں سلاطین دھلی کی بادشاہت کا آغاز ہوا۔

سندھ فتح ہونے پر محمد بن قاسم نے یہاں کی زرعی زمینوں کو مسلم فاتحین میں تقسیم نہیں کیا اور ان تمام تکلیف دہ محاصل کی بجائے جو کہ وہ اس سے پہلے اپنے حکمران راجہ داہر کو ادا کرتے تھے، انہیں 1/6 خراج کی ادائیگی پر زمینوں پر قابض رہنے دیا۔(2) یہ وہی طرزِ عمل تھا جو کہ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق نے عراق میں سواد کی اراضی کے بارے میں اختیار کیا تھا۔'' محمد بن قاسم نے مالکان اراضی کو اپنی زمینوں کا بدستور مالک رکھا خراج اور مالگزاری کا تعین کرنے کے لئے انہی مقامی باشندگان سندھ کے سپرد کیا۔ (3) دراصل ابتدائی مسلم فاتحین نے ہندوستانی رعایا پر کلیۃً غیر ملکی نظام عائد نہیں کیا۔ اداروں کے تسلسل کے برقرار رکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ انھوں نے کچھ مروجہ نظاموں کے اجزاء کو اختیار کر کے جیسے جیسے وقت گزرتا گیا انھیں بدلتی ہوئی ضرویات سے ھم آہنگ کر لیا (4)۔ حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کو یہ حکم دیا تھا کہ تم راجاؤں سے جو بھی عہد کرو اس پر قائم رہو جب وہ مالگزاری دینے کا اقرار کریں تو ان کی ہر طرح سے اعانت کرو۔(5) محمد بن قاسم نے سندھ فتح کرنے کے بعد مالکان زمین جو کہ ہندو تھے ان کو زمینوں پر خراج کی ادائیگی کی شرط پر قائم رکھا۔ مالیہ کی شرح بھی وہی رکھی جو کہ پہلے حکمرانوں نے قائم کی تھی۔ انتظامی عہدوں پر ہندوؤں کو ہی قائم رہنے دیا جن میں سے اکثریت برہمن کی تھی چونکہ وہ پڑھے لکھے ہوتے تھے اس لئے عہدے پاتے تھے۔ محمد بن قاسم نے خراج کے معاملہ میں انتہائی نرمی کا مظاہرہ کیا اس امر کا اعتراف ہندوؤں نے بھی کیا ایک ہندو لیڈر نے محمد بن قاسم سے کہا کہ آپ نے ٹیکس اور مالگزاری کے معاملہ میں اس قدر نرمی برتی ہے کہ رعایا آپ سے بہت خوش ہے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بقیہ ملک بھی آپ کے قبضہ میں آجائے گا۔ (6) غزنوی جنہوں نے محمد بن قاسم کے تقریباً تین سو سال بعد پنجاب میں اپنی حکومت قائم کی انھوں نے مسلم فاتحین کی پیروی کرتے ہوئے زمینوں کو ان کے مالکان کے قبضہ میں ہی رہنے دیا اور مقررہ خراج وصول کیا اور انتظامی امور کے لئے ہندو افسران کو مقرر کیا چنانچہ

These were the times when contact between Hindu and Muslim agrarian system was established. (7)

(یہی وہ وقت تھا جبکہ ہندو مسلمان زرعی نظام کا آپس میں رابطہ و تعلق قائم ہوا)

فتوحات کی نوعیت و تاریخ

مجاہدین اسلام جب اعلائے کلمۃ الحق کے لئے جہاد کا آغاز کرتے تو فریق ثانی کو شریعت کے حکم کے عین مطابق تین باتوں کی دعوت دیتے:

(i) وہ اسلام قبول کرلیں

(ii) اسلام قبول نہ کرنے کی صورت میں جزیہ ادا کریں۔

(iii) پہلی دونوں صورتیں نہ ماننے کی صورت میں ان سے قتال فی سبیل اللہ کیا جاتا۔

مسلمانوں کی ابتدائی فتوحات ہند کے سلسلہ میں پہلی صورت تو کسی جگہ نظر نہیں آتی کہ اہل علاقہ کی اکثریت نے دعوت الٰہی کو قبول کرلیا ہو وہ مملکت اسلامیہ کا حصہ بن گئے ہوں اور ان کی زمینیں عشری قرار پائی ہوں سوائے ایک واقعہ کے جو فتح سندھ کے بعد پیش آیا۔ محمد بن قاسم نے برھمن آباد کو فتح کر کے اسلامی سلطنت کا حصہ بنا دیا بعد ازاں نظام خلافت میں باہمی اختلافات کے باعث کئی مقامی راجاؤں نے سرکشی کرتے ہوئے بغاوت کی، خود مختار بن گئے اور جزیہ دینے سے انکار کر دیا۔ ۹۹ھ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو انہوں نے سندھ کے راجاؤں کے نام تبلیغ اسلام عو دالی الطاعۃ کے خطوط ارسال کئے اس وقت راجہ داہر کا بیٹا جیسیہ' برہمن آباد پر قابض تھا اسکے دیگر بھائی اور بھتیجے دیگر چھوٹی ریاستوں پر حکمران بن گئے تھے' ان خطوط کے پہنچنے پر وہ مسلمان ہو گئے۔ ''عمر بن عبدالعزیزؒ نے بعض فرمان رواؤں کو خط لکھے جن میں ان کو اسلام اور اطاعت کی دعوت دی اور لکھا کہ (اگر اسلام قبول کرلو گے تو) تمھاری بادشاہی سے تعرض نہیں کیا جائے گا' تمھارے وہی حقوق ہوں گے جو مسلمانوں کے ہیں اور وہی فرائض ہوں گے جو مسلمانوں کے ہیں۔ جیسیہ اور دوسرے راجواڑں نے اسلام قبول کرلیا اور عربوں کے سے اپنے نام رکھے'' (8) حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جیسیہ کو مسلمان ہونے پر برھمن آباد کی سیادت اور دوسرے راجاؤں کو اپنی پہلی ریاست پر برقرار رکھا۔ دیگر دو صورتوں صلحاً یا بعد جنگ مطیع ہونے کی صورت میں ان کو اپنی زمینوں پر قائم رہنے دیا گیا اور خراج کی ادائیگی لازم قرار پائی اور یہی صورت مسلم فاتحین کے دور میں غالب نظر آتی ہے کہ

(i) جو لوگ مسلمان ہو گئے ان کی زمینیں بدستور انکی ملک میں رہیں ان پر زکوٰۃ زمین یعنی عشر لازم کیا گیا

(ii) جو مسلمان نہیں ہوئے مگر صلحاً یا عنوۃً مطیع ہو گئے ان کی زمینیں ان کی ملکیت سے نہیں نکالی گئیں، نہ غانمین میں تقسیم کی گئیں بلکہ اراضی شام و عراق اور مصر میں جو فاروق اعظمؓ کا عمل تھا اس کے مطابق رقبہ زمین پر مالکان زمین کو بدستور قائم رکھ کر ان کا خراج تمام مسلمانوں کے لئے وقف دائمی کر دیا۔ (9)

مختصر یہ کہ خراج کا پرانا نظام ہی تھوڑی بہت تبدیلی کے ساتھ رائج رہا۔ ہندوستان کی زمینوں کی اکثریت خراجی تھی۔

حوالہ جات

(1) البلاذری،احمد بن یحییٰ' (م 279ھ)' فتوح البلدان ، بمصر مطبعة الاولیٰ 1319ھ ص :443

(2) A.K.Khalid The Agrarian History of Pakistan , Allied Press Lahore 1998 , P.43

(3) اکبر شاہ نجیب آبادی، آئینہ حقیقت نما، نفیس اکیڈمی کراچی 1983' ص :121'

(4) مورلینڈ ڈبلیو، ایچ، مسلم ہندوستان کا زراعتی نظام، مترجم جمال محمد صدیقی، ترقی اردو بیورو نئی دھلی 1982' ص.17

(5) محمد شفیع مفتی، اسلام کا نظام اراضی، دارالاشاعت کراچی' ص :224

(6) اکبر شاہ نجیب آبادی، م ن ، ص :119

(7) A.K. Khalid, Op., Cit.,, P:45

(8) البلاذری، م ن ' ص :446-447

(9) محمد شفیع مفتی، م ن ، ص:228

فصل سوم: عہد سلاطین میں زرعی محاصل

سلاطین کا دور 602ھ ـ 932ھ /1206ء ـ 1526ء پر محیط ہے۔اس میں برصغیر پر حکومت کرنے والے پانچ خاندان غلاماں، خلجی تغلق، سید اور لودھی شامل ہیں انہوں نے اپنے لئے سلطان کا لفظ منتخب کیا تھا اس لئے وہ سلاطین دھلی کہلائے اس دور کا آغاز قطب الدین ایبک سے ہوتا ہے جو شہاب الدین غوری کا غلام تھا اور اختتام ابراہیم لودھی پر ہوتا ہے جب بابر نے اُس کو پانی پت کی پہلی لڑائی میں شکست دی۔

خاندانِ غلاماں (1206-1290ء)

سلطان قطب الدین ایبک نے ہندوستان میں جب مسلم حکمرانی کی بنیاد رکھی اس وقت زمین کا محصول خراج کے نام پر موجود تھا لیکن شرح مختلف علاقوں میں مختلف تھی قطب الدین ایبک نے اسے خلاف شریعت قرار دے کر شرعی اصولوں کے مطابق دسواں حصہ سرکاری لگان کے طور پر وصول کرنے کا حکم دیا۔"سلطان قطب الدین ایبک نے مسلمانوں کی جائداد (غیر منقولہ) ان ہی کے ہاتھوں میں چھوڑ دی اور خراج جو ان زمینوں سے شرع اور احکام خداوندی کے خلاف وصول کیا جاتا تھا اور پیداوار کا پانچواں حصہ ہوتا تھا منسوخ کر دیا اور بعض علاقوں میں عشر اور بعض میں نیم عشر کی شرح مقرر کردی۔ (1) سلطان قطب الدین ایبک کی زرعی اصلاحات ومحاصل کے ضمن مین تاریخ مزید کوئی تفصیلی معلومات فراہم نہیں کرتی جس کی وجہ غالباً تاتاریوں کے حملوں سے دفاع اور اندرونی بغاوتوں کے فرو کرنے میں متوجہ رہنا ہوسکتا ہے۔

خاندانِ خلجی (1290-1320)

سلاطین دھلی میں سے علاء الدین (1296-1316) وہ پہلا حکمران ہے جس نے ملک کا معاشی نظام درست کرنے میں نہایت دلچسپی لی اور زرعی نظام میں بنیادی تبدیلیاں کیں (2) (ہمیں اس سے بحث نہیں کہ اس کے محرکات کیا تھے) حالانکہ اس کے پیش رووں میں سے قطب الدین ایبک سے جلال الدین خلجی تک کسی نے اس جانب کوئی توجہ نہ کی تھی سارا انتظام ہندو افسروں کے ہاتھ میں تھا جو اپنے طریقہ سے لینڈ ریونیو کی تشخیص اور وصولی کا کام انجام دیتے۔

علاء الدین خلجی نے اقتدار سنبھالا تو مالیہ کی تشخیص اور وصولی کے موجود خدوخال یہ تھے: کہ " خالصہ اراضی براہ راست دیوان وزارت کے زیر انتظام تھی جو اپنے ماتحت عملہ جو عامل اور کارکن پر مشتمل تھا، کے ذریعہ مالیہ جمع کرتے ۔ جو اراضی صوبائی گورنروں اور مختار کار (Assignees) کے ماتحت تھی اس کا مالیہ وہ خود جمع کرتے' اپنا حصہ اس میں سے وصول کرتے انتظامی اخراجات منہا کرتے اور بقایا رقم مرکزی خزانہ میں جمع کروادیتے۔ مالیہ کی تشخیص اور وصولی کی بنیاد روایتی طریقہ بٹائی پر تھی۔ ریاست کا پیداوار میں حصہ 1/5 اور 1/3 کے درمیان تھا۔ (3) مالیہ عموماً چوہدری، مقدم اور *KHUTS* کے ذریعہ جمع کیا جاتا تھا اور وہ اپنا حصہ وصول کرتے تھے۔اس کے علاوہ باجگزار سردار کسان سے معاملہ زمین جمع کرتے اور طے شدہ رقم مرکزی خزانہ میں جمع کروادیتے۔ (4) ان حالات میں علاء الدین خلجی نے ٹیکس کا یکساں نظام نافذ کرتے ہوئے ذیل کے اہم اقدامات کئے:

1- مطالبہ مالگزاری کا معیار بغیر تخفیفوں اور منہائیوں کے پیداوار کے نصف پر مقرر کیا گیا۔

2- سرداروں کی بالائی رقوم ختم کردی گئیں جس کے نتیجہ میں ان کے زیر قبضہ تمام زمینوں کا پوری شرح مالگزاری پر تشخیص کیا جانا قرار دیا گیا۔ (5)

3- مالگزاری کے لئے بٹائی کی بجائے پیائش کا طریقہ رائج کیا۔

"جولوگ کاشت کرتے ہیں خواہ وہ کم ہو یا زیادہ وہ مساحت (یعنی زمینوں کی پیائش کی بنیاد پر مالگذاری کا تعین کرنا) اور وفائے بسوہ کے لحاظ سے (پیداوار کا) نصف حصہ کسی کمی (یا تفریق) کے بغیر (سب) ادا کریں' (6) یعنی فصل کا زیر کاشت رقبہ ناپا جاتا پیداوار کا فی یونٹ (بسوہ) کا اندازہ لگا کر کل رقبہ سے ضرب دیکر پیداوار کا اندازہ حاصل کیا جاتا تھا اور پھر آدھی فصل بغیر کسی استشناء کے لے لی جاتی تھی اور یہی طریقہ بعدازاں کنکوت کے نام سے سامنے آیا لیکن بٹائی کا طریقہ بھی موجود رہا۔"(7) سلطان علاء الدین کی سختی بھی سلطنت دھلی سے بٹائی کے طریقہ کو ختم نہیں کرسکی تھی کیونکہ باج گزار سردار جنہیں اپنے معاملات میں آزاد چھوڑ دیا گیا تھا ان احکام سے متاثر نہیں ہوئے تھے۔"

4- مالگزاری جنس اور نقدی دونوں صورتوں میں وصول کی جاتی تھی۔ جنس میں وصولی کا مقصد بارشوں اور خشک سالی میں غلہ کو ارزاں رکھنا تھا۔"ارزاں غلہ کے لئے ضروری تھا کہ سلطانی ذخیروں کے لئے بہت بڑی مقدار میں غلہ جمع کیا جائے سلطان علاء الدین نے حکم دیا کہ دوآبہ کے علاقہ میں خالصہ زمینوں سے خراج غلے کی صورت میں لیا جائے اور اس غلہ کو سلطانی ذخیروں کے لیے شہر (دھلی) میں پہنچا دیا جائے اور یہ بھی حکم دیا گیا کہ شہر نو اور اس کے مضافات میں سلطان کا نصف حصہ صرف غلہ کی شکل میں ہی لیا جائے گا" (8)

اس کے ساتھ ساتھ نقدی کی صورت میں بھی وسیع پیمانہ پر لگان جمع کیا جاتا تھا اور اس کی وصولی میں اس قدر سختی کی جاتی تھی کہ رعایا اپنی عورتیں اور بچے فروخت کر کے سرکاری خراج ادا کرتی تھی" (9)

5- سلطان نے یہ تبدیلی بھی کی کہ مالکان اراضی سے خراج کی مد میں وصول ہونے والے غلہ کے بٹوارے کے لیے تحصیلدار اور پٹواری مقرر کئے۔ (10)

6- اس دور میں کسانوں پر خراج کے علاوہ بھی محصول عائد کئے گئے تھے ان میں چرائی اور کرھی شامل ہیں "جانوروں پر "چرائی" کے محصول زمانہ ماقبل تاریخ سے لگائے جاتے رہے ہیں سلطان علاء الدین خلجی نے حکم دیا کہ اس محصول کو سختی سے نافذ کیا جائے وہ ایک ایسا محصول تھا جو خراجی زمین پر لگایا جاتا تھا جسے بغیر کاشت کے چھوڑ دیا جاتا تھا۔۔۔۔" کرھی" کے معنی مویشیوں کے چھپر کے ہیں اغلب ہے کہ کرھی اور چرائی مترادف ہیں اگر وہ دو مختلف محصول تھے تو چرائی خراج ادا کرنے والی زمین کو مویشی چرانے کے لیے استعمال کرنے پر وصول کیا جاتا ہوگا اور کرھی مویشیوں میں اضافہ کرنے پر عائد ہوگی" (11) دیگر ماخذ میں اس محصول کی نوعیت ذرا فرق بیان کی گئی ہے۔"دودھ دینے والی بھینسوں اور بکریوں کی چرائی (کا محصول) لگایا جائے اور اس چرائی کی شرح مقرر کردی جائے محصول ہر گھر سے وصول کیا جاتا تھا جو رہائش کے لیے استعمال ہوتا تھا تا کہ ادائیگی محصول میں کسی قسم کا غبن یا دھوکا بازی نہ کی جاسکے''(12)

مختصراً ان دونوں کی نوعیت خواہ کیسی تھی لیکن یہ امر ثابت ہے کہ یہ خراج کے علاوہ محصول تھے۔ محاصل میں اضافہ اور سختی کی وجہ سے سردار چوہدری مطیع ہوئے۔ بغاوتیں رک گئیں مملکت میں امن وامن قائم ہوگیا۔ لیکن علاؤالدین کا قائم کردہ نظام اس کے ساتھ ہی ختم ہوگیا۔ اس کا بیٹا قطب الدین مبارک شاہ نے تقریباً 4 سال 4 ماہ حکومت کی اس نے اپنا سارا وقت عیش وعشرت میں گزارا اور اس نے ''بھاری اخراجات اور اونچے مطالبات کو منسوخ کردیا تھا'' (13) اس نے اپنی کوئی زرعی پالیسی مرتب نہ کی اور باپ کے تفصیلی ضابطوں کو بھی ختم کردیا' مطالبہ مالگزاری کم ہو گیا' وزارت مال کا کام بے ترتیب ہوگیا اور محکمہ مالگزاری نے ٹھیکہ کی سٹہ بازی شروع ہوگئی۔

خاندان تغلق:۔ (1321ء۔1413ء)

علاؤالدین خلجی کے بعد جس بادشاہ نے زرعی معاملات میں دلچسپی لی وہ غیاث الدین تغلق (1320ء۔1325ء) تھا۔خلجیوں کے زوال سے لے کر غیاث الدین تغلق کے تخت سنبھالنے تک ریونیو کے مسائل پر کوئی توجہ نہ دی گئی۔اس کی تخت نشینی کے وقت مالگزاری کے ٹھیکوں کے سلسلہ میں سٹہ بازی عام تھی۔وزارت مال میں مختلف قسم کے دلال اور بلائے جان اشخاص بھرے رہتے تھے۔بادشاہ نے ان تمام کاروائیوں کا خاتمہ کیا اور مملکت کے مالی نظام کو دوبارہ سے منظم کیا۔اس عہد حکومت میں زرعی محاصل سے متعلق یہ اہم اقدامات کئے گئے۔

1۔ غیاث الدین نے مساحت (پیائش) کے طریقہ کو ترک کر کے بٹائی کا طریقہ عام کر دیا۔"اس نے شراکت داری کے بالمقابل پیائش کو مسترد کر دیا" (14) اور تجربہ کار لوگوں کو کھڑی فصل کی قیمت کا اندازہ لگا کر حکومت کا حصہ لینے پر مقرر کیا۔اس تبدیلی کی بڑی وجہ کسانوں کو فصل خراب ہونے یا کم ہونے کی بناء پر آسانی مہیا کرنا تھا۔پیائش میں مالگزاری اس رقبہ پر وصول کی جاتی تھی جو کہ بویا گیا خواہ فصل کم ہو یا زیادہ یا تباہ ہو جائے۔کاشتکار کو لازماً رقبہ کی بناء پر پوری مالگزاری جمع کروانی پڑتی تھی۔جبکہ بٹائی میں صرف حاصل شدہ پر مالگزاری تشخیص کی جاتی تھی اس لئے یہ طریقہ زیادہ منصفانہ اور کسان کے حق میں بہتر تھا۔

2۔ غیاث الدین کا خیال تھا کہ کسانوں سے بہت زیادہ مطالبات بالآخر ملک کو تباہ کر دیتے ہیں اس لئے اس نے علاؤالدین خلجی کا مطالبہ مالگزاری پیداوار کا نصف منسوخ کر دیا۔1/5 کر دیا جو کہ تقریباً پوری تیرھویں صدی میں موجود رہا تھا۔(15) اور وزارت مال کو یہ ہدایات جاری کی تھیں کہ خراج میں اقطاعات و بلاد ممالک میں دس میں سے ایک یا گیارہ میں سے ایک 1/11 سے زیادہ کا اضافہ نہ کیا جائے۔(16) غیاث الدین تغلق نے ایک طرف تو مطالبہ مالگزاری کم کی اور دوسری طرف اس میں اضافہ کے لئے پابندی لگا دی کہ بڑھانا ہی پڑے تو 1/10 سے زیادہ نہ بڑھایا جائے۔

3۔ سلطان غیاث الدین، علاؤالدین خلجی کے برعکس لگان میں آہستہ آہستہ اضافہ کا قائل تھا اس نے بارہا یہ حکم دیا کہ خراج اس طریقہ پر وصول کیا جائے کہ ولایات میں زراعت میں اضافہ ہوتا رہے اور جو (زرعی علاقہ) ماضی بن چکا ہے وہ مستقیم ہو جائے اور کچھ نہ کچھ اضافہ ہر سال ہو اور اس طریقہ پر وصول نہ کیا جائے۔کہ ایک ہی دفعہ اتنا لے لیا جائے کہ نہ گزشتہ برقرار رہے اور نہ آئندہ کوئی اضافہ ہو۔علاقے (ولایت ھا) جو تباہ ہوئے یا جو ہم کو تباہ نظر آتے ہیں وہ خراج کے بھاری بوجھ اور بادشاہ کی زیادہ طلبی سے ہوتے ہیں۔ (17)

4۔ خراج کی وصولی کے لئے سلطان بے حد نرمی کا قائل تھا۔اس نے حکم دیا تھا کہ "خراج تھوڑا تھوڑا کر کے وصول کیا جائے اس لئے کہ یکبارگی بوجھ ڈالنے سے ولایت تباہ ہو جاتی ہے اور اضافے کا راستہ بند ہو جاتا ہے"اس نے والیوں کو ہدایت کی تھی کہ "ہندوؤں کو اس طرح رکھنا چاہیے کہ نہ تو انتہائی دولت کی وجہ سے وہ اندھے ہو جائیں اور سرکشی و بغاوت کرنے لگیں اور نہ بے سروسامان اور تنگدستی کے باعث ترک زراعت و کاشت پر مجبور ہو جائیں۔ (18)

محمد تغلق (1325ء۔1351ء)

محمد تغلق نے اپنے باپ غیاث الدین تغلق کی مقررہ کردہ شرح مالگزاری میں کوئی بڑی تبدیلیاں نہیں کی تھیں سوائے دوآبہ کی شرح بڑھانے کے لئے اور یہ بھی بغاوت و سرکشی کو دبانے کے لئے کیا گیا تھا لیکن اس کے نتائج نہایت خوفناک نکلے۔

محمد تغلق نے دریائی علاقہ کی مالگزاری جو خاص طور پر شاہی خزانہ کے لئے مخصوص تھی، میں اضافہ کرنے کا فیصلہ کیا(19) اور یہ اضافہ دس فیصد اور پانچ فیصد تھا۔(20) اس اضافہ کی وجوہات بیان کی جاتی ہیں کہ وہ علاقہ کے خوش حال باشندوں کی باغیانہ سرگرمیاں روکنا چاہتا تھا جنکے متعلق اسے یہ شبہ تھا کہ وہ مغل حملہ آوروں سے ساز باز رکھتے ہیں۔اس کے علاوہ وہ اپنے اسراف کے لئے روپیہ کا حاجت مند تھا اور اس لئے اس نے زرخیز ''دریائی زمین'' کے مطالبہ کو بڑھا دیا۔(21) سلطان کے اس عمل نے ملک میں بدنظمی اور کسی حد تک بغاوت پیدا کردی۔ان ابواب کو اس قدر سختی سے وصول کیا جاتا تھا کہ ان کی وجہ سے کمزور اور نادار کاشتکار تو بالکل ہی برباد ہوگئے اور ان میں سے جو مالدار، سامان وغیرہ رکھتے تھے وہ باغی اور سرکش ہو گئے۔ علاقے ویران ہو گئے۔ زراعت بالکل ختم ہو گئی۔(21) زراعت کی تباہی کا باعث بننے والے دیگر اقدامات میں دارالسلطنت دہلی کو دکن منتقل کرنا اور قحط کا پیدا ہونا تھا۔ 1337ء میں تقریباً نو سال بعد دہلی کو بحیثیت دارالسلطنت بحال کردیا گیا' کاشتکاروں کو کاشتکاری کے لئے قرض دیئے گئے' لیکن اب بہت دیر ہو چکی تھی۔عملاً ان اقدامات کا کوئی فائدہ نہ ہو سکا۔سلطان محمد تغلق نے زراعت کی ترقی کے لئے جو اقدامات کئے ان میں سرفہرست آبپاشی کے لئے ایک وزارت کی تشکیل تھی۔یہ نیا محکمہ ''دیوان امیر کوہی'' کہلاتا تھا۔(22) اس کا کام نئے علاقوں کو زیر کاشت لانا اور موجودہ فصلوں کو ترقی دینا تھا۔

فیروز شاہ تغلق :۔ (1351ء۔1388ء)

فیروز شاہ نے جس وقت اقتدار سنبھالا ریونیو کا نظام مکمل طور پر ہل چکا تھا۔دریائی زمین ابھی تک غیر آباد تھی۔صوبے سٹے بازوں کے ہاتھوں میں گھرے ہوئے تھے۔فیروز شاہ نے تخت نشین ہوتے ہی غیاث الدین تغلق کی مانند ان ٹاؤٹوں کو دور کیا۔صوبائی گورنر اور اعلیٰ افسران کا انتخاب ذاتی کردار کی بناء پر کیا اس دور کے نظام محاصل کی اہم خصوصیات یہ تھیں۔

1۔ اس نے غیر آباد علاقے ایسے لوگوں کو تفویض کئے جنہوں نے یہ عہد کیا کہ وہ ان کو آباد کریں گے۔ایسے اقطاع داروں سے مقررہ مدتوں میں برائے نام محاصل لئے جاتے تھے۔(یہ محصول اصطلاحاً مقدر کہلاتا تھا)۔اس طریقہ سے بڑے بڑے علاقے زیر کاشت آئے۔ (23)

2۔ سلطان نے شریعت کو راہنما بنا کر رحم و کرم سے کام لیا اور تمام غیر مشروع محاصل کو ختم کردیا۔ان منسوخ شدہ محاصل کی فہرست سے اندازہ ہوتا ہے کہ زراعت پر یہ محاصل اس وقت موجود تھے۔ان میں شامل تھے۔گل فروشی (پھلوں کی فروخت پر محصول) چنگی غلہ / غلہ اور اناج کی فروخت پر' کرہی' چراہی (جانور چرانے کا) خضروات (سبزیوں پر محصول) (24)

3۔ ''شراکتداری'' کو تشخیص کی بنیاد بنایا گیا اور بٹائی' زائد مطالبات قیاسی اور فصل کی خرابی کی بناء پر تمام تشخیص منسوخ کردی گئی۔(26)

4۔ مالگزاری کی شرح 1/5 ہی تھی۔علاؤالدین خلجی کے علاوہ سارے سلاطین کے عہد میں یہی شرح موجود رہی۔ (27)

5۔ فیروز شاہ کے دور میں اگلے برسوں کی مقررہ مالگزاری کے واسطے معاہدے لکھوائے جاتے تھے۔اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سرداروں کے ذمہ مالگزاری جیسا کہ کسانوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ہر فصل کی پیداوار پر تشخیص نہ کی جاتی تھی بلکہ یہ باج کی مثل ہوتی تھی۔جس کی رقم اگلے چند برسوں کے لئے گفت و شنید کے ذریعہ طے کردی جاتی۔ (28)

آبپاشی

فیروز شاہ نے زراعت کی ترقی اور فروغ کے لئے ذرائع آبپاشی کو وسعت دی۔ کئی نئی نہریں تعمیر کروائیں۔ آبپاشی کا محصول حق شرب عائد کیا اور کنویں بھی کھدوائے۔

i۔ دریائے جمنا سے ایک نہر نکال کر دہلی کے نواح اور جنوب مشرق میں ''حصار'' شہر کو سیراب کیا جہاں پہلے صرف فصل خریف کاشت کی جاتی تھی اب ربیع اور خریف دونوں کاشت کی جاسکتی تھیں۔ اور حکومت کی آمدنی میں دو لاکھ ٹنکوں کا اضافہ ہوا۔ (29)

ii۔ فیروز شاہ نے ہر دو شہر برو بحر کے طریقہ پر آباد کئے ایک فتح آباد اور دوسرا حصار فیروزان ہر دو مقامات میں بے شمار و بکثرت نہریں جاری کیں اور تمام نہریں اسی یا نوے کوس تک جاری ہوئیں۔ نہروں کے درمیان تمام تر قصبات و قریات آباد تھے۔ چنانچہ قصبہ جنید و قصبہ دھاترتھ اور شہر ہانسی و تغلق پور عرف میدم وغیرہ حصہ ملک ان نہروں سے سیراب ہوتے تھے۔ ہر قصبہ و موضع میں نہریں جاری تھیں۔ ان نہروں کے پانی سے رعایا و خلقت کو بے شمار نفع حاصل ہوتا تھا۔ (30)

iii۔ ذاتی طور پر اپنے سرمایہ سے نہریں تعمیر کرنے کی حوصلہ افزائی کی جاتی تھی۔ فیروز شاہ نے علماء کے فتویٰ کی روشنی میں ایسے مالک نہر کو حق شرب (آبیانہ) دیا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ''اگر کوئی شخص اپنی ذاتی کوشش اور ذاتی مال کے صرف سے آب غرقات کے کنارے سے پانی کی نہریں جاری کرے اور یہ نہریں حدود و قصبات و قریات میں جاری ہوں اور ان مقامات کے باشندے ان نہروں سے نفع حاصل کریں تو سعی کنندہ کو حق شرب حاصل ہے یعنی کہ قصبات و قربات کی آمدنی میں سے دسواں حصہ اس شخص کا ہے'' (31)

iv۔ ان کے علاوہ اپنے پیش رو کی طرح اس نے کنویں بھی کھدوا کر ان علاقوں میں پانی کا انتظام کیا جہاں نہریں نہیں پہنچتی تھیں۔ بیان کیا گیا ہے کہ اس نے 150 کنویں کھدوائے۔ (32)

''آبپاشی کے لئے تیس بڑے تالاب بنوائے اور تیس بڑی نہریں نکالیں۔ (33) ''فیروز شاہ یہ رائے رکھتا تھا کہ کاشتکاروں کو سہولت بہم پہنچا کر ہی زراعت کی آمدنی میں اضافہ ممکن ہے۔ ٹیکسوں کی منسوخی سے خزانہ پر جو اثر پڑا وہ سلطان نے اصلاحات جاری کر کے (جن میں سر فہرست آبپاشی کی سہولتیں پہنچایا تھا) زراعت کے فروغ سے کمی پوری کرلی۔ ملک خوش حال تھا اور عوام شاداں اور ارزانی کا یہ عالم تھا کہ ''گیہوں دو آنہ میں ایک من اور جو ایک آنہ میں ایک من ملتا تھا'' (34)

سید اور لودھی (1414ء۔1526ء)

فیروز شاہ کی وفات کے ساتھ ہی سلطنت دہلی کا شیرازہ بکھر گیا۔ تیمور کے حملہ نے رہی سہی کسر بھی نکال دی۔ 1414ء۔۔1451ء میں سید خاندان نے ملک کے مغربی حصہ میں حکومت قائم کرنے کی کوشش کی لیکن امن و امان قائم نہ ہوسکا تو افغانوں نے قوت پکڑی اور لودھی خاندان اقتدار پر قابض ہوا۔ بہلول لودھی اور سکندر لودھی تو فوجی مہمات میں مصروف رہے ابراہیم لودھی بھی کوئی نیا کام نہ کرسکا۔

حوالہ جات

1۔ اشتیاق حسین قریشی، سلطنت دہلی کا نظم حکومت، مترجم بلال احمد زبیری، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ کراچی، یونیورسٹی کراچی 1971 ص:121

2۔ مورلینڈ ڈبلیو۔ ایچ، مسلم ہندوستان کا زراعتی نظام، مترجم جمال محمد صدیقی، ص: ترقی اردو بیورو نئی دہلی 1982، ص:49

3۔ برنی ضیاءالدین، تاریخ فیروز شاہی، مترجم ڈاکٹر سید معین الحق، اردو سائنس بورڈ لاہور 1983, ص:186

4۔ *A.K. KHALID. The Agrarian History of Pakistan, Allied Press (pvt) Lahore* 1998

P.52,

5۔ مورلینڈ، م ن، ص:50

6۔ برنی، م ن، ص:421-422

7۔ برنی، ص:288

8۔ برنی، ص:449

9۔ برنی، ص:496-497

10۔ اکبر شاہ نجیب آبادی، آئینہ حقیقت نما، نفیس اکیڈمی کراچی 1983، ص:336

11۔ اشتیاق حسین قریشی، م ن ص:267, 138-139

12۔ برنی، ص:422

13۔ اشتیاق حسین قریشی، م ن، ص:121

14۔ مورلینڈ، م ن، ص: 57

15۔ اشتیاق حسین قریشی، م ن، ص: 130

16۔ برنی، م ن، ص:615

17۔ ایضاً

18۔ ایضاً

19۔ مورلینڈ، م ن، ص:64

20۔ برنی، م ن، ص:672

21۔ ایضاً

22۔ اشتیاق حسین قریشی، م ن، ص:135-136

23۔ ایضاً

24۔ عفیف شمس سراج، تاریخ فیروز شاہی، مترجم مولوی فدا علی، نفیس اکیڈمی کراچی 1962 ص:76

25۔ اشتیاق حسین قریشی، م ن، ص:136

26۔ مورلینڈ، م ن، ص:69

27۔ *A.K. KHALID. Op., Cit., P.62,*

28۔ مورلینڈ، م ن، ص:74

29۔ مورلینڈ، م ن، ص:74-75

30۔ عفیف شمس سراج، ص:96-97

31۔ عفیف شمس سراج، ، ص:97

32۔ معین الحق سید، ص:458

33۔ ثروت صولت، ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ، اسلامک پبلیکیشنز لاہور 1966 2:153-154

34۔ ایضاً

شیر شاہ اور اس کے جانشین (1540-1555ء)

فرید خان نے انتظام سلطنت میں بین طور پر انھی اصولوں کو دھرایا جن پر اپنے باپ کی جاگیر پر بطور مینجر کام کرتے ہوئے اس کا عمل تھا۔ اس نے شیر شاہ کا لقب اختیار کیا اور سلطان سکندر لودھی کے اس قول پر عمل کیا کہ "سلطنت دہلی کی ریڑھ کی ہڈی گندم اور جو تھی"(1) شیر شاہ نے زرعی نظام کو منظم کرنے کے لئے بے مثال اقدامات کئے۔ اس نے ریونیو انتظامیہ کا ایک باقاعدہ ڈھانچہ تشکیل دیا اور عہدیداروں کا تقرر کیا لیکن عرصہ اقتدار مختصر ہونے کی بناء پر اپنے اقدامات پر بھرپور عمل نہ کر سکا۔

انتظامی ڈھانچہ

شیر شاہ نے زمین کو موضع' پرگنہ' سرکار اور اقطاع کی تقسیم کی صورت میں متعارف کروایا۔ پرگنہ کو زمین کی پیمائش' مالیہ تشخیص اور وصولی کے لئے بنیادی یونٹ قرار دیا۔ ہر پرگنہ پر دو افسر شق دار اور امین مقرر کئے اور انھیں کنٹرول کرنے کے لئے پرگنوں کو سرکار کی صورت میں جمع کیا جس کا سربراہ شقدار شقداراں تھا۔

i۔ موضع

یہ صوبائی حکومت کا بنیادی یونٹ تھا اس کا انتظامی سربراہ' مقدم یا مکھیا' کہلاتا تھا۔ گورنمنٹ افسر مال کے طور پر یہ پٹواری رکھتا مقدم کی ڈیوٹی اپنی ڈائری میں حقوق ملکیت' زمین کی حد بندی اور ٹیکس کی مقدار لکھنا تھا۔

ii۔ پرگنہ

انتظامی یونٹ کا دوسرا قدم پرگنہ تھا۔ پرگنہ ایک لازمی انتظامی یونٹ تھا۔ شیر شاہ کے پرگنہ میں یہ عملہ میں شامل تھا۔ (i)۔ شقدار جو کہ انتظامی سربراہ ہوتا (ii)۔ امین جو کہ منصف یا مشرف بھی کہلاتا (iii)۔

'Fajadar جو کہ خزانچی تھا یہ خزانہ دار اور خزانچی بھی کہلاتا۔ (iv)۔ کارکن' ایک ہندی نویس ہندی میں ریکارڈ رکھنے کے لئے' ایک فارسی نویس فارسی میں ریکارڈ رکھنے کے لئے (v)۔ قانونگو جو کہ پٹواریوں کا سربراہ ہوتا تھا۔

> *"The Smallest unit was a Parganah a group of villages. To each parganah Sher Shah appointed an Amin responsible for the general administration, a Shiqqdar who supervised the assessment and collection of the revenue, a Treasurer and two Clerks to keep accounts, one in Persian and other in Hindi."(2)*

iii۔ سرکار

پرگنہ اور اقطاع کا درمیانی یونٹ تھا۔ اس کا سربراہ شقدار شقداراں تھا جس کا فرض شقداروں کی نگرانی کرنا تھا کہ وہ عوام پر ظلم نہ کریں اور

ناجائز روپیہ ان سے نہ لیں۔

" The Next Unit was a Sarkar or a revenue district which had a chief Shiqqdar and chief Munsif, whose duty was to see that the revenue was collected in full but the cultivators were not oppressed." (3)

iv۔ اقطاع

شیر شاہ کی صوبائی انتظامیہ کا سب سے بڑا انتظامی یونٹ تھا

تشخیص کا نظام

تشخیص کے حوالہ سے شیر شاہ کا خیال تبدیل ہو گیا تھا۔ اپنے والد کی جاگیر کے انتظام کے وقت اس نے کسانوں کو یہ اختیار دیا تھا کہ بٹائی یا پیائش میں سے جس طریقہ کو چاہیں اپنا لیں لیکن بطور حکمران اس نے پوری سلطنت میں جریب کے ساتھ پیائش کا نظام نافذ کیا۔ (4) یہ پیائش علاؤالدین خلجی کے طریقہ سے فرق تھی اس میں زمین کی پیائش کے لئے سرکاری معیاری پیمانہ گز سکندری تھا اسے سب سے پہلے سلطان سکندر لودھی نے متعارف کروایا اور یہ 41.5 انگشت لمبا تھا۔ شیر شاہ نے لمبائی میں تھوڑی سے تبدیلی کے ساتھ اسے ہی اپنایا۔ ''شیر شاہ کا بیگہ 3600 مربع گز پر محیط ہوتا تھا'' (5) زمین کی پیائش کا کام خان تنگی (یا بیگی) کی زیر نگرانی کیا گیا اس نے یہ کام پڑھے لکھے اور لائق برہمن کی مدد سے کیا اور قابل کاشت اور دوسری زمین کی ملکیت اور پیائش کا رجسٹر بنایا۔ (6) اس سے قبل برصغیر پاک و ہند میں زمین کی پیائش کا باقاعدہ انتظام نہ تھا۔ لگان بھی اندازے سے وصول کیا جاتا تھا اس لئے سرکاری افسر اور زمیندار دونوں من مانی کرتے تھے جس سے حکومت اور کاشتکار دونوں کو نقصان ہوتا تھا۔

شرح مالگزاری

مالگزاری کی شرح کے تعین کے لئے فی بیگہ حاصل شدہ اچھی درمیانی اور خراب فصل کی میزان کے ایک تہائی کو اوسط پیداوار (محصول) شمار کرتے تھے اور اس کا ایک تہائی مطالبہ مالگزاری کے طور پر وصول کیا جاتا تھا۔

" The Cultivated land was measured every year and one third or one fourth of the average produce of good, middle and bad lands was taken as land revenue." (7)

شیر شاہ اور ان کے بعد میں آنے والوں نے اسی شرح مالگزاری کو اپنایا یہاں تک کہ اکبر نے بھی ابتدائی دور میں اسی شرح اور طریقہ کو اختیار کیا۔

مالگزاری نقد یا جنس میں

اس بارے میں کوئی واضح راہنمائی نہیں ملتی ہے کہ کسان سے مطالبہ غلہ میں وصول کیا جاتا تھا یا حکومت کی مقرر کردہ شرحوں کے مطابق نقد میں (8)

حوالہ جات

1. A.K.Khalid, The Agrarian History of Pakistan, Allied Press, Lahore, P:69
2. Ikram S.M. History of Muslim Civilization in India and Pakistan, Institute of Islamic Culture, Lahore,P.220-221,
3. Ikram S.M. OP., Cit., P: 220-221
4. مورلینڈ ڈبلیو ایچ، مسلم ہندوستان کا زراعتی نظام، مترجم جمال محمد صدیقی، ترقی اردو بیورو نئی دھلی 1982 ص:95
5. ایضاً
6. A.K.Khalid, OP., Cit., P:69
7. Ikram S.M. OP., Cit., P: 220-221
8. مورلینڈ، م ن، ص:97

فصل چہارم: عہد مغلیہ میں زرعی محاصل (1526-1707ء)

سلاطین کے بعد تخت دہلی مغل خاندان کے حصہ میں آیا۔ ''تحریروں میں کوئی ایسی چیز نہیں ملتی جس سے ظاہر ہو کہ بابر یا ہمایوں نے شمالی ہندوستان کے زرعی نظام میں کوئی تبدیلی کی بلکہ اس موضوع پر ملنے والے حوالوں سے ان کے مروجہ نظام کو قبول کرنے کی نشاندہی ہوتی ہے اس لئے ہم بجا طور پر اکبر کی تخت نشینی (1556-1605ء) کو ایک نئے عہد کا آغاز تصور کر سکتے ہیں۔'' (1) اکبر اعظم نے زرعی محاصل کا کوئی بالکل نیا نظام متعارف نہیں کروایا تھا بلکہ اپنے پیش رو شیر شاہ سوری کے پالیسی ڈھانچہ کو عملی صورت دی اور اس میں ایک نئی روح پھونکی۔ اکبر کے دور میں شیر شاہ کے بنائے ہوئے اصولوں پر ہی عمل کیا گیا۔ (2)

طریقہ تشخیص

عہد اکبری کے آغاز میں شیر شاہ سوری کا قائم کردہ اجتماعی تشخیص کا طریقہ برائے مالگزاری اختیار کیا گیا جس کے تحت "حکومت کا مطالبہ اوسط پیداوار کے ایک تہائی کے مساوی ہوتا تھا جسے بمقدار غلہ ظاہر کرتے تھے محض چند پیداواروں کے لیے نقدی شرحیں مقرر کی جاتی تھیں (3) مالیہ کے کی تشخیص کے لئے زمین کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا یعنی اچھی، متوسط اور بُری۔ اچھی زمین سے بیس (20) من فی بیگہ، درمیانہ زمین سے پندرہ (15) من فی بیگہ اور بری زمین سے دس (10) من چوبیس (24) سیر فی بیگہ پیداوار کی توقع رکھی گئی ان تینوں زمینوں کی مجموعی پیداوار 45 من 24 سیر ہوئی جس کا ایک تہائی 15 من 8 سیر ہوا اس 15 من 8 سیر کو زمین کی اوسط فصل اور اس اوسط فصل کے تہائی 5 من ڈھائی سیر کو ریاست کا مالیہ قرار دیا گیا۔ (4) یہ اجتماعی تشخیص تھوڑا عرصہ جاری رہی اس کا بنیادی قاعدہ پیداوار کا ایک تہائی تو تبدیل نہ ہوا لیکن پوری سلطنت کی بجائے ہر ہر پرگنہ کے لیے علیحدہ علیحدہ تشخیص کا طریقہ اختیار کیا گیا اس طریقہ کے تحت فصل بہ فصل اب بھی بادشاہ کی منظوری ضروری تھی اہم فرق یہ تھا کہ مطالبہ غلہ جن پر اعداد کا اطلاق کیا جاتا اب بجائے عام شرح پیداوار کے مقامی شرح پیداوار پر مبنی کیا جانے لگا" (5) جب کوئی فصل تیار ہو جاتی تو افسروں کا عملہ زیر کاشت زمین کا اندازہ کرنے کے لئے دیہی علاقوں کا دورہ کرتا اور فصلوں کا گوشوارہ تیار کرتا اس کے بعد تکبچی سے مشورہ کے بعد مالیہ کی شرح مقرر کر دی جاتی اس کو ''ضبطی طریقہ کار'' کہا جاتا تھا جو بہار، الہ آباد، ملتان، اودھ، آگرہ، مالوہ، دلی، لاہور، اجمیر اور گجرات کے مختلف حصوں میں رائج تھا اس طریقہ کار کے مطابق زیر کاشت اراضی کے ہر پلاٹ کی شرح مالیہ مقرر کر دی جاتی جس کا تعین فصل کی نوعیت کے مطابق کیا جاتا اس کے علاوہ سلطنت میں غلہ بخش اور نسق کے طریق بھی موجود تھے۔ غلہ بخشی کا طریق کار کابل کشمیر اور سندھ کے کچھ حصوں میں رائج تھا یہ طریق کار بہت پہلے سے چلا آ رہا تھا جس کے تحت فصل کی تقسیم کے ذریعہ مالیہ کی شرح مقرر کی جاتی۔ (6) سلطنت کا دائرہ پھیل رہا تھا نئے علاقے حکومت کے زیر نگیں ہو رہے تھے اور مالگزاری کی تشخیص کا طریقہ وہی تھا کہ پیداوار کی بنیاد پر ہر سال تشخیص کی جاتی مطالبہ مالگزاری ہر سال فرق ہوتا مرکزی محکمہ مال سے مقررہ شرح کی اطلاع کا انتظار رہتا ان حالات میں ایک جامع نظام تشخیص مالگزاری کی ضرورت تھی، چنانچہ ان تمام مسائل کے حل کے لیے راجہ ٹوڈرمل کی زیر ہدایت عہد اکبری کا اہم بندوبست مالگزاری وجود میں آیا۔

دہ سالہ بندوبست:۔

"شہنشاہ اکبر کے دورِ حکومت میں راجہ ٹوڈرمل کے ذریعہ 1582ء میں مغلوں کا پہلا بندوبست مالگزاری عمل میں آیا" (7) یہ بندوبست

"آئین دہ سالہ" کہلایا۔ یہ بندوبست ابتداء "دس برس کی مدت کے لیے کیا گیا تھا لیکن وہ 76 سال رہا اس بندوبست کے تحت ہر سال مالگزاری کی شرح میں تبدیلی کا خاتمہ ہوگیا۔ تمام فصلوں پر مالیہ کی شرح مقرر کر دی گئی، وصولی غلہ کی بجائے نقدی میں طے ہوئی۔" "اس نئے دور کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ جملہ پیداواروں پر مطالبہ کی شرحیں بمقدارِ غلہ نہیں بلکہ نقدی معین کی گئیں تا کہ فصلی تبدل کی ضرورت ختم ہو جائے پچھلے دو برس یعنی قانونگو شرحوں کے نافذ رہنے کے زمانہ کی مقررہ شرحوں کو اوسط اختیار کیا گیا تھا دستور میں پرگنوں کی ایسے حلقوں میں زمرہ بندی کی گئی جنھیں ہم تشخیص حلقے کہہ سکتے ہیں ہر حلقہ کے لیے ایک شرحنامہ (دستور) معین کیا گیا۔ (8) اس بندوبست کے تحت پچھلے دس سال کی درمیانی پیداوار کی اوسط اور مختلف اجناس کی قیمت کی اوسط نکال کر اس بنیاد پر مالیہ کی شرح مقرر کر دی گئی اس بندوبست مالگزاری کا یہ فائدہ ہوا کہ پیداوار اور اس کی قیمت کی اوسط نکالنے اور لگان اراضی کی رقم مقرر ہونے سے حکومت کو اپنی آمدنی کا درست اندازہ لگانے میں مدد ملی' کسان اور حکومتی اہلکار کا حکومت کو دھوکا دینا اتنا آسان نہیں رہا' اور ہر کسان کو بھی پہلے سے علم ہوتا تھا کہ اسے اتنی رقم حکومت کو ادا کرنی ہے' حکومت کی آمدنی میں اضافہ ہوا۔

زمین کی تقسیم

زمین کو مدت کاشت کی بناء پر مختلف حصوں میں تقسیم کر کے ہر حصہ کا الگ سے محصول مقرر کیا گیا۔ اقسام اراضی چار ہیں۔

1۔ **پولج:۔** وہ زمین جس مین ہر سال ہر فصل کاشت کی جائے اور زمین کی طاقت میں فرق نہ آئے۔

2۔ **پروتی:۔** وہ زمین جو جدید طاقت حاصل کرنے کے لئے قلیل عرصہ تک غیر مزروعہ چھوڑ دی جائے۔

3۔ **چچر:۔** زمین جو تین یا چار سال تک قابل کاشت نہ ہو

4۔ **بنجر:۔** جس پر پانچ یا اس سے زائد سال کے بعد کاشت ہو۔ (9)

پولج سارے محاصل ادا کرتی تھی۔ پیروتی سے دوران کاشت پولج کی مانند ہی محصول وصول کئے جاتے اور جب بنجر زمین زیر کاشت لائی جاتی تو ایک برائے نام مطالبہ کیا جاتا تھا جو کہ آہستہ آہستہ پانچویں سال تک بڑھ کر پورا ہو جاتا تھا۔

انتظامی تقسیم

عہد اکبری میں مالگزاری کی تشخیص کے لئے انتظامی نقطہ نظر سے ایک تنظیم اور تقسیم موجود تھی اکبر نے جاگیرداری نظام ختم کر کے سلطنت کو صوبوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ صوبوں کی مجموعی تعداد 15 تھی اور صوبے سرکار اور پرگنوں میں تقسیم تھے۔ (10) اس وقت کل 182 پرگنے تھے اور ہر پرگنہ ہر سال ایک کروڑ روپیہ مالیہ ادا کرتا تھا (11) "ملک کے بڑے بڑے حصے صوبے کہلاتے تھے ہر صوبہ سرکار میں منقسم تھا اور سرکار پرگنوں میں تقسیم ہوتی تھی اور (یہی پرگنے بعض اوقات محل بھی کہلاتے تھے) اور بعض مقاصد کے لئے ان (پرگنوں) کو ایک گروپ میں جمع کر کے ان کے لئے دستور یا دستور العمل نافذ کیا جاتا تھا' (12) دستور العمل مالگزاری کی تشخیص اور وصول سے متعلق ایک مکمل دستاویز تھی جس میں اس اہم مالی معاملہ سے متعلق ہر تفصیل درج ہوتی۔

زمین کی پیمائش

عہد اکبر میں زیر کاشت زمینوں کی پیمائش پر توجہ دی گئی۔ زمین کی پیمائش کے لئے مستند اکائی جو کہ اکبر کی حکومت کو اپنے پیش رؤں سے ورثہ میں ملی تھی ''گز سکندر'' تھا۔ یہ گز سکندر لودھی نے قائم کیا۔ جس کے قطر کو 41.5 سکندری سکوں (کے قطر) کے مساوی قرار دیا جسے بعد میں ہمایوں نے بڑھا دیا۔ شیر شاہ سوری اور اسلام شاہ کے تحت یہی گز استعمال ہوتا رہا۔ 31 یا 33 جلوس اکبری تک اسی گز سکندری کو سرکاری حیثیت حاصل رہی۔ (13) بعد ازاں اکبر بادشاہ نے گز الٰہی جاری کیا ''ایک معتدل گز اکتالیس انگشت کا جاری فرمایا اور خدا کی یاد تازہ رکھنے کے لئے اس کو گز الٰہی کے نام سے موسوم کیا'' (14) تمام کاشت شدہ اراضی کو اسی گز الٰہی سے ناپا گیا اور مالیہ کی تشخیص کے لئے رقبہ کو بیگھوں میں شمار کیا گیا اور بیگہ کی پیمائش ''طناب'' سے کی جاتی تھی۔ ''طناب'' سے مراد سن کی بنی ہوئی رسی کی پیمائش تھی جو موسم کی خشکی و تری کی وجہ سے چھوٹی اور بڑی ہو جاتی تھی اس رسی کو اوس میں رکھ کر تر کیا کرتے تھے اور پیمائش اکثر اوقات صبح کے وقت کی جاتی تھی جبکہ رسی شبنم سے تر ہو کر چھوٹی ہو جاتی تھی۔ دن کے آخری حصے میں رسی سوکھ کر کچھ بڑی ہو جاتی تھی۔ پہلی صورت میں کسان نقصان برداشت کرتے تھے اور دوسری صورت میں شاہی محاصل میں کمی واقع ہوتی تھی۔ (15) بادشاہ نے اس صورت حال میں اصلاح کی اور بانس اور لوہے کے ٹکڑوں پر مبنی ایک جریب نافذ کی ''انیس سن الٰہی میں بانس کی ایک جریب تیار کی گئی لوہے کی حلقوں سے اسے جوڑا گیا یہ جریب کمی وزیادتی سے محفوظ ہے'' جریب ساٹھ الٰہی گز کے برابر تھا۔ (16) مالگزاری کی تشخیص کے لئے پہلے زمین کو رسی سے ناپنے اس کے بعد رقبہ کی فی اکائی ہر ہر فصل کی پیداوار یعنی شرح پیداوار کا تخمینہ قائم کر کے اسے پورے رقبہ زیر فصل پر عائد کیا جاتا تھا۔ (17)

ریونیو انتظامیہ

زمین کی درست پیمائش کے بعد مالیہ کی وصولی کے لئے ایماندار اور فرض شناس انتظامیہ مقرر کی گئی۔ مالگزاری کے حوالہ سے اہم انتظامی عہدیدار یہ تھے

(i) دیوان: صوبہ میں مالیہ کے حوالہ سے سب سے اہم عہدیدار تھا۔ صوبائی انتظامیہ کا سربراہ سپہ سالار ہوتا تھا جو کہ فوجی و سول دونوں طرح کے اختیارات کا مالک ہوتا اس کے بعد دیوان کا مقام تھا۔ پہلے صوبائی دیوانوں کا انتخاب خود صوبائی گورنر کیا کرتا تھا لیکن 1579ء میں جب سرکاری زمین میں اضافہ ہو گیا تو مرکزی حکومت نے دیوانوں کی تقرریاں اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ دیوان کے انتظام و انصرام کے سلسلہ میں نہ صرف سپہ سالار سے تعاون بلکہ اس کی نگرانی بھی کرتا تھا خزانہ کے تمام اختیارات اس کے ہاتھ میں تھے وہی تمام ادائیگیوں کے بلوں پر دستخط کرتا تھا مالیہ کے تمام مقدمات کی سماعت وہ خود کرتا ماسوا ان مقدمات کے جو اس کے اپنے محکمہ سے متعلق ہوتے۔ (18)

(ii) عامل گزار: (محاصل مالگزاری کو جمع کرنے والا) اسکا عہدہ نہایت اہم تھا اس کے مختلف فرائض تھے اس کا بنیادی فرض یہ تھا کہ وہ تمام الاٹ شدہ اراضی کو زیر کاشت لانے اور بنجر اراضی کو آباد کرنے کا بندوبست کرے علاوہ ازیں زیر کاشت اراضی کو پرکھنا بھی اس کے فرائض میں شامل تھا جرائم اور ڈاکہ کی وارداتوں کا قلع قمع کرنے اور ایسے مجرموں کو سزا دینے کے معاملہ میں بھی اسے تعاون کرنا ہوتا وہ

اراضی کی پیمائش اوراس کا معیار مقرر کرنے اور ٹیکس عائد کرنے والوں اور دیگر افسروں سے اس بات کی ضمانت حاصل کرتا کہ وہ پیمائش کے دوران ایک بیگہ زمین بھی نظر انداز کریں گے اور نہ پوشیدہ رکھیں گے۔ عامل کا فرض تھا کہ وہ مقدموں اور پٹواریوں کے رجسٹروں کی پڑتال کرے اگر ان رجسٹروں میں کوئی گڑ بڑ ہوتی جس کی وجہ سے کاشت پر اثر پڑتا تو اس کی فوری اطلاع افسران بالا کو پہنچانا ضروری تھی اسے ہر ماہ لوگوں کی مالی حالت، جاگیرداروں اور بازار کی قیمتوں وغیرہ کے بارے میں بھی گوشوارہ پیش کرنا ہوتا اس پر اپنے علاقے کا دورہ کرنے کا فرض عائد ہوتا تھا لیکن اس بات کی سختی سے ممانعت تھی کہ وہ اس دوران نذرانے یا کاشتکاروں کے تحائف قبول کرے۔ (19)

" *In AKBAR'S time the important revenue officer was the "AMIL" (or Amalguzar) who supervised the village collection of his district and adjust the assessment on principles of the settlement made during the reign."* (20)

یہی عامل گزار بعدازاں ''کروڑی'' کہلایا (ایک کروڑ جمع کرنے والا) جس کا فرض ایک کروڑ مالگزاری جمع کرنا ہی تھا۔ ''جگہ جگہ کروڑیوں کو مقرر کر کے ہر ایک کروڑی کی تحویل میں اتنی اراضی دے دی کہ زراعت کے بعد اس سے ایک کروڑ تنکہ کا محصول وصول ہو سکے۔ (21) عہد اکبری میں جب یہ کروڑی بدعنوان ہونے لگے تو ٹوڈرمل نے انھیں سخت سزائیں دینا شروع کیں لیکن شکایات میں کمی نہ آئی تو یہ عہدے ہی ختم کردیئے گئے البتہ جہانگیر کے عہد میں دوبارہ قائم کئے گئے۔ (21-A)

(iii) تیکچی: یہ عامل گزار کا دست راست تھا وہ قانون گوؤں کے کام کی نگرانی کرتا اس کے لئے حساب کتاب جاننا ضروری تھا ایسے آدمی کو تیکچی مقرر کیا جاتا جو اپنے علاقہ کے رسم ورواج سے اچھی طرح واقف ہوتا اسے حکومت اور کاشتکاروں کے باہمی تعلقات کا ریکارڈ بھی مرتب کرنا پڑتا آمدن اور اخراجات کے علاوہ زیر کاشت اور بنجر اراضی کے گوشوارے تیار کرنا بھی اس کے فرائض میں شامل تھا۔ وہ بادشاہ کو سالانہ رپورٹ روانہ کرتا اور ہر فصل پر مالیہ کے تخمینے تیار کرتا۔ (22) اس کے علاوہ ضروری تھا کہ وہ ہر موضع کا نقدی اور جنس کا دہ سالہ موازنہ قانون گو سے حاصل کرے، اپنے روزنامچے میں گاؤں، پرگنہ اور فصل کی صراحت کرے اجناس کے نرخنامہ پر اعیان شہر کی مہر ہر روز ثبت کرائے

(iv) قانونگو: ہر پرگنہ میں ایک Dirtrict Accountant Registrar ہوتا تھا۔ ''قانون گو کو پرگنہ کے افسر کی حیثیت حاصل تھی جسے تمام دیہی رسومات اور کاشتکاروں کے حقوق کے بارے میں مکمل معلومات حاصل ہوتی تھیں۔ اس کی تنخواہ بیس سے پچیس روپے ہوتی۔ (23)

(v) خزانہ دار: خزانہ دار کا کام کاشتکاروں سے رقم وصول کرنا اور خزانہ سرکار کی حفاظت کرنا تھا وہ تمام ادائیگیوں کی رسیدیں جاری کرتا اور حساب میں غلطی سے بچنے کے لیے کھاتے درست رکھتا دیوان کے دستخطوں کے بغیر اسے کسی شق میں ادائیگی کی اجازت نہ تھی۔ (24) آئین اکبری میں بھی تقریباً یہ فرائض ہی بیان کئے گئے ہیں کہ خزانہ دار کو چاہیے کہ کاشتکاروں سے ہر قسم کی مہر، روپیہ پیسہ اور اس کے حصے وصول کرے اور کسانوں سے کسی خاص سکہ کا طلبگار نہ ہو، وصول رقم کی رسید جاری کرے، خزانہ کی حفاظت کرے۔ (25)

(vi) پٹواری: موضع میں مالیہ کا ریکارڈ رکھنے کے لیے ایک پٹواری بھی ہوتا تھا۔ (26) یہ گاؤں کا ہیڈ مین تھا گاؤں میں امن وامان قائم رکھتا اور مطالبات جمع کرنے میں ریاست کی مدد کرتا تھا پٹواری کا فرض تھا کہ وہ مالیہ کی رسید، کاشت کردہ رقبہ اور گاؤں کا نام لکھ کر کاشتکار کے نام رسید جاری کرے۔ (27) پٹواری اور قانونگو کا عہدہ عموماً موروثی ہوتا تھا۔ (28)

مطالبہ مالگزاری کی شرح

اکبر نے حکومت کا مطالبہ مالگزاری کل پیداوار کا 1/3 مقرر کیا تھا لیکن سلطنت کے تمام حصوں میں یہ شرح یکساں نہیں تھی بلکہ یہ شرح 1/8 سے لے کر 1/2 تک تھی۔ پھل دار باغات کا معاملہ اس سے فرق تھا (29) لیکن غالب شرح ایک تہائی مقرر تھی اور مالیہ کی وصولی کے لیے ضابطے وضع کیے گئے کاشتکاروں کو اجازت تھی کہ وہ مالیہ جنس یا نقدی کی صورت میں ادا کریں نقد شرح مالیہ متعلقہ افسروں کی طرف سے مقرر کی جاتی جو مختلف فصلوں کے لیے مختلف ہوتی تھی۔ (30)

عہد جہانگیر وشاہجہان (1605-1658ء)

ان کے دور میں عہد اکبری کے ادارے بتدریج زوال پذیر ہو گئے تھے۔ (31) زرعی محاصل کے حوالہ سے یہ اہم تبدیلیاں آئیں

i۔ اکبر کے ضبطی نظام کو نظام نسق سے بدل دیا گیا اس لئے غریب کسان بہت سی مشکلات کا شکار ہو گئے "ایک طرف بعض غیر متعین اور پسماندہ خطوں میں تو غلہ بخشی کی منظوری دی گئی مگر مملکت کا عام قاعدہ اجتماعی تشخیص کا رکھا گیا ور دوسری طرف ضبط اور غلہ بخشی کے متبادل طریقوں کو صرف ان صورتوں میں استعمال کرنے کے لئے محفوظ رکھا گیا جبکہ جو بندہ مالگزاری کی سالانہ رقم کو قبول نہ کریں" (32)

ii۔ شاہ جہان چونکہ تاریخی عمارتوں کا بہت شوقین تھا اس لئے ریاست کے اخراجات میں بھی چار گنا تک اضافہ ہو گیا تھا اور ان ریاستی اخراجات کو پورا کرنے کے لئے لامحالہ مالیہ کی شرح میں اضافہ کرنا پڑا۔ "سرکاری مطالبہ برائے لگان تہائی سے بڑھ کر نصف تک آ گیا۔ کاشتکار کا بوجھ اور بڑھ گیا کیونکہ اس کو نہ صرف زمین کا لگان ادا کرنا پڑتا تھا جو واقعی زیر کاشت تھی بلکہ اس زمین کا محصول بھی دینا پڑتا تھا جو اس کے قبضہ میں تھی اس طرح زمین کی مالگزاری چالیس کروڑ روپے ہو گئی۔" (33) لیکن بادشاہ چونکہ باغات کا شوقین تھا اس لئے اس نے حکم جاری کر دیا کہ جو کوئی مزارع باغ لگائے اس کا محصول معاف کر دیا جائے گا۔ (34)

iii۔ آبپاشی کے لئے بعض نہروں کی تعمیر اس دور کی ایک خصوصیت تھی لیکن اس مسئلہ پر کہ محصول آب وصول کیا جاتا تھا یا نہیں محض قیاس آرائی کی جا سکتی ہے۔ غالباً نہروں کی وجہ سے مالگزاری میں ہونے والا اضافہ بھی کافی معاوضہ تصور کرتے تھے کیونکہ سالانہ یا فصلی تشخیص کے بعد نفع تقریباً فوری ظاہر ہو جاتا تھا۔ (35)

iv۔ اورنگ زیب نے اپنی دکن کی گورنر شپ (1636-1644ء کے) دوران کچھ اصلاحات متعارف کروائیں لیکن اسے نہایت کم کامیابی ہوئی۔

" He introduced in DECEAN the land revenue system which AKBAR had adopted in the north with the adoption

of a regular system in fixation of land revenue and establishment of an effective system of government cultivation was extended and revenue was enhanced."(36)

لیکن بحثیت مجموعی مالگزاری کا نظام زوال پذیر ہی رہا۔

اورنگ زیب عالمگیر (1658-1707ء)

اورنگ زیب عالمگیر کے ابتدائی برسوں کے زرعی احوال کو ان دو فرمانوں سے جان سکتے ہیں جنہیں وزارت مال نے بادشاہ کی سند سے جاری کیا تھا۔ پہلا فرمان 1665ء صوبائی دیوان راسک داس کروڑی کے نام جاری ہوا اس میں'' کاشت میں اضافہ اور کسانوں کی بھلائی کے حصول'' کی ہدایت کی گئی تھی۔ خصوصاً انتظامیہ کو یہ ہدایت کی گئی کہ وہ جبری وصولیوں سے باز رہے اور قانونی مطالبات پر اکتفا کرے۔ فرمان کے ذریعہ تین قسم کی جبری وصولیوں کا لازمی خاتمہ کیا گیا۔ (i) وہ تمام محصول جن کو فیروز تغلق اور اکبر بادشاہ نے ختم کیا تھا اور اب پھر موجود تھے۔ (ii) افسران مال کا مطالبہ سے زیادہ ٹیکس وصول کرنا۔ (iii) اور بالیہ کی صورت میں پایا جانے والا ظالمانہ ٹیکس۔ یہ اور ان کے علاوہ پائی جانے والی ناجائز وصولیوں کی ممانعت کر دی گئی۔ (37) دوسرا فرمان 1669ء میں گجرات کے دیوان محمد ہاشم کے نام جاری ہوا یہ فرمان مخصوص مقصد کے لئے تھا کہ پوری سلطنت میں ریونیو کی تشخیص اور وصولی اسلامی اصولوں کے مطابق ہونی چاہیے۔ اس فرمان میں عشر اور خراجی زمینیں الگ کرنے کا حکم دیا گیا اور عشری سے عشر اور خراجی سے خراج کی وصولی کا حکم دیا۔ اور دوسرا یہ کہ خراج کی وصولی خراج مقاسمہ اور خراج مواظفہ کے نام سے کرنے کا حکم دیا۔ (38)

لیکن عملاً یہ دونوں فرمان کسی بنیادی تبدیلی کا باعث نہ بن سکے کیونکہ اول تو ہندوستان میں عشری زمین بمشکل ہی تھی اور اگر کوئی تھی بھی تو نہایت غیر اہم حیثیت کی حامل اور دوسرا خراج کی وصولی کی یہ شکل جسے کے فرمان عالمگیر کے ذریعہ اختیار کرنے کا کہا گیا تھا پورے ہندوستان میں اس سے قبل ہی بغیر اس نام کے موجود تھی۔ مالگزاری سے متعلق مزید یہ کہ'' اورنگ زیب کے عہد میں صوبوں میں ہر سال فصل کا جائزہ لیا جاتا اور لگان کی شرح مقرر کر دی جاتی یہ شرح مقرر کرتے وقت اس مقام کی فصلوں کی گذشتہ سالانہ اوسط کو بھی پیش نظر رکھا جاتا اس کے بعد شرح مقرر کرنے والا افسر متعلقہ سردار کو یہ رقم بالا اقساط سرکاری خزانہ میں جمع کروانے کی ہدایت کرتا اگر گاؤں یا یونٹ کے سردار کو یہ شرح قبول نہ ہوتی تو اس کا تعین پیائش یا حصہ کے حساب سے کیا جا سکتا تھا یہ لگان ہر موسم کی فصل پر عائد کیا جاتا تا اس صورت میں پیائش وغیرہ کے اخراجات سردار کے ذمہ ہوتے۔ (39) درج بالا احکامات تقریباً وہی ہیں جو کہ قبل ازیں کے حکمرانوں نے اختیار کئے تھے۔ عہد عالمگیری کی نمایاں خوبی قوانین محاصل کو اسلامی اصولوں کے تحت وضع کرنا اور غیر قانونی محاصل کا خاتمہ تھا۔ اورنگ زیب کی وفات کے بعد مغل سلطنت انارکی' ابتری اور انتشار کا شکار ہو گئی' ہر شعبہ زوال پذیر ہو گیا' ایسٹ انڈیا کمپنی کی گرفت مضبوط ہوتی چلی گئی۔ لینڈ ریونیو کی تشخیص اور وصولی کا کام زمینداروں' صوبائی سرداروں اور ٹھیکیداروں کو دے دیا گیا اور انہوں نے کاشتکاروں پر بہت مظالم ڈھائے۔

المختصر مغل بادشاہوں میں سے صرف اکبر اور اورنگ زیب نے مالگزاری کے نظام میں اصلاحات کی کوشش کی اور اکثر مصنفین نے بھی اس حقیقت کا اقرار کیا ہے۔ مثلاً S.M.Ikram لکھتے ہیں

" Mughal Kings, particularly Akbar and Aurangzeb continued to make caution experiments and improvements in the land revenue system." (40)

اور یہ کہ مغلیہ دور حکومت میں زمین ریاست کی ملکیت ہوتی تھی۔ زمیندار محض ایک نمائندہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ بادشاہ جسے چاہتا الاٹ کر دیتا اور جب چاہتا واپس لے لیتا۔ اس زمیندار سے زمین کی مالگزاری، جس پر وہ زمیندارانہ حقوق کا دعویدار ہوتا تھا طلب کی جاتی تھی اگر وہ مالگزاری جمع اور ادا کرنے سے قاصر رہتا تو اسے برطرف کر کے کوئی دوسرا زمیندار مقرر کر دیا جاتا تھا۔ اگر کاشتکار ہر فصل کی پیداوار بروقت اور بلا تامل ادا کرتا رہتا تو اسے بیدخل نہ کیا جا سکتا تھا۔ (41) اس دور میں زمیندار دھری حیثیت کا مالک تھا ایک تو زمین کے مالک ہونے کی اور دوسرا مالگزاری جمع کرنے کے لئے سرکاری اہلکار کی۔

حوالہ جات

1۔ مورلینڈ ڈبلیو ایچ، مسلم ہندوستان کا زراعتی نظام، مترجم جمال محمد صدیقی ترقی اردو بیورو نیو دہلی 1982، ص:106-107
2۔ صلاح الدین ناسک، دورِ مغلیہ، عزیز پبلیشرز لاہور، ص:256
3۔ مورلینڈ، م ن ، ص:106-107
4۔ صلاح الدین ناسک، م ن ،ص:257
5۔ مورلینڈ، م ن ، ص:109-110
6۔ صلاح الدین ناسک، م ن ،ص:257
7۔ ایف۔ ڈی۔ ایسکولی، بنگال کی ابتدائی تاریخ مالگزاری، مترجم عبدالستار، جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن، ص:17
8۔ مورلینڈ، م ن ، ص:112
9۔ ابوالفضل، آئین اکبری، مترجم مولوی محمد فدا علی، جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن 1939ء جلد 1 (حصہ دوم) آئین (13)، ص:608
10۔ صلاح الدین ناسک، م ن ،ص:251
11۔ صلاح الدین ناسک، م ن ،ص:256
12۔ *Powell B.H.Baden,Land Systems of British India, Oxford Press,* 1892, P.255,
13۔ عرفان حبیب، مغل ہندوستان کا طریق زراعت، مترجم جمال محمد صدیقی، نگارشات لاہور 1987، ص:481
14۔ ابوالفضل، م ن ، جلد ا (حصہ دوم) آئین (10)، ص:604
15۔ ابوالفضل، م ن ، جلد ا (حصہ دوم) آئین (11)، ص:605
16۔ ایضاً
17۔ عرفان حبیب، م ن، ص:292
18۔ صلاح الدین ناسک، م ن ،ص:252
19۔ صلاح الدین ناسک،م ن،ص:253
20۔ *Powell, OP., Cit., I : 256,*
21۔ بدایونی، منتخب التواریخ، مترجم محمود احمد فاروقی، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ص:427
21-A۔ صلاح الدین ناسک، م ن ،ص:256
22۔ صلاح الدین ناسک، م ن ،ص:257
22-A۔ *Powell, OP., Cit., I : 257,*
23۔ صلاح الدین ناسک، م ن ،ص:255

24۔ صلاح الدین ناسک، م ن ،ص:257

25۔ ابوالفضل، م ن، جلد ا (حصہ دوم) خلاصہ آئین (8-6)، ص:590-581

26۔ صلاح الدین ناسک، م ن ،ص:257

27۔ صلاح الدین ناسک،م ن ،ص:257

28۔ صلاح الدین ناسک، م ن ،ص:534

29۔ A.K.Khalid, The Agrarian History of Pakistan, Allied Press Lahore, P.79,

30۔ صلاح الدین ناسک، م ن ،ص:257

31۔ مورلینڈ، م ن ، ص:151

32۔ ایضاً

33۔ جی بی جتھار، معاشیات ہند، جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن، ص:605

34۔ جہانگیر نورالدین، تزک جہانگیری، مترجم احمد علی رامپوری، سنگ میل پبلیکشنز 1972، ص:299

35۔ مورلینڈ، م ن ، ص:157

36- *Ikram S.M., History of Muslim Civilization in India and Pakistan, Institute of Islamic Culture Lahore 1982, P.290,*

37- مورلینڈ، م ن ، ص:201

38- مورلینڈ، م ن ، ص:202

39۔ صلاح الدین ناسک، م ن ، ص:542

40۔ *Ikram S.M., OP., Cit., P.428,*

42۔ صلاح الدین ناسک،م ن ،ص:534

فصل پنجم: برطانوی دور حکومت اور نظام اراضی وزرعی محاصل

مالگزاری کا نظام مغل دور میں اکبر اور اس کے ہندو وزیر راجہ ٹوڈرمل کے زیر نگرانی انتہائی منظم صورت میں موجود تھا مالیہ نقدی کی صورت میں اوسط فصل کا 1/3 حکومت کا حق سمجھا جاتا تھا لیکن اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے ساتھ ہی مغل دور زوال پذیر ہوا مالیہ جمع کرنے والے جو کہ حکومت کے ملازم تھے۔ بنگال میں زمیندار، اودھ میں تعلقہ دار اور سندھ میں مختار کار کہلاتے تھے، خود مختار ہو گئے کسانوں پر ظلم کرتے اور جتنا ممکن ہوتا ان سے وصول کر لیتے جبکہ سرکاری خزانہ میں ایک مقررہ رقم ہی جمع کرواتے تھے۔

> "With the decline of the Empire and during the anarchy that followed, these officers openly flouted the central authority and assumed full control over the territory which they administered. Similarly, the middlemen who were employed by Government to collect land revenue became stronger and exploited the peasantry ruthlessly. They paid lump sum amounts to the govt or the provincial governor and appropriated the excess receipts for themselves. (1)
>
> (سلطنت کے زوال اور انتشار کے دوران وہ افسر جو کہ اپنے علاقوں کے انتظام پر مامور تھے انہوں نے کھلم کھلا مرکزی حکومت کے خلاف ان علاقوں پر مکمل قبضہ کر لیا اس طرح مڈل مین جو کہ حکومت نے مالیہ جمع کرنے کے لیے ملازم رکھے تھے، مضبوط تر ہو گئے اور انہوں نے کسانوں کا بڑی بے رحمی سے استحصال کیا۔ وہ حکومت یا صوبائی گورنروں کو ایک مقررہ رقم ادا کرتے اور زائد مال خود رکھ لیتے)

جب برطانیہ نے ہندوستان کا اقتدار سنبھالا تو مالگزاری کا نظام زوال کی آخری حدوں کو چھو رہا تھا۔ مالیہ کی تشخیص اور وصولی کی مختلف شکلیں مختلف صوبوں میں پائی جاتی تھیں، طویل عرصہ سے کوئی سروے نہیں ہوا تھا' قابل عملہ مفقود تھا

> "Each province had labouriously to work out revenue system adopted to its own special requirements with many failures by the way and many disappointments." (2)

نظام مالگزاری

1765ء میں بادشاہ شاہ عالم نے بنگال اور اڑیسہ کی '' دیوانی'' (مالیہ اکٹھا کرنے کا حق) ایسٹ انڈیا کمپنی کو دے دی۔'' اگست

1765ء میں مغل شہنشاہ کو چھبیس لاکھ روپے سالانہ رقم ادا کرنے پر ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام ''دیوانی'' کی منظوری گویا برطانوی نظام مالگزاری کی ابتداء ہے'' (3) کمپنی نے مغل دستور کے مطابق مالگزاری، کلکٹر اور عہدیداروں کے ذریعہ جمع کرنا شروع کی'' کلائیو نے بنگال کی دیوانی حاصل کرنے کے بعد زرلگان کا وہی طریقہ رکھا جو مغلوں کے عہد میں جاری تھا۔ (4) لیکن کوئی خاص کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ چنانچہ 1772 سے مالیہ کی وصولی کے حقوق نیلام کرنے شروع کر دیئے گئے۔ وارن ہیسٹنگز (WARN HASTINGS) نے زمین کو کمپنی کی ملکیت قرار دیتے ہوئے پہلے پانچ پانچ سال اور پھر سال بسال نیلام کے ذریعہ ٹھیکوں پر دینے کا رواج کیا۔ (5) حکومت نے مالگزاری جمع کرنے والے افراد کی جگہ ایک کمیٹی (Committee of Circuit) بنائی اس کو ہدایت کی کہ وہ صوبوں کا دورہ کرے اور پانچ سال کے لئے زیادہ شرح پر حقوق مالگزاری کی نیلامی کے لیے بولیاں حاصل کرے لیکن یہ نظام بھی ناکام ہو گیا کیونکہ

(i) زمین کے پہلے مالکان اپنی زمین دوبارہ حاصل کرنے کے لیے بڑی بڑی بولیاں دے کر حق مالگزاری حاصل تو کر لیتے لیکن ان کی زمین اتنی پیداوار نہ دے پاتی اور حکومت کی آمدنی کم ہو جاتی۔

(ii) ایسٹ انڈیا کمپنی کو اس وقت انڈیا میں اپنی سرگرمیوں کے قیام کے لیے ریونیو کی مسلسل فراہمی مطلوب تھی جو کہ اس صورت میں (بولی کے ذریعہ مالگزاری کا حصول) ممکن نظر نہیں آ رہی تھی۔

(iii) حکومت اپنی وصولیوں میں اضافہ کے لیے زراعت کو وسعت دینا چاہتی تھی۔ (6)

چنانچہ اس صورت حال میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے ان علاقوں میں ایک مستقل بندوبست مالگزاری نافذ کرنے کا فیصلہ کیا۔

دوامی بندوبست

لارڈ CORN WALLIS نے 1784 میں گورنر جنرل ہندوستان کا عہدہ سنبھالا تو اس نے بڑے غور و فکر اور مختلف رپورٹس کا جائزہ لینے کے بعد لندن میں ہوم گورنمنٹ کو یہ تجویز پیش کی کہ موجودہ تھوڑی مدت کے بندوبست کو مستقل بندوبست میں تبدیل کر دیا جائے اس سے مالک زمین کو علم ہو گا کہ اس نے حکومت کو کتنا دینا ہے اور حکومت کو بھی اپنی آمدنی کا یقینی علم ہو گا۔ چنانچہ 1792ء میں لارڈ CORN WALLIS نے بنگال، بہار اور اڑیسہ میں مستقل بندوبست مالگزاری کی بنیاد رکھ دی۔ ''1793ء میں وزارت انگلستان کی منظوری سے بنگال، بہار، اڑیسہ کی زمینوں پر قابض زمینداروں کے حقوق ملکیت تسلیم کر لئے اور ہمیشہ کے لیے لگان کی ایک شرح مقرر کر دی گئی'' (7)

اس بندوبست کے اہم نکات یہ تھے:۔

(i) 1793ء کے قانون کے تحت مالیہ کی شرح ہمیشہ کے لئے مقرر کر دی گئی

"By laws it was declared that they should never have it enchanced." (8)

(ii) اس بندوبست کے ذریعہ کلکٹر، کاشتکاروں، ٹھیکیداروں اور جاگیرداروں کو ایک مقررہ مالگزری کی ادائیگی پر ان زمینوں کا مالک بنا دیا گیا گویا زمین سرکاری ملکیت سے نکل کر ذاتی ملکیت میں آ گئی۔

(iii) حکومت براہ راست کاشتکاروں سے مالیہ وصول نہیں کرتی تھی بلکہ ان دونوں (حکومت اور کاشتکار) کے درمیان ایک تیسرا فرد ہوتا تھا

جس کے ذمہ مالیہ کی کسانوں سے وصولی اور حکومت کو اس کی ادائیگی تھی۔

(iv) مالگزاری کا تعین بغیر کسی سروے کے محض کسان کی حالت اور پچھلی ادائیگی کو مدِ نظر رکھ کر کیا جاتا تھا زمین، اس کی خاصیت زرخیزی اور فصل وغیرہ کو مالگزاری کے تعین سے کوئی تعلق نہ تھا۔

(v) مالیہ نقدی میں مقرر کیا گیا جس کا 10/11 حکومت وصول کرتی اور 1/11 زمیندار کے معاوضہ کے لئے چھوڑ دیا جاتا تھا اور اگر مقررہ مدت میں مالیہ جمع نہ ہوتا تو جاگیر نیلامی کے ذریعہ بیچ دی جاتی تھی۔ (9)

بندوبست ہٰذا کے نتائج خوش آئند نہ تھے بلکہ اس نے پورے صوبے کی معیشت کو تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ حکومت کو فصلوں کی تباہی اور زرخیزی سے کوئی مطلب نہ رہا حکومت صرف مقررہ لگان کی وصولی میں دلچسپی رکھتی تھی۔ زمیندار مالگزاری کے بارگراں کو ادا کرنے سے قاصر تھے اور کاشتکاروں پر وصولی کے لئے نہایت ظلم ڈھاتے تھے۔ مزارع کی حالت یہ تھی کہ Tenant Till Will کا معاملہ تھا یعنی مالک اراضی جب چاہتا اسے زمین سے بے دخل کر سکتا تھا۔ بالآخر حکومت کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور اس نے رعیت کو زمینداروں کے ظلم وستم سے بچانے کے لئے دو ایکٹ ایک 1859ء میں اور دوسرا 1885 میں بنایا جس نے حقوق سے متعلق رعیت میں پائی جانے والی بے چینی کا بڑی حد تک خاتمہ کر دیا اس کے علاوہ لگان میں بے تحاشہ اضافہ ہوا۔ اور اضافہ روکنے کے لئے حکومت کو قانون سازی کرنی پڑی۔ ''اگر یہ قانون کاشتکاروں کی حمایت نہ کرتا تو شمالی ہندوستان کے اکثر حصوں میں لگان اس قدر بڑھ چکا ہوتا کہ لگان ادا کرنے کے بعد کاشتکاروں کو صرف مصارف بچ رہتے یا ادنی ضروریات زندگی میسر آسکتی۔ غرض زمینداروں کو پابند کر دیا گیا کو وہ ایک خاص حد تک لگان لے سکتے ہیں'' (10) بہر حال یہ بندوبست بری طرح ناکام گیا۔

" Owing to a variety of circumstances the system did not succeed." (11)

حکومت برطانیہ نے دوامی بندوبست کے ساتھ دیگر دو اور قسم کے بندوبست بھی کئے ایسا مختلف صوبوں کے حالات مختلف ہونے کی بناء پر کیا گیا۔

" Therefore different plans of making a settlement were devised and worked out for the different provinces, according to the requirements and local conditions of each. (12)

دیگر نافذ کئے جانے والے بندوبست میں شامل تھے۔

رعیت واڑی بندوبست

رعیت (*Raiyat*) سے مراد ہے *Tenant* (لگان دار، پٹہ دار، اجارہ دار) (13) رعیت واڑی نظام کے تحت بندوبست دوامی کے برعکس کاشتکار بغیر کسی درمیانی واسطہ کے خود براہ راست حکومت کو مالیہ جمع کرواتا ہے۔ حکومت نے یہ بندوبست بہار، آسام اور برما میں نافذ کیا۔

"and of the settlement being RAIYAT-WAR meaning that each occupant is separately assessed for his own field with out responsibility for anything else." (14)

یہ تجربہ انتہائی کامیاب رہا کسان اور حکومت کے درمیانی واسطے حذف ہو گئے کاشتکار کی حالت بہتر ہو گئی۔

" By limiting the bounds of the public, Assessment, adjusting the actual demand on each person according to his ability to satify him, relieving him from the oppressive exaction of the revenue officers and securing him in the protection of his property and rights. This also created a confidence among the "ROYTS" in the sense of equity and justice of the company Government." (15)

(عوامی تشخیص کے اختیار کو محدود کرتے ہوئے ہر شخص کی قابلیت کے مطابق اس کو مطمئن کرتے ہوئے جائز و درست مطالبہ کرنا۔ افسر مال کے ناجائز مطالبات (محصول) سے بچانا اور اس کو اپنی جائداد اور حقوق کا تحفظ مہیا کرنا۔ اس نے رعیت (کاشتکاروں) کے درمیان کمپنی کے انصاف اور مساوات کے حوالہ سے ایک اعتماد پیدا کر دیا)

بعدازاں بمبئی میں بھی اسی نظام کو اختیار کیا گیا۔ (16)

محل واڑی بندوبست

یہ بندوبست پنجاب اور اتر پردیش میں متعارف کروایا گیا۔ اس نظام کے تحت مالگزاری کاشتکاروں سے فرداً وصول نہیں کیا جاتی تھی بلکہ ایک گاؤں سے اجتماعی طور پر وصول کی جاتی تھی۔

"Settlement was concluded with village communities and the villagers were held jointly and severally responsible for the payment of revenue." (17)

(بندوبست گاؤں کی آبادی سے متعلق تھا اور دیہاتی اجتماعی طور پر مالیہ کی ادائیگی کے ذمہ دار ٹھہرائے جاتے تھے)

اس نظام کے تحت چونکہ مالگزاری "محل" (مشترکہ گاؤں) پر تشخیص کی جاتی تھی اس لئے یہ محل واڑی بندوبست کہلایا۔ بندوبست دوامی کے برعکس ان دونوں رعیت واڑی اور محل واڑی بندوبست میں زمین کا مکمل سروے کیا جاتا تھا' زمین کا جائزہ لیا جاتا اور پھر ایک مقررہ مدت کے لئے مالگزاری مقرر کر دی جاتی۔ ٹیکسیشن انکوائری کمیشن 54-1953 کی رپورٹ کے مطابق

*" Both these systems **MAHAL-WARI and RYOT-WARI** involved detailed serveys of fields and classification of lands according to soil. The assessments were fixed not in perpetuity but for a definite period.* (18)

پاک و ہند کے مختلف علاقوں اور صوبوں کی تاریخ مختلف ہے یہ علاقے مختلف زمانوں میں انگریزوں کے ماتحت آئے ان کے مقامی حالات بھی فرق تھے اس لئے حکومت برطانیہ ان سب میں مالیہ کا کوئی ایک معین طریق رائج نہ کر سکی اور درج بالا مختلف طریقے مالگزاری کی تشخیص اور وصولی کے حوالہ سے ملک کے مختلف حصوں میں رائج رہے

لینڈ ریونیو کے حوالہ سے ایک اور اہم تبدیلی جو دور برطانیہ میں ہندوستان میں آئی وہ ملکیت زمین سے متعلق تھی۔ انگریزوں سے قبل پائے جانے والے زمینداری نظام میں زمین کی مالک حکومت ہوئی تھی۔ زمینداراس سے ملنے والی آمدنی سے فائدہ اٹھاتے اور معاوضہ میں حکومت کو مقررہ حد تک فوج مہیا کرتے اور ان زمینداروں کو فوج کی تعداد کے لحاظ سے انتظامی اخراجات پورے کرنے کے لئے جاگیر دی جاتی تھی۔ انگریز نے یہ نظام ختم کر کے فوج کو براہ راست مرکزی حکومت کی تحویل میں دے دیا جو کہ ان کی تنخواہوں کی ادائیگی کی ذمہ دار تھی اور زمینوں کی ملکیت اپنے پسندیدہ لوگوں کو عطا کر دی۔ ہماری (انگریزی) حکومت کے قیام سے پہلے لوگوں کے پاس تصور حقوق جائداد کے مطابق مالکانہ حقوق نام کی کوئی چیز موجود نہ تھی" (19) انگریزوں نے ہندوستان پر قبضہ کے وقت مالکان اراضی کی اپنی اپنی ملکیت کو برقرار رکھا اور یہ مالکان اراضی زمیندار کہلائے (20)

الغرض برصغیر پاک و ہند میں انگریز نے ساری پامالی اور بربادی کی اساس زمینی نظام پر رکھی اور اس پر عمل یوں کیا کہ زمین کو حکومت کی ملکیت سے نکال کر ذاتی ملکیت میں دے دیا۔

انتظامیہ مالگزاری

کمپنی کے زمانہ میں تو کوئی ایسا محکمہ مال نہ تھا جو مالگزاری کا باقاعدہ انتظام کرتا لیکن جب حکومت شاہ برطانیہ کو تفویض ہوئی تو مسٹر جمس ولسن سب سے پہلے ممبر مال بن کر ہندوستان آئے اور انہوں نے مالگزاری کی وصولی کے لیے ایک انتظامیہ قائم کی (20-A) یہ انتظامی مشینری پاک و ہند کی تمام ریاستوں میں کم و بیش ایک جیسی تھی۔ سوائے دوامی بندوبست والی ریاستوں کے ہر ریاست میں ایک چیف ریونیو اتھارٹی "بورڈ آف ریونیو" تھا پنجاب میں بورڈ کی بجائے "فنانشل کمشنر" تھا جو کہ یہ کام انجام دیتا جبکہ بمبئی میں نہ تو بورڈ آف ریونیو اور نہ ہی فنانشل کمشنر بلکہ اس کی بجائے ریونیو ٹربیونل مالگزاری سے متعلقہ پیدا ہونے والے مسائل کو حل کرتا تھا۔ ریاستیں ڈویژن اور ڈسٹرکٹ میں تقسیم تھیں۔ کمشنر ڈویژن کا انچارج ہوتا تھا اور ڈپٹی کمشنر جو کہ کلکٹر بھی کہلاتا تھا ضلع کا انچارج تھا۔ ضلع پھر تحصیل یا تعلقہ میں تقسیم ہوتا۔ تحصیلدار اپنے ساتھ دو یا ایک معاون تحصیلدار کے ساتھ تحصیل کا والی ٹھہرتا۔ ان کے ماتحت گاؤں کے افسروں کا ایک منظم نظام تھا جو کہ مالیہ وصول کرتے اکاؤنٹس ترتیب دیتے اور ریکارڈ قائم رکھتے۔ اکثر و بیشتر دیہات کے ان افسروں کی نوکری موروثی اور آبائی ہوتی تھی اور ان کا نام نمبردار یا PATIL تھا۔ یہ مالیہ جمع کرتے' اسے خزانہ میں جمع کرواتے زمینوں کے سروے اور معائنہ میں مدد دیتے اور ہر طرح کی تبدیلی کا اندراج رکھتے۔ پٹواری یا Village Accountant ان کے بعد تھا۔ اس کے فرائض میں تھا کہ کھیتوں کے معائنہ کے لئے سروے کرنا' فصلوں کا ریکارڈ رکھنا' تبدیلی اور تقسیم کے حوالہ سے نقشوں اور دیگر رپورٹوں کو مکمل کرنا اور پیشگی قرض کا حساب رکھنا' آفات سے متاثر ہونے والی فصلوں کی رپورٹ کرنا' ریونیو یا دیگر

افسروں کے متعلقہ دورہ کے موقع پر ان کی مدد کرنا اور عمومی طور پر مالیہ کی وصولی میں مدد دینا۔ (21) زمین کی مالگزاری حکومت کی آمدنی کا نہایت اہم ذریعہ تھا محاصل کا 34% تو زمین سے وصول ہوتا تھا (22) مالگزاری کے علاوہ بھی کچھ محاصل مختلف ناموں کے ساتھ کاشتکاروں اور زمینداروں سے وصول کئے جاتے تھے جو لینڈ ریونیو اور Tenancy ایکٹ میں "Rates and Cesseas" کے نام سے تھے ان کو سوائے، ابواب، حبوب اور Mathaut بھی کہا جاتا تھا یہ دیگر محاصل حکومت کی طرف سے زمینداروں پر عائد کئے جاتے تھے اور زمیندار انہیں کاشتکاروں سے قانونی طور پر وصول کرنے کا اختیار رکھتے تھے۔

> *"These cesses were called "Siwai"(lit., extra, besides,) Sometimes the Arabic term Hubub (plural of Hub) is used. The common Hindi or bengali name is " mathaut". They were calculated on the same principle as the Jama at so much per bigha or so many seers in the mound of grain (23)*

ان محاصل میں شامل تھے۔(i) **ملبہ سیس: (i)** یہ گاؤں کے مشترکہ اخراجات کے لیے زمینداروں سے وصول کیا جاتا تھا جیسے کہ گاؤں کے سروے کے نشانات کی مرمت، مسافروں کی مہمانی، چوہدری کا گاؤں کے مسائل کی خاطر تحصیل جانے کے اخراجات وغیرہ اور اگر یہ رقم بوقت ضرورت جمع کی جاتی تو کہ ''کچا ملبہ'' کہلاتا اور اگر ایک مقررہ رقم مستقل جمع کی جاتی تو یہ ''پکا ملبہ'' کہلاتا تھا۔ *(ii) Village Officer's Cess*: یہ لینڈ ریونیو کا 5% تک وصول کیا جاتا اس کی شرح ہر گاؤں میں فرق ہوتی تھی اس میں پٹواری سیس بھی شامل تھا جس سے سٹیشنری وغیرہ کے اخراجات پورے کئے جاتے تھے یہ Lambardar Pachotra بھی کہلاتا۔ (iii) **لوکل ریٹ:** یہ سڑکوں، تعلیم اور ڈاک کے اخراجات کے لیے لیا جاتا تھا (25)(iv) انگریز دور میں نہروں سے سیراب ہونے والی زمینوں سے آبیانہ وصول کیا جاتا تھا یہ ایکٹر کی بنیاد پر عائد کیا جاتا۔ کنوؤں پر بھی آبیانہ عائد کیا جاتا تھا۔ فی کنواں ریٹ مقرر کیا جاتا تھا جو کہ ایک خاص سرکل کی زمینوں کو سیراب کرتا تھا (27) الغرض ہندوستان میں برطانیہ نے مالگزاری کا ایک جامع نظام قائم کیا یہ حکومت کی آمدنی کا بنیادی ذریعہ تھا لیکن مالگزاری کے ساتھ ساتھ بعض ناروا محاصل بھی اہل دیہات سے وصول کئے جاتے تھے۔

حوالہ جات

1- Report of the Taxation Enquiry Commission1953-54, Ministry of Finance, Government of India, 3:182

2- Powell B.H.Baden, Land Revenue And Tennure in British India, London 1913, P.325

3- ایف۔ڈی۔ایسکولی' بنگالی کی ابتدائی تاریخ مالگزاری' مترجم عبدالستار' جامعہ عثمانیہ ' حیدرآباد دکن' ص:25

4- باری' کمپنی کی حکومت' مکتبہ اردو لاہور' ص:133

5- باری' م ن ' ص:133

6- Report of the Taxation Enquiry Commission 1953-54, 3 :182

7- باری' م ن ' ص:133

8- Powell B.H.Baden, Land Systems of British India, Oxford Press 1892, 1:244

9- A.K.Khalid, The Agrarian History of Pakistan, Allied Press Lahore, P.120

10- الیاس برنی' معاشیات ہند' جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن 1924' ص

11 - MukerJee, R.K, Land Problems of India, London 1913, P.325,

12- Powell, Op., Cit., 1 :244

13- Powell, Op., Cit., 1 :22

14- Powell, Op., Cit., 1 :23

15- P.Banerjee, Indian finance in the Days of Company, London 1928, P.177-178,

16- Report of the Taxation Enquiry Commission 1953-1954, 3 :183,

17- Ibid

18- Report of the Taxation Enquiry Commission1953-1954, 3 :184,

19- ایس ایس تھارن' پنجاب کے مسلمان اور مہاجن' ص:66

20- محمد شفیع' اسلام کا نظام اراضی' دارالاشاعت کراچی' ص:125

20-A انڈرسن British Administration in India (برطانوی حکومت ہند)' مترجم محمد الیاس برنی' جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن' ص:129

21- Report of the Taxation Enquiry Commission 1953-1954, 3 :187,

22- اںڈرسن، م ن، ص:134

23- Powell, Land Systems of British India, 1:419

24- Douie, James. M, The Settlement Manual, Mansoor Book House Lahore, Sixth Edition, P.73

25- Douie, Op., Cit., P. 69-70

26- Douie, Op., Cit., P. 70

27- Douie, Op., Cit., P. 74

28- Douie, Op., Cit., P. 39

فصل ششم: قیام پاکستان اور اراضی پاکستان کی شرعی حیثیت

14 اگست 1947ء کو پاکستان کا قیام عمل میں آیا اس وقت تک ہندوستان پر انگریز کے قبضہ کو لگ بھگ دوسو سال ہو چکے تھے قیام پاکستان پر زرعی محاصل اور اراضی کی ملکیت کی وہی صورت حال برقرار رکھی گئی جو برطانوی دور میں تھی۔ پاکستان کے قیام کے ساتھ ہی یہ بحث بھی بڑی شدومد کے ساتھ اٹھی کہ متحدہ ہندوستان اور موجودہ پاکستان کی زمین کی حیثیت کیا ہے؟ آیا یہ خراجی ہے یا عشری؟ تا کہ اس کے مطابق اس کے مالکوں اور کاشتکاروں سے معاملہ کیا جائے اور اس ساری بحث کی بنیاد یہ حقیقت تھی کہ مسلمان فاتحین نے ہندوستان میں اکثر و بیشتر غیر مسلموں کو ہی ان کی اراضی پر بشرط خراج بحال رکھا تھا (1) مجاہدین اسلام جب کلمہ حق کے لئے جہاد کرتے تو دوسرے فریق کو شریعت اسلام کے مطابق تین باتوں کی دعوت دیتے تھے۔

i۔ وہ اسلام قبول کر لیں۔

ii۔ اسلام قبول نہ کرنے کی صورت میں جزیہ ادا کریں۔

iii۔ پہلی دونوں صورتیں نہ ماننے کی صورت میں ان سے قتال فی سبیل اللہ کیا جاتا تھا۔

ہندوستان کی ابتدائی فتوحات میں پہلی صورت تو کہیں نظر نہیں آتی کہ اہل علاقہ کی اکثریت نے دعوت حق کو قبول کر لیا اور مملکت اسلامیہ کا حصہ بن گئے ہیں اور ان کی اراضی عشری قرار پائی ہو سوائے چند ایک واقعہ کے جو سندھ میں پیش آیا جہاں حضرت عمر بن عبدالعزیز کی دعوت پر سندھ کے راجوں نے اسلام قبول کر لیا اس میں راجہ داھر کا بیٹا جیسبہ اور دیگر چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے حکمران اس کے بھائی اور بھتیجے شامل تھے (2) یہ پہلی تو خال خال ہی رہی جبکہ دیگر دو صورتوں صلح یا بعد جنگ مطیع ہونے پر ان زمینداروں کو اپنی زمینوں پر قائم رہنے دیا گیا اور خراج کی ادائیگی لازم ٹھہری۔ یہی صورت مسلم فاتحین کے دور میں غالب رہی اس اعتبار سے ہندوستان کی زمین خراجی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ عشری و خراجی زمینوں کی تقسیم تاریخ اسلام میں عہد بنو عباس (132ھ۔656ھ/750ء۔1258ء) تک تو موجود رہی ہے کہ خراجی زمینوں سے خراج اور مسلمانوں کی اراضی سے عشر لیا جاتا تھا بعد ازاں مسلمان انتشار کا شکار ہو گئے عشری و خراجی زمین کی تخصیص مٹنے لگی اور حکومتوں نے زرعی زمینوں پر لگان عائد کرنا شروع کر دیا جو کہ زرعی زمینوں میں سے حکومت کا حصہ تھا اور مقصد زمینداروں کو ریاست کے اخراجات میں شریک کرنا تھا خراج کو وصولی کا تصور مٹنا شروع ہو گیا اور عشر کی ادائیگی مسلمانوں کا انفرادی معاملہ ٹھہرا ہندوستان میں بھی مسلمان حکمرانوں کے دور میں ایسی ہی صورت حال رہی ہے (3) دور حاضر میں یہ کھوج لگانا انتہائی مشکل بلکہ ناممکن ہے کہ ہندوستان کی کونسی اراضی کے رہنے والے عشری زمین کے مالک تھے اور کون خراج ادا کرتے تھے "اگر چہ ابتداء تو ملک ہند بزور قوت فتح کیا گیا تھا لیکن اس پر کئی صدیاں گزر چکی ہیں اس لئے ہم کو معلوم نہیں کہ کہ اس وقت کونسا مقام آباد تھا اور کونسا غیر آباد تھا پھر جس کے قبضہ میں اسلامی حکومت سے پہلے زمینیں تھیں وہ مر چکے ہیں اس کے بعد بے شمار حوادث پیش آئے جس میں رعیت کا بیشتر حصہ ہلاک ہو گیا اور جو باقی بچے وہ نا معلوم مقامات پر منتشر ہو گئے اس لئے یہ امر بھی پایہ ثبوت کو پہنچ گیا کہ یہ زمینیں **عامۃ المسلمین** کے لئے آزاد ہو گئیں (4) گویا کہ حالات و زمانہ کے ساتھ اب اراضی ہند کی حیثیت خراجی کی نہیں رہی ہے اس کے علاوہ مصر و شام اور عراق وغیرہ کی زمینیں جنھیں اگلے دور میں مسلمانوں نے فتح کیا تھا اور انھیں مالکوں کے قبضہ میں چھوڑ کر ان پر خراج عائد کر دیا تھا اب موجودہ

دور میں ان کے خراجی ہونے کا کہیں ثبوت نہیں ملتا ان کے مالکوں کے مرجانے کے بعد یہ بیت المال کی ملکیت ہوگئیں اس کے بعد کوئی بھی مسلمان شخص بیت المال سے اس قسم کی زمین خریدتا ہے تو وہ یقیناً عشری ہوگی خراجی نہیں (5) کیونکہ کافر یا ذمی جو مر جائے یا بھاگ جائے جس کا کوئی وارث نہ ہو (6) بصورت صلح اپنا مال مسلمانوں کو دے دے بشمول اراضی وہ بیت المال کی ملکیت قرار پاتا ہے (7) ایک اور دلیل اراضی ہندوستان کے عشری ہونے کی اس پر مسلمانوں کا قبضۂ مالکانہ تصرف اور توارث بھی ہے امام نوویؒ کے زمانہ میں ملک ظاہر بیبرس نے یہ فرمان جاری کیا کہ جن لوگوں کے قبضہ میں مصری زمینیں ہیں وہ اپنی ملکیت کا ثبوت پیش کریں ورنہ یہ زمینیں بیت المال میں داخل کر لی جائیں گی تو امام نوویؒ نے اس کے خلاف احتجاج کیا اور فرمایا کہ **ان ذلک غاية الجهل و العناد و انه لا يحل وعند احدهما من علماء المسلمين بل من فی يده شئی فهو ملكه لا يحل لا حد الاعترض عليه و لا يكلف اثباته ببينة** (8) (یہ بات انتہائی جہل اور عناد ہے اور یہ علماء اسلام میں سے کسی شخص کے نزدیک حلال نہیں بلکہ جس شخص کے قبضہ مالکانہ میں جو چیز ہے وہ اس کی ملک ہے کسی کو (بلا وجہ شرعی) اس پر اعتراض کرنے کا حق نہیں اور اس کو ملکیت کا ثبوت پیش کرنے کے لئے مکلف نہیں بنایا جاسکتا) یہ ایک اجماعی معاملہ ہے جس پر کہ مذاہب **اربعہ** کا اتفاق پایا جاتا ہے ان لوگوں سے ملکیت کا ثبوت طلب نہیں کا جاسکتا بلکہ قبضہ ظاہر و متوارث کو جائز قبضہ قرار دیا جائے گا (9) جہاں تک اراضی پاکستان کا تعلق ہے قیام پاکستان کے وقت اس میں دو طرح کی ملکیت پائی جاتی تھی ایک تو وہ جو قیام پاکستان کے وقت اپنی ملکیتوں پر موجود تھے مسلمان کے پاس زمین عشری تھی اور غیر مسلم کے پاس خراجی اس قسم کے متعلق تو کوئی کلام نہیں ہے۔ معاہدہ کی رو سے پاکستان بننے کے بعد ہر شخص اپنے اپنے اموال منقولہ اور غیر منقولہ کا بدستور مالک و متصرف رہا ملک کی تقسیم سے نہ کسی مسلم یا غیر مسلم کی املاک متاثر ہوئیں (10) جبکہ دوسری قسم کا تعلق متروکہ اراضی سے تھا یعنی وہ اراضی جو غیر مسلم پاکستان میں چھوڑ کر ہجرت کر گئے تھے اس اراضی کی حیثیت عشری ہے یا خراجی؟ مسلمانوں کو غیر مسلموں سے جو اموال حاصل ہوتے ہیں وہ دو طرح کے ہیں

i۔ جنگ و جہاد سے حاصل کئے ہوئے اموال جن کا اصطلاحی نام ''غنیمت'' ہے (11)

ii۔ وہ اموال جو کسی صلح نامہ کے ذریعہ حاصل کئے گئے ہوں انہیں ''فی'' کہتے ہیں۔ (12)

بلاشبہ برصغیر پاک و ہند کی تقسیم مصالحت و معاہدات کے ذریعہ ہوئی **جبراً و قهراً** نہیں۔ ایک آئینی جنگ لڑی گئی تھی جس کی بنیاد 3 جون 1947ء کا معاہدہ تھا جو کہ ایک متفقہ دستاویز تھی جس کی رو سے ہندوؤں، مسلمانوں اور سکھوں نے باہم رضامندی سے اس تقسیم کو قبول کیا تھا اس تناظر میں دیکھیں تو پاکستان میں جو جائداد از زمین وغیرہ غیر مسلم چھوڑ گئے تھے وہ کسی جنگ کے ذریعہ تو حاصل نہیں کی گئی تھی اس لئے اس کا شمار ''**مال فی**'' میں ہوگا اور مال فی کا حکم ہے کہ یہ اراضی بیت المال ہوگی اور اسلامی حکومت اپنی مرضی سے تصرف کرنے کی اہل ہوگی (13) اور جب یہ مسلمانوں کو مالکانہ بنیاد پر دی جائیں گی تو لازماً عشری ہی قرار پائیں گی کیونکہ مسلمان زرعی زکوٰۃ عشر کا ہی مکلف ہے (14) لیکن اگر حکومت اس کو فروخت وغیرہ نہیں کرتی اور خود ہی بطور مالک کاشت کے لئے دیتی ہے تو پھر اس پر نہ عشر ہوگا اور نہ خراج بلکہ اس کے بدلے میں ایک معینہ رقم بطور اجرت وصول کی جائے گی۔ **لا شیء علی زراع الارض السلطانيه من عشر او خراج سوی الاجرة** (15) المختصر یہ امر تو مسلم ہے کہ اراضی پاکستان خراجی نہیں ہے بلکہ جو اراضی مسلمان کے قبضہ میں ہے اسے عشری تصور کیا جائے گا اور غیر مسلم کے ہے اسے خراجی، دور حاضر میں ویسے بھی حکومتوں کے لئے عشری اور خراجی زمینیں یکساں حیثیت رکھتی ہیں کیونکہ وہ ہر قسم کی زرعی اراضی پر ایک خاص لگان عائد کرتی ہیں جو کہ ایک طرح سے زمین پر عائد کیا جانے والا ٹیکس ہے عشر و خراج نہیں ہے۔

حوالہ جات

1۔ اکبرشاہ نجیب آبادی' آئینہ حقیقت نما' نفیس اکیڈمی کراچی 1983' ص:121

2۔ البلاذری' احمد بن یحییٰ (م 279ھ) فتوح البلدان' بمصر المطبعة الاولیٰ 1319ھ' ص:150

3۔ *Ikram S.M, History of Muslim Civilization, Institute of Islamic Culture Lahore 1982, P.428*

4۔ تھانیسری' جلال الدین' تحقیق اراضی ہند' مترجم سید اشرف ندوی' دائرہ معین المعارف کراچی 1963' ص:7

5۔ القرضاوی' یوسف' فقہ الزکوٰۃ' مترجم شمس پیرزادہ' شہزاد پبلشرز لاہور' ص:241

6۔ شامی' ابن عابدین' محمد امین (م 1252ھ) ردالمختار علی الدر المختار' الطبعة الثانية مطبعه مصطفیٰ البابی مصر 1966' 179:4

7۔ یحییٰ بن آدم القرشی (م 203ھ) کتاب الخراج' المكتبة العلمية لاهور الطبعة الاولیٰ' ص:15

8۔ شامی' م ن' 257:3

9۔ ایضاً

10۔ محمد شفیع مفتی' اسلام کا نظام اراضی' دارالاشاعت کراچی 1979' ص:149

11۔ یحییٰ بن آدم' م ن' ص:15

12۔ یحییٰ بن آدم' م ن' ص:15

13۔ یحییٰ بن آدم' م ن' ص:21-20

14۔ یحییٰ بن آدم' م ن' ص:135

15۔ شامی' م ن' 256:3

باب چہارم

پاکستان میں رائج زرعی محاصل

فصل اوّل: محاصل کی تقسیم

دورِ حاضر میں محاصل کو مختلف اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے اور ہر قسم کی بنیاد مخصوص اصولوں پر ہے ان تمام اقسام میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والی اور روایتی تقسیم بلاواسطہ محاصل (DIRECT TAXES) اور بالواسطہ محاصل (INDIRECT TAXES) کی ہے اس تقسیم کی بنیاد اس امر پر ہے کہ کس کو محصول کا بوجھ اٹھانا پڑتا ہے یا یہ کہ محصول کسی کی آمدنی کو متاثر کرتا ہے باب ھذا ''پاکستان میں رائج زرعی محاصل'' کے لیے اسی تقسیم کو اختیار کیا گیا ہے۔

1۔ بلاواسطہ محاصل (DIRECT TAXES)

اس سے مراد وہ محصول ہے جس کا بوجھ براہ راست اسی فرد پر پڑتا ہے جس پر کہ عائد کیا گیا ہو یہ بار کسی دوسرے کی طرف منتقل نہیں کیا جا سکتا۔

"Direct tax is one that cannot be shifted by the taxpayer to some one else "(1)

(براہ راست محصول ایک ایسا محصول ہے جس کو ادا کرنے والا کسی دوسرے کی طرف منتقل نہیں کر سکتا۔)

یہ محصول اسی فرد کی آمدنی یا دولت پر عائد کیا جاتا ہے جو کہ اسے ادا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور اسے ہی ادا کرنا ہوتا ہے

" A tax whose burden falls directly on the person or thing taxed and cannot be shifted to another person or thing "(2)

(ایسا محصول ہے جس کا بوجھ براہ راست اسی فرد یا چیز پر پڑتا ہے جس پر محصول عائد کیا گیا ہو اسے کسی دوسرے فرد یا چیز کی طرف منتقل نہیں کیا جا سکتا۔)

یہی مفہوم *Encyclopedia of Social Sciences* میں بیان کیا گیا ہے کہ

"A direct tax in this usage refers to one in which the legal tax payer cannot shift any of the tax liabality to other people "(3)

یہ محصول براہ راست اس لیے کہلاتا ہے جیسا کہ تعریف سے ظاہر کہ ٹیکس کا سارا بوجھ وہ فرد خود اٹھاتا ہے جس پر عائد ہوا ہو اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کی عائدگی اور وصولی کے لیے ٹیکس دہندہ اور ٹیکس انتظامیہ میں براہ راست رابطہ ہوتا ہے ان کے درمیان کوئی تیسرا فرد یا ایجنسی وغیرہ نہیں ہوتی۔ یہ محاصل اپنی نوعیت کے اعتبار سے زیادہ منصفانہ ہوتے ہیں کیونکہ جو اس کا اہل ہوتا ہے اسی کو ادا کرنا ہوتا ہے، اس کا ادا کرنے والا یہ محسوس

کرتا ہے کہ وہ براہ راست حکومت کے اخراجات میں ہاتھ بٹا رہا ہے اور ملک وقوم کی خدمت کر رہا ہے:

Direct tax creates a civic consciousness among the tax payers. (4)

لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس محصول کا انتظام کرنا نسبتاً مشکل ہوتا ہے ریٹرن جمع کروانا، آمدنی کا اندازہ لگانا اکاؤنٹ درست رکھنا' قوانین بھی ذرا پیچیدہ ہوتے ہیں علاوہ ازیں چونکہ یہ محصول براہ راست ایک فرد کو متاثر کرتا ہے اس لیے اس سے بچنے کے لیے چور راستے بھی تلاش کئے جاتے ہیں۔

2۔ بالواسطہ محاصل (INDIRECT TAXES)

یہ وہ محصول ہے جو عائد تو مختلف موقعوں اور مختلف افراد پر ہوتا ہے لیکن وصول صرف صارف سے کیا جاتا ہے گویا جس پر یہ ٹیکس عائد کیا جاتا ہے وہ اس کا سارا یا جزوی بوجھ کسی دوسرے کی طرف منتقل کر سکتا ہے۔

> *"The tax will be shifted in whole or in part to the ultimate consumer of the good who presumably has the ability to pay. (5)*
>
> (یہ محصول سارا یا کسی حد تک آخر کار اشیاء استعمال کرنے والے صارف پر منتقل ہو جائے گا جس کے بارے میں فرض کر لیا گیا ہے کہ وہ محصول ادا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔)
>
> *Indirect taxes refer to those that are thought to be shifted from the legal tax payer to others. (6)*
>
> (بالواسطہ محاصل کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ ان کا بوجھ قانونی طور پر ٹیکس ادا کرنے والا کسی دوسرے کی طرف منتقل کر سکتا ہے)

اس قسم کا نمائندہ ٹیکس سیلز ٹیکس اور ایکسائز ٹیکس ہے مثال کے طور پر حکومت کارخانہ دار پر سیلز ٹیکس عائد کرتی ہے اور اس سے وصول کر لیتی ہے اور کارخانہ دار جب اپنی مصنوعات تیار کر کے ڈیلر کے حوالہ کرتا ہے تو وہ اس سے اس چیز کی قیمت میں شامل کر کے وصول کر لیتا ہے ڈیلر دوکاندار (Retailer) سے اور یہ دکاندار بالآخر چیز خریدنے والے فرد سے اس چیز کی قیمت میں شامل کر کے وصول کر لیتا ہے۔ گویا کہ یہ ٹیکس عائد تو کارخانہ دار پر ہوا تھا لیکن وصول بالآخر صارف سے ہوا:

> *A tax imposed on one person or thing but whose burden is borne indirectly by another, a Sales tax though imposed on seller and collected from the seller is an indirect tax on the buyer. (7)*
>
> (ایک محصول جو کہ ایک فرد یا چیز پر لگایا جاتا ہے جبکہ اس کا بوجھ بالواسطہ طور پر دوسرا اٹھاتا ہے (مثال

کے طور پر) سیلز ٹیکس لگایا اور جمع تو بیچنے والے سے کیا جاتا ہے جبکہ یہ ہوتا خریدار پر ہے۔)

یہ محصول بالواسطہ اس لیے کہلاتا ہے کہ ٹیکس اور ٹیکس ادا کرنے والے کا آپس میں بلا واسطہ رابطہ نہیں ہوتا بلکہ کئی مقامات سے ہوتا ہوا خریدار سے وصول کیا جاتا ہے۔ دوسرا یہ کہ عموماً منصفانہ نہیں ہوتے صارف پر سارا بوجھ پڑتا ہے، مہنگائی میں اضافہ ہوتا ہے:

There is an indirect relation between the tax and tax payer ......They are not equitable just and fair. (8)

اس کو جمع کرنا عموماً آسان ہوتا ہے اور دینے والا بھی اس کو چیز کی قیمت سمجھ کر سمجھوتہ کر لیتا ہے اس کو اس امر کا اندازہ ہی نہیں ہوتا کہ جو وہ خرید رہا ہے اس کی قیمت میں ایک ٹیکس بھی لپٹا اور چھپا ہوا ہے اور اوپر بیٹھنے والے مینوفیکچرز کو ویسے بھی کوئی دقت پیش نہیں آتی کیونکہ وہ اسے نیچے والوں کو منتقل کر دیتے ہیں، اس ٹیکس سے بچنا تقریباً ناممکن ہوتا ہے' صارف کو ہر حال میں ادا کرنا پڑتا ہے۔ یہ ٹیکس صرف اسی صورت میں منصفانہ ہو سکتا ہے جبکہ اسے ضروریات زندگی پر عائد نہ کیا جائے بلکہ ان تعیشات پر لاگو کیا جائے مثلاً بڑی گاڑیاں اور نقصان دہ اور ضرر رساں اشیاء پر عائد کر کے ان کا استعمال گھٹایا جا سکتا ہے جیسے سگریٹ دیگر نشہ آور اشیاء وغیرہ۔

حوالہ جات

1- *The New Encyclopaedia Britannica, Chicago 15th Edition, 28.408.*

2- *William. D. Halsey, Collier's Encyclopedia, Macmillam Educational Company, New York,22:84.*

3- *nternational Encyclopedia of the Social Sciences, The Free Press, New York 1997, 15:22*

4- *Muhammad Sharif Ch. Taxation in Islam and Modern Taxes, Impact Publishers International, Lahore,P.127*

5- *The New Encyclopaedia Britannica 28:408*

6- *International Encyclopedia of the Social Sciences, 15:22*

7- *William. D. Halsey, Op., Cit., 22:84*

8- *Muhammad Sharif Ch, Op., Cit.,. P.127*

فصل دوم: پاکستان میں رائج زرعی محاصل

اس فصل میں ان محاصل کو بیان کیا گیا ہے جو کہ پاکستان میں رائج ہیں اور اس وقت وصول کئے جا رہے ہیں اس میں سرفہرست عشر ہے۔

1۔ عشر:

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین 1973ء کی دفعہ 227 میں درج ہے۔''موجودہ قوانین کو قرآن وسنت کے طے شدہ اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالا جائے گا اور ان اصولوں سے متصادم کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا'' (1) اسلامی مملکت ہونے کی حیثیت سے پاکستان کا دستور حکومت کو اس امر کا پابند کرتا ہے کہ''پاکستان میں رہنے والے مسلمانوں کو انفرادی واجتماعی حلقہ ہائے عمل میں اس قابل بنائے کہ وہ اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات کے مطابق گزارنے کے قابل ہوں اور پاکستان کی بابت دیگر امور کے علاوہ زکوٰۃ کی مناسب تنظیم کے لئے سعی کرے'' (2) آئین پاکستان کی دفعہ ھذا کے تحت ملکی معیشت کو اسلامی خطوط پر استوار کرنے کے لئے اسلام کے اہم رکن''زکوٰۃ وعشر'' کا نفاذ عمل میں آیا۔اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کے پندرہ (15) ماہرین معاشیات وبینکاری پر مشتمل ایک پینل نے ملکی معیشت کو سود سے پاک کرنے، تقسیم دولت کو اسلامی احکام کے مطابق بنانے اور معاشی انصاف مہیا کرنے کے لئے حکومت کو 29 اپریل 1979ء کو سفارشات پیش کیں۔ (3) ان پر عوام سے آراء طلب کی گئیں ملکی اور مقامی سطح پر مذاکرے اور مباحثے منعقد کروائے گئے اور پھر آخر کار صدر پاکستان نے 1980 میں انہیں بذریعہ آرڈیننس قانونی شکل دے دی اور یہ **''زکوٰۃ وعشر آرڈیننس مجریہ 1980ء** (XVIII of 1980) کہلایا اس آرڈیننس کے تحت نظام زکوٰۃ تو 20 جون 1980ء کو ہی نافذ کر دیا گیا لیکن نظام عشر کے نفاذ کو آئندہ تاریخ پر اٹھا رکھا گیا بعدازاں 1983ء کی فصل ربیع پر حکومت پاکستان نے عشر وصول کیا۔پاکستان کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ عشر کی وصولی سرکاری طور پر کی گئے ورنہ اس سے قبل یہ ہر مسلمان کا ذاتی معاملہ تھا حکومت کو اس سے کوئی تعلق نہ تھا۔

زکوٰۃ عشر آرڈیننس مجریہ 1980ء (XVIII of 1980) میں عشر سے متعلق احکامات'باب نمبر 3 عشر کی تشخیص ووصولی' باب نمبر 5 زکوٰۃ وعشر انتظامیہ اور باب نمبر 6 میں بعض استثناء کے تذکرہ کے ساتھ موجود ہیں۔عشر سے متعلق کی اہم دفعات درج ذیل ہیں۔

عشر عائد ہونا:

(i) یہ آرڈیننس پورے پاکستان پر نافذ ہوگا لیکن جہاں تک زکوٰۃ وعشر کی ادائیگی اور وصولی کا تعلق ہے اس کا اطلاق صرف پاکستان کے مسلمانوں پر ہوگا اور ایسی کمپنیوں یا ایسوسی ایشنوں پر ہوگا جن کے حصص کی اکثریت کے مالک پاکستانی مسلمان ہوں۔(4)

(ii) عشر زرعی پیداوار پر وصول کیا جائے گا اور زرعی پیداوار سے مراد ہے مجموعی زرعی، باغاتی یا جنگلاتی پیداوار (4-A)

(iii) ہر مالک اراضی' گرانٹی' الاٹی' پٹے دار یا لیز ہولڈر یا زمین پر قابض سے ہر پیداوار میں اس کے حصہ کے 5% (پانچ فیصد) کی شرح سے لازمی طور پر عشر عائد اور وصول کیا جائے گا۔ (5)

(iv) جس زمین کی پیداوار سے لازمی بنیادوں پر عشر وصول کیا جائے گا اس زمین پر مالگزاری اراضی (لینڈ ریونیو) اور ترقیاتی محصول عائد نہیں ہوگا۔(6)

ادائیگی عشر سے استثناء:

آرڈیننس ہذا کے ذریعہ ان مالکان اراضی' گرانٹی' الاٹی' پٹے دار' لیز ہولڈر یا زمین پر قابض کو عشر کی لازمی وصولی سے مستثنیٰ قرار دیا گیا۔

(i) جو شریعت کی رو سے خود زکوٰۃ لینے کا مستحق ہو۔ یا

(ii) نصاب پورا نہ ہو یعنی جس کی زرعی پیداوار پانچ وسق (948 کلوگرام) گیہوں یا مستوجب عشر دیگر فصلوں کی صورت میں اس کے برابر مالیت سے کم ہو۔(7)

(iii) ایسے شخص کے اثاثوں سے زکوٰۃ یا پیداوار سے عشر کی وصولی لازمی طور پر نہیں کی جائے گی جو مالیت کی تشخیص کی تاریخ سے پہلے تین مہینے کی مدت کے اندر زکوٰۃ کاٹنے والے ادارے یا عشر کے سلسلہ میں متعلقہ مقامی کمیٹی کے پاس مقررہ فارم پر ایک حلفیہ اقرار نامہ داخل کر دے گا مذکورہ اقرار نامہ کسی مجسٹریٹ' اوتھ کمشنر' نوٹری پبلک یا کسی دوسرے شخص کے سامنے جو حلف لینے کا اختیار رکھتا ہو' دو ایسے گواہوں کے سامنے جو اسے شناخت کر سکیں دیا جائیگا۔ اس اقرار نامے میں وہ کہے گا کہ وہ مسلمان ہے اور کسی تسلیم شدہ فقہ کا ماننے والا ہے جس کا نام وہ حلفیہ بیان میں دے گا اس حلفیہ بیان میں وہ شخص یہ بھی کہے گا کہ اس کے عقیدے اور فقہ کے تحت وہ آرڈیننس میں دیئے ہوئے طریقے کے مطابق کلی یا جزوی طور پر زکوٰۃ یا عشر دینے کا پابند نہیں ہے۔ اور اگر کسی ایسے شخص سے کسی وجہ سے زکوٰۃ یا عشر کی لازمی طور پر وصولی ہو گئی اور وہ وصول شدہ رقم کو زکوٰۃ فنڈ میں اللہ کے نام پر اور امت کے اتحاد کے لئے صدقہ یا خیرات کے طور پر بھی چھوڑنا نہ چاہے اور مندرجہ بالا مدت یا مزید مقررہ مدت کے اندر حلفیہ بیان داخل کر کے رقم کی واپسی کا مطالبہ کرے تو اس سے وصول کی ہوئی رقم مقررہ طریقے سے واپس کر دی جائے گا۔(8) اس شق کے تحت فقہ جعفریہ نے خود کو عشر کی ادائیگی سے مستثنیٰ ٹھہرالیا۔

عشر کی تشخیص اور وصولی:

(i) عشر پیداوار پر سب سے پہلی واجب الاداء رقم ہوگی۔(9)

(ii) عشر نقد وصول کیا جائے گا مگر شرط یہ ہے کہ جبکہ پیداوار گندم یا دھان ہو تو صوبائی کونسل کو اختیار ہوگا کہ عشر جنس کی صورت میں وصول کرے۔(10) (بعد ازاں زکوٰۃ وعشر (ترمیمی) ایکٹ (X of 1997) (بمورخہ 2 جون 1997) کے تحت صوبائی کونسل کا یہ اختیار ضلعی کمیٹی کو دے دیا گیا۔

(iii) کوئی صاحب نصاب شریعت کی رو سے واجب الاداء عشر کا اتنا حصہ جو اس آرڈیننس کے تحت لازمی طور پر قابل وصول نہ ہو تو وہ غیر وصول شدہ رقم' وہ متعلقہ مقامی زکوٰۃ فنڈ میں جمع کروا سکتا ہے یا از خود کسی ایسے شخص کو دے سکتا ہے جو مستحق زکوٰۃ ہو۔ (11) یعنی کہ عشر گزار کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ سرکاری طور پر عائد شدہ عشر 5% حکومت کو جمع کروائے جبکہ بقایا 5% اس سے ساقط نہیں ہوا بلکہ اس کو اختیار دیا گیا کو وہ اپنی صوابدید کے مطابق چاہے تو مقامی زکوٰۃ وعشر فنڈ میں جمع کروادے یا از خود کسی مستحق کو دے دے۔

(iv) ہر عشر گزار اپنے عشر کا حساب خود لگا سکے گا اور اس کی اطلاع مقررہ شکل اور طریقے سے مقامی کمیٹی کو دے سکے گا۔ ہر عشر گزار اپنے واجب الاداء عشر کا ایک تہائی حصہ' اگر پیداوار ایسی اراضی سے ہو جس میں آبپاشی ٹیوب ویل سے ہوتی ہو اور ایک چوتھائی حصہ دیگر صورتوں میں بطور رعایت برائے تخمینہ کم کر سکے گا۔(12)

(V) عشر گزار کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود مجوزہ فارم پر پیداوار اور قیمت کا اندازہ مہیا کرے اور اگر لوکل کمیٹی کو اس پر کوئی اعتراض نہ ہو تو اسی بنا پر عشر تشخیص کر دیا جائے گا اور اختلاف کی صورت میں کمیٹی عشر گزار سے نظر ثانی کروا سکتی ہے۔ اگر عشر گزار کی تسلی نہ ہو تو وہ پندرہ دن کے اندر اندر تحصیل کمیٹی کے پاس اپیل بھی کر سکتا ہے (13) عشر کی درج بالا شقوں کے حوالہ سے عشر گزار کو یہ سہولت دی گئی کہ وہ اپنا عشر خود تشخیص کرے مقامی کمیٹی سے اختلاف کی صورت میں اپیل کا حق بھی دیا گیا لیکن حکومت پاکستان نے فنانس ایکٹ 1990 (ACT VII of 1990) کے تحت عشر کی تشخیص اور وصولی کے لیے مقامی کمیٹی کا اختیار ختم کر کے یہ کام صوبائی محکمہ مال کے سپرد کر دیا۔ (14) اور محکمہ مال نے 1992 سے عشر کی تشخیص اور وصولی کا آغاز کر دیا۔ مرکزی زکوٰۃ کونسل نے اس نئی صورت حال کے لیے عشر (تشخیص اور وصولی) قواعد 1994 بنائے (15) جس کے تحت عشر کی تشخیص اور وصولی کے طریق کار میں یہ تبدیلی آئی کہ عشر کی تشخیص مقامی کمیٹی کی بجائے پٹواری اور پٹے دار کی ذمہ دار قرار پائی (16) جس کی فائنل منظوری عشر سرکل کا ریونیو افسر دے گا۔ (17) اور متعلقہ پٹواری عشر گزار کو عشر کے مطالبہ کے لیے ایک فارم پر سٹیٹمنٹ جاری کرے گا (18) اور اگر کوئی مشخص الیہ تشخیص سے ناراض ہو تو وہ صوبائی محکمہ مال شعبہ کی جانب سے تشخیص کے اعلان کرنے کے تیس دن کے اندر اندر یا جیسی کہ صورت ہو تقسیم شدہ' مقررہ طریقہ سے اسسٹنٹ کمشنر یا سب ڈویژنل مجسٹریٹ کو تشخیص یا تقسیم شدہ پر نظر ثانی کی درخواست دائر کر سکتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ کوئی درخواست منظور نہیں کی جائے گی جب تک کہ درخواست گزار ضلعی زکوٰۃ فنڈ میں اپنی ذمہ داری کا جس کو صوبائی محکمہ مال نے تشخیص یا تقسیم شدہ کیا ہو کم سے کم 50 فیصد جمع نہ کروا دے۔ (19) مزید کہ عشر کی تشخیص کے لیے عشر سرکل بنائے جائیں گے جس کے لیے صوبائی محکمہ مال ہر ضلع کے موجود انتظامی یونٹ (پٹواری اور ٹپے دار یونٹ) میں مزید تقسیم کر دے گا یہ عشر سرکل اور ایک یا ایک سے زیادہ ریونیو Estate پر مشتمل ہوں گے۔ ڈسٹرکٹ عشر سرکل کی تقسیم کرتے وقت اس امر کا خیال رکھے گا کہ ایک عشر سرکل میں اگنے والی فصلوں کی فی ایکڑ اوسط پیداوار اور اوسط فارم گیٹ قیمت ایک جیسی ہو۔ (20) عشر کی وصولی بھی مقامی کمیٹی کے بجائے سرکاری اہلکار لمبردار یا اس کے ایجنٹ کی ذمہ داری ٹھہری۔ لمبردار وصولی عشر پر رسید جاری کرے گا اور اس سے متعلقہ سارا ریکارڈ بنائے گا (21)

عشر کی مدات:

عشر زکوٰۃ کا ہی ایک حصہ ہے اس لئے زکوٰۃ و عشر آرڈیننس 1980 (XVIII of 1980) میں اس کے مصارف و مدات بھی یکساں ہی بیان ہوئے ہیں۔ آرڈیننس کی رو سے زکوٰۃ فنڈ کی رقومات کو مندرجہ ذیل مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے گا۔

(الف) ضرورت مندوں' ناداروں' غریبوں کی مدد کے لئے خاص طور پر یتیموں' بیواؤں' معذوروں اور اپاہجوں کے لئے جو شریعت کے تحت زکوٰۃ وصول کرنے کے مستحق ہیں ان کی بحالی کے لئے خواہ بلاواسطہ یا بالواسطہ یعنی دینی مدارس' تعلیمی' فنی یا سماجی اداروں' عوامی ہسپتالوں' خیراتی اداروں اور دیگر اداروں کے ذریعہ جو ہیلتھ کیئر مہیا کر رہے ہیں۔

(ب) ان ضرورت مند لوگوں کی مدد کے لئے جو قدرتی آفات کی وجہ سے بے گھر ہو گئے ہوں جیسا کہ سیلابوں اور زلزلوں کی وجہ' سے ان کی آبادکاری کے لئے۔

(ج) زکوٰۃ و عشر کی وصولی' ادائیگی اور انتظام پر اخراجات کے لئے۔

(د) کسی غیر مفاد شدہ دستاویزات میں انویسٹ کر کے جس کی شریعت کے تحت اجازت ہے۔

(ہ) کسی دیگر مقصد کے لئے جس کے لئے شریعت نے اجازت دی ہو۔ (22)

زکوٰۃ وعشر انتظامیہ

زکوٰۃ وعشر سے متعلقہ انتظامیہ پانچ اداروں پر مشتمل ہے جو رقوم کی تشخیص، وصولی، صرف اور دیگر انتظام وانصرام کی ذمہ دار ہیں۔ ان پانچوں اداروں کی تشکیل، طریق کار اختیارات، فرائض اور ذمہ داریوں سے متعلق قانون میں دفعات 12 تا 18 میں واضح ہدایات موجود ہیں۔ ذیل میں ان اداروں کا مختصراً جائزہ لیتے ہیں۔

1۔ مرکزی زکوٰۃ کونسل

اس کونسل کی ذمہ داری پالیسی بنانا، ہدایات جاری کرنا اور وفاقی سطح پر معاملات کی دیکھ بھال کرنا ہے۔ یہ کل 17 ارکان پر مشتمل ہوگی۔ جس میں شامل ہیں۔ چیئرمین جو سپریم کورٹ کا موجودہ یا سابقہ جج ہوگا۔ وفاقی حکومت کے نامزد کردہ چار اشخاص جن میں سے تین علماء ہوں گے۔ ہر صوبہ کا ایک رکن، 45 برس یا اس سے زائد عمر کی دو خواتین، چیف ایڈمنسٹریٹر، وفاقی وزارت خزانہ، مذہبی امور، صحت اور تعلیم کے سیکرٹری۔ چیئرمین اور کونسل ممبران ماسوائے بر بنائے عہدہ اراکین کا انتخاب تین برس کے لئے ہوگا اور دوسری معیاد کے لئے دوبارہ نامزدگی کے اہل ہوں گے۔

2۔ صوبائی زکوٰۃ کونسل

ہر صوبہ میں زکوٰۃ وعشر سے متعلقہ معاملات کی مجموعی نگرانی اور خصوصاً زکوٰۃ فنڈ اور ان کا حساب رکھنے کے لئے مرکزی کونسل کی پالیسی کے مطابق صوبائی زکوٰۃ کونسل قائم کی گئی۔ یہ کونسل کل 12 ممبران پر مشتمل ہوگی۔ چیئرمین جو ہائی کورٹ کا سابقہ جج ہو گورنر کے نامزد کردہ پانچ افراد جن میں سے تین علماء ہوں گے۔ نامزد کردہ 45 برس یا اس سے زائد عمر کی دو خواتین صوبائی سیکرٹری فنانس، سماجی بہبود، مقامی حکومت اور چیف ایڈمنسٹریٹر جو کہ کونسل کا سیکرٹری بھی ہوگا۔

3۔ ضلعی زکوٰۃ وعشر کمیٹی

یہ کمیٹی صوبائی حکومت کی جانب سے تشکیل دی جائیگی اور یہ ضلعی کمیٹی مرکزی کونسل یا صوبائی کونسل کے زیر ہدایت کام کرے گی اس کے عمومی فرائض میں شامل ہوگا کہ "عمومی طور پر زکوٰۃ کی انتظامی تنظیم کی کارگزاری اور خصوصاً عشر اور عطیات کی تشخیص، ضلعی اور مقامی زکوٰۃ فنڈ میں رقومات کی ادائیگی اور استعمال کی نگرانی کرے گی یہ کمیٹی مشتمل ہوگی" چیئرمین جو کہ غیر سرکاری ہوگا۔ ضلع کا ڈپٹی کمشنر، ضلع سے دو خواتین 45 سال یا اس سے زائد عمر کی، ضلع کی تحصیل، تعلقہ اور سب ڈویژن کا ایک ایک ممبر، ضلعی زکوٰۃ افسر ہی کمیٹی کا سیکرٹری ہوگا۔

کمیٹی کے ارکان کے اخلاق وکردار کے حوالہ سے زکوٰۃ وعشر ترمیمی آرڈیننس 2000ء (XII of 2000) میں یہ شق شامل کی گئی کہ چیئرمین اور ارکان ضلعی کمیٹی ایسے فرد ہوں گے جو اچھے اخلاق وکردار کے مالک ہوں۔ اسلامی اصولوں اور مالی دیانتداری کی خلاف ورزی کرنے والے نہ ہوں اور نہ ہی سیاسی سرگرمیوں میں ملوث ہوتے ہوں، ضلعی کمیٹی کے لئے لازمی ہے کہ تین ماہ میں کم از کم ایک دفعہ اجلاس ضرور بلائے۔ عشر کے حوالہ سے اس کمیٹی کی ذمہ داری انتہائی اہم تھی کہ کم از کم اوسط پیداوار اور کم از کم اوسط قیمت مقرر کرنا۔

4۔ تحصیل تعلقہ یا سب ڈویژنل زکوٰۃ وعشر کمیٹی

اس کمیٹی کے فرائض میں شامل ہے۔عشر کی تشخیص' زکوٰۃ وعطیات کی وصولی' مقامی زکوٰۃ فنڈ میں رقومات کی ادائیگی اور مصارف کی نگرانی وغیرہ اور ضلعی کمیٹی کو کسی مسئلہ پر جوز کوٰۃ وعشر کی وصولی' ادائیگی یا استعمال سے متعلق ہو مشورہ پیش کرے گی۔یہ کمیٹی اسسٹنٹ کمشنر' 45 برس اور اس سے زائد عمر کی دو خواتین' تحصیل' تعلقہ یا سب ڈویژن کی مقامی کمیٹیوں کے چیئرمین کی جانب سے مقرر کردہ طریقہ سے منتخب کردہ ارکان پر مشتمل ہو گی۔

5۔ مقامی زکوٰۃ وعشر کمیٹی

مقامی کمیٹی صوبائی' ضلعی اور تحصیل کمیٹی کی ہدایات کی روشنی میں زکوٰۃ وعشر کے مستحقین کا تعین کرے گی۔(آرڈیننس میں بیان کردہ مدات کی روشنی میں) زکوٰۃ وعشر اور عطیات کو رضا کارانہ طور پر وصول کرے گی۔اور مقامی زکوٰۃ فنڈ میں رقومات جمع کروائے گی۔اپنے حسابات تیار اور Maintain رکھے گی۔تحصیل وضلعی کمیٹی کو زکوٰۃ وعشر' عطیات کی وصول' ادائیگی یا استعمال سے متعلق مشورہ دے گی۔مقامی کمیٹی کل 9 ارکان پر مشتمل ہوگی ان کا انتخاب ضلعی کمیٹی کے زیر نگرانی عوامی اجتماع میں ہوگا۔چیرمین اور ارکان کمیٹی تین سال تک اپنے عہدے کو برقرار رکھ سکیں گے اور دوبارہ انتخاب کے اہل ہونگے۔ (23) عشر کی تشخیص اور وصولی سے متعلق لوکل کمیٹی کی ذمہ داری اگر چہ 1990 کی ترمیم کے ذریعہ ختم ہوگئی لیکن مستحقین کی نشاندہی اور ان تک مالی مدد پہنچانا اب بھی اس کی ذمہ داری ہے۔

نظام عشر کے نفاذ کے وقت اس سے معاشی اور معاشرتی اثرات کے حوالہ سے بڑی توقعات وابستہ کی گئی تھی لیکن اگر اب اس کی کارکردگی' افادیت اور اثرات پر غور کرتے ہیں تو صورت حال خاصی مایوس کن نظر آتی ہے۔آغاز میں اس آرڈیننس کے نتائج بہت بہتر رہے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ عشر کی وصولی کم ہوتی چلی گئی۔نفاذ عشر کے سال (1983) پورے ملک سے 179.62 ملین روپے عشر تشخیص کیا گیا اور وصولی بھی نہایت قابل رشک تھی۔179.36 یعنی 99.85% اور 1990 میں 244.12 ملین میں سے 141.55 ملین روپے وصول ہوئے یعنی تقریباً 58%۔سال 93-1992 میں یہ شرح 20.71% رہ گئی۔(تفصیل کے لئے ص:162-A)۔افسوس ہے کہ 1994 سے تا حال پنجاب میں تو عشر کی تشخیص ہوئی اور نہ وصولی۔باقی صوبوں میں بھی سوائے سندھ کے عشر کی وصولی بہت کم ہے۔ (24) اپنے نتائج کے حوالہ سے عملاً یہ قانون غیر موثر ہو چکا ہے یہ قانون عوام میں اپنا اعتماد کھو بیٹھا ہے حکومت بھی عشر کی تشخیص اور وصولی میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتی اور لوگ بھی سنجیدہ نہیں۔

> *" It replaced the land revenue for all Sunni Muslims in word of law with a projected petontial of collecting 2 to 3 billion Rupees, but in practice it has fallen far short of its intended targets both in terms of revenues and social benefits it was designed to confer on the local level.(25)*

(عشر نے 2 سے 3 بلین روپے جمع کرنے کے ٹارگٹ کے ساتھ سنی مسلمانوں کے لئے لینڈ ریونیو کی جگہ لی لیکن عملاً یہ مقامی سطح پر وہ معاشرتی ومالی فوائد حاصل نہ کر سکا جس کے لئے یہ نظام بنایا گیا تھا)

حوالہ جات

1۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین، دفعہ 227 (1)، لاہور لاء ٹائمز پبلکیشنز لاہور،

2۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین، دفعہ 31 (1)(2) (c)

3۔ سالانہ رپورٹ 83-1982 اسلامی نظریاتی کونسل، حکومت پاکستان اسلام آباد، ص:45

4۔ زکوٰۃ مینوئل، مرکزی زکوٰۃ انتظامیہ وزارت خزانہ حکومت پاکستان اسلام آباد 1983، دفعہ 1 (2)

4-A۔ زکوٰۃ وعشر آرڈیننس مجریہ 1980ء (XVIII of 1980)، عرفان لاء بک ہاؤس لاہور، دفعہ 2 (XVII)

5۔ زکوٰۃ مینوئل، دفعہ 5 (1)

6۔ زکوٰۃ مینوئل، دفعہ 25 (ب)

7۔ زکوٰۃ مینوئل، دفعہ 5 (2) (الف) (ب)

8۔ زکوٰۃ مینوئل، دفعہ 3 (1)

9۔ زکوٰۃ مینوئل، دفعہ 5 (4)

10۔ زکوٰۃ مینوئل، دفعہ 5 (5)

11۔ زکوٰۃ مینوئل، دفعہ 5 (6)

12۔ زکوٰۃ مینوئل، دفعہ 6 (2)

13۔ زکوٰۃ مینوئل، دفعہ 6 (3) (6)

14۔ *Finance Act 1990 (Act VII of 1990), Gazette of Pak, Extraordinary, Part I 30th June, 1990, Sec 8 (2)*

15۔ *USHR (Assessment and Collection) Rules 1994, S.R.O. 248 (1) / 94, dated 8-3-1994, Gazette of Pakistan, Extraordinary, Part II, 26th March 1994.*

16۔ *Op., Cit., Rule No.7*

17۔ *Op., Cit., Rule No.8*

18۔ *Op., Cit., Rule No.10*

19۔ *Op., Cit., Rule No.11*

20۔ *Op., Cit., Rule No.3*

21۔ *Op., Cit., Rule No.14 (1) (2) (4)*

22۔ زکوٰۃ وعشر آرڈیننس مجریہ 1980ء، دفعہ 8

23۔ زکوٰۃ وعشر آرڈیننس مجریہ 1980ء، دفعہ 18-12

24۔ *Agriculture Statistics of Pakistan 2001-02, Table 285, P. 178*

25۔ *Report of Prime Minister's Task Force on Agriculture, Revenue Division Ministry of Finance, Revenue and Economic affairs, Govt of Pakistan, Dec. 1993, P-25*

ASSESSMENT AND COLLECTION OF USHR

(Rs. In million)

	PUNJAB		SINDH		NWFP		BALOCHISTAN		I.C.T		TOTAL		%
Year	Asses-ment	Colle-ction	Asses-Ment	Colle-ction	Asses-ment	Colle-ction	Asses-ment	Colle-ction	Asses-ment	Colle-ction	Asses-ment	Colle-ction	
1982-83	149.75	149.49	20.66	20.66	5.46	5.46	3.73	3.73	0.02	0.02	179.62	179.36	99.85
1983-84	162.42	159.77	79.48	79.40	13.11	13.11	7.34	7.30	0.04	0.04	262.39	259.62	98.94
1984-85	172.21	165.24	80.06	80.02	11.09	10.96	8.09	7.02	0.02	0.02	271.47	263.26	96.97
1985-86	169.59	155.26	78.07	78.01	9.56	9.04	7.14	5.63	0.03	0.03	264.39	247.97	93.78
1986-87	153.40	137.76	81.39	78.39	8.82	7.88	9.47	5.55	0.03	0.03	253.11	229.61	90.71
1987-88	173.07	151.44	83.14	81.40	8.81	4.53	8.53	4.26	0.09	0.01	273.64	241.64	88.30
1988-89	159.37	118.76	70.16	58.01	6.41	2.91	5.16	3.32	0.002	0.002	241.11	183.00	75.89
1989-90	150.20	87.29	82.23	49.35	5.05	1.79	6.63	3.12	0.005	0.005	244.12	141.55	57.98
1990-91	127.91	66.91	65.34	49.04	2.05	1.44	8.19	3.36	0.001	0.001	203.50	120.76	59.34
1991-92	95.44	31.20	25.78	5.50	1.43	0.97	9.22	3.01	0.000	0.000	131.88	40.68	30.84
1992-93	36.70	9.77	16.24	0.08	1.05	0.71	0.22	0.05	0.000	0.000	51.21	10.61	20.71
1993-94	0.00	0.00	68.06	37.00	0.31	0.30	3.61	0.25	0.013	0.013	71.99	37.56	52.17
1994-95	0.00	0.00	58.40	45.67	3.03	0.64	19.33	8.74	0.013	0.013	80.77	55.06	68.16
1995-96	0.00	49.50	67.65	62.42	6.02	0.80	31.79	4.71	0.016	0.016	105.47	117.44	11.34
1996-97	0.00	0.00	75.69	61.37	9.17	1.05	13.77	4.60	0.006	0.006	98.64	67.03	67.95
1997-98	0.00	0.00	83.38	81.44	5.76	0.58	10.76	3.10	0.010	0.010	99.91	85.13	85.20
1998-99	0.00	0.00	75.71	70.82	6.05	1.24	13.13	1.90	0.0	0.0	94.89	73.96	77.97
Total	**1550.06**	**1282.39**	**1111.44**	**938.58**	**103.20**	**63.42**	**166.11**	**69.64**	**0.30**	**0.22**	**2931.11**	**2354.25**	

Source: Agriculture Statistics of Pakistan 2001-02

2۔ زرعی انکم ٹیکس

انکم ٹیکس براہ راست (Direct) محاصل میں سے ایک اہم محصول ہے۔اس سے مراد ہے

" A Tax that is levied on family units and that is computed on individual on the basis of Income received." (1)

(ایک ایسا ٹیکس جو ایک فرد یا فیملی یونٹ کی اس آمدنی کی بنیاد پر لیا جاتا ہے جو کہ اس نے وصول پائی ہو)

اس ٹیکس کا آغاز سب سے پہلے برطانیہ میں ہوا۔اسے نپولین کے خلاف جنگ میں مالی مدد کیلئے نافذ کیا گیا' اس کی شرح 10% تھی اور چھوٹ کی حد دو سو پونڈ تھی۔ (2) قیام پاکستان کے وقت حکومت پاکستان نے ہندوستان میں رائج انکم ٹیکس ایکٹ 1922ء اختیار کیا۔ (3) جس کی دفعہ 4 (3) کے تحت زرعی آمدنی انکم ٹیکس سے مستثنٰی تھی برطانوی حکومت کا زرعی آمدنی کو ٹیکس سے مستثنٰی رکھنا مصلحت کی بناء پر تھا۔ایک تو ان کی سیاسی مجبوری تھی کہ وہ زمینداروں کی حمایت کھونا نہیں چاہتے تھے اور دوسری وجہ یہ تھی کہ لینڈ ریونیو سے حاصل ہونے والی آمدنی مجوزہ زرعی انکم ٹیکس کی آمدنی سے زیادہ ہی تھی۔ (4) 1979 تک حکومت پاکستان نے 1922 کا ایکٹ ہی بعض ترامیم کے ساتھ اپنائے رکھا اور پھر 30 جون 1979 کو صدر پاکستان نے انکم ٹیکس آرڈیننس 1979 (XXXI of 1979) نافذ کیا۔اس کی دفعہ 14 اور دوسرے شیڈول کے تحت زرعی آمدن انکم ٹیکس سے مستثنٰی رہی اور اب پاکستان میں انکم ٹیکس آرڈیننس 2001 (XLIX of 2001) رائج ہے اس کی دفعہ (1) 41 پارٹ VII میں درج ہے

41: (i) Agricultural income derived by a person shall be exempted from tax under this Ordinance. (5)

(کسی بھی فرد کی زرعی آمدن اس آرڈیننس کی رو سے ٹیکس سے مستثنٰی ہوگی)

زرعی انکم ٹیکس اور قانون سازی

وفاقی طرز حکومت کی بنیاد مرکز اور صوبوں میں اختیارات کی تقسیم کے اصول پر استوار ہوتی ہے لیکن اس بارے میں کوئی طے شدہ اصول نہیں ہے جسے یکساں طور پر ہر جگہ اپنایا جا سکے۔مختلف ممالک نے اپنے حالات کے مطابق مختلف طریقے اختیار کئے ہیں۔دستور پاکستان میں وہی طریقہ اختیار کیا گیا جو گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935 سے وراثت میں ملا تھا۔1956ء کے دستور میں قانون سازی کے مضامین کی تین فہرستیں تیار کی گئی تھیں وفاقی فہرست' صوبائی فہرست' مشترکہ فہرست۔وفاقی قانون ساز اسمبلی کو وفاقی فہرست پر مکمل قانون سازی کا اختیار حاصل تھا۔ صوبائی اسمبلیاں صوبائی فہرست پر قانون سازی کر سکتی تھیں۔جبکہ مشترکہ فہرست پر دونوں اسمبلیوں کو قانون سازی کا اختیار دیا گیا تھا۔البتہ صوبائی اسمبلی کا بنایا ہوا قانون اگر مرکزی اسمبلی کے قانون سے متصادم ہوتا تو غالب حیثیت مرکزی قانون کی تھی۔1962ء کے آئین میں صرف ایک فہرست تھی۔باقی ماندہ امور پر صوبوں کو قانون سازی کا مکمل اختیار تھا اور موجودہ نافذ العمل پاکستان کے آئین 1973ء میں دو فہرستیں بنائی گئی

ہیں۔ وفاقی قانون سازی کی فہرست اور مشترکہ قانون سازی کی فہرست۔ وفاقی پارلیمنٹ کو وفاقی امور پر قانون سازی کا مکمل اختیار دیا گیا ہے۔ مشترکہ امور کی فہرست پر قانون سازی کا اختیار پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں دونوں کو حاصل ہے۔ اور جو مضامین وفاقی اور مشترکہ قانون سازی کی فہرست دونوں میں نہ ہوں ان پر قانون سازی کا حق صرف صوبائی اسمبلیوں کو ہوتا ہے۔ آئین میں درج ہے

142: *Subject matter of Federal and Provincial laws: subject to the constitution.*

(c) a Provinical Assembly shall and Parliment shall not, have power to make laws with respect to any matter not enumerated in either the Federal Legislative List or the Concurrent Legislative List.(6)

(142: وفاقی اور صوبائی قانون کا موضوع آئین کے مطابق

(c) جو مضامین وفاقی قانون سازی کی فہرست اور مشترکہ قانون سازی کی فہرست میں شامل نہیں ہیں ان پر قانون سازی کا حق صوبائی اسمبلی کو ہے پارلیمنٹ کو نہیں ہے)

درج بالا آئین کے آرٹیکل (c) 142 کی موجودگی میں وفاقی حکومت صوبائی قانون سازی کے دائرہ اختیار میں مداخلت کر کے یہ حق خود استعمال کر سکتی ہے بشرطیکہ آئین پاکستان کی دفعہ 232 کے تحت ایمرجنسی حالات ہوں۔

232:۔ جنگ یا اندرونی خلفشار کی بناء پر ہنگامی حالات کا اعلان

(2) آئین کے مطابق جب ہنگامی حالات موجود ہوں

(ا) تو پارلیمنٹ کو اس صوبے یا اس کے کسی حصہ کے لئے قوانین بنانے کا اختیار ہے جن کا تعلق وفاقی قانون سازی کی فہرست حصہ دوم یا مشترکہ قانون سازی کی فہرست سے ہو یا اس معاملہ کے بارے میں جس کا تعلق دونوں فہرستوں میں سے ایک سے ہو

(ب) وفاق کی ایگزیکٹیو اتھارٹی صوبے کو ہدایات دینے کے لئے وہی طریقہ اختیار کرے گی جس طریقہ سے صوبائی ایگزیکٹیو اتھارٹی کو حق حاصل ہے۔ (7)

پاکستان میں زرعی انکم ٹیکس لگانے کا اختیار آئین پاکستان 1973ء کی آرٹیکل (6) 70 اور وفاقی قانون سازی کی فہرست کی انٹری 47 کے ساتھ صوبوں کا استحقاق ہے کیونکہ یہ مضمون نہ وفاقی قانون سازی کی فہرست میں شامل ہے اور نہ ہی مشترکہ قانون سازی کی فہرست میں یعنی کہ آئین پاکستان کی رو سے زرعی آمدنی پر ٹیکس لگانے کا اختیار صرف صوبائی اسمبلیوں کو حاصل ہے وفاقی حکومت کو نہیں ہے۔

" The Provisions of the 1973 constitution specifically removed the subject, of tax on agriculture income out of the domain of the Federal Government. This provision has given immunity to the agriculture sector from direct Federal Taxation till this day. (8)

اس صورت حال میں اگر وفاقی حکومت زرعی آمدنی پر ٹیکس عائد کرنا چاہے تو اس آئین میں ترمیم کرنا ہوگی جو کہ قومی اسمبلی میں دو تہائی اکثریت سے ممکن ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ صوبوں کو مجبور کیا جائے زرعی انکم ٹیکس لگانے پر۔ تیسرا یہ کہ آئین کی دفعہ 232 کے تحت ایمرجنسی حالات میں وفاقی حکومت صوبائی معاملات میں دخل دے سکتی ہے۔

زرعی انکم ٹیکس اور رپورٹس

پاکستان میں زرعی ٹیکس کے نفاذ کا مسئلہ قیام پاکستان سے چلا آرہا ہے کہ آیا زراعت کو انکم ٹیکس کے دائرہ میں لانا چاہیے یا نہیں۔ یہ ٹیکس اقتصادی ایشو کے ساتھ ساتھ باقاعدہ سیاسی معاملہ بھی ہے۔ سیاسی Lobbies اس کے خلاف ہمیشہ سے مزاحمت کرتی آئی ہیں وطن عزیز میں اس امر کے جائزہ کے لئے وقتاً فوقتاً کمیٹیاں اور کمیشن تشکیل دیئے جاتے رہے ہیں۔ ان تمام نے جنرل انکم ٹیکس کا دائرہ عمل زرعی آمدن تک بڑھانے پر غور کیا ان رپورٹس کا مختصراً جائزہ لیتے ہیں

1۔ 1964 کے کمیشن نے زرعی انکم ٹیکس کے نفاذ کی سفارش تو کی لیکن الگ سے باقاعدہ ٹیکس کی صورت میں نہیں بلکہ اسے وفاقی حکومت کے عائد کردہ جنرل انکم ٹیکس کے ساتھ ملا کر وصول کرنے کا مشورہ دیا۔

> *" The 1964 Commission recomended the merger of land revenue and Provinical Income tax with the general income tax levied by the Federal Government".* (9)
>
> (1964ء کے کمیشن نے یہ سفارش کی کہ لینڈ ریونیو اور صوبائی انکم ٹیکس کو وفاقی حکومت کی طرف سے لاگو ہونے والے جنرل انکم ٹیکس کے ساتھ ملا دیا جائے۔)
>
> یہ سفارشات مغربی پاکستان کی مخالفت کی وجہ سے منظور نہ ہوسکیں۔

2۔ 1970-74 کے کمیشن نے یہ تجویز کیا کہ زرعی آمدنی پر ٹیکس کا تخمینہ قیاسی بنیادوں پر دو روپے فی پیداواری یونٹ ہو اور غیر زرعی آمدنی پر ٹیکس لگانے اور ٹیکس کی شرح کے تعین کے لیے زرعی آمدنی کو اس کے ساتھ ملایا جائے۔

> *" The 1970-74 Commission recomended that income from agriculture computed on presumptive basis @ Rs. 2.00 per PIU should be clubbed together with non-agricultural income for determining the taxability and the rate of tax on the latter."* (10)
>
> (1970-74 کے کمیشن نے یہ تجویز کیا کہ زرعی آمدنی پر ٹیکس کا تخمینہ قیاسی بنیادوں پر دو روپے فی پیداواری یونٹ ہو اور غیر زرعی آمدنی پر ٹیکس لگانے اور ٹیکس کی شرح کے تعین کے لیے زرعی آمدنی کو اس کے ساتھ ملایا جائے)
>
> یہ سفارشات بھی عملی جامہ نہ پہن سکیں۔

3۔ 1977ء میں زرعی انکم ٹیکس کے حوالے سے ایک بڑا Break Through آیا وفاقی حکومت نے فنانس (سپلیمنٹری) آرڈیننس 1977 کے ذریعہ زرعی آمدن پر ایک ٹیکس نافذ کر دیا۔ بعد ازاں قومی اسمبلی نے اسے پاس کر دیا اور یہ فنانس (سپلیمنٹری) ایکٹ 1977 (Finance Supplementry. Act of 1977) کہلایا۔ اس ایکٹ کے ذریعہ زرعی آمدنی کو ملنے والی انکم ٹیکس چھوٹ کو ختم کر دیا گیا۔

> "That Act repealed that part of the Income Tax Act 1922 that excluded agricultural income from taxation." (11)
>
> ایکٹ نے انکم ٹیکس ایکٹ 1922ء کے اس حصہ کو منسوخ کر دیا جس نے زرعی آمدن کو ٹیکس سے چھوٹ دی تھی)

زرعی انکم ٹیکس قانون سازی کے حوالہ سے چونکہ خالصتاً ایک صوبائی معاملہ ہے جس پر قانون سازی کا حق وفاقی حکومت کو حاصل نہیں ہے اس لئے وفاقی حکومت نے فنانس ایکٹ کے ذریعہ آئین کی شق 232 (ہنگامی حالات) کے تحت زرعی انکم ٹیکس صوبوں پر نافذ کیا۔ اس ایکٹ کو لانے کا مقصد ملک میں زرعی آمدنی پر یکساں بنیاد پر ٹیکس کا نفاذ اور وفاقی حکومت کی دیگر معاشی تجاویز پر عملدرآمد تھا۔ اس ایکٹ کا نفاذ یکم جولائی 1977ء سے ہونا تھا۔ لیکن اس ایکٹ کے نفاذ سے قبل ہی ملک میں مارشل لاء لگ گیا۔ فوجی حکومت نے پہلے تو اس ایکٹ کو معطل کیا پھر بعد ازاں اس کو ختم کر کے انکم ٹیکس آرڈیننس 1979 کو بحال کر دیا اور اس کے تحت ملنے والی زرعی انکم ٹیکس چھوٹ کو برقرار رکھا۔

> "It is however, true that other oppressive taxes levied on agricultural lands by the colonial masters remained in force. So we protected our colonial heritage but refused to impliment a revolutionary measure of taxing. Agricultural Income in 1977. (13)
>
> (تاہم یہ سچ ہے کہ نوآبادیاتی آقاؤں کی جانب سے عائد کئے ہوئے ظالمانہ محاصل جاری رہے۔ ہم نے اپنے نوآبادیاتی ورثہ کی تو حفاظت کی لیکن 1977ء میں زرعی آمدن پر لگنے والے ٹیکس کے انقلابی اقدام کو رد کر دیا)

اس ختم ہونے والے ایکٹ کے اہم نکات یہ تھے۔

1۔ 25 ایکٹر یا اس سے کم نہری زمین یا 50 ایکٹر یا اس سے کم بارانی زمین پر ٹیکس نہیں لیا جائے گا۔

2۔ مالیہ کی وصولی ختم کر دی گئی ہے اور زرعی آمدنی کو ٹیکس کے تابع کیا جارہا ہے۔

3۔ ٹریکٹرز' زرعی مشینری و آلات' ٹیوب ویلوں اور زمین کو ہموار کرنے پر جو سرمایہ کاری ہوگی اس سال کی آمدنی کے اتنے حصہ پر ٹیکس نہیں لگے گا۔

4۔ قابل ٹیکس آمدن کا تعین کرتے وقت مجموعی آمدن میں سے معقول حصہ بطور اخراجات وضع کیا جائے گا۔

5۔ زرعی آمدنی کی تشخیص کے لئے ایک سادہ طریقہ کار مقرر کیا جائے گا ہر سال پندرہ دسمبر کو گوشوارے داخل کرنا ہوں گے۔

6- زرعی آمدنی پر ٹیکس اگلے مالی سال 78-1977 سے لگایا جائے گا جس کا انحصار موجودہ مالی سال کی آمدنی پر ہوگا۔

7- کسی شخص پر کل ٹیکس اس کی زرعی اور غیر زرعی آمدنی کے تناسب سے اخراجات اور Receipts کی بنا پر عائد ہوگا۔

8- انکم ٹیکس تشخیص اصل (Actual) پر ہوگی مگر بعد ازاں یہ ترمیم کردی گئی کہ کاشتکار کو اختیار ہوگا کہ وہ قیاسی بنیاد پر تخمینہ لگائے۔

9- مرکزی بورڈ آف ریونیو نے زرعی انکم ٹیکس کی قیاسی شرح کی تشخیص کے لئے 6 روپے فی پیداواری یونٹ ریٹ تجویز کیا۔ (14)

4- *NATIONAL TAXATION REFORM COMMISSION 1986.*

نام سے ہی واضح ہے کہ یہ کمیشن ٹیکس کے نظام میں اصلاحات کیلئے سفارشات مرتب کرنے کے لئے قائم کیا گیا تھا۔ یہ کمیشن پرائیوٹ شعبہ کے ممبران، ارکان پارلیمنٹ اور وفاقی سیکٹریز پر مشتمل تھا۔ زراعت پر ٹیکس کے نفاذ کے امکانات کا جائزہ لیا گیا۔ زرعی انکم ٹیکس کے حوالہ سے ممبران باہم متفق نہ ہوسکے۔ اس لئے دونوں نقطہ نظر کے حامل افراد نے اس ٹیکس کے حق اور مخالفت میں اپنے اپنے دلائل پیش کئے۔ زرعی ٹیکس کی حمایت والوں کا کہنا تھا کہ زمینداروں نے مختلف حیلوں سے زرعی اصطلاحات سے اپنی زمینیں بچالی ہیں، مشینی کاشتکاری کی وجہ سے زرعی آمدنی میں اضافہ ہوچکا ہے۔ زمینوں میں پھلوں، پھولوں اور سبزیوں کو کاروباری بنیاد پر بویا جاتا ہے شہری جائدادیں بھی بنائی جاتی ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ زرعی آمدنی کی آڑ میں کالا دھن سفید کیا جاتا ہے اس لئے ان پر لازماً انکم ٹیکس عائد ہونا چاہیے جبکہ دوسرا نقطہ نظر یہ تھا کہ زراعت پر پہلے ہی بالواسطہ محاصل کا بوجھ بہت زیادہ ہے شعبہ زراعت انکم ٹیکس کی وصولی سے تین گنا زائد رقم دوسرے شعبوں کو منتقل کرتا ہے اس لئے اس پر زرعی ٹیکس کے نفاذ کا کوئی جواز نہیں۔ (15)

5- *NATIONAL COMMISSION ON AGRICULTURE 1988*

اس کمیشن نے تجزیہ کے بعد یہ رائے دی کہ کسان پر پہلے ہی Indirect محاصل کا بوجھ بہت زیادہ ہے اس پر مزید کوئی ٹیکس لگانے کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے

> *" Although the incidence of direct taxes on agriculture is small as compared to other sectors, the total proportion of income transfers out of the agriculture is quite high. There is no scope of for further taxation of the sector without adverse impact on the sector's productive capacity. In face of the situation the demand that agricultural income should be taxed as personal incomes in line with other income earners in the country must be rejected as counter productive." (16)*
>
> (اگرچہ براہ راست محاصل کا بوجھ دیگر شعبوں کی نسبت زراعت پر کم ہے تاہم زراعت سے دوسرے شعبوں کو منتقل ہونے والی آمدنی کا کل تناسب کافی زیادہ ہے اس شعبہ پر مزید کوئی ٹیکس لگانے کی گنجائش نہیں ہے اور اگر ایسا کیا گیا تو اس شعبہ کی پیداواری صلاحیت پر نہایت برا اثر پڑے گا اس حالات میں

یہ مطالبہ کہ ملک میں جس طرح دوسرے آمدنی کمانے والوں پر ٹیکس ہے اس طرح ان پر بھی لگانا چاہیے۔اس پیداوارکش مطالبہ کولازماً رد کر دینا چاہئے)

کمیشن نے مزید یہ دلیل پیش کی کہ 85-1960 کے دوران 40% سے 60% زراعت کا Value Added زراعت سے باہر منتقل ہوا جس نے اس شعبہ کو سب سے زیادہ ٹیکس ادا کرنے والا شعبہ بنا دیا'' (17)

6- 1990 کے آخر میں پاکستان مسلم لیگ کی حکومت نے ایک ٹیکسیشن کمیٹی (Taxation Committee) زرعی انکم ٹیکس کے نفاذ کے جائزہ کے لئے قائم کی اس کمیٹی نے پہلی کمیٹیوں کے ہی Excuses کو دھرایا اور ساتھ ہی یہ تجویز کیا کہ حکومت کو Agricultural Income (زرعی آمدنی) کی تعریف پر نظر ثانی کرنی چاہیے اوراس میں سے مالک زمین کو ملنے والا حصہ کرایہ داری (Rental Part)' باغات'لائیوسٹاک اور پولٹری فارم سے حاصل ہونے والی آمدنی کو خارج کر دینا چاہئے۔لیکن حکومت نے ان سفارشات کا کوئی جواب نہ دیا۔

7- سب کمیٹی کی رپورٹ

قومی اسمبلی کی سٹینڈنگ کمیٹی کی سب کمیٹی نے یہ رائے دی کہ زراعت کو صنعت کی مانند سہولیات میسر نہیں ہیں زراعت کو یہ سب سہولیات مہیا کرنے کے بعد اس پر ٹیکس لگانا چاہیے۔

> *"Agriculture is not enjoying certain facilities which are available to industry, it may also be declared as industry. After the provisions of these facilities, the inequity regarding taxation should also be removed and the income accuring from agriculture should also be subject to tax." (18)*

> (زراعت ان ممکنہ سہولیات سے مستفید نہیں ہو رہی جو کہ صنعت کو میسر ہیں۔زراعت کو ایک صنعت کا درجہ دیا جا سکتا ہے ان سہولیات کی فراہمی پر ہی ٹیکسیشن کے حوالہ سے ناانصافی کو دور کیا جا سکتا ہے اور پھر ہی زراعت سے حاصل ہونے والی آمدن پر ٹیکس لگنا چاہیے)

کمیٹی نے یہ تجویز کیا کہ رپورٹ کے پیرا 2.25 اور صفحہ 39 میں پانچ ناہمواریوں (Enequitics) درج ہیں ان کو دور کر کے زرعی آمدنی کو ٹیکس کے دائرہ میں لایا جا سکتا ہے اور جب تک ان کو ختم نہیں کیا جاتا زرعی انکم ٹیکس لگانے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

8- ایکسپرٹ کمیٹی 1993

وفاقی حکومت نے 1993 میں ایک ایکسپرٹ کمیٹی تشکیل دی اس کمیٹی نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ زراعت پر ٹیکس لگانا عملاً ممکن نہیں ہے۔

> *"There are special features of agriculture in Pakistan and in most developing countries which make a precise measurement of net income from agriculture pursuits*

difficult. As such, whatever justification there may be in theory to bring incomes from agriculture wihtin the ambit of income tax legislation, administrative and othere constraints would make such taxation inordinately difficult, inconvenient and cumbersome and would become capricious in practice." (19)

(پاکستان اور دوسرے ترقی پذیر ممالک کا زرعی نظام ایسا ہے کہ جس میں زراعت سے حاصل ہونے والی بالکل درست آمدنی کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ زراعت سے حاصل ہونے والی آمدنیوں کو انکم ٹیکس کی قانون سازی' انتظام یا پابندی میں لانے کے لئے نظریاتی طور پر چاہے کوئی بھی جواز پیش کئے جائیں لیکن ایسا ٹیکس بہت مشکل' نامناسب اور بوجھ میں اضافہ کا باعث ہوگا اور عملی طور پر بھی Capricious ہوگا)

9۔ 1993ء میں زراعت سے متعلق ماہرین پر مشتمل ایک ٹاسک فورس قائم کی گئی اس کا بنیادی مقصد زرعی ٹیکس اور نظام عشر کا جائزہ لینا تھا۔ لیکن اس ٹاسک فورس نے اپنا دائرہ عمل پھیلایا اور زراعت سے متعلق تقریباً تمام بڑے بڑے مسائل کو زیر بحث لایا گیا۔

"The Main objective of the TASK FORCE was to review the imposition of the agriculture wealth Tax (through Presidential ordinance) and the Agricultural Income Tax (through Provincial ordinance) by the care taker government and the TASK FORCE was asked to look into USHR and provide a frame work of policies for increasing agricultural productivity and welfare of rural population." (20)

ٹاسک فورس نے خاصی غور وخوض کے بعد اس امر سے اتفاق کیا کہ چھپے ہوئے محاصل ختم ہونے چاہیے اور براہ راست محصول عائد کرنا چاہیے۔(21) ٹاسک فورس نے زرعی انکم ٹیکس 1993ء کے حوالہ سے متعدد تجاویز بھی پیش کیں اور ایک ماڈل فارم برائے زرعی انکم ٹیکس بھی بنایا تا کہ صوبائی حکومتیں اگر چاہیں تو اس سے راہنمائی لے سکیں۔

10۔ **بورڈ آف ریونیو پنجاب** نے زرعی انکم ٹیکس کے نفاذ پر یہ رائے دی کہ درج ذیل وجوہات کی بناء پر زرعی انکم ٹیکس Net آمدنی پر قابل عمل نہیں ہے۔

i۔ زرعی شعبہ میں سرمایہ کاری' اخراجات اور منافع کا حساب کتاب رکھنے کا کوئی انتظام نہیں ہے۔

ii۔ کسان کو متعلقہ دستاویزات کے ساتھ ریڑن جمع کروانی ہوگی انھیں پٹواری سے پرت ملکیت (Parat Milkiat) لینی ہوگی اس سے کسان کی مشکلات میں اضافہ ہوگا۔

iii۔ اس کے نتیجہ میں بہت (Fudging) ہوگی۔غلط اور جعلی دستاویزات تیار ہوں گی۔

iv۔ ریڑن کی چھان پھٹک کے لئے ایک بڑا اور خصوصی عملہ درکار ہوگا۔

v۔ ٹیکس کی ادائیگی اور ٹیکس انتظامیہ دونوں طرف محنت زیادہ ہوگی اور آمدنی کم۔

vi۔ زمین مزید حصوں میں تقسیم ہوجائے گی۔زمیندار ٹیکس سے بچنے کے لئے دوسرے ناموں پر زمین منتقل کروائیں گے۔ (22)

11۔ ایکسپرٹ کمیٹی 2000

وفاقی حکومت نے 2000ء کے آغاز میں زرعی انکم ٹیکس کا جائزہ لینے کے لیئے ایک ایکسپرٹ کمیٹی وائس چانسلر قائداعظم یونیورسٹی جناب ڈاکٹر طارق صدیقی کی سربراہی میں قائم کی۔ یہ کمیٹی بارہ ارکان پر مشتمل تھی۔ جن میں ممبران صوبائی بورڈ آف ریونیو، چیئرمین زرعی پرائس کمیشن اور ممبر CBR شامل تھے۔ اس کمیٹی کو یہ کام سونپا گیا تھا کہ موجودہ Land Based زرعی انکم ٹیکس کا جائزہ لے اور زرعی انکم ٹیکس کو ملک کے ٹیکس سسٹم کا حصہ بنانے کے لئے کوئی لائحہ عمل تجویز کرے۔ کمیٹی نے بڑے زمینداروں کو ٹیکس کے دائرہ میں لانے کیلئے ملکیت زمین پر فلیٹ ریٹ ٹیکس تجویز کیا اور اس کے ساتھ ساتھ -/1,00,000 (ایک لاکھ) اور اس سے زائد زرعی آمدنی پر ٹیکس لگانے کا مشورہ دیا۔ ان سفارشات کے نتیجہ میں یکم جولائی 2000ء صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف کی صدارت میں وفاقی کابینہ نے زرعی آمدن پر ٹیکس کی منظوری دی اور صدر پاکستان نے فنانس منسٹر اور صوبوں کو ایک ٹیکس حکمت عملی تیار کرنے کی ہدایت کی۔

الغرض درج بالا مختلف کمیشن اور کمیٹیوں کی رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان میں زرعی انکم ٹیکس کے نفاذ کی زیادہ تر مخالفت ہی کی گئی اور معاملہ آزادی سے آج تک ایک متنازعہ مسئلہ کے طور پر موجود رہا ہے ایک مخصوص طبقہ زرعی ٹیکس کے حق میں آواز اٹھاتا ہے اور دوسرا اسی شدومد سے اس کی مخالفت کرتا ہے۔ ذیل میں ان دونوں نقطہ نظر کے حامل گروہوں کے دلائل کا بھی مختصر جائزہ لیتے ہیں۔

زرعی انکم ٹیکس کے خلاف دلائل

1۔ کسان پر زرعی انکم ٹیکس نافذ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ وہ پہلے ہی Indirect محاصل کے بوجھ تلے دبا ہوا ہے زراعت کے لوازمات کھاد، ڈیزل، زرعی ادویات نہایت مہنگی ہیں۔ ٹریکٹر کی قیمت عام کسان کی پہنچ سے دور ہے۔ آبیانہ کی ادائیگی بھی ٹیل پر پانی نہ پہنچنے کے باوجود الگ ہے۔

> *" Agriculture secter is not only the poorest in per capita income but also bears the heaviest burden of indirect taxation." (23)*
>
> (زرعی شعبہ نہ صرف فی کس آمدنی میں سب سے غریب ہے بلکہ وہ بالواسطہ محاصل کا سب سے زیادہ بوجھ بھی اٹھاتا ہے)

2۔ زرعی ملکیت کی اکثریت چھوٹے چھوٹے رقبوں پر مشتمل ہے۔ 1/2-12 ایکٹر تک کے فارم کی تعداد 81% ہے جو کہ گزارہ یونٹ کہلاتا ہے۔اس رقبہ کے مالکان کے پاس ٹیکس دینے کے لئے کچھ نہیں بچتا اور جہاں تک بقایا 25 ایکٹر سے زائد مالکان اراضی کا تعلق ہے وہاں سے بھی آمدن کوئی یقینی نہیں ہوتی کیونکہ پیداوار کا انحصار تقریباً مکمل طور پر قدرتی حالات پر ہے۔ اس لئے اگر وہ اچھے دنوں میں کچھ کماتا اور بچاتا ہے تو وہ برے دنوں کیلئے اس کو جمع کر کے رکھتا ہے۔اور اگر ان بچتوں کو اس سے چھین لیا جائے تو اس کی پیداواری صلاحیت متاثر ہوگی۔ (24)

3۔ حکومت شہریوں کو خوراک اور صنعتوں کو سستا خام مال مہیا کرنے کے لئے زرعی اشیاء کی قیمتوں کو بلاواسطہ یا بالواسطہ طور پر کنٹرول کرتی ہے مثلاً کسان کی تمام اجناس کی قیمت حکومت خود مقرر کرتی ہے جبکہ دیگر صنعتیں نہ صرف یہ کہ اپنی اشیاء کی قیمتیں خود مقرر کرتی ہیں بلکہ لاگت کے حساب سے مقرر کی جاتی ہیں جبکہ فصلوں کی قیمت مقرر کرتے وقت اس کی پیداواری لاگت کو مدنظر نہیں رکھا جاتا اور دوسری طرف فصل کی Inputs کی قیمتوں پر حکومت کنٹرول نہیں کرتی اور ان میں مسلسل اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔

They neither have control over cost of inputs nor over the price of their outputs with such restrictions it is unfair to treat them at par with others sectors as income tax payer." (25)

ان حالات میں جبکہ کسان کی پیداواری لاگت بھی پوری وصول نہیں ہوتی اس پر ٹیکس لگانا ظلم ہے۔

4۔ حکومت بین الاقوامی تنظیموں/ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کے مطالبہ پر زراعت پر انکم ٹیکس لگانا چاہتے ہیں۔یہ دراصل مغرب کی سازش ہے وہ چاہتے ہیں کہ پاکستان اپنے زرمبادلہ کا کثیر حصہ خوردنی اجناس پر صرف کرے اور ہمیشہ کے لئے یورپ کا دست نگر بنا رہے پاکستان کا کسان اگر خوش حال ہوگا تو پاکستان زرعی پیداوار میں خود کفیل ہوگا۔ بیرونی قرضوں کی ضرورت کم ہو جائے گی جو کہ مغربی دنیا کو پسند نہیں ہے۔

5۔ کسان کے حالات اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ اس پر کوئی نیا ٹیکس عائد کیا جائے۔اگرچہ ملکیت کے حوالہ سے امیر ہیں لیکن آمدنی کے حوالہ سے غریب ہیں معاشرہ کا کم تعلیم یافتہ اور غیر منظم طبقہ ہے۔

"It is always to be remembered that farmers are asset-rich and cash-poor and they are ill organized, ill-informed, ill-educated and voice-less community of Pakistan." (26)

6۔ اس گروہ کا خیال ہے کہ زراعت میں ایک بڑا طبقہ جو کہ تعداد میں نہایت قلیل (50 ایکٹر سے زائد زرعی فارم کی تعداد 2% ہے) کی وجہ سے سب پر ٹیکس لگانا انتہائی زیادتی ہے۔

"It is true that a few innovative and enterprising farmers have gone on into scientific farming especially in

horticulture. But they are a handful in number and have acted as catalysts in the rural economy. It will be a mistake to create disincentives to these captains of farming just as much as it will be imprudent to tax all large owners for the sake of few." (27)

(یہ درست ہے کہ بعض جدت پسند اور مہم جو کسانوں نے سائنسی طریقہ کاشتکاری کو اپنایا ہے خصوصاً باغات کے حوالہ سے لیکن ان کی تعداد انتہائی قلیل ہے اور یہ دیہی معشیت میں Catalyst کا کردار ادا کرتے ہیں کاشتکاری نے ان طریقوں میں Disinsentives پیدا کرنا غلطی ہو گی اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کوتاہ اندیشی ہو گی کہ چند ایک کی خاطر سب بڑے زمینداروں پر ٹیکس لگا دیا جائے)

7۔ زرعی انکم کے نفاذ کا یہ جواز کہ بڑے بڑے کاروباری اور صنعتکار حضرات اپنا ناجائز ذرائع سے کمایا ہو مال زرعی آمدنی دکھا کر جائز ٹھہرا لیتے ہیں، لیکن دوسروں کی بدعنوانی کی سزا زرعی شعبہ کو کیوں؟

"The agriculture sector cannot be held at ransom for the misdeed of others." (28)

ضرورت اس امر کی ہے کہ ٹیکس کے نظام میں اصلاحات متعارف کروائی جائیں مناسب ترامیم کے ذریعہ اس بدعنوانی کا راستہ روکنا چاہیے بجائے اس کے کہ زرعی شعبہ پر زرعی انکم ٹیکس کا بوجھ ڈال دیا جائے۔

زرعی انکم ٹیکس کے حق میں دلائل

1۔ زراعت کے شعبہ سے متعلقہ عوام کی اکثریت اگرچہ گزارہ لیول یا اس سے بھی نیچے زندگی گزار رہی ہے لیکن پھر لوگوں کی ایک تعداد اچھا خاصا کما رہی ہے اس کی دو وجوہات ہیں۔

i۔ بڑے زمینداروں نے مختلف ترکیبوں سے دو بڑی زرعی اصلاحات سے اپنی زمینیں بچالیں۔

ii۔ بڑے زمیندار پھولوں، پھلوں کے باغات اور جاگیروں کے مالک ہیں۔

یہ بڑے زمیندار اکثر و بیشتر شہروں میں رہائش رکھتے ہیں اور وہاں جائداد میں سرمایہ کاری کرتے ہیں۔ اس خوش حال طبقہ پر لازماً زرعی ٹیکس لگنا چاہیے۔

2۔ زرعی آمدنی کا ٹیکس سے مستثنٰی ہونا معاشرہ میں بدعنوانی کو فروغ دیتا ہے مثلاً

i۔ بہت سے تاجر اور صنعتکار اپنے کالے دھن کو سفید کرنے کے لئے زرعی زمینیں خرید لیتے ہیں اور اپنی ناجائز کاروباری کمائی کو زرعی آمدنی دکھاتے ہیں۔

ii۔ کاروباری آمدنی سے ہونے والی جائز کمائی کو ٹیکس سے بچانے کے لئے جعلی لیز پر زمینیں حاصل کر کے اپنی کاروباری آمدنی کو زرعی آمدن بتاتے ہیں اور انکم ٹیکس سے بچ جاتے ہیں۔

"Many traders and industrialists have purchased agricultural land with the intend to whiten untaxed black income from business by showing it as agricultural income." (29)

iii۔ بہت سے بدعنوان سرکاری ملازمین کے لئے یہ جائے پناہ ہے۔ایسے ملازمین اپنی جعلسازی' فریب کاری اور رشوت کی کمائی کو زرعی آمدنی ظاہر کرتے ہیں۔

iv۔ ممنوع کاروبار میں ملوث مثلاً منشیات کا کاروبار کرنے والے زرعی زمینوں کے حوالہ سے اپنی کمائی کو پاک کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

3۔ زمینداروں کی بڑی تعداد اب صنعتکاری کے شعبہ میں بھی داخل ہوگئی ہے وہ مختلف ملیں لگاتے اور صنعتیں قائم کرتے ہیں اور پھر اپنی اس صنعتی اور کمرشل آمدنی کو زرعی آمدنی ظاہر کر کے ٹیکس بچاتے ہیں۔

"A large number of agriculturists have entered in trade and industry. The exemption of agricultural income enables such agriculturists businessmen to evade income tax by showing their commercial / industrial income as agricultural income." (30)

4۔ بڑے زمینداروں کے اردگرد پایا جانے والا ماحول اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ یہ آمدنی قابل ٹیکس ہے۔قیمتی گاڑیاں' ایکڑوں پر محیط مکان' بچوں کا بیرون ملک تعلیم حاصل کرنا اور ہوٹلوں کے بھاری بل تقاضہ کرتے ہیں کہ ان پر ٹیکس عائد کیا جائے۔

5۔ زمینداروں کا یہ کہنا کہ وہ پہلے ہی بہت سے محاصل ادا کر رہے ہیں یہ کوئی ٹھوس جواز نہیں ہے۔جیسے کہ صنعتی شعبہ بہت سی اقسام کے ٹیکس ادا کر رہا ہے شہری آبادی بھی انکم کے ساتھ جائداد پر اور دیگر کئی محاصل ادا کرتی ہے۔ان کو اگر اس بنا پر کوئی چھوٹ نہیں کہ یہ پہلے ہی بہت سے محاصل ادا کر رہے ہیں تو پھر زراعت کو کیوں؟

الغرض ان حالات میں حکومت پاکستان نے جب بھی زرعی آمدن پر ٹیکس لگانے کا اظہار کیا تو ایک مخصوص اور طاقتور لابی نے اس کی مخالفت کی۔تاریخ گواہ ہے کہ پاکستان میں جاگیردار اور وڈیرے ہمیشہ صاحب اختیار و اقتدار رہے ہیں۔قانون ساز اداروں میں ان کا بھرپور کردار رہا ہے اور وہ اپنے مفادات کے خلاف کیسے کوئی پالیسی بنا سکتے تھے۔جس پر ان کا اپنا آشیانہ ہو۔بجائے اس کے کہ زمیندار معقول رویہ اپناتے ہوئے بڑے بڑے قطعات اراضی کے مالکان کو ٹیکس کے دائرہ میں آنے دیتے انھوں نے ہمیشہ اس نظریہ کی مخالفت کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حکومت بارہا کوشش کے باوجود زرعی آمدنی پر عملاً ٹیکس لگانے میں ناکام رہی۔

زرعی انکم ٹیکس کا نفاذ

پاکستان میں زرعی آمدنی پر محصول کی راہ ہموار کرنے میں بین الاقوامی ایجنسیوں نے بنیادی کردار ادا کیا ہے ان بین الاقوامی

Implementors اور Donors (World Bank, IMF) ایجنسیوں کا دباؤ زرعی انکم ٹیکس کے نفاذ کے لئے 1990 میں ہی شروع ہو گیا تھا اور اس کی بنیاد 1988 Structural Adjustment Programme تھا۔ یہ حکومت پاکستان، آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے درمیان ہونے والا وہ معاہدہ تھا۔ جس کی رو سے حکومت پاکستان کو قرض سے نوازنے کے ساتھ ساتھ ایک ایجنڈا بھی دیا گیا جس کی پابندی کرنا لازم تھی۔

> *" Since 1988 Pakistan's economic policies, management and performance have been almost totally determined by the country's adherence to IMF/WORLD BANK sponsored Structural Adjustment Programme, and Pakistan's various governments have had no independent or original economic programme of their own." (31)*

یعنی پاکستان کی معاشی پالیسیاں 1988 Structural Adjustment Programme کے تحت تقریباً مکمل طور پر آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے تابع ہو گئیں اور یہی صورت حال اب تک چلی آ رہی ہے۔ اس پروگرام کے تحت ٹیکس ریونیو بڑھانے کے لئے ٹیکس کا دائرہ وسیع کیا گیا۔

> *" The purpose was to raise the total revenue/GDP ratio from 17.6 percent in 1988 to 20 percent by 1991-2. The salient features of the tax effort included the gradual extension of the sales tax on imports and domestically produced goods. the income tax was also to be restructured so that there was greater vertical eqity."(32)*

(مقصد کل ریونیو میں اضافہ اور GDP کی شرح کو 92-1991 تک 17.6% سے 20% تک لے جانا تھا۔ ٹیکس کے حوالہ سے کی جانے والی کوشش میں سیلز ٹیکس کو درآمدات اور مقامی پیدا شدہ اشیاء تک پھیلانا، انکم ٹیکس کی تشکیل نو کرنا شامل ہے تاکہ انصاف کی طرف راست قدم اٹھایا جائے)

اس معاہدہ کے تحت زراعت پر انکم ٹیکس اور زرعی مداخل پر سیلز ٹیکس عائد کیا گیا جولائی 1993ء میں مسلم لیگ کی حکومت ختم ہوئی۔ نگران حکومت کا قیام عمل میں آیا۔ جناب معین قریشی وزیراعظم بنے جو کہ ورلڈ بینک کے سٹاف ممبر رہ چکے تھے ان کی حکومت IMF اور ورلڈ بینک کی ہدایات پر چل رہی تھی۔(33) چنانچہ ان Donors ایجنسیوں کی دباؤ پر اس نگران حکومت نے دو اہم اعلان کئے۔

1۔ زرعی زمین سے ویلتھ ٹیکس چھوٹ 1970 کو ختم کر دیا گیا۔

2۔ تمام صوبوں میں فلیٹ ریٹ 2 روپے یونٹ کے حساب سے 4000 پیداواری یونٹ سے زائد زرعی اراضی پر انکم ٹیکس عائد کرنے کا کہا گیا۔

نگران حکومت نے اگست 1993 کو تمام صوبائی حکومتوں کو زرعی آمدنی کے لئے قیاسی بنیادوں پر انکم ٹیکس کے لئے ایک ماڈل آرڈیننس بھجوایا پنجاب اور سندھ نے ستمبر 1993 اور صوبہ بلوچستان اور سرحد نے اکتوبر میں صوبائی انکم ٹیکس آرڈیننس 1993 بنائے اور پورے ملک میں یکساں شرح 2 روپے فی پیداواری یونٹ' 4000 پیداواری چھوٹ کے ساتھ نافذ کر دیا۔(34) حکومت نے اس مد میں تقریباً 48 ملین روپے (47,798,664) جمع ہونے کا تخمینہ لگایا مگر حکومت کو کوئی قابل ذکر وصولی نہ ہو سکی۔ (35)

1996-97 میں وفاقی حکومت نے ایک مرتبہ پھر زرعی آمدن کو ٹیکس کے دائرہ میں لانے کے لئے وفاقی بجٹ میں بڑی Confirm Comitment کی اور صوبائی حکومتوں کو سختی سے اس پر عملدر آمد کی ہدایت کی۔ اس کے نتیجہ میں صوبوں میں 1997 کے زرعی انکم ٹیکس ایکٹ اور آرڈیننس نافذ ہوئے اور موجودہ صوبائی زرعی انکم ٹیکس آرڈیننس 2000 اسی کی ترمیم شدہ شکل ہیں۔ ان آرڈیننسز میں زرعی آمدنی پر ٹیکس کے لیے زمین اور آمدنی دونوں کو بنیاد بنایا گیا ہے آرڈیننس کے شیڈول I میں ٹیکس زمین کی بنیاد پر عائد کیا گیا ہے یہ شیڈول ہر صوبہ کا فرق ہے زرعی انکم ٹیکس سے چھوٹ کی حد اور ٹیکس کی شرح تمام صوبوں کی مختلف ہے جبکہ شیڈول II میں زرعی آمدنی پر ٹیکس لگایا گیا ہے اس کی بنیادی چھوٹ اور شرح تمام صوبوں کی یکساں ہے اور پھر مالک زمین کو اس امر کا پابند کیا گیا ہے کہ ان دونوں شیڈول کی رو سے جس کے ٹیکس کی شرح زیادہ بنے گی وہ ادا کرنا ہو گا دوسرا انہیں اس قانون کے دیگر اہم نکات یہ ہیں:

زرعی آمدنی سے مراد ہے

(a) ایسی اراضی سے حاصل کردہ لگان (*Rent*) یا
مالیہ جو پاکستان میں واقع ہو اور زرعی مقاصد کے لئے استعمال کی جاتی ہو۔

(b) ایسی اراضی سے حاصل شدہ آمدنی جو کہ

(i) زراعت سے یا

(ii) کاشتکار یا لگان بصورت جنس وصول کنندہ کے ایسے عمل سے وابستہ ہو جو عام طور پر ایک کاشتکار یا لگان بصورت جنس وصول کنندہ' جنس پیدا کردہ یا وصول کردہ کو منڈی تک لے جانے کے قابل بناتا ہو۔

(iii) کاشتکار یا لگان بصورت جنس وصول کنندہ کی طرف سے جنس کی فروخت جو اس نے پیدا کی یا فروخت کی یا جس سے متعلقہ پیراگراف (ii) میں مذکور نوعیت کے عمل کے علاوہ کوئی اور عمل نہ کیا گیا۔

(C) کسی فرد نے کوئی ایسی آمدنی حاصل کی ہو

(i) ایسی عمارت سے آمدن جو اراضی کے لگان (کرایہ) یا مالیہ کے وصول کنندہ کی ملکیت اور زیر قبضہ ہو۔ جیسا کہ کلاز (a) اور (b) میں بیان ہوا ہے۔

(ii) ایسی عمارت جو کاشتکار یا لگان بصورت جنس وصول کنندہ کے زیر قبضہ ہو یا ایسی اراضی جس پر یا جس کی پیداوار کے ضمن میں ذیلی دفعہ 'ب' کے پیرا (ii) اور (iii) میں مذکور کوئی عمل انجام دیا گیا ہو۔

(iii) زمین سے حاصل ہونے والی وہ آمدن جو کہ کاشتکار یا لگان وصول کنندہ (جنس میں) ایسی زمین کی پیداوار بیچ کر حاصل کرتا ہے۔

(iv) زرعی مقاصد کے لئے استعمال ہونے والی عمارت کی آمدنی۔ بشرطیکہ ایسی عمارت، اس اراضی پر یا اس کے قریب اراضی پر ہے جو کہ لگان یا مالیہ کنندہ یا کاشتکار یا لگان بصورت جنس وصول کنندہ کو زمین کے ساتھ تعلق کی بناء پر بطور رہائش مکان یا سٹور یا بیرونی عمارت درکار ہے۔ (36)

2۔ ہر مالک زرعی زمین کو (بشرطیکہ وہ مطلوبہ شرائط پر پورا اترے) زرعی آمدنی پر ٹیکس ادا کرنا ہوگا اور مالک (Owner) میں شامل ہے مشترکہ ہندو خاندان کا فرد چاہے وہ انفرادہ طور پر اراضی کا مالک ہو یا کسی اور فرد کے ساتھ شراکت دار ہو اور اس میں مرتہن بلقبضہ (Mortgagee in Pocession) لیز پر لینے وال اور سرکاری زمین کا مالک بھی شامل ہے۔(37)

3۔ ہر مالک اراضی جو ایک خاص حد سے زیادہ کاشتہ اراضی رکھتا ہو کو اپنی کل زرعی آمدن (Total Agricultural Income) کا گوشوارہ جمع کروانا ہوگا۔ (38)

4۔ زرعی آمدن کا گوشوارہ جمع نہ کروانا

اگر کوئی مالک زمین بغیر کسی معقول جواز کے دیئے گئے مخصوص وقت میں زرعی آمدن کا گوشوارہ جمع نہیں کرواتا تو اسے جرمانہ کیا جا سکتا ہے جو غلطی کے دنوں کا سو روپیہ فی دن سے زیادہ نہیں ہوگا۔ (39)

5۔ کاشتہ اراضی وغیرہ چھپانے پر جرمانہ

اس ایکٹ کے تحت کسی کاروئی کے دوران کلکٹر، اپیلٹ یا کسی متعلقہ اتھارٹی کو یقین ہو کہ اس کاروائی کے دوران یا اس سے پہلے اس سال محصول سے متعلق تشخیص کی کاروائی کے دوران اس نے اپنی کاشتہ اراضی چھپائی ہے یا اپنی کاشتہ اراضی کے غلط کوائف دیئے ہیں یا اس نے اپنی زرعی آمدن چھپائی ہے یا ایسی آمدن سے متعلق غلط کوائف دیئے ہیں ایسے مالک پر اتنا جرمانہ عائد کیا جا سکتا ہے جتنا کہ اس نے کاشتہ اراضی کو چھپا کر یا کاشتہ اراضی سے متعلق غلط کوائف دے کر یا اپنی زرعی آمدن چھپا کر یا اپنی زرعی آمدن کے غلط کوائف دے کہ اس کے محصول بچانا چاہا۔**(40)**

6۔ کاشتکار اپنی کل آمدنی میں سے زرعی اخراجات منہا کر کے محصول تشخیص کرے گا اور ان زرعی اخراجات میں شامل ہے۔

الف) مندرجہ ذیل کے لئے کوئی خرچ مزدوری

i۔ زمین کی کاشت

ii۔ بیج کی بوائی

iii۔ ہل چلانا

iv۔ کانٹ چھانٹ

v۔ پیداوار کو منڈی تک لے جانے کے لئے موزوں بنانا

vi۔ کوئی دوسرا زراعتی عمل

ب) مندرجہ ذیل کی خرید پر ہونے والا کوئی خرچ

i۔ بیج

ii۔ کھاد اور وباکش ادویات

ج) مندرجہ ذیل پر ہونے والا کوئی خرچ

i۔ زرعی آمدن حاصل کرنے کے لئے جانور، ٹریکٹر، زراعتی مشین اور آلات کا ادھار پر لینا

ii۔ راجباہوں کی مرمت اور نگہداشت

د) مندرجہ ذیل پر ہونے والا خرچ

i۔ زرعی فصل کی کٹائی

ii۔ زرعی پیداوار کی بازارکاری

ر) مندرجہ ذیل کے سلسلہ میں ادا کردہ کوئی رقم

i۔ عشر

ii۔ مقامی سیس و دیگر حبوب

iii۔ واٹر ریٹ (آبیانہ)

iv۔ زراعت کے لئے استعمال ہونے والے ٹیوب ویلوں اور لفٹ پمپوں کے متعلق بجلی کے بل

v۔ زراعت کے لئے استعمال ہونے والے ٹیوب ویلوں اور لفٹ پمپوں کے متعلق ایندھن کے

اخراجات:

vi۔ زراعت کے لئے استعمال شدہ زمین پر لگان

vii۔ زرعی قرضہ جات کا حصول

viii۔ زرعی قرضہ جات پر مارک اپ (سود)

ف) زرعی آمدنی حاصل کرنے کی غرض سے استعمال ہونے والی تشخیص الیہ کی کی مملوکہ عمارت، مشینری اور پلانٹ کی فرسودگی (Depreciation) کے سلسلے میں الاؤنس تحریری قدر کے 15% کی شرح سے

ک) کوئی دیگر خرچ جو اخراجات سرمایہ اور ذاتی اخراجات کے علاوہ ہو اور شخص الیہ نے کلی طور پر زراعت کی غرض سے کیا ہو۔(41)

پاکستان کے چاروں صوبوں میں رائج زرعی انکم ٹیکس کی شرح کی تفصیل یہ ہے:

پنجاب

شیڈول I

دفعہ (I) 3

کل کاشتہ اراضی کی حد	شرح محصول فی ایکٹر
12 ایکٹر سے زائد نہ ہو	ندارد
12 ایکٹر سے زائد مگر 25 ایکٹر سے زائد نہ ہو	150 روپے
25 ایکٹر سے زائد ہو تو	250 روپے

شیڈول II

(دفعہ (2)3)

کل زرعی آمدنی پر محصول کی شرح

1۔	اگر کل آمدنی 100,000 سے زائد ہو	5%
2۔	اگر کل آمدنی 100,000 سے زائد مگر 200,000 سے زائد نہ ہو	5000 معہ 100,000 سے زائد رقم کا %7
3۔	اگر کل آمدنی 200,000 سے زائد مگر 300,000 سے زائد نہ ہو تو	125,00 روپے معہ 200,000 سے زائد رقم کا 10%
4۔	اگر کل آمدنی 300,000 سے زائد ہو تو	225,00 روپے معہ 300,000 سے زائد رقم کا 15%

تاہم مذکورہ بالا آمدنی کے پہلے 80,000 پر کوئی محصول قابل ادائیگی نہ ہوگا۔

دیگر تینوں صوبوں کا شیڈول II بھی اسی شرح پر مبنی ہے

سندھ

شیڈول ا

(دفعہ 3)

آبپاشی اراضی	200روپے فی ایکٹر
غیرآبپاشی اراضی	100روپے فی ایکٹر
پختہ باغات (کیلا۔پان)	
آبپاش	500روپے فی ایکٹر
غیرآبپاش	250روپے فی ایکٹر

چھوٹ

i۔ 16ایکٹرآبپاش پر کوئی ٹیکس نہیں ہوگا۔

ii۔ 32ایکٹرغیرآبپاش پر کوئی ٹیکس نہیں ہوگا۔

iii۔ اس چھوٹ کا اطلاق پختہ باغات (کیلےاور پان) پر نہیں ہوگا۔

iv۔ صحرا تھراورکوہستان کے علاقوں پر کوئی ٹیکس لاگونہیں کیا جائے گا۔

سرحد

شیڈول ا

(دفعہ 3)

کل کاشتہ اراضی کی حد	محصول کی شرح فی ایکٹر
05ایکٹر سے زائد نہ ہو	50 روپے
5ایکٹر سے زائد مگر 1/2 12ایکٹر سے زائد نہ ہو	72روپے
12ایکٹر سے زائد ہوتو	100روپے
باغات	300روپے

غیرآبپاش اراضی کا دوایکٹرآبپاش اراضی کے ایک ایکٹر کے مساوی ہوگا۔

بلوچستان

شیڈول I

(دفعہ 3)

لینڈ ٹیکس کی شرحیں	شرح محصول فی ایکڑ
آبپاشی اراضی (پختہ باغات کے علاوہ)	50 روپے
غیر آبپاش اراضی	ندارد
پختہ باغات (آبپاش)	200 روپے

زرعی انکم ٹیکس کے قانون میں کچھ قانونی سقم پائے جاتے ہیں ذیل میں ان کو مختصراً دیکھتے ہیں (اگرچہ اسلام کے حوالہ سے تنقیدی جائزہ آخری باب میں لیا جائے گا)

1۔ پاکستان انکم ٹیکس آرڈیننس 2001ء کے شیڈول ا کی کلاز 2 ڈویژن ا پارٹ ا کے تحت جو افراد دوسری آمدنی کے ساتھ ساتھ زرعی آمدنی (دفعہ 41 کے مطابق) بھی رکھتے ہیں اور ان کی کل آمدن 80,000 کی بنیادی چھوٹ سے زائد ہے تو ان پر درج ذیل شرح کے مطابق انکم ٹیکس لاگو ہوگا۔

قابل محصول آمدنی	محصول کی شرح
1۔ اگر قابل ٹیکس آمدنی 150,000 سے زائد ہو	7.5%
2۔ اگر قابل ٹیکس آمدنی 150,000 سے زائد مگر 300,000 سے زائد نہ ہو	11200 معہ 150,000 سے زائد رقم کا 12.5%
3۔ اگر قابل ٹیکس آمدنی 300,000 سے زائد مگر 400,000 سے زائد نہ ہو تو	30000 روپے معہ 300,000 سے زائد رقم کا 20%
4۔ اگر قابل ٹیکس آمدنی 400,000 سے زائد ہو مگر 700,000 سے زائد نہ ہو تو	50000 روپے معہ 300,000 سے زائد رقم کا 25%
5۔ اگر قابل ٹیکس آمدنی 700,000 سے زائد ہو تو	125000 روپے معہ 700,000 سے زائد رقم کا 35%

اس قانون کے تحت حکومت نے ٹیکس کی شرح کا تعین کرتے وقت زرعی آمدن کو دوسری آمدن کے ساتھ ملا دیا ہے جس کا یہ نتیجہ نکلا

i۔ زرعی انکم ٹیکس لگانا جو کہ پاکستان کے آئین کی دفعہ (6) 70 'وفاقی قانون سازی کی فہرست کی انٹری 47 کے ساتھ خالصتاً صوبوں کا استحقاق ہے مگر وفاقی حکومت نے آئین کے خلاف ورزی کرتے ہوئے زرعی آمدن پر ٹیکس عائد کر دیا۔

> " The federation has, in fact through this provision, indirectly taxed "agricultural income" is utter violation of provisions of the constitution and unlike the repealed ordinance has included all catagories of individual tax payers (even those who have salary income from property or have even earned profit on bank deposits)." (42)

مثال کے طور پر اگر ایک فرد کی زرعی آمدنی 80,000 روپے ہے (جس پر وہ صوبائی زرعی انکم ٹیکس کے تحت ٹیکس دے چکا ہے) اور جائداد سے اس کی آمدن 70,000 ہے انکم ٹیکس آرڈیننس 2001ء کی درج شق کے تحت اس کو 11,250 روپے ٹیکس ادا کرنا ہوگا۔ حالانکہ پراپرٹی ٹیکس سے حاصل ہونے والی آمدنی 70,000 زرعی انکم ٹیکس سے مستثنیٰ تھی اور زرعی آمدنی 80,000 پر وہ پہلے ہی صوبہ کی حکومت کو ٹیکس ادا کر چکا تھا۔

ii۔ آئین کی خلاف ورزی کے ساتھ ساتھ حکومت نے ایک فرد کو ڈبل ٹیکس عائد کر دیا۔ وہ ایک ہی آمدنی پر دو دفعہ ٹیکس ادا کر رہا ہے۔

> " It has imposed double jeopardy on the same person for the same income. This is the worst cost of fiscal high handedness on the part of state which cares little about the fundamental needs of its citizens." (43

2۔ قابل محصول اراضی کو دو اقسام آبپاش اراضی اور غیر آبپاش اراضی میں تقسیم کیا گیا ہے اور پھر آبپاشی کی تمام اقسام اور غیر آبپاشی کی تمام اقسام پر ایک ہی شرح سے ٹیکس لگایا گیا ہے جو کہ مناسب نہیں۔ مثلاً آبپاش اراضی میں شامل ہیں

i۔ دوامی (سال بھر چلنے والی) نہروں سے سیراب ہونے والے علاقے

ii۔ ششماہی (چھ ماہ بہنے والی) نہروں سے سیراب ہونے والے علاقے

iii۔ ٹیوب ویل سے سیراب ہونے والے علاقے

iv۔ ٹیوب ویل اور نہروں سے سیراب ہونے والے علاقے

v۔ کنواں سے سیراب ہونے والی زمینیں

ان تمام رقبوں پر جو سہولیات اور آمدنی میں باہم فرق رکھتے ہیں ایک ہی شرح سے ٹیکس لگانا زیادتی ہے

اس طرح غیر آبپاشی اراضی (بارانی علاقے) میں پتھریلہ بارانی علاقہ' غیر پتھریلہ بارانی علاقہ' کم بارشوں والا یا زیادہ بارشوں والا علاقہ شامل ہے۔ پنجاب میں راولپنڈی اور گوجرانوالہ ڈویژن میں زیادہ بارشیں ہوتی ہیں جبکہ اس کے مقابلہ میں تھل' چولستان' ڈیرہ غازی خان ڈویژن میں بہت کم بارش ہوتی ہے۔

"The levy of the same tax on all types of different lands have more or less income is harsh and unprecedented. It will adversely effect the landowners having lesser income on acount of in ferior fertility or in-adequacy of facilities or on account of one or the other reason." (44)

مختصراً زرعی آمدنی کی تشخیص اگرچہ زمین سے کاشت کی بنا پر ہی کی جاتی ہے لیکن زمین کی قسم' حیثیت' مسائل' ماحول وغیرہ فی ایکٹر پیداوار پر اثر انداز ہوتے ہیں ان سب کو ایک لاٹھی سے نہیں ہانکنا چاہیے۔

3۔ زرعی انکم ٹیکس آرڈیننس 2000ء کے شیڈول II میں 80,000 کی ابتدائی زرعی آمدنی کو انکم ٹیکس سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے لیکن قانون میں کل زرعی آمدنی پر (80,000 چھوٹ سمیت) ٹیکس کی شرح نکالی گئی ہے اگر کل رقم سے ہی ٹیکس کی شرح بنانی تھی تو پھر 80,000 کی چھوٹ کے کیا معنی؟

4۔ آرڈیننس کی رو سے زرعی ٹیکس کاشتہ اراضی (Cultivated Land) پر وصول کیا جائے گا اور کاشتہ اراضی سے مراد ہے۔ Area of Land which was sown اب ضروری نہیں ہے کہ تمام Sown علاقہ فوری فصل بھی دے خصوصاً بارانی علاقوں میں فصل کا سارا انحصار موسم پر منحصر ہوتا ہے۔ اکثر Sown رقبے فصل پیدا کرنے سے قاصر ہوتے ہیں موجودہ صورت حال میں ویسے بھی محصول عموماً Sown area کی بجائے Holding (ملکیت) پر ہی وصول کیا جا رہا ہے۔ Sown (بویا گیا) کی بجائے Harvested (کاٹا گیا) کا لفظ استعمال ہونا چاہیے تا کہ زمیندار جو فصل حاصل کرتا ہے صرف اس پر ٹیکس ہو ضائع جانے والے حصہ پر نہیں۔

حوالہ جات

1- *The New Encyclopaedia Britannica, Chicago 15th edition 28:416*

2- Ibid

3- *Akhtar Raza Rana, Taxation System of Pakistan,Book Traders Lahore, P.16-17*

4 *National Taxation Reform Commission (Final Report), Dec, 1986, Para 6.1P. 131*

5- *The Income Tax Ordinance 2001, Law Publishers Lahore,P.41*

6- *Ahsan Sohail Anjum, 1973's Constitution of Pakistan, Mansoor Book House Lahore 1986, P.155*

7- اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین' لاہور لاء ٹائمز پبلیکیشنز لاہور ص:100

8- *Report of Prime Minister's TASK FORCE ON AGRICULTURE, Revenue Division Ministry of Finance, Revenue and Economic Affairs, Government of Pakistan, Dec. 1993, P.23,*

9- *National Taxation Reform Commission Final Report , Para 6.2, P. 131*

10- *Op., Cit., , Para 6.2, P.132*

11- *Report of Prime Minister's Task Force on Agriculture, P.23*

12- *Finance (Supplementry) Act, 1977 (Act-I of 1977)Gazette of Pak. Entraordinary, Part I, 9th January 1977.*

13- *Akram Ul Haq, Constitutional Violations in Levying Agricultrural Income Tax, (Research Paper)*

14- زرعی اصلاحات 77-1972' منصور بک ہاؤس لاہور' صفحہ 75-74

15- *National Taxation Reform Commission final Report 1986, Page No. 134,137-138, Para 6.6, 6.7*

16- *Report of the National Commission on Agriculture 1988, Ministry of Food and Agriculture, Government of Pakistan, March, 1988, Para 29-42 P. 536*

17- *Op., Cit., Para 29.48, Table No. XXIX.13*

18- *Proposals from Ewan-e-Zaraat, Punjab, Ewan-e-Zaraat, Punjab, Etemmad Centre, Davis Road, Lahore, V:II, P.113*

19- *Op., Cit.,V: II, P.123-124*

20- *Report of Prime Minister's TASK FORCE ON AGRICULTURE, P. iii*

21- *Op., Cit.,* P.VIII

22- *Purposals from Ewan-e-Zaraat Punjab, V:II, P.124*

23- *National Taxation Reform Commission final report 1986, Para 6.17, P.137*

24- *Report of the National Commission on Agriculture 1988, Para 29.41, P.536*

25- *National Taxation Reforms Commission final report 1986, Para 6.31, P.153*

26- *Purposals from Ewan-e-Zaraat, Punjab, V:II, P.126*

27- *National Taxation Reforms Commission final Report 1986, Para 6.31, P.153*

28- *Op., Cit., Para 6.32, P.153*

29- *Op., Cit.*, Para 6.17, P.134

30- Op., Cit., Para 6.8, P.134

31- *S. Akbar Zaidi, Issues In Pakistan Economy, Oxford , University Press, P.315*

32- S. Akbar Zaidi, *Op., Cit.*,P.17

33- *Ibid*

34- *Punjab Ordinance No. VIII of 1993, No. Legis: 3(VIII)/93 Dated 26th,Sep. 1993, Sind (Act XXII OF 1994) No. PAS/Legis-B-18/94,NWFP (ORD VIII of 1993) No. Legis. 1(5)/93 dated 4.10.93,Balochistan (ORD V of 1993) No. Legis, 1-94/LAW/93 dated 2nd Oct1993.*

35- *Report of Prime Minister's Task Force on Agricultre P.24*

36- *Punjab Ordinance No. I of 2000, No. Legis 3(I) 2000 dated 30th June 2000, SEC 2(a), Sind Land Tax and Agriculture Income Tax Ord 2000 dated Ist July 2000 Sec 2(a), NWFP Land Tax and Agriculture Income Tax Ord 2000*

No. Legis. 1(5)/93/4227 dated 27.7.2000, Sec. 2(a), Balochistan Tax on Land Agriculture Income Ord 2000, No. Legis 1(94)/LAW/93 Sec 2(a)

37- *The Punjab Agricultural Income Tax Act 1997, (Act I of 1997), No. Legis 2 (30) / 97 dated 16 June 1997 Sec 2 (f), Sind Land Tax and Agriculture Income Tax Ord 2000 dated Ist July 2000 Sec 2(M), NWFP Land Tax and Agriculture Income Tax Ord 2000 No. Legis. 1(5)/93/4227 dated 27.7.2000, Sec. 2(M), Balochistan Tax on Land Agriculture Income Ord 2000, No. Legis 1(94)/LAW/93 Sec 2(ii)*

38- *Punjab Ordinance No. I of 2000, No. Legis 3(I) 2000 dated 30th June 2000, SEC 2(a), Sind Land Tax and Agriculture Income Tax Ord 2000 dated Ist July 2000 Sec 4(3).*

39- *Punjab Ordinance No. I of 2000, No. Legis 3(I) 2000 dated 30th June 2000, SEC 2(a), Sind Land Tax and Agriculture Income Tax Ord 2000 dated Ist July 2000 Sec 2(a),*

40- *Punjab Ordinance No. I of 2000, No. Legis 3(I) 2000 dated 30th June 2000, SEC 9(1), Sind Land Tax and Agriculture Income Tax Ord 2000 dated Ist July 2000 Sec 9(a), NWFP Land Tax and Agriculture Income Tax Ord 2000 No. Legis. 1(5)/93/4227 dated 27.7.2000, Sec. 9,10(a), Balochistan Tax on Land Agriculture Income Ord 2000, No. Legis 1(94)/LAW/93 Sec 10(a)*

41- *Punjab Agriculture Income Tax Ordinance (VIII of 2001) Sec 4-A, Sind Land Tax and Agriculture Income Tax Ord 2000 dated Ist July 2000 Sec 2(a), Balochistan Tax on Land Agriculture Income Ord 2000, No. Legis 1(94)/LAW/93 Sec 2(a)*

42- *Ikram-ul-Haq, Op., Cit., P.2*

43- *Ibid*

44- *Purposals from Ewan-e-Zaraat Punjab, V-II, P.119*

زرعی انکم ٹیکس بجٹ Estimate اور وصولی (98-1997 تا حال)

(Rs. in Million)

2000-2001			1999-2000			1998-99			1997-98			
Recovery of B.E	Recovery	بجٹ	Recovery of B.E	Recovery	بجٹ	Recovery of B.E	Recovery	بجٹ	Recovery of B.E	Recovery	بجٹ	
69%	685	1000	94%	1408	1500	58%	944	1633	40%	563	1420	پنجاب
86.71%	444.774	512917	56.71%	291.82	514,536	97.48%	238.20	244,115	64.45%	213	330.471	سندھ
33%	2,70	8,20	43%	7,41	17,18	81%	4,68	5,79	11%	94,63	856	سرحد
					142		2.8	0.7		0.0	10.0	بلوچستان

2003-04			2002-03			2001-02			
Recovery B.E	Recovery	بجٹ	Recovery B.E	Recovery	بجٹ	Recovery B.E	Recovery	بجٹ	
74%	768	1037	52%	656	1250	44%	556	1250	پنجاب
81.39%	201.121	247.79	79.24%	215.33	316774	81.26%	397.027	488.548	سندھ
90%	4,48	4,95	64%	3,85	6,01	83%	4.39	5.32	سرحد
									بلوچستان

Source:- ***Punjab Board of Revenue.***

N.W.F.P Board of Revenue.

Sindh Board of Revenue.

Balochistan (Not Available)

زرعی انکم ٹیکس پنجاب کی شرحیں (1993 تا حال)

شیڈول I

محصول مبنی بر اراضی

آبپاشی اراضی	آرڈیننس VIII 1993	آرڈیننس XV 1996	آرڈیننس XII 1997	آرڈیننس XXII 1997	ایکٹ I 1997	ایکٹ 1998	آرڈیننس I (ترمیمی) 2000	آرڈیننس III 2001	آرڈیننس VIII 2002	ایکٹ VIII 2003
	26 ستمبر 1993ء	06 دسمبر 1996ء	16 اپریل 1997	30 مئی 1997	16 جون 1997	08 مئی 1998	30 جون 2000	23 مئی 2001	08 جولائی 2002	06 جون 2003
05 ایکڑ سے متجاوز نہ ہو	----	----	----	----	----	----	ندارد	----	ندارد	----
05 ایکڑ سے متجاوز ہو مگر 12.5 ایکڑ سے متجاوز نہ ہو	----	----	----	----	----	----	50 روپے فی ایکڑ	----	----	----
05 ایکڑ سے متجاوز ہو مگر 25 ایکڑ سے متجاوز نہ ہو	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----
7.5 ایکڑ سے متجاوز ہو مگر 12.5 ایکڑ سے متجاوز نہ ہو	----	----	----	75 روپے فی ایکڑ	----	----	----	----	100 روپے فی ایکڑ	----
12.5 ایکڑ سے متجاوز نہ ہو	----	ندارد	----	----	ندارد	ندارد	----	ندارد	----	ندارد
12.5 ایکڑ سے متجاوز ہو مگر 25 ایکڑ سے متجاوز نہ ہو	----	100 روپے فی ایکڑ	----	100 روپے فی ایکڑ	100 روپے فی ایکڑ	100 روپے فی ایکڑ	100 روپے فی ایکڑ	100 روپے فی ایکڑ	----	150 روپے فی ایکڑ
25 ایکڑ سے متجاوز ہو	----	----	ندارد	----	----	----	----	----	----	----
25 ایکڑ سے متجاوز ہو مگر 50 ایکڑ سے متجاوز نہ ہو	----	125 روپے فی ایکڑ	100 روپے فی ایکڑ	125 روپے فی ایکڑ	300 روپے فی ایکڑ	300 روپے فی ایکڑ	300 روپے فی ایکڑ	300 روپے فی ایکڑ	----	----
25 ایکڑ سے متجاوز نہ ہو	----	----	----	----	----	----	----	----	200 روپے فی ایکڑ	250 روپے فی ایکڑ
50 ایکڑ سے متجاوز نہ ہو	----	150 روپے فی ایکڑ	----	150 روپے فی ایکڑ	350 روپے فی ایکڑ	350 روپے فی ایکڑ	350 روپے فی ایکڑ	350 روپے فی ایکڑ	----	----
50 ایکڑ سے متجاوز ہو مگر 100 ایکڑ سے متجاوز نہ ہو	----	----	125 روپے فی ایکڑ	----	----	----	----	----	----	----
100 ایکڑ سے متجاوز ہو	----	----	150 روپے فی ایکڑ	----	----	----	----	----	----	----
4000 پیداواری یونٹ سے متجاوز نہ ہو	ندارد	----	----	----	----	----	----	----	----	----
4000 پیداواری یونٹ سے متجاوز ہو	2 روپے فی پیداواری یونٹ	----	----	----	----	----	----	----	----	----
باغات	----	----	----	----	500 روپے فی ایکڑ	500 روپے فی ایکڑ	500 روپے فی ایکڑ	500 روپے فی ایکڑ	300 روپے فی ایکڑ	----
زرعی انکم ٹیکس سے چھوٹ کی حد	4000 پیداواری یونٹ	12.5 ایکڑ	25 ایکڑ	17.5 ایکڑ	12.5 ایکڑ	5 ایکڑ	5 ایکڑ	12.5 ایکڑ	5 ایکڑ	12.5 ایکڑ

نوٹ:- آبپاش اراضی کا ایک ایکڑ غیر آبپاش اراضی کے دو ایکڑ کے برابر ہوگا۔

زرعی انکم ٹیکس سندھ کی شرحیں (1994 تا حال)

محصول مبنی بر اراضی و فصل

شیڈول I

آبپاشی اراضی	ایکٹ 1994 XXII	آرڈیننس 1997 X	آرڈیننس 1997 XVI	آرڈیننس 1998	آرڈیننس 1998 XI	آرڈیننس 1999 II	آرڈیننس 2000 XX
	04 اکتوبر 1994	07 مئی 1997	20 دسمبر 1997	19 مئی 1998	28 اکتوبر 1998	28 جنوری 1999	یکم جولائی 2000
4000 پیداوار یونٹ سے متجاوز نہ ہو	ندارد	----	----	----	----	----	----
4000 پیداوار یونٹ سے متجاوز ہو	2 روپے فی پیداواری یونٹ	----	----	----	----	----	----
12 ایکڑ سے متجاوز نہ ہو (بیراج علاقے میں)	----	ندارد	ندارد	ندارد	ندارد	ندارد	----
کپاس	----	75 روپے فی ایکڑ	75 روپے فی ایکڑ	75 روپے فی ایکڑ	75 روپے فی ایکڑ	75 روپے فی ایکڑ	----
گنا	----	75 روپے فی ایکڑ	75 روپے فی ایکڑ	75 روپے فی ایکڑ	75 روپے فی ایکڑ	75 روپے فی ایکڑ	----
گندم	----	40 روپے فی ایکڑ	40 روپے فی ایکڑ	40 روپے فی ایکڑ	40 روپے فی ایکڑ	40 روپے فی ایکڑ	----
چاول	----	30 روپے فی ایکڑ	30 روپے فی ایکڑ	30 روپے فی ایکڑ	30 روپے فی ایکڑ	30 روپے فی ایکڑ	----
پختہ باغات	----	300 روپے فی ایکڑ	300 روپے فی ایکڑ	300 روپے فی ایکڑ	300 روپے فی ایکڑ	300 روپے فی ایکڑ	700 روپے فی ایکڑ
دیگر فصلیں	----	40 روپے فی ایکڑ	40 روپے فی ایکڑ	40 روپے فی ایکڑ	40 روپے فی ایکڑ	40 روپے فی ایکڑ	----
آبپاشی اراضی	----	----	----	----	----	----	200 روپے فی ایکڑ
زرعی انکم ٹیکس چھوٹ کی حد	4000 پیداواری یونٹ	12 ایکڑ تک بیراج علاقہ میں 24 ایکڑ تک غیر بیراج علاقہ میں	12 ایکڑ تک بیراج علاقہ میں 24 ایکڑ تک غیر بیراج علاقہ میں	12 ایکڑ تک بیراج علاقہ میں 24 ایکڑ تک غیر بیراج علاقہ میں	12 ایکڑ تک بیراج علاقہ میں 24 ایکڑ تک غیر بیراج علاقہ میں	12 ایکڑ تک بیراج علاقہ میں 24 ایکڑ تک غیر بیراج علاقہ میں	1۔ 16 ایکڑ آبپاش پر کوئی ٹیکس نہیں ہوگا۔ 2۔ صحرائے تھر اور کوہستان کے علاقہ سے کوئی ٹیکس نہیں لیا جائے گا 3۔ اس چھوٹ کا اطلاق پختہ باغات، پان اور کیلے پر نہیں ہوگا۔

نوٹ:۔ 1۔ NON-BARRAGE علاقہ میں درج بالا شرح نصف شمار ہوگی۔ 2۔ بیراج علاقے کا ایک ایکڑ غیر بیراج علاقہ کے دو ایکڑ کے برابر شمار ہوگا۔

زرعی انکم ٹیکس بلوچستان کی شرحیں (1993 تا حال)

محصول مبنی بر اراضی و فصل

شیڈول I

آبپاشی اراضی	آرڈیننس V 1993	ایکٹ II 1996	آرڈیننس VI 1997	آرڈیننس II 2000
	02 اکتوبر 1993	14 فروری 1996	11 جون 1997	30 جون 2000
4000 پیداوار یونٹ سے متجاوز نہ ہو	ندارد	ندارد	----	----
4000 پیداوار یونٹ سے متجاوز ہو	2 روپے فی پیداواری یونٹ	2 روپے فی پیداواری یونٹ	----	----
6000 پیداوار یونٹ سے متجاوز ہو		3 روپے فی پیداواری یونٹ		
گندم، چاول، چنا، دالیں، روغنی بیج، دیگر فصلیں			50 روپے فی ایکٹر	
کپاس، کھجور، گنا			100 روپے فی ایکٹر	
سبزیاں، مرچ، پیاز، آلو، چارہ			200 روپے فی ایکٹر	
پھل، تمباکو			300 روپے فی ایکٹر	
پان			500 روپے فی ایکٹر	
Plezat، زیرہ			200 روپے فی ایکٹر	
پختہ باغات				200 روپے فی ایکٹر
پختہ باغات کے علاوہ آبپاشی اراضی				50 روپے فی ایکٹر
زرعی انکم ٹیکس چھوٹ کی حد	4000 روپے پیداواری یونٹ	4000 روپے پیداواری یونٹ	1۔ 32 ایکٹر تک گندم، چاول، چنا کا کھیت جو نہر یا ندی سے سیراب ہو 2۔ دوبارہ فصل پر ٹیکس کی شرح آدھی ہوگی۔ 3۔ ٹیوب/ کنویں سے سیراب ہونے والی اراضی پر کوئی ٹیکس نہیں 4۔ سیلابہ خشکابہ زمین پر کوئی ٹیکس نہیں	آبپاش اراضی پر کوئی چھوٹ نہیں غیر آبپاش پر کوئی ٹیکس نہیں

نوٹ:- آبپاشی اراضی کا ایک ایکٹر غیر آبپاشی اراضی کے دو ایکٹر کے مساوی ہوگا۔

زرعی انکم ٹیکس سرحد کی شرحیں (1993 تا حال)

محصول مبنی براراضی

آبپاشی اراضی	آرڈیننس VIII 1993	ایکٹ I 1994	آرڈیننس 2000	آرڈیننس X 2001
	04 اکتوبر 1993	30 جون 1994		
4000 پیداوار یونٹ سے متجاوز نہ ہو	ندارد	ندارد	----	-----
4000 پیداوار یونٹ سے متجاوز ہو	2 روپے فی پیداواری یونٹ	2 روپے فی پیداواری یونٹ	----	-----
105 ایکٹر سے متجاوز نہ ہو			50 روپے فی ایکٹر	50 روپے فی ایکٹر
105 ایکٹر سے زائد مگر 12.5 سے متجاوز نہ ہو			72 روپے فی ایکٹر	72 روپے فی ایکٹر
12.5 ایکٹر سے متجاوز نہ ہو			100 روپے فی ایکٹر	100 روپے فی ایکٹر
باغات			300 روپے فی ایکٹر	300 روپے فی ایکٹر
زرعی انکم ٹیکس چھوٹ کی حد	4000 روپے پیداواری یونٹ	4000 روپے پیداواری یونٹ	کوئی چھوٹ نہیں	کوئی چھوٹ نہیں

نوٹ:۔ آبپاش اراضی کا ایک ایکٹر غیر آبپاش اراضی کے دو ایکٹر کے مساوی ہوگا۔

زرعی انکم ٹیکس کی شرحیں

شیڈول II

محصول مبنی برزرعی آمدنی

زرعی آمدنی پرمحصول کی شرح	پنجاب آرڈیننس (ترمیمی) I 2000	سندھ آرڈیننس 2000	سرحد آرڈیننس 2000	بلوچستان آرڈیننس XXI 2001
1۔ اگرکل آمدنی ایک لاکھ 1,00,000 روپے سے زائد نہ ہو	زرعی انکم ٹیکس کل (Net) زرعی آمدنی پر ہوگا۔ کل آمدنی کا 5%	زرعی انکم ٹیکس کل (Net) زرعی آمدنی پر ہوگا۔ کل آمدنی کا 5%	زرعی انکم ٹیکس کل (Net) زرعی آمدنی پر ہوگا قابل محصول آمدنی کا 5%	زرعی انکم ٹیکس کل (Net) زرعی آمدنی پر ہوگا قابل محصول آمدنی کا 5%
2۔ اگرکل آمدنی 1,00,000 روپے سے زائد ہومگر 2,00,000 سے زائد نہ ہو	5000 روپے مع 1,00,000 روپے سے زائد رقم کا 7.5%	5000 روپے مع 1,00,000 روپے سے زائد رقم کا 7.5%	5,000 روپے 1,00,000 روپے سے زائد رقم کا 7.5%	5,000 روپے 1,00,000 روپے سے زائد رقم کا 7.5%
3۔ اگرکل آمدنی 2,00,000 روپے سے زائد ہولیکن 3,00,000 روپے سے زائد نہ ہو	12,500 روپے معہ 2,00,000 روپے سے زائد رقم کا 10%	12,500 روپے معہ 2,00,000 روپے سے زائد رقم کا 10%	12,500 روپے معہ 2,00,000 روپے سے زائد رقم کا 10%	12,500 روپے معہ 2,00,000 روپے سے زائد رقم کا 10%
4۔ اگرکل آمدنی 3,00,000 روپے سے زائد ہو	22,500 روپے معہ 3,00,000 روپے سے زائد رقم کا 15%	22,500 روپے معہ 3,00,000 روپے سے زائد رقم کا 15%	22,500 روپے معہ 3,00,000 روپے سے زائد رقم کا 15%	22,500 روپے معہ 3,00,000 روپے سے زائد رقم کا 15%

نوٹ:۔ مذکورہ بالا آمدنی کے پہلے 80,000 پر کوئی محصول قابل ادائیگی نہ ہوگا۔

3۔ آبیانہ (Water Rate)

آبیانہ وہ رقم ہے جو زرعی مقاصد کے لئے استعمال ہو\نے والے نہری پانی کے بدلہ میں حکومت وصول کرتی ہے۔ یہ ایک صوبائی معاملہ ہے ہر صوبہ کی حکومت اس کا ریٹ اور اصول وضوابط طے کرتی ہے۔Canal and Drainage Act 1873 میں آبیانہ کی وضاحت کی گئی ہے کہ

36- "Charge on Occupier for Water, How determined:

The rate to be charged for canal water supplied for purpose of irrigation to the occupier's of land shall be determined by the rules to be made by Provincial Govt. and such occupiers as accept the water, shall pay for it accordingly(1)"

(مالک پر پانی کی قیمت کا تعین کیسے کیا جائے گا: مالکان زمین کو آبپاشی کے لئے جو نہری پانی مہیا کیا جائے گا اس کی قیمت کا تعین صوبائی حکومت قواعد بنا کر کرے گی اور جو مالکان زمین پانی لیں گے اسی کے مطابق اس کی قیمت ادا کریں گے)

ایکٹ ہذا کے تحت پانی کی اس قیمت کا نام Occupier's Rate (آبیانہ) ہے۔

***Occupier's Rate:** A rate so charged shall be called the "Occupier's Rate" (2)*

اس کو Water Rate بھی کہتے ہیں حکومت جس نہری پانی کی فراہمی پر آبیانہ وصول کرتی ہے اس میں صرف نہریں ہی نہیں بلکہ وہ تمام تالاب، ٹیوب ویل، ذخیرہ آب، چشمے، پانی کے راستے شامل ہیں جنھیں صوبائی حکومت تعمیر اور کنٹرول کرتی ہے

Canal Includes:

(a) All canals, Channels, tube- wells and reservoirs constructed mantained or controlled by the Provincial Govt. for the supply of storage of water.

(b) All works, embankments, structures supply and channels or reservoirs.

(c) All parts of river, stream, lake or natural collection of water or natural drainage channel, to which the Provincial Govt. has applied the provisions of Part II of the Act. (4)

آبیانہ ایک خدمت اور چیز (پانی) کا معاوضہ ہے جو حکومت وصول کرتی ہے اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ محصول نہیں ہے بلکہ Service Charges ہے جبکہ بعض اسے باقاعدہ محصول سمجھتے ہیں آبیانہ بظاہر محصول نہیں پانی کی قیمت ہے نہروں کا پانی لئے بغیر زمیندار کا گزارہ نہیں اگر آبیانے کی رقم نہریں چلانے کے برابر خرچ ہو تو اسے محصول نہیں کہتے مگر اول تو نہری پانی حکومت کی آمدنی کا بڑا ذریعہ ہیں دوم نہروں کی آمدنی زمینداروں پر ہی خرچ نہیں کی جاتی معاملہ زمین کی مانند آبیانے سے حکومت پنجاب کے خرچ نکلتے ہیں آبیانہ محض سیدھا محصول ہوا (5)

پاکستان کا نظام آبپاشی

بلاشبہ زراعت کے بنیادی عناصر زمین اور پانی ہیں ان کے بغیر کاشتکاری ممکن نہیں پانی چلتا رہے تو زراعت کا پہیہ چلتا ہے۔ آبپاشی کے حوالہ سے پاکستان کی زمین ان اقسام پر مشتمل ہے۔

1۔ **آبپاش اراضی:** اس سے مراد وہ اراضی ہے جو مصنوعی طریقہ آبپاشی سے سیراب ہوتی ہے اس کے دو انداز ہیں ایک تو سطح زمین سے پانی کا حصول جس میں نہریں، دریا، چشمے اور جھیلیں وغیرہ شامل ہیں اور دوسرا زیر زمین سے پانی حاصل کرنا یہ کنوؤں کے ذریعہ لیا جاتا ہے یا پھر بجلی اور ڈیزل کے ٹیوب ویل استعمال کئے جاتے ہیں۔

2۔ **غیر آبپاشی یا بارانی:** اس سے مراد وہ اراضی ہے جو بارش سے سیراب ہوتی ہے

Where the water supply is under human control, the agricultural systems are considered "irrigated" where such a control does not exist the resultant agriculture is considered "Barani" (6)

Over 90% of Pakistan is dominated by dry climate. (7) پاکستان کے بڑے حصے میں موسم خشک رہتا ہے اور بارش کی اوسط بہت کم ہے سارا سندھ، بلوچستان کا اکثر حصہ اور پنجاب کا ایک بڑا حصہ ساہیوال کے جنوب اور شمالی علاقہ کا مرکزی حصہ میں سارے سال میں 10 انچ (25cm) سے بھی کم بارش ہوتی ہے۔ (8) اس لئے پاکستان کی زراعت کا تقریباً تمام تر انحصار مصنوعی طریقہ آبپاشی پر ہے اور اس مصنوعی آبپاشی میں بھی نہری نظام کا حصہ غالب ہے اعداد و شمار کی روشنی میں دیکھیں تو پاکستان کا کل رقبہ 79.61 ملین ہیکٹر ہے اس میں سے کاشت شدہ رقبہ صرف 22.27 ملین ہیکٹر ہے اور اس کاشت شدہ رقبہ کا 14.21 ملین ہیکٹر نہری پانی، نہر سے متعلق کنوؤں اور ٹیوب ویلوں سے سیراب کیا جاتا ہے، 3.65 ملین ہیکٹر کنوؤں بجلی یا ڈیزل کے ٹیوب ویلوں سے اور بقایا صرف 4.42 رقبہ کا انحصار صرف بارش پر ہے۔ (9) گویا تقریباً 3/4 حصہ کا انحصار آبپاشی پر ہے اور بقایا 1/4 کا بارش پر۔ نہری پانی سے زمینوں کو سیراب کرنے کا معاوضہ کسان حکومت کو آبیانہ کی صورت میں ادا کرتا ہے اور ٹیوب ویل کی صورت میں ڈیزل کا خرچ برداشت کرتا ہے یا پھر بجلی کے بل کی ادائیگی۔ پاکستان کا نہری نظام دنیا کا سب سے پرانا (تقریباً 180 برس) اور بڑا نظام ہے اس نظام کی وجہ سے پاکستان کو زراعت میں ایسی سہولت حاصل ہے جس سے دنیا میں صرف معدودے چند ملک ہی بہرہ ور ہیں۔ (10) پاکستان کے نہری نظام کا انحصار دریائے سندھ اور اس کے پانچ معاون دریاؤں جہلم، چناب، راوی، ستلج اور کابل پر ہے۔ سندھ طاس معاہدہ کے مطابق راوی اور ستلج کا پانی بھارت کے حصے میں آیا ہے۔ ان دریاؤں کے علاقے رابطہ نہروں سے سندھ، جہلم اور چناب کے ذریعہ سیراب ہوتے ہیں۔ پاکستان میں اس وقت دو بڑے بند ہیں تربیلہ (7,226 MAF) دریائے سندھ پر اور منگلا (4,564 MAF) دریائے جہلم پر، 16 بیراج، 2 ہیڈ ورکس، بڑے دریاؤں پر دو سائفن 12 لنک نہریں اور 44 الگ سے آبپاشی نہریں ہیں۔ (11) پاکستان میں طرز تعمیر اور آبپاشی کے لحاظ سے نہروں کو تین اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے

1۔ سیلابی نہریں (Inundation Canals)

یہ ایسی نہریں ہیں جن کی سطح اس دریا یا نالے سے ذرا بلند ہوتی ہے جس سے ان کو پانی ملتا ہے اس طرز تعمیر کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسی نہریں

اپنے منبع سے پانی اس وقت حاصل کرتی ہیں جب دریا میں بوجہ سیلاب پانی اتنا اونچا چڑھ جائے کہ نہر میں داخل ہو جائے۔ سیلابی نہروں میں پانی صرف سیلاب یا افراط کے زمانہ میں ہی آتا ہے سیلاب کی قدرتی سطح کے ساتھ ان میں پانی کی مقدار گھٹتی اور بڑھتی رہتی ہے۔ سندھ اور پنجاب میں اس قسم کی نہروں سے کاشت کی جاتی ہے جو بالترتیب دریائے سندھ اور دریائے ستلج سے نکالی گئی ہیں ان نہروں سے آبپاشی کا زمانہ جون تا ستمبر صرف چار ماہ کا ہے۔

2۔ دوامی نہریں (Perenial Canals)

کسی دریا پر بند باندھ کر' اس کا پانی روک کر اس کی سطح اونچی کر لینے کے بعد نہر میں کھول دیا جاتا ہے چونکہ اس ذخیرہ میں دریا کا پانی ہمیشہ جمع رہتا ہے اور نہر ہمیشہ چلتی رہتی ہے اس لئے یہ دوامی یا ہمیشہ چلنے والی نہر کہلاتی ہے۔

3۔ غیر دوامی نہریں

اگر نہر صرف گرمیوں کے چھ ماہ چلے تو غیر دوامی نہر کہلاتی ہے جو سردیوں میں بند رہتی ہے۔

پاکستان اور آبیانہ

آبیانہ مقرر کرنے کے دو طریقے ممکن ہیں اور یہ دونوں پاکستان میں موجود ہیں

1۔ فصل کے اعتبار سے:۔ ہر فصل کی ضرورت کے مطابق اس کو پانی دینا اور پھر اس پانی کی مقدار کے مطابق ہر فصل کے لئے الگ سے آبیانہ مقرر کرنا اس طریقہ کار میں جس فصل کو زیادہ پانی کی ضرورت ہوتی ہے اس پر زیادہ آبیانہ وصول کیا جاتا ہے اور جن فصلوں کو کم پانی درکار ہوتا ہے اس پر کم شرح سے۔ آبیانہ کی شرح حکومت کینال اینڈ ڈرینج ایکٹ کی دفعہ 36 کے تحت خود مقرر کرتی ہے اور ہر فصل کے لئے آبیانہ کی شرح فرق ہوتی ہے۔ اگر فصل دو یا تین بار کاشت ہوتی ہے تو آبیانہ بھی اتنی بار ہی دینا ہوگا۔ اس طریقہ میں کچھ قباحتیں پائی جاتی ہیں اور بدعنوانی کی گنجائش زیادہ ہوتی ہے مثال کے طور پر کھیتوں میں فصل تو زیادہ پانی والی (مثلاً گنا' چاول وغیرہ) کاشت کی جاتی ہے جبکہ عملہ کی ملی بھگت سے آبیانہ کم پانی والی فصلوں کا ادا کیا جاتا ہے۔ بارسوخ زمینداروں کو آبیانہ چھوڑ دیا جاتا ہے جبکہ یہی آبیانہ غریب اور کمزور زمینداروں پر دو چار چار ایکٹر کر کے ڈال دیا جاتا ہے۔ اور یہ زمیندار اپنے اثر ورسوخ کی بناء پر اپنے حصہ سے زیادہ پانی لے لیتے ہیں۔ *Equity in water distribution is an impertive due to political interference, outlets are tampered on most cananl system. (12)* فصل کی تباہی کو بہانہ بنا کر (بارش' سیلاب' بیماری' عدم نمو) ناجائز معافی آبیانہ دے دی جاتی ہے رقبہ پر فصلات' خصوصاً خریف کی ہیں نظر تو %90 آتی ہیں لیکن جب آبیانہ وصول ہوتا ہے تو وہ %50 سے بھی کم ہوتا ہے پنجاب کے ایک ضلع کا اندازہ لگایا گیا کہ مالی پٹواری نے جتنا رقبہ کاشتہ درج کیا ہے اگر اس پر مقررہ شرح سے آبیانہ وصول کیا جائے تو صرف ایک سو دیہات میں 55 لاکھ کا گھپلا پایا گیا۔ (13) 04-2003 میں 4.81 کروڑ کی وصولی کا ریکارڈ ہی موجود نہیں۔ (13-A) اس نظام میں نگرانی کے لئے ایک کثیر عملہ درکار ہوتا ہے

وزیر اعظم ٹاسک فورس رپورٹ 1993 میں درج ہے کہ آبیانہ کی تشخیص اور بلنگ کے موجودہ نظام میں سنگین کوتاہیاں اور بدعنوانیاں پائی جاتی ہیں یہ نظام اپنی عمر پوری کر چکا ہے۔

"The Present system of assessment and billing of water rate suffers from serious inefficiencies, exploitation and corruption and has out-lived its life in terms of being objective. They invariably collect their, "Share" of Abiana or remission as legitimate "Faslana". The farmer in "Real Terms" ends up paying his dues or at terms even more than due but the government exchequer receives only a fraction of the amount. " (14)

یہ نظام صوبہ سندھ، سرحد اور بلوچستان میں پایا جاتا ہے۔

2۔ فلیٹ ریٹ آبیانہ:۔ یہ رقبہ زمین کو بنیاد بنا کر عائد کیا جاتا ہے۔ حکومت کو اس سے کوئی سروکار نہیں ہوتا کہ کیا بویا اور کتنا پایا بلکہ حکومت پانی کی مقدار کی فراہمی کو مدنظر رکھتی ہے اور خریف اور ربیع کا فی ایکٹر ریٹ مقرر کر دیتی ہے۔ یہ طریقہ تشخیص عملاً نسبتاً آسان ہے۔ اس طریقہ کے بارے میں یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اس میں چونکہ ہر فرد کی ملکیت پر اگر اس نے فصل بوئی ہے تو آبیانہ لگایا جائے گا فصل کی کوئی تفریق نہیں اس لئے حکومت کو مالی نقصان کم سے کم ہوتا ہے۔ اس نظام کے تحت کی تشخیص میں نچلے عملہ کا عمل دخل کم ہوتا ہے حکومت خود ہی دونوں فصلوں (ربیع + خریف) کا ریٹ مقرر کر دیتی ہے اس لئے بدعنوانی کے امکانات بھی کم ہوتے ہیں۔ یہ نظام نسبتاً کم اخراجات اور کم عملہ کا متقاضی ہوتا ہے۔ یہ نظام صوبہ پنجاب میں اختیار کیا گیا ہے۔

قانون آبیانہ

پاکستان میں آبپاشی اور اس سے متعلقہ امور کے لئے قانون Canal and Drainage Act 1873 نافذ ہے اور اس کے تحت چاروں صوبوں میں Provincial Irrigation Development Authority بذریعہ ایکٹ قائم کی گئی ہیں جو صوبائی سطح پر آبپاشی سے متعلقہ امور کو ڈیل کرتی ہیں۔ کینال اینڈ ڈرینج ایکٹ 1873ء کی رو سے آبیانہ کی تشخیص محکمہ آبپاشی و انہار کے ذمہ ہے

6.7- Assessment and Realization of occupier's rate: *The amount of demandable for occupiers rate shall be determined and apportioned by the Divisional Cananl officer and the collector shall realize the sums due. (15)*

آبیانہ کی وصولی محکمہ مال کرتا ہے انہار کا محکمہ آبیانہ تشخیص کر کے پرچیاں محکمہ مال کے حوالہ کرتا ہے اور ان کی بنیاد پر محکمہ مال آبیانہ کی وصولی کرتا ہے۔ آبیانہ کا مطالبہ سال میں دو دفعہ کیا جاتا ہے خریف کی فصل کے لئے جنوری اور ربیع کے لئے جون میں اور وصولی ہر چھ ماہ بعد ہر فصل پر کی جاتی ہے پاکستان میں اس وقت مختلف صوبوں میں مختلف نظام برائے تشخیص آبیانہ رائج ہیں حکومت پنجاب نے فصل کی بنا پر آبیانہ کی تشخیص کو منسوخ کرتے ہوئے نوٹیفکیشن نمبر No.SO(Rev) I&P/3-98/2003 کے ذریعہ خریف 2003 سے فلیٹ ریٹ آبیانہ نافذ کر دیا ہے اس نوٹیفکیشن کے اہم نکات یہ ہیں

1۔ آبیانہ کی شرح

i۔	دوامی نہروں کے تحت خریف	85روپے فی ایکڑ
i-A	دوامی نہروں کے تحت ربیع	50روپے فی ایکڑ
ii۔	غیر دوامی نہروں کے تحت خریف	85روپے فی ایکڑ
iii۔	دوامی نہروں کے تحت منظور شدہ باغات	250روپے فی ایکڑ فی موسمی فصل
iv۔	غیر دوامی نہروں کے تحت منظور شدہ باغات	250روپے فی ایکڑ فی موسمی فصل
v۔	دوامی علاقہ میں گنے کے لئے زائد پانی منظور کیا جائے تو	250روپے فی ایکڑ فی موسمی فصل
vi۔	دوامی علاقہ میں Paddocks گنے کے لئے	170روپے فی ایکڑ فی موسمی فصل
vii۔	غیر دوامی علاقہ میں Paddocks گنے کے لئے (خریف)	170روپے فی ایکڑ فی موسمی فصل

2۔ غیر دوامی علاقوں میں اگر ربیع کے لئے پانی دیا جائے گا تو اس پر کوئی آبیانہ نہیں لیا جائے گا۔

3۔ لفٹ آبپاشی سکیم کے تحت کوئی اضافی فیس یا رقم نہیں لی جائے گی۔

4۔ سکارپ علاقہ جات سے ڈبل آبیانہ نہیں لیا جائے گا اور اس سلسلہ میں پہلے سے جاری شدہ تمام نوٹیفکیشن واپس لئے جاتے ہیں۔

5۔ 25% ریبیٹ (Rebate) نئے لگانے یا پہلے سے لگے ہوئے ٹیوب ویل پر جاری رہے گا۔ (16)

پنجاب میں پچھلے پانچ سالوں میں آبیانہ کی وصولی کی صورت حال یہ رہی ہے

سال	بجٹ (Estimate)	وصولی	%	(روپے ملین میں)
1999-2000	1847	1703	92	
2000-2001	1930	1720	89	
2001-2002	2125	1654	78	
2002-2003	2315	1532	66	
2003-2004	3123	1541	49	
2004-2005	3123	1230	39	(17)

اعداد و شمار سے اندازہ ہوتا ہے کہ آبیانہ کی رقم کی وصولی میں سال بسال کافی اتار چڑھاؤ پایا جاتا ہے اور فلیٹ ریٹ کے باوجود وصولی کوئی قابل رشک بلکہ تسلی بخش بھی نہیں ہے۔ صوبہ سندھ، سرحد اور بلوچستان میں فلیٹ ریٹ کی بجائے فصل کی بنا پر آبیانہ تشخیص کیا جاتا ہے صوبہ سرحد میں صوبائی حکومت نے 2002ء میں آبیانہ کی قیمت میں 25% کا اضافہ کر دیا۔

No. So (op) /4-21/221------the N.W.F.P is pleased to enhance the current occupier's rates (abiana) being charged for the supply of Irrigation water through various canals system, for irrigation and non-irrigation purposes by 25% with effect from Rabi 2002-2003. In addition 10% surcharge will also be recovered for non-payment of occupier rate (abiana) in time. (18)

آبیانہ کی شرح ہر فصل کے لئے نہروں کی بناء پر الگ الگ ہے یعنی کہ اگر ایک ہی فصل مختلف نہروں کے پانی سے سیراب ہوتی ہے تو ہر نہر کے پانی کا ریٹ الگ ہوگا۔اس کے علاوہ صوبہ سرحد میں آبیانہ کی وصولی کا کام محکمہ آبپاشی کرتا ہے محکمہ مال نہیں۔صوبہ سرحد میں آبیانہ کی وصولی گزشتہ پانچ سال میں یہ رہی۔

سال	%
2002-2001	71.93
2001-2002	54.35
2002-2003	50.64
2003-2004	74.26
2004-2005	(19) 59.94

صوبہ بلوچستان میں بھی سرحد کی مانند فصل کی بنا پر آبیانہ نافذ ہے اور 1999ء کے ایک نوٹیفکیشن کے مطابق اس میں ہر سال 13% اضافہ ہوتا جائے گا۔

Notification No. I & P (ADC-70/1858-1974 dated 25-5-1999. In pursuance of this notification the revised abiana rates for all crops have been worked out @ 13% annual increase as enclosed herewith which may please be adopted for assessment of abiana on canal system with the jurisdiction of patfeeder canal and Drainage circle. (20)

بلوچستان میں اہم فصلوں پر آبیانہ کی شرح کی اضافہ کی صورت حال یہ ہے

فصل	سال 1999	2005	2007
چاول (فی ایکڑ)	124روپے	228.46روپے	291.72روپے
روئی (فی ایکڑ)	126روپے	232.15روپے	296.43روپے
گنا (فی ایکڑ)	242روپے	445.87روپے	569.33روپے
گندم (فی ایکڑ)	70روپے	128.97روپے	164.68روپے (21)

صوبہ سندھ میں آبیانہ دیگر دونوں صوبوں سرحد اور بلوچستان کی مانند فصل کی بنیاد پر ہی ہے۔اس طریقہ میں چونکہ ہر فصل کا ریٹ اور ہر نہر سے ملنے والے پانی کا ریٹ ہر فصل پر فرق ہوتا ہے اس لیے طوالت کے خوف سے ان صوبوں کی آبیانہ کی شرح اور مختلف فصلوں پر ان کے ریٹ کی تفصیل بیان نہیں کی گئی ہے۔

حوالہ جات

1- Canal and Drainage Act 1873 (VIII of 1873) Sect. 36, Law Book Land Lahore.

2- Ibid

3- Ibid

4- Op., Cit., Sec. 3 (1)

5- برج نرائن' اقتصادی ہند' میسرز کرما کرشنا اینڈ سنز انارکلی لاہور ص:192

6- National Taxation Reform Commission (Final Report) Dec. 1986, P.283

7- Nazir Ahmad Khalid, Orbis Atlas,, Visage Printers ,P.41

8- Nazir Ahmad Khalid, Op., Cit., P.40

9- Agricultural Statistics of Pakistan 2002, Govt. of Pakistan Ministry of Food, Agriculture and Live Stock (Economic Wing) Islamabad,P.115

10- محمد شریف چوہدری' پاکستان کا مروجہ نظام آبپاشی' ایگریکلچر پالیسی سٹڈیز انسٹیوٹ لاہور ص:3

11- Pakistan 2001-2002, An official Handbook, Directorate General of Films and Publications, Ministry of Information and Broadcasting, Islamabad P.210

12- Report of Prime Minister's Task Force on Agriculture, Revenue Division Ministry of Finance, Revenue and Economic Affairs, Govt. of Pakistan, Dec. 1993 P.43

13- محمد شریف چوہدری' ص:3

13-A روزنامہ جنگ 12 دسمبر 2005 لاہور

14- Report of Prime Minister's Task Force on Agriculture, P.43

15- Rules under Canal and Drainage Act 1873, Part XI, Rule No. 67

16- Notification No. So (Rev) I and P/3-98/2003, Govt. of the Punjab and Power Deptt Lahore 25th October 2003.

17- پنجاب بورڈ آف ریونیو لاہور

18- Govt. Gazette, NWFP, Irrigation Deptt, Notification No. SO (OP) /4-21/2001, 28th September 2002.

19- بورڈ آف ریونیو سرحد

20- Notification No. I & P /ADC-70 1858-1974 dated 24-5-99, Irrigation and Power Deptt. GOB Quetta, Balochistan.

21- Notification No. I & P /ADC-70 1858-1974 dated 24-5-99, Irrigation and Power Deptt. GOB Quetta, Balochistan.

4۔ مارکیٹ فیس

ملک میں کاشتکار کو اس کی اجناس کا مناسب معاوضہ دلانے اور پیداوار کی خرید وفروخت میں درپیش مشکلات سے بچانے کے لئے حکومت نے سرکاری طور پر صوبائی محکمہ زراعت کے تحت زرعی مارکٹنگ کا الگ شعبہ قائم کیا ہے اور حکومت پنجاب نے ایک آرڈیننس ''پنجاب زرعی پیداواری منڈیوں کا آرڈیننس 1978ء'' جاری کیا۔ آرڈیننس کے آغاز میں ہی اس کا مقصد بیان کیا گیا ہے کہ ''زرعی پیداوار کی خرید وفروخت کو بہتر طور سے منضبط کیا جائے اور اس مقصد کے حصول کے لئے منڈیوں کا قیام عمل میں لایا جائے اور منڈیوں کا نظام خوش اسلوبی سے چلانے کے لئے ضابطہ کاری کی جائے'' (1) ان مقاصد کے حصول کے لئے آرڈیننس ہذا کی دفعہ 7 کے تحت مارکیٹ کمیٹیاں قائم کی جاتی ہیں'' ہر Notified مارکیٹ علاقہ کے متعلق حکومت بذریعہ نوٹیفکیشن ایک الگ مارکیٹ کمیٹی قائم کرے گی۔'' (2) اور یہ مارکیٹ کمیٹی زرعی اجناس پر مارکیٹ فیس عائد کرتی ہے۔ منڈی میں کاروبار کرنے والے حضرات کو لائسنس جاری کرتی ہے مارکیٹ فیس وصول کرتی ہے زرعی اجناس کے ریٹ طے کرتی ہے اور روزانہ نرخنامہ آویزاں کرنا ناپ تول کے اوزان کی نگرانی کرنا' منڈیوں میں کاروباری حضرات اور ان کے مال باربرداری کے لئے سہولتیں مہیا کرنا اس کے فرائض میں داخل ہے۔ (3)

مارکیٹ فیس کسان پر عائد ہونے والا ایک بالواسطہ محصول ہے جو کہ حکومت مارکیٹ کمیٹی کے ذریعہ اس کی خریدی اور بیچی جانے والی پیداوار پر وصول کرتی ہے۔ اس حوالہ سے آرڈیننس ہذا کے اہم نکات یہ ہیں۔

1۔ مارکیٹ فیس سے مراد وہ فیس ہے جو مارکیٹ ایریا کی حدود میں زرعی پیداوار کی خرید وفروخت پر عائد کی جاتی ہے۔ آرڈیننس میں درج ہے۔

زرعی پیداوار کی خرید وفروخت پر فیس عائد کرنا اور فیس وصول کرنا

(i) جونہی کوئی پیداوار کسی لائسنس دار کی طرف سے خریدی یا فروخت کی جائیگی اس پر مجوزہ فیس عائد کی جائے گی اگر بائع اور مشتری دونوں لائسنس دار ہیں تو فیس کی ادائیگی میں برابر کے شریک ہوں گے۔ (4)

''مارکیٹ ایریا میں کسی ڈیلر کی طرف یا کسی ڈیلر کے ذریعہ خرید وفروخت ہونے والی زرعی پیداوار پر مارکیٹ کمیٹی کے وضع کردہ قواعد کے مطابق زیادہ سے زیادہ مقررہ حدود کے اندر فیس عائد کرنا'' (5)

گویا کہ مارکیٹ فیس زرعی پیداوار پر عائد ہوگی اور زرعی پیداوار میں شامل ہے۔

2۔ زرعی پیداوار سے مراد ہے:

(i) جو۔ جو کا آٹا۔ جو کے ستو اور جو کا بھوسہ

(ii) باجرے کا اناج اور باجرے کا آٹا

(iii) پھٹی۔ روئی۔ ناکارہ روئی

(iv) مرچ۔(سبز یعنی ہری۔خشک یعنی سوکھائی ہوئی۔اور پسی ہوئی)

(v) چارہ جات مثلاً سینجی۔لوسرن۔شفتل۔برسیم۔شلغم۔گوارا۔چری۔باجرہ۔مکئی۔جوی۔جو۔گندم۔جوار(ہری اور خشک پولے)اور اس کے بیج۔میتھی۔میتھرے۔سواں۔جئی۔اجوائن

(vi) پھل اور سبزیاں۔ترکاریاں(خشک کی ہوئی اور تازہ اور ہری)ان کے رس مربے۔اچار۔مشروبات۔چٹنیاں اور معجونیں

(vii) سوختنی لکڑی۔اور چھال(جس سے رنگ حاصل کیا جاسکے)

(viii) چنا(ثابت اور دال)چھولیا(ہرا چنا)چنے کا آٹا۔چھان بورا۔سوڑھی۔ونڈ(برائے مویشیاں)

(ix) السی یا سن یا سنی(بیج اور ریشہ)

(x) جوار(دانے اور آٹا)

(xi) مرغیاں(بہ شمول پیرو یا فیل مرغ)(زندہ یا ذبیحہ)مچھلی اور جانوران مذکورہ سے حاصل ہونے والی دیگر تمام مصنوعات مثلاً گائے کا گوشت۔بھیڑ کا گوشت۔کھالیں(کچی اور کمائی ہوئی اور رنگی ہوئی)ہڈی کا تیل یا دوسری غذا۔اون۔بال۔پشم۔انڈے۔پنیر۔مکھن۔دیسی گھی۔دودھ اور دہی۔

(xii) مہندی(پتے خشک اور پسی ہوئی)

(xiii) مکئی(دانہ)اور بھٹے(چھلی)ہری اور خشک۔مکئی کا آٹا۔مکئی کا میدہ۔مکئی کا شیرہ(گلوکوز)مکئی کا تیل مکئی سے حاصل ہونے والی دوسری خوراک اور بھوسہ

(xiv) تیل نکالنے والے بیج مثلاً بنولہ۔السی۔سرسوں۔رائی۔توریا۔تارہ میرا۔سویا بین۔سورج مکھی۔تل۔مونگ پھلی۔آرنڈ۔کھجور اور ان کے تیل۔کھل۔چھالیں۔گودے اور دوسری غذائیں۔

(xv) دالیں(ثابت اور دلی ہوئی)یعنی مونگ۔ماش۔مسور۔موٹھ۔راج ماش۔ارہر۔لوبیا چنا اور دوسری پھلیاں

(xvi) چھونا۔چاول۔ٹوٹا۔پھک۔پرالی۔چھال۔سوڑھا یا سوڑھی

(xvii) گنا۔گنے کا رس اور دیگر مصنوعات مثلاً گڑ۔شکر۔کھانڈ۔راب۔چینی وغیرہ

(xviii) تمباکو(پتا۔خوردنی اور نسوار)

(xix) گندم اور اس کا آٹا۔اور کوئی بھی دوسری جنس۔جسے آئندہ آرڈیننس ہذا کی رو سے بذریعہ نوٹیفکیشن "زرعی پیداوار" قرار دیا جائے۔ (6)

3 مارکیٹ فیس کی شرح

پیداواری منڈیوں کے آرڈیننس 1978 کے تحت ڈیلروں کے ہر قسم کے سالانہ لائسنس کی فیس اور زرعی اجناس پر مارکیٹ فیس کی شرح ذیل ہے

زرعی اجناس کے لئے لائسنس فیس	200 روپے سالانہ
زرعی اجناس پر سوائے چارہ جات اور توڑی	1.00 روپیہ فی سوکلوگرام (ایک کوئینٹل یا ایک بوری) (7)

حکومت کی منظور کردہ منڈیوں میں کوئی کاروباری بغیر لائسنس کے زرعی اجناس کی خرید و فروخت نہیں کر سکتا ہے۔

4۔ مارکیٹ فیس سے مستثنیٰ زرعی اجناس

1۔ جو شخص کسی سودے میں فریق نہیں اس پر کوئی فیس نہیں

2۔ ایک ہی مارکیٹ ایریا میں جب کسی زرعی پیداوار کے سودے میں سے کسی جنس پر فیس عائد ہو چکی ہو تو اس جنس سے کسی صنعت کاری کے عمل میں پیدا ہونے والی کسی بعد کی زرعی پیداواری جنس پر کوئی دوبارہ فیس نہیں لگے گی۔ (8)

3۔ دس کلوگرام یا اس سے کم پر کوئی فیس نہیں لی جائے گی۔ (9)

5۔ مارکیٹ فیس کا مصرف:

مارکیٹ فیس سے حاصل ہونے والی آمدنی سے ''مارکیٹ کمیٹی کا اپنا ایک فنڈ قائم کیا جائے گا جو'مارکیٹ کمیٹی فنڈ'' کہلائے گا مارکیٹ کمیٹی کے تمام اخراجات اس فنڈ سے پورے کئے جائیں گے اور جو بقایا بچے گا وہ مارکیٹ کمیٹی کے کسی بھی منافع بخش کاروبار میں لگایا جائے گا۔'' (10) ہر مارکیٹ کو اپنی سالانہ آمدنی کا حصہ جو 10% سے کم نہ ہو حکومت کے کھاتہ کے فنڈ میں جمع کروانا ہوگا اس فنڈ سے حکومت اپنے ملازمین کی تنخواہوں کا خرچ پورا کرتی ہے جو مارکیٹ کمیٹیوں کی کارکردگی بہتر بنانے کے لئے رکھے ہیں یا پھر صوبہ بھر میں مارکیٹ کمیٹیوں کے مشترکہ فلاح و بہبود پر خرچ کئے جاتے ہیں۔ (11)

6۔ مارکیٹ کمیٹی کے اختیارات و فرائض

مارکیٹ کمیٹی مارکیٹ کے کنٹرول اور تحفظ کے لئے

1۔ اپنے حدود میں زرعی پیداوار تجارت کے فروغ اور آرڈیننس ہذا کے مقاصد کو پورا کرنے کے لئے مارکیٹ کے اندر ہر قسم کے اقدامات کر سکے گی۔

2۔ مارکیٹ کمیٹی اپنی مالی استطاعت کے مطابق مارکیٹ میں آنے جانے والے انسانوں اور حیوانوں کے لئے سایہ چھپر اور پینے کے پانی کا خاطر خواہ انتظام کرے گی نیز مارکیٹ کمیٹی کی املاک و عمارات و احاطہ جات وغیرہ کو ہمیشہ حفظان صحت کے اصولوں کے مطابق ٹھیک ٹھاک رکھے گی۔

3۔ مارکیٹ کمیٹی کو اگر حکومت چاہے تو یہ لازماً کرنا ہوگا کہ مارکیٹ کے اندر انسانی اور حیوانی آمد و رفت کو باضابطہ بنائے اور بارکش جانوروں کے باندھنے' کھولنے' گاڑیوں سے اجناس اتارنے اور لادنے کے لئے جگہوں کا تعین کرنے نیز گڈوں' ریڑھوں اور دوسری گاڑیوں کے کھڑا کرنے کا مقام متعین کرے۔ (12)

یہ فنڈ مزید ان مقاصد کے لئے خرچ کیا جائے گا:۔

1۔ مارکیٹ یا مارکیٹوں کے قیام کے لئے اراضی حاصل کرنا

2۔ مارکیٹوں کی دیکھ بھال کرنا اور ان کو ترقی دینا گوداموں' تھڑوں یا چبوتروں' چھوٹی گلیوں' زمین دوز نالیوں' بدرووں اور سڑکوں کی تعمیر کرنا شامل ہے۔

3۔ ان عمارتوں کی تعمیر اور مرمت کرنا جن کا وجود مارکیٹ کمیٹی کے قیام کے لئے ضروری ہے ان عمارتوں کو استعمال کرنے والے افراد کی صحت وسلامتی اور سہولتوں کا خیال رکھنا اور اس کا بحال رکھنا

4۔ زرعی پیداواری تمام معاملات کے متعلق اور زرعی پیداواری اجناس کی تجارت کے متعلقہ ہمہ قسم کی معلومات مہیا کرنا اور ان معلومات کی اشاعت کرنا نیز علاقہ میں زرعی ترقی اور بچت کے متعلقہ پروپیگنڈا کرنا

5۔ کاشت کاروں کے استفادہ کے لئے مال گوداموں' غلہ گوداموں' کولڈ اور دیگر سٹوروں کی تعمیر کرنا

6۔ ناپ تول کے معیاری پیمانوں اور کنڈوں وغیرہ کی سپلائی اور نگہداشت کا انتظام کرنا (13)

مختصراً یہ کہ حکومت کاشتکاروں کو زرعی اجناس کے خرید وفروخت میں آسانیاں دینے کے لئے مارکیٹ کمیٹیاں قائم کرتی ہے یہ مارکیٹ کمیٹیاں مارکیٹ فیس فی بوری ایک روپیہ کے حساب سے وصول کرتی ہیں۔ چونکہ یہ زرعی اجناس سے وصول کی جاتی ہے اس لئے لازماً کاشتکار و کسان کی جیب سے حکومت کے کھاتے میں جاتی ہے کاروباری حضرات کو منڈی میں سہولیات بہم پہنچانے کے لئے لی جاتی ہے سہولیات بہر حال اسے ملتی ہیں یا نہیں لیکن اسے سے فیس ضرور وصول کر لی جاتی ہے۔ یہ محصول حکومت خریدار اور مشتری دونوں سے وصول کرتی ہے دوسرے صوبوں میں بھی یہ نظام تقریباً اسی صورت میں قائم ہے۔ (14)

حوالہ جات

1۔ پنجاب زرعی پیداواری منڈیوں کا آرڈیننس 1978ء ' نظامت زراعت (معاشیات وتجارت) پنجاب لاہور 1996

2۔ پنجاب زرعی پیداواری منڈیوں کا آرڈیننس 1978ء ' دفعہ :7

3۔ قواعد 1979 پنجاب زرعی پیداواری منڈیوں کا آرڈیننس 1978ء، قاعدہ :42 نظامت زراعت (معاشیات وتجارت) پنجاب لاہور، 1996

4۔ قواعد 1979 پنجاب زرعی پیداواری منڈیوں کا آرڈیننس 1978ء، قاعدہ:36

5۔ پنجاب زرعی پیداواری منڈیوں کا آرڈیننس 1978ء ' دفعہ :19

6۔ پنجاب زرعی پیداواری منڈیوں کا آرڈیننس 1978ء ' دفعہ :2

7۔ نوٹیفیکیشن محکمہ زراعت حکومت پنجاب نمبر PD/XVi-1181-11 بمورخہ 25-09-1996

8۔ پنجاب زرعی پیداواری منڈیوں کا آرڈیننس 1978ء ' دفعہ 19 (c) (b)

9۔ قواعد 1979 پنجاب زرعی پیداواری منڈیوں کا آرڈیننس 1978ء، قاعدہ:(3) 37

10۔ پنجاب زرعی پیداواری منڈیوں کا آرڈیننس 1978ء ' دفعہ :20

11۔ قواعد 1979 پنجاب زرعی پیداواری منڈیوں کا آرڈیننس 1978ء، قاعدہ:41

12۔ قواعد 1979 پنجاب زرعی پیداواری منڈیوں کا آرڈیننس 1978ء، قاعدہ:23 (3) (2) (1)

13۔ پنجاب زرعی پیداواری منڈیوں کا آرڈیننس 1978ء ' دفعہ 21 (خلاصہ)

14۔ بحوالہ چیف ایگزیکٹیو FAP (فارمز ایسوسی ایٹ آف پاکستان) لاہور

5۔ گنے پر (ترقیاتی) محصول (Sugarcane Development Cess)

یہ محصول گنے کے کاشتکاروں اور مل مالکان سے وصول کیا جاتا ہے۔ گنا پاکستان کی ایک نہایت اہم نقد آور فصل ہے اور شوگر انڈسٹری ملک کی دوسری بڑی انڈسٹری ہے اس وقت ملک میں 77 شوگر ملیں ہیں جن میں سے 38 پنجاب، 32 سندھ، 6 صوبہ سرحد اور ایک آزاد کشمیر میں ہے بلوچستان میں کوئی شوگر مل نہیں پائی جاتی ہے (1) شوگر کین سیس ایک صوبائی معاملہ ہے یہ بنیادی طور پر ایک محصول نہیں ہے بلکہ ترقیاتی اخراجات پورے کرنے کا ایک ذریعہ ہے لیکن چونکہ یہ کاشتکار سے وصول کیا جاتا ہے اس لیے ذکر کرنا مناسب سمجھا گیا ہے اس کا پہلی دفعہ نفاذ 1964 میں ہوا اور The Punjab Sugarcane (Development) Cess Rules 1964 بنائے گئے یہ سیس کاشتکار اور شوگر مل مالکان سے برابر شرح پر وصول کیا جاتا ہے اس کا بنیادی مقصد کھیتوں سے ملوں تک سڑکوں اور پلوں کی مرمت اور بحالی ہے۔ پنجاب میں اس کا ریٹ آج کل 50 پیسے فی 40 کلوگرام ہے۔

"Continue the rate of Sugarcane (Development) Cess Rs. 0.50 per 40 kg for the crushing season 2004-2005 (2)

یہ سیس کاشتکار سے اس وقت وصول کیا جاتا ہے جبکہ وہ شوگر مل کو گنا بیچتا ہے فصل کے وزن کے ساتھ ہی شوگر مل مالکان کاشتکار سے یہ محصول وصول کر لیتے ہیں اور بعد ازاں اپنا حصہ شامل کر کے حکومت کے خزانہ میں جمع کرواتے ہیں۔

The mill management shall contribute to the portion of the cess recovered from the Seller, on equal amount, and deposit the total amount of the cess together with whole of the cess due in respect of any quantity of cane obtained from the mills own sugar farms or from the farms of the occupiers of the factory in the nearest Government treasury. (3)

یہ سیس حکومت کے خزانہ میں ہر پندرہ دن بعد جمع کروایا جاتا ہے اور اس کی رسید ایک ریٹرن فارم کے ساتھ کین کمشنر کو بھجوائی جاتی ہے۔ اور اگر مل مالکان مقررہ تاریخ تک حکومتی خزانہ میں جمع نہیں کرواتے تو کین کمشنر یا کوئی دوسری مجاز اتھارٹی مطلوبہ رقم کے برابر جرمانہ کر سکتی ہے۔ ہر مل اس سیس کا الگ سے مکمل ایک ریکارڈ رکھنے کی پابند ہے اور مل کا گنے کی خریداری اور سیس کی وصولی دونوں کا آڈٹ کیا جائے گا۔ (4) ہر ضلع میں ایک شوگر کین Development فنڈ قائم کیا جائے گا اور یہ فنڈ ان امور کے لیے استعمال ہوگا۔

i۔ شوگر کین سیس سے تعمیر ہونے والے پلوں کی حفاظت اور انہیں درست رکھنے کے لیے

ii۔ ضلع کے تمام سڑکوں پلوں کی مرمت اور حفاظت کے لیے خواہ وہ اس فنڈ سے نہ بنائی گئی ہوں لیکن شوگر انڈسٹری اور گنے کی فصل میں اضافہ کا باعث بن سکتی ہیں بشرطیکہ گنا اگانے والے کاشتکار اور مل مالکان اس کے لیے راضی ہوں (جو کہ کمیٹی کے ممبران ہوں)

iii۔ نئی سڑکوں اور پلوں کی تعمیر کے لیے جو کہ گنے کے کاشتکار اور گنے کی صنعت ک مفاد میں ہوں ایسا ڈسٹرکٹ شوگر سیس کمیٹی کی منظوری سے ممکن ہوگا۔

iv۔ ضلع میں فصل کو کیڑے سے بچانے کے لیے کوئی انتظام کرنا۔

v۔ ایسی ہی دیگر سرگرمیاں جو گنے کی پیداوار میں اضافہ کا باعث ہوسکتی ہیں بشرطیکہ گورنمنٹ سے منظور شدہ ہوں۔

vi۔ گنے کی فصل کی ترقی اور تحقیق کے لیے۔(5)

شوگر کین سیس کے استعمال کے لیے ہر ضلع کی سطح پر ایک کمیٹی بنائی جاتی ہے جو ایک چیئرمین جو کہ متعلقہ ضلع کا DCO ہوتا ہے اور دیگر دس ممبران پر مشتمل ہوتی ہے جس میں ضلع سے ہر مل کا ایک نمائندہ، کاشتکار کا ایک نمائندہ، محکمہ خوراک، زراعت، فنانس اینڈ پلاننگ اور ضلع ناظم کا ایک نمائندہ بھی بطور ممبر موجود ہوتے ہیں اور اگر یہ کمیٹی کسی سکیم کی منظوری دے دیتی ہے تو پھر ضروری کاروائی کے بعد فنڈ جاری کئے جاتے ہیں۔(6)

مختصراً کہ کہ شوگر کین سیس کاشتکار اور مل مالکان سے برابر شرح پر وصول کیا جاتا ہے اس کا بنیادی مقصد گنے کے کھیتوں سے گنے کی ملوں تک سڑکیں اور پل بنانا ہے یہ رقم اکاونٹ میں lapse نہیں ہوتی بلکہ اگر ایک سال استعمال نہیں ہوسکی تو دوسرے سال کی جاسکتی ہے۔ یہی صورت حال شوگر کین سیس کی صوبہ سندھ اور سرحد میں بھی ہے بلوچستان میں چونکہ کوئی شوگر مل نہیں پائی جاتی اس لیے وہاں اس سیس کا وجود نہیں ہے۔

حوالہ جات

1- *Pakistan Economic Servey, 2003-04.*

2- *Notification No. SOF(SUGAR)13 (35)/2002, Govt. of The Punjab Food Department Dated October 2004.*

3- *The Punjab Sugarcane (Development) Cess Rules, 1964 Rule 3(2) Govt. of the Punjab Food Department.*

4- *Op., Cit., Rule 3-7*

5- *Op., Cit., Rule - 8*

6- *Op., Cit., Rule 9-10*

ہر صوبہ میں انتخابات کے ذریعہ ایک مقامی حکومت تشکیل دی جاتی ہے جس کے اپنے اپنے آرڈیننس ہوتے ہیں جن کی پابندی کرتے ہوئے وہ اپنے فرائض ادا کرتی ہیں اور ہر ضلع میں مزید ایک مقامی حکومت بنائی جاتی ہے جو کہ یونین کونسل، تحصیل کونسل، ٹاؤن کونسل اور ضلع کونسل پر مشتمل ہوتی ہے۔(1) یہ مقامی حکومت ہر سطح پر کچھ محاصل عائد کرنے کا اختیار رکھتی ہے۔آرڈیننس میں درج ہے:

116: *Taxes to levied*

(1) *Zila Council, Tehsil Council, Town Council or Union Council may levy taxes, cesses, Fees rates, rents, tools, charges, surcharges and levies specified in the second schedule by notification in the official Gazette.*

(2) *No tax shall be levied without previous publication of the tax proposal and after inviting public objection.*

(3) *The Council may, levy a tax increase, reduce, suspend, abolish or exempt the levy of any tax for such period as may be specified.(2)*

یعنی کہ مقامی حکومت ہر سطح پر ٹیکس فیس، کرایہ، چارجز، سرچارجز وغیرہ عائد کرنے کا اختیار رکھتی ہے۔کوئی محصول بھی عوام کی پیشگی آراء لیے بغیر نافذ نہیں کیا جاسکتا، کونسل جس طرح محاصل عائد کرنے کا اختیار رکھتی ہے اسی طرح یہ محاصل کم کرنے، ختم کرنے، اضافہ کرنے اور معطل کرنے کی بھی مجاز ہے۔ لوکل گورنمنٹ کے زراعت پر عائد کردہ محاصل میں لوکل ریٹ، محصول چنگی اور ضلع برآمدگی شامل ہیں ان سے لوکل ریٹ اب بھی وصول کیا جاتا ہے جبکہ دیگر دو محصول ترک کیے جاچکے ہیں۔

6۔ لوکل ریٹ (LOCAL RATE)

پنجاب لوکل گورنمنٹ آرڈیننس 2001 کے شیڈول II کے پارٹ I میں ان محاصل کی فہرست دی گئی ہے جو کہ ضلع کونسل عائد کرنے کی مجاز ہے زراعت کے حوالہ سے اس کی انٹری نمبر 5 میں درج ہے:

(5) *Local rate on lands assessable to land revenue.*

(لوکل ریٹ ان زمینوں پر ہے جن پر مالیہ تشخیص کیا جاتا ہے)

پنجاب حکومت نے لوکل ریٹ کے سلسلہ میں رولز بھی بنائے ہیں جو *The Punjab Local rate(Assessment and collection)Rules, 2001 (3)* کہلاتے ہیں۔اس میں لوکل ریٹ سے متعلق درج ہے:

LEVY OF TAX. A district Government/City District Government may levy local rate on lands assessable to land revenue as provided in Part-I of the Second Schedule of the Punjab local Government Ordinance 2001. (4)

لوکل ریٹ وہ محصول ہے جو کہ ضلع کونسل ان زرعی زمینوں سے وصول کرتی ہے جن پر مالیہ تشخیص کیا جاتا ہے پنجاب میں اگر چہ 1998 سے لینڈ ریونیو کی وصولی ختم ہو چکی ہے لیکن لوکل ریٹ اب بھی وصول کیا جاتا ہے۔

لوکل ریٹ کی تشخیص:۔ لوکل ریٹ محکمہ مال مالیہ کی مانند تشخیص اور وصول کرتا ہے اور بعد ازاں ڈسٹرکٹ حکومت کے فنڈ میں اس کو جمع کروادیا جاتا ہے۔

3. ***Assessment Of Local Rate.***

(1) In each revenue estate a list of assessees liable to pay local rate shall be prepared at the time of Rabi and kharif season every year and shall be maintained by the halqa patwari in the same manner and form as that of dhal bachh for land revenue.

(2) The list prepared under the Sub-rule (1) shall be checked by the Kanungo and Revenue officer in the same manner as the dhal bachh.

(3) A copy of list finalised under Sub-rule (1) shall be supplied by the Revenue Officer to the District Government concerned. (5)

(1۔ ہر سال موسم ربیع اور خریف کے موقع پر ریونیو اسٹیٹ میں لوکل ریٹ کی قابل تشخیص زمینوں کی فہرست بنائی جائے گی اور حلقہ پٹواری اس کو اسی طرح بنائے گا جس طرح کے مالیہ کی ڈھال باچھ۔

2۔ سب رول (1) کے تحت تیار شدہ وہ فہرست ڈھال باچھ کی مانند قانونگو اور ریونیو آفیسر چیک کریگا۔

3۔ اس تیار شدہ فہرست کی ایک کاپی ریونیو آفیسر متعلقہ ضلعی حکومت کو مہیا کریگا۔)

لوکل ریٹ کی وصولی: ۔لوکل ریٹ کی وصولی محکمہ مال کرتا ہے اور رقم جمع ہونے کے بعد اس کو ضلعی حکومت کے فنڈ میں جمع کروادیا جاتا ہے۔

4. ***Collection Of Local Rate:***

(i) The collection of local rate shall be made in the same manner as that of the land revenue.

(ii) The proceeds of the local rate shall be credited by the Revenue officer to the local fund of the District Government/City District Government concerned and in statement showing particulars of the collection made and credited to the local fund shall be supplied by him to the District Government/City District Government concerned immediately alongwith the receipt of the treasury acknowldging the deposits (6)

حکومت پنجاب نے مقامی حکومت کو لوکل ریٹ عائد اور وصول کرنے کے سلسلہ میں بعض ہدایات بذریعہ نوٹیفیکیشن نمبر 50L-2-8679، dated 20th Feb: 1980 دیں ان کی رُو سے:

(i) لوکل ریٹ ربیع 80-1979 سے لاگو ہوگا۔

(ii) سال میں دو دفعہ ربیع و خریف پر لیا جائے گا۔

(iii) ضلع کونسل کے اندر مقامی حدود میں واقع تمام اراضیات پر لوکل ریٹ واجب الاداء ہے۔

(iv) غیر ممکن اور بنجر قدیم اس سے مستثنیٰ ہیں۔

(v) درج ذیل شرح سے بلحاظ رقبہ واجب الوصول ہوگا۔(7)

شرح لوکل ریٹ:

آبپاش اراضی 125 ایکڑ تک	2 روپے فی ایکڑ یا جزو ایکڑ
غیر آبپاش اراضی 150 ایکڑ تک	50 پیسے فی ایکڑ یا جزو ایکڑ
125 ایکڑ آبپاش یا 150 ایکڑ غیر آبپاش سے زائد ہو تو	تو شرح 60% مالیہ واجب الاداء

اگر کسی علاقہ میں قدرتی آفت کی بنا پر حکومت مالیہ یا آبیانہ معاف کر دے گی تو اس علاقہ کا لوکل ریٹ بھی معاف سمجھا جائے گا۔(8)

لوکل ریٹ کے مصارف: لوکل ریٹ سے حاصل ہونے والی رقم جو کہ محکمہ مال ضلعی حکومت کے فنڈ میں جمع کروائے گا یہ مقامی حکومت کے ترقیاتی کاموں کے لیے استعمال ہوگی اس رقم کی تقسیم کا تناسب یہ ہوگا۔

A Zila council will pay twenty percent of the income from the local rate to the Union Councils in the districts. Fifty percent of this amount will equally be distributed amongst all the Union Councils whereas the remaining fifty percent

will be distributed in accordance with the ratio of population of various union councils and the share of each union council shall be determined by the Chairman. (9)

(ضلع کونسل لوکل ریٹ سے ہونے والی آمدنی کا 20% یونین کو دے گی جس کا 50% تمام یونین کونسل میں برابر تقسیم کیا جائے گا اور بقایا 50% ہر یونین کونسل میں اس کی آبادی کے تناسب سے تقسیم کیا جائے گا اور ہر یونین کونسل کے حصہ کا تعین چیئرمین ضلع کونسل کرے گا)

اس وقت پنجاب میں 34 اضلاع ہیں اس لیے 34 ضلع کونسلیں مقامی حکومت کے تحت کام کر رہی ہیں لوکل ریٹ کی شرح تمام اضلاع میں ایک ہی ہے۔(6) اس طرز پر دوسرے صوبوں میں بھی مقامی حکومتوں کے تحت لوکل ریٹ وصول کیا جاتا ہے۔ لاہور کی ضلعی حکومت کا تخمینہ برائے وصولی لوکل ریٹ 04-2003 تھا 0.900 ملین اور 05-2004 کے لیے یہ تخمینہ 1.000 ملین ہے۔(10)

حوالہ جات

1. *The Punjab local Govt. ordinance 2001. Qazi Law Offices, Lahore, Sec:3*
2. *Op., Cit., Sec:116*
3. *Notification No. SOV (LG)5-19/2001, Dated 20th September 2001.*
4. *Punjab local Rate (Assessment and Collection) Rules, 2001, Qazi law Offices Lahore, Rule No.2*
5. *Op.,Cit., Rule No.3*
6. *Op.,Cit., Rule No.4*
7. *Ibid*
8. *Ibid*
9. بحوالہ ڈپٹی سیکرٹری لوکل گورنمنٹ پنجاب لاہور 17.11.2005
10. *Budget Estimates of receipts 2004-05, Part B. City District Govt. Lahore.*

7۔ جنرل سیلز ٹیکس

یہ ایک بالواسطہ (Indirect) ٹیکس ہے جو اشیاء کی فروخت اور درآمد پر تاجران سے وصول کیا جاتا ہے۔ تاجر اس ٹیکس کو اشیاء کی قیمت فروخت میں شامل کر کے عوام کی طرف منتقل کر دیتے ہیں جو کہ یہ اشیاء خریدتے ہیں اور ان کو اس امر کا احساس تک نہیں ہوتا کہ ان سے قیمت خرید کا کم از کم 15% بطور ٹیکس وصول کیا جا رہا ہے۔

> *Sales tax is an indicret tax which is collected from consumers through manufacturer at manufacturing or whole sale points. At the time of fixing the price of a product, sales tax is always to be included in the sales price of the product to be charged from the consumers. Suppliers worked as agent to the government and a trust is put in the suppliers and manufacturers by the government to transfer the collected Revenue to government treasury.*
>
> *(1)*
>
> (سیلز ٹیکس ایک بالواسطہ ٹیکس ہے جو کہ صارف سے مینوفیکچرر کے ذریعہ چیز بناتے وقت یا ہول سیل میں بیچتے وقت حاصل کیا جاتا ہے۔ ایک شے کی قیمت متعین کرتے وقت سیلز ٹیکس ہمیشہ شے کی قیمت فروخت میں شامل کیا جاتا ہے جو کہ صارف سے وصول کی جاتی ہے۔ اشیاء فراہم کرنے والے حکومت کے ایجنٹ کے طور پر کام کرتے ہیں اور حکومت ان سپلائرز اور مینوفیکچرز پر جمع شدہ روپیہ حکومتی خزانہ میں منتقل کرنے کے لیے اعتماد کرتی ہے)

تقسیم ہند سے قبل سیلز ٹیکس گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء کے ساتویں شیڈول میں صوبائی قانون سازی کی فہرست میں انٹری نمبر 48 کے تحت صوبائی معاملہ تھا۔ قیام پاکستان پر حکومت پاکستان نے اسی ایکٹ کو اختیار کیا۔ 1948ء میں حکومت پاکستان کو بجٹ میں خسارے کا سامنا کرنا پڑا تو وفاقی حکومت نے سیلز ٹیکس کو اپنے دائرہ اختیار میں لے لیا اور اس مقصد کے لیے 1935ء کے ایکٹ کی وفاقی قانون سازی کی فہرست میں انٹری 54-B کا اضافہ کیا اور سیلز ٹیکس ایک وفاقی محصول بن گیا۔ 1948ء میں حکومت پاکستان نے سیلز ٹیکس ایکٹ 1948ء بنایا۔ ''اس ایکٹ (1948) کے تحت ٹیکس کی شرح چھ پائی فی روپیہ تھی۔ یہ ٹیکس جب بھی فروخت کا عمل ہوتا ہر مرحلہ پر وصول کیا جاتا تاہم 5000 ٹرن اوور والے ڈیلر اس سے مستثنیٰ تھے'' (2) ایکٹ ھذا کے تحت سیلز ٹیکس کی تشخیص اور وصولی کا کام محکمہ انکم ٹیکس کو سونپا گیا۔ اور 1950 میں سیلز ٹیکس سے متعلقہ امور کا جائزہ لینے کے لیے ایک انکوائری کمیٹی تشکیل دی گئی اس کی سفارشات پر سیلز ٹیکس کے نظام کی اصلاح کی خاطر ایک نیا سیلز ٹیکس ایکٹ 1951 بذریعہ نوٹیفکیشن بتاریخ 27 جون 1951 بنایا گیا اور یہ ایکٹ یکم جولائی سے نافذ ہوا۔ اس ایکٹ میں ایک خلاء تھا کہ سیلز ٹیکس صرف

اشیاء کے صرف(Consumption) پر تھا درآمد پر وصول نہیں کیا جاسکتا تھا۔اس مسئلہ کو ایک صدارتی آرڈیننس کے ذریعہ حل کیا گیا۔

"The lacuna was however removed by the Taxation of Goods (Sales and purchase) Order, 1960 dated 30th June, 1960, by virtue of which the power to impose tax on sales, purchase, consumption, importation, manufacture and production of goods, was confered since 31st March, 1948. " (3)

(یہ خلا اشیاء خرید وفروخت پر، آرڈر 1960 مورخہ 30 جون 1960 کے ذریعہ ٹیکس لگا کر دور کیا گیا۔ اس آرڈر کے ذریعہ اشیاء کی فروخت، خرید، صرف، درآمد، مینوفیکچر اور پیداوار پر 31 مارچ 1948 سے ٹیکس لگانے کا اختیار حاصل ہو گیا)

سیلز ٹیکس ایکٹ 1951 میں 1981 کو ترمیم کی گئی اور سیلز ٹیکس کا انتظام محکمہ انکم ٹیکس سے لیکر وفاقی محکمہ ایکسائز کے سپرد کر دیا گیا۔" سیلز ٹیکس کا انتظام 24 اپریل 1981 تک محکمہ انکم ٹیکس کے پاس رہا 25 اپریل 1981 کو یہ انتظام سنٹرل ایکسائز اینڈ کسٹم ڈیپارٹمنٹ کو منتقل ہو گیا۔" (4) بعدازاں سیلز ٹیکس ایکٹ 1951 (*ACT No. III of 1951*) میں فنانس ایکٹ 1990 کی دفعہ 13 کے ذریعہ ترمیم کر کے سیلز ٹیکس ایکٹ (ترمیمی) 1990 بنایا گیا۔ وفاقی حکومت نے S.R.O. 1100(1)/90 dated 28th November, 1990 کے ذریعہ اس ایکٹ کو یکم نومبر 1990 سے پاکستان میں نافذ کیا اور پھر فنانس ایکٹ 1991ء کے ذریعہ اس کے نام سے ترمیمی کا لفظ حذف کر دیا گیا اور وہ سیلز ٹیکس ایکٹ 1990 کہلایا جو کہ تاحال پاکستان میں نافذ ہے۔

سیلز ٹیکس ایکٹ 1990

یہ ایکٹ 11 ابواب 72 دفعات 4 شیڈول پر مبنی ہے۔اس ایکٹ کی اہم دفعات (موضوع سے متعلقہ) یہ ہیں:

SCOPE OF TAX:-

(1) *Subject to the provisions of this Act, there shall be charged, levied and paid a tax known as Sales tax at the rate of fifteen percent of the value of* :

(a) *taxable supplies made by a registered person in the course or further once of any taxable activity carried on by him, and*

(b) goods imported in Pakistan. (5)

اس دفعہ کی رُو سے سیلز ٹیکس درآمد کی جانے والی اشیاء اور مقامی طور پر تیار ہونے والی اشیاء پر 15% کی شرح سے وصول کیا جانا طے پایا۔ ملکی سطح پر تیار ہونے والی اشیاء پر سیلز ٹیکس مینوفیکچرنگ یا اشیاء کی فروخت کے وقت وصول کر لیا جاتا ہے جبکہ درآمدی اشیاء پر یہ ٹیکس درآمد کے وقت کسٹم ڈیوٹی کی مانند وصول کیا جاتا ہے۔

TIME AND MANNER OF PAYMENT:-

(I) *The tax in respect of goods imported in Pakistan shall be charged and paid in the same manner and at the same time as if it as a duty of Customs payable under the Customs Act 1969. (6)*

سیلز ٹیکس ایکٹ 1990ء کی دفعہ 13 سیلز ٹیکس سے مستثنٰی اشیاء سے متعلق ہے جس کی تفصیل ایکٹ ہذا کے شیڈول چھ میں بیان ہوئی ہے

13- *EXEMPTION:-*

1- *Not with-standing the provision of section 3, supply of goods or import of goods specified in the Sixth Schedule shall subject to such conditions as may be specified by the Federal Government be exempted from tax under this Act.*

(7)

سیلز ٹیکس ایکٹ 1990 کے شیڈول چھ میں 160 اشیاء کی فہرست دی گئی ہے جو کہ سیلز ٹیکس سے مستثنٰی ہیں ان کے علاوہ تمام اشیاء پر سیلز ٹیکس لاگو اور وصول کیا جاتا ہے۔

زرعی مداخل (INPUTS) پر سیلز ٹیکس

بنیادی زرعی مداخل میں کھاد' بیج' زرعی ادویات' زرعی مشینری' بجلی اور ڈیزل وغیرہ شامل ہیں ان مداخل پر زراعت کا انحصار ہے اگر مہنگے ہوں تو پیداواری لاگت بڑھ جاتی ہے اور کسان کا نفع خود بخود کم ہو جاتا ہے کیونکہ زرعی پیداوار کی قیمت میں اضافہ ہمیشہ زرعی مداخل کی قیمت میں اضافہ کی نسبت کم ہی رہتا ہے۔ پاکستان میں بعض زرعی مداخل پر سیلز ٹیکس عائد ہے اور بعض اس سے مستثنٰی ہیں۔ مثلاً کھاد' زرعی ادویات' ڈیزل پر سیلز ٹیکس وصول کیا جاتا ہے۔ ٹیوب ویل کے لئے استعمال ہونے والی بجلی پر بھی سیلز ٹیکس عائد تو ہے لیکن یہ صارف ادا نہیں کرتا بلکہ حکومت ادا کرتی ہے جبکہ بیج زرعی مشینری سیلز ٹیکس سے مستثنٰی ہیں۔

i۔ کیمیائی کھاد پر سیلز ٹیکس

ایک مدت تک زمین کی کھوئی ہوئی زرخیزی بحال کرنے کا یہ طریقہ رائج رہا ہے کہ ایک مدت معینہ تک کاشت کرنے کے بعد زمین کو ستانے کا موقع دینے کے لئے اس کو خالی چھوڑ دیا جاتا تھا یا پھر گوبر اور پتوں وغیرہ کی کھاد استعمال کی جاتی تھی۔ موجودہ دور میں تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کی غذائی ضروریات پوری کرنے کے لئے زمین خالی چھوڑنا تو درکنار' اس کے موجودہ پیداواری معیار پر بھی اکتفا نہیں کیا جا سکتا اس لئے زمین کو مسلسل کاشت کرنے کے ساتھ ساتھ اسے مسلسل زرخیز رکھنا بھی ضروری ہے اور اس مقصد کے لئے صرف دیسی کھاد (گوبر اور پتوں کی)

پر انحصار ممکن نہیں کیونکہ اس کھاد میں اجزائے خوراک قلیل مقدار میں ہوتے ہیں اور فصل کی خوراک کی ضرورت پوری کرنے کے لئے اس کی خاصی مقدار (15 ٹن فی ایکٹر) درکار ہے جس کا حصول مشینی دور میں ناممکن ہے علاوہ ازیں اس کھاد سے فصل کو اجزائے خوراک فوراً دستیاب نہیں ہوتے بلکہ گلنے کے عمل کے ساتھ بتدریج ہوتے ہیں لہذا اس کو فصل کی بوائی سے 30 سے 40 دن قبل زمین میں ملا کر پانی دینا پڑتا ہے جبکہ اس کے مقابلہ میں کیمیائی کھاد نہ صرف تھوڑی مقدار میں درکار ہوتی ہے بلکہ اس کے اجزاء بھی فصل کو فوراً ہی دستیاب ہو جاتے ہیں اس لئے زمین کی زرخیزی برقرار رکھنے اور پیداوار میں اضافے کے لئے سب سے موثر اور تیر بہدف طریقہ کیمیائی کھاد کا استعمال ہے۔ضروریات میں اضافے کے پیش نظر پاکستان میں کھاد کے استعمال میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔سٹیٹ بینک آف پاکستان کی سالانہ رپورٹ 04-2003 کے مطابق سال گزشتہ 2003 کی نسبت 2004 میں کھاد کے استعمال میں 6.6% کا اضافہ ریکارڈ کیا گیا ہے۔(8) پاکستان میں مختلف فصلوں کے لئے کیمیاوی کھاد کے استعمال کا تناسب کچھ یوں ہے۔گندم جو کہ پاکستان کی اہم ترین فصل ہے یہ کل کھاد کا 45% استعمال کرتی ہے۔کپاس 21%' چاول 10%' گنا 8%' اور بقایا 16% دیگر فصلات کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔ (9) ملکی ضروریات پوری کرنے کیلئے کھاد مقامی طور پر بھی تیار کی جاتی ہے اور درآمد بھی کی جاتی ہے۔پاکستان میں اس وقت کھاد کے 11 کارخانے کام کر رہے ہیں (پنجاب 6' سندھ 3' بلوچستان 2) (10) کھاد کی یہ مقامی صنعت *N/Tonnes* 2024.0 کھاد مہیا کرتی ہے جبکہ ہمیں اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے 2811.4 *N/Tonnes* درکار ہوتی ہے۔چنانچہ *N/Tonnes* 564.0 درآمد کی جاتی ہے اس کے باوجود کھاد کی *N/Tonnes* 223 کی کمی موجود ہے۔ (11)

زرعی معشیت کی یہ ناگزیر ضرورت (کھاد) 2001 تک سیلز ٹیکس سے مستثنیٰ تھی سیلز ٹیکس ایکٹ 1990 کے 6th شیڈول کی انٹری 11 کالم'2' میں''*Fertilizers*'' بھی شامل تھیں۔فنانس ایکٹ 1998 کے ذریعہ چھٹا شیڈول تبدیل کیا گیا تو کھاد پھر بھی اس میں شامل رہی اب یہ انٹری 17 کے تحت تھی 2001 میں سیلز ٹیکس (ترمیمی) آرڈیننس آیا اس میں کیمیاوی کھادوں میں سے یوریا پر سیلز ٹیکس عائد کر دیا گیا۔لیکن دوسری کھادیں اس ٹیکس سے مستثنیٰ ہی رہیں۔ (12) ستمبر 2001 میں تیسرا ترمیمی سیلز ٹیکس آرڈیننس 2001 صدر پاکستان نے جاری کیا اور شیڈول 6th سے انٹری 17 کو مکمل طور پر ختم کر دیا گیا جس کے ساتھ ہی کھاد کا سیلز ٹیکس سے استثناء ختم ہو گیا اور وہ ٹیکس کے دائرہ میں آ گئی۔

Amendment of the Sixth Schedule Sales Tax Act, 1990

(a) in Serial No.17 . The entries relating thereto in columns

(2) and (3) shall be omitted. (13)

اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ کھاد کی قیمت میں 15% اضافہ ہو گیا اور اس اضافہ کا سارا بوجھ کاشتکار کو اٹھانا پڑا اگر ہم گذشتہ تین سال کے دوران کی کھاد کی قیمتوں کا جائزہ لیں تو اندازہ ہوگا کہ سیلز ٹیکس کے علاوہ بھی کھاد کی قیمتوں میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا ہے۔

قیمت فروخت فی تھیلا 50 کلوگرام:

	2000ء	2004ء	اضافہ
یوریا	327روپے	462روپے	+135روپے
امونیم سلفیٹ	286روپے	394روپے	+108روپے
نائٹروفاسفیٹ	464روپے	703روپے	+239روپے
DAP	649روپے	993روپے	+344روپے
سلفیٹ آف پوٹاش	543روپے	924روپے	+381روپے
امونیم نائٹریٹ	231روپے	342روپے	+111روپے
سنگل سپرفاسفیٹ	298روپے	372روپے	+74روپے

(14)

ii۔ زرعی ادویات

فصلوں کومختلف بیماریوں اور کیڑوں سے بچانے اور بھرپور پیداوار حاصل کرنے کے لئے زرعی ادویات کا سہارا لیا جاتا ہے' کھاد کے استعمال کے بغیر تو شائد فصل حاصل کرنا ممکن ہو لیکن زرعی ادویات کے بغیر ایسا ممکن نہیں ہے۔ زرعی ادویات استعمال نہ کی جائیں تو بقایا تمام زرعی مداخل بے کار ثابت ہو جاتے ہیں۔

> *" Plant protection is an important factor without effective protection against the attack of pests and diseases, the beneficial out-come of other inputs may not be realized.*
>
> *(15)*
>
> (زرعی مداخل میں ''پودوں کی حفاظت'' ایک اہم امر ہے اگر چہ یہ بذات خود پیداوار میں اضافہ کا باعث تو نہیں ہیں لیکن کیڑوں اور بیماریوں کے حملے سے مناسب بچاؤ کے بغیر دیگر زرعی مداخل فائدہ مند نتائج پیدا نہیں کر سکتے)

ان زرعی ادویات میں شامل ہیں Fungicidies (پھپھوندی کش) Weedicide (گھاس پھوس مار) یا Herbicidies (جڑی بوٹی مار) اور Pesticidies (کیڑے مار) پاکستان میں زرعی ادویات کی پیداوار کا کوئی کارخانہ نہیں ہے بلکہ یہ ٹیکنیکلی درآمد کی جاتی ہیں پاکستان میں ان کی صرف فارمولیشن ہوتی ہے۔'' جولائی۔مارچ (05-2004) کے دوران 23.0 ہزار ٹن زرعی ادویات درآمد کی گئیں اور 34.4 ہزار ٹن مقامی طور پر فارمولیٹ ہوئیں'' (16)

1988 تک زرعی ادویات کی فراہمی کا مکمل انحصار غیر ملکی ملٹی نیشنل کمپنیوں پر تھا جو گراں قیمت پر زرعی ادویات فراہم کرتی تھیں۔ حکومت پاکستان نے 1988 میں ان کی قیمتوں کو کنٹرول کرنا چاہا لیکن کوئی معاملہ طے نہ پا سکا چنانچہ حکومت پاکستان نے نیشنل کمپنیوں کو زرعی ادویات درآمد کرنے کی اجازت دے دی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کسانوں کو مقابلتاً کم قیمت پر زرعی ادویات میسر آنے لگیں' ملٹی نیشنل کمپنیوں کی من مانی

سیلز ٹیکس سے مستثنیٰ زرعی مداخل

ذیل کے زرعی مداخل جنرل سیلز ٹیکس سے مستثنیٰ ہیں

i۔ زرعی مشینری: دور حاضر میں زراعت کے میدان میں جدید ٹیکنالوجی کا کردار نہایت اہم ہے۔ پاکستان کی غذائی ضروریات کی تکمیل اور برآمدات میں اضافہ کے لئے ضروری ہے کہ جدید زرعی وسائل کا بھرپور استعمال کیا جائے۔ مزید یہ کہ " *The future challenges of the free market and faster globalisation have further necessitated modernization of agricultural machinery through the transfer of the latest, most efficient and cost effective technology to the farming system.* (24) (فری مارکیٹ اور تیز تر گلوبلائزیشن کے مستقبل کے چیلنج نے زرعی مشینری کو جدید بنانے کی ضرورت اور بڑھا دی ہے اور یہ ضرورت جدید ترین' نہایت کامیاب اور Cost Effective ٹیکنالوجی کو زرعی نظام کی طرف منتقل کر کے حاصل کی جا سکتی ہے)

بنیادی زرعی مشینری میں ٹریکٹر' تھریشر' کمبائنڈ ہارویسٹر' سیڈ ڈرل اور Cultivator وغیرہ شامل ہیں زرعی مشینری کو سیلز ٹیکس سے 1998ء میں پہلی دفعہ مستثنیٰ قرار دیا گیا۔ فنانس ایکٹ 1998 کے ذریعہ جب سیلز ٹیکس ایکٹ کا چھٹا شیڈول تبدیل کیا گیا تو اس میں انٹری 49 اور 50 شامل کی گئی جس کی رو سے زرعی مشینری پر سیلز ٹیکس ختم ہو گیا۔

> ***49-*** *Supply of tractors, bulldozers and combined harvestors for agricultural purposes; and CKD kits thereof imported by recognized local manufacturers as per their approved deletion pogramme subject to the same conditions as re envisaged for the purposes of exemption under the Customs Act.*
>
> ***50-*** *Supply of other such agricultural implements as may be specified in a notification to be issued by the Federal Government in the official Gazette. (25)*

یعنی کہ فنانس ایکٹ 1998 کی رو سے زرعی مشینری سیلز ٹیکس سے مستثنیٰ ٹھہری اب فنانس ایکٹ 2004 کے ذریعہ سیلز ٹیکس ایکٹ دفعہ 13 (1) کے تحت چھٹے شیڈول کی انٹری 49 میں ترمیم کی گئی کہ پہلے تو زرعی مقاصد کے لئے اس مشینری کو سیلز ٹیکس سے مستثنیٰ رکھا گیا تھا مگر 2004 کی ترمیم میں زرعی مقاصد کی شرط ہٹا کر استثناء کو مزید وسعت دے دی گئی۔

Tractors, Bulldozers and combined harvestors for agricultural purposes; and CKD kits thereof imported by recognized local manufacturers as per their approved

deletion pogramme subject to the same conditions as re envisaged for the purposes of exemption under the Customs Act. (26)

اب(30 نومبر 2005) تک پاکستان میں مقامی طور پر تیار ہونے والی اور درآمد کی جانے والی زرعی مشینری جنرل سیلز ٹیکس کی عائد گی سے مستثنٰی ہے اور حکومت کا کہنا ہے کہ 04-2003 ٹریکٹر اور دیگر زرعی مشینری کی مد میں حکومت کو 1.75 بلین روپے کا خسارہ سیلز ٹیکس کی آمدنی میں سے برداشت کرنا پڑا۔ اور 05-2004 میں بھی یہ تخمینہ 1.75 ملین ہے۔ (27)

ii- بیج:

زرعی پیداوار بڑھانے اور بہتر بنانے کا موثر طریقہ عمدہ اور خالص بیج کی فراہمی ہے اچھا بیج فصل میں 50% تک اضافہ کا باعث ہو سکتا ہے۔ *Quality seed plays a pivotal role in boosting agricultural production both in market-oriented and subsistence farming.(28)* (عمدہ بیج زمینی پیداوار بڑھانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، مارکیٹ کے نقطہ نظر سے اور خوراک کی ضروریات پوری کرنے کے لئے بھی (دونوں طرح سے) وطن عزیز میں کاشتکاروں کو تصدیق شدہ بیج کی فراہمی کے لئے صوبہ پنجاب اور سندھ میں سیڈ کارپوریشن موجود ہے جبکہ بلوچستان اور سرحد میں محکمہ زراعت بیج کی پیداوار processing اور مارکیٹنگ کا کام کرتا ہے۔ پرائیویٹ شعبہ میں اس وقت 510 سیڈ کمپنیاں ہیں جن میں پانچ ملٹی نیشنل بھی شامل ہیں انہیں بھی تصدیق شدہ بیج کی مارکیٹنگ کی اجازت ہے۔ اس کے علاوہ فیڈرل سیڈ سرٹیفیکیشن اینڈ رجسٹریشن کا شعبہ بیج کے کاشتکار تک پہنچنے سے پہلے اس کی کوالٹی چیک کرتا ہے یہ کام 17 سیڈ ٹیسٹنگ لیبارٹریز اور فیلڈ آفسر کے ذریعہ انجام دیا جاتا ہے جو کہ ملک کے مختلف حصوں میں قائم ہیں۔ (29) سیلز ٹیکس ایکٹ 1990 کے 6th شیڈول کی انٹری 5 اور 4 کے تحت بیج سیلز ٹیکس سے مستثنٰی ہیں شیڈول میں درج ہے:

> *4. Corn seeds: Gram sorghum seeds millet seeds. Seed fruits and spores for sowing.*
>
> *5. Supply of Cotton Seed which is :*
>
> *(b) exclusively meant for sowing purposes,subject to such conditions as the Board may specify.*

حکومت پاکستان کے مطابق وہ زرعی بیج اور چارہ مویشی کے ضمن میں 0.10 بلین کا خسارہ کاشتکار کی سہولت اور آسانی کی خاطر برداشت کر رہی ہے (30)

iii- بجلی:

نہری پانی کا متبادل بجلی یا ڈیزل سے چلنے والے ٹیوب ویل ہیں ہمارے ملک میں توانائی کے یہ دونوں ذرائع بہت مہنگے ہیں ہمارا شعبہ زراعت کل استعمال ہونے والی بجلی کا صرف 12.7% استعمال کرتا ہے اور یہ استعمال پچھلے سالوں کی نسبت سے کم ہوتا جا رہا ہے۔ مثلاً

1992-93 میں یہ استعمال 17.9% تھا، 97-1996 میں یہ 18.2% اور 01-2000 میں کم ہو کر 11.3% پر چلا گیا۔ (31) اسکی بنیادی وجہ بجلی کا مہنگا ہونا ہے۔ پاکستان میں بجلی سے چلنے والے ٹیوب ویلوں کی تعداد 121178 (ایک لاکھ اکیس ہزار ایک سو اٹھتر) ہے۔ (32) ٹیوب ویل کی بجلی کی قیمت فی یونٹ 3.125 روپے ہے۔ اس پر 15% سیلز ٹیکس بھی نافذ ہے۔ حکومت پاکستان نے بجلی پر سیلز ٹیکس S.R.O. 124(I)/2000 کے ذریعہ نافذ کیا اور اس مقصد کے لئے رولز بھی بنائے یہ رولز (Special Procedure for collection and payment of sales tax (Electric Power Rules 2000) کہلاتے ہیں ان کی دفعہ 4 کے تحت بجلی پر جنرل سیلز ٹیکس عائد کر دیا گیا۔

4-LEVY AND COLLECTION OF SALES TAX:-

(i) Every person who supplies electric Power shall be liable to registration and shall collect Sales tax at the rate specified in Sub-Section of Section 3 of the Act. (33)

حکومت زرعی استعمال کی بجلی پر یہ سیلز ٹیکس عائد تو ضرور کرتی ہے بل میں موجود بھی ہوتا ہے لیکن حکومت اسے صارف سے وصول نہیں کرتی ہے بلکہ وفاقی حکومت اس سیلز ٹیکس کی مد میں رقم اپنے پاس سے ادا کرتی ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ بل جن مختلف حصوں (Components) سے مل کر بنتا ہے اس میں سے واپڈا کے ٹیرف کے مطابق ایک مد Fas (Fuel Adjustment Surcharge) ہے اس کا ریٹ حکومت 0.49 x صرف شدہ یونٹ = مقرر کیا ہے لیکن حکومت وصول کرتی ہے 0.36 x صرف شدہ یونٹ اور بقایا 13% پیسے حکومت سبسڈی کی صورت میں خود ادا کرتی ہے۔ چنانچہ کل بل کا 15% سیلز ٹیکس + استعمال شدہ فی یونٹ کا 13 پیسے دونوں ادائیگیاں حکومت اپنے پاس سے کرتی ہے (34) حکومت اس مد میں صارف کی سہولت کے لئے خود خسارہ برداشت کرتی ہے۔

جولائی 2005 میں حکومت پاکستان نے کاشتکاروں کو سستی بجلی فراہم کرنے کے لئے ایک نیا ٹیرف متعارف کروایا اور رات 10 بجے تا صبح 6 بجے تک بجلی کی قیمت میں 20% رعایت کا اعلان کیا اس مقصد کے لیے میٹر TOD (Time of Day) 5000 قیمت کا کاشتکاروں کو مفت دینے کا اعلان کیا ان میٹروں کی تعداد محدود تھی اور پہلے آیئے پہلے پایئے کی بنیاد پر دیئے گئے پنجاب گورنمنٹ نے اس مقصد کے لئے واپڈا کو 45 کروڑ روپے کی ادائیگی بھی کر دی۔ (35)

حوالہ جات

1- *M.Mahmood Jawad, Mehmood Pasha, The Sales Tax Act 1990, Pakistan Law Time Publishers P.3.*

2- *Tariq Najib Ch., Sales Tax Act 1990, Tariq Najib Corporation Lahore, 30th Edition P.70.*

3- *Tariq Najib Ch., Op., Cit., P.71,*

4- *Tariq Najib Ch., Op., Cit., P.70,*

5- *Rana Munir Hussain, The Sales, Tax Act, 1990, Fiscal Law Publishers Lahore, Sec. 3 (1) (a)(b), P.41,*

6- *Rana Munir Hussain, Op., Cit., Sec. 6 (1) (a)(b), P.55,*

7- *Rana Munir Hussain, Op., Cit., Sec. 13 (1) (a)(b), P.78,*

8- *Annual Report 2003-2004, Revenue of Economy , State Bank of Pakistan, V.I, P.15*

9- *Ibid*

10- *Pakistan Economic Survey 2004-05, Govt. of Pakistan, Finance Division, Economic Advisor's Wing, Islamabad, P.27.*

11- *Op., Cit., P.14, Table No. 2.11,*

12- *Sales Tax (Second Amendmend) Ordinance 2001, F.No. 2 (1) / 2001- PUB, Dated 31-03-2001.*

13- *Sales Tax (Third Amendmend) Ordinance 2001, F.No. 2 (1) / 2001- PUB, Dated Sep 2, 2001.*

14- *Pakistan Economic Survey 2004-05, P.27, Table No. 2.10,*

15- *Op., Cit., P.15, Table No. 2.10,*

16- *Pakistan Economic Survey 2004-05, P.15, Table No. 2.10,*

17- ندائے کسان' (ماہنامہ) جولائی 2002ء؛ G-10 جوہر ٹاؤن لاہور، ص 4،

18- *Agricultural Statistics of Pakistan 2001-2002, Govt. of Pakistan, Ministry of Food, Agriculture and Live Stock (Economic Wing),P.153*

19- بحوالہ فنانس مینجر کسان کیئر (پرائیویٹ) لمیٹڈ' 9/C I سوک سنٹر' فیصل ٹاؤن لاہور۔

20- *Pakistan Economic Survey 2004-05, P.189, Table No. 2.10*

21- *Agricultural Statistics of Pakistan 2001-2002, P.182*

22- بحوالہ فنانس مینجر شیل لبرٹی مارکیٹ لاہور

24- *Pakistan Economic Survey 2004-05, P.15,*

25- *Finance Act 1998(Act III of 1998)No. F.22 (13) / 98- Legis, Dated 1-7-98*

26- *Finance Act 2000 (Act II of 2004) No. F.22 (13)/04-Legis, Dated 1-7-04*

27- *Pakistan Economic Survey 2004-05, P.218*

28- *Op., Cit., P.15*

29- *Ibid*

30- *Pakistan Economic Survey 2004-05, P:208, Table No. 2.10*

31- *Op., Cit., P.200*

32- *Agricultural Statistics of Pakistan 2001-2002, P.182*

33- *Notification Sales Tax, S.R.O. 124(I)/2000 Government of Pakistan (Revenue Division) Islamabad.*

34- بحوالہ ریونیو آفیسر واپڈا اشالا مار ٹاؤن، لاہور۔

35- روزنامہ جنگ لاہور، 15 جولائی 2005

فصل دوم: متروک زرعی محاصل

اس سے مراد وہ زرعی محاصل ہیں جو اس وقت پاکستان میں نافذ نہیں ہیں اگر چہ اس سے قبل مختلف اوقات میں کاشتکاروں اور مالکان زمین سے وصول کئے جاتے رہے ہیں

1۔زرعی اثاثہ جات پر دولت ٹیکس

دولت ٹیکس منقولہ و غیر منقولہ جائداد جب کہ اس کی مالیت ایک خاص حد تک پہنچ جائے پر لاگو ہونے والا ایک بلا واسطہ ٹیکس ہے۔ پاکستان میں یہ ٹیکس پہلی دفعہ 1963ء میں متعارف کروایا گیا۔ یہ انڈین ویلتھ ٹیکس 1957ء کی طرز پر تھا۔ زراعت پر وزیر اعظم ٹاسک فورس رپورٹ 1993ء کے مطابق ملک میں یہ ٹیکس ٹیکسیشن انکوائری کمیٹی 1959ء کی سفارش پر نافذ کیا گیا۔

> *" Wealth tax was first introduced in 1963 following the recommendations of the Taxation Enquiry Committee of 1959." (1)*

دولت ٹیکس کی قانون سازی کے لئے قومی اسمبلی بل نمبر 30 آف 1963 ' 8 جون کو قومی اسمبلی میں لایا گیا۔ آئین پاکستان (1962) کی شق 47 کے تحت صدر پاکستان نے اس بل کی منظوری دی اور ویلتھ ٹیکس ایکٹ 1963 (Act XV of 1963) وجود میں آیا اور یکم جولائی 1963 سے اس کا نفاذ ہوا۔ یہ ایکٹ آٹھ ابواب چھیالیس دفعات اور دو شیڈول پر مبنی ہے۔ اس ایکٹ میں مختلف فنانس ایکٹ اور آرڈیننس کے ذریعہ وقتاً فوقتاً ترامیم آتی رہی ہیں۔

زرعی اثاثہ جات دولت ٹیکس سے مستثنیٰ

دولت ٹیکس ایکٹ کے نفاذ کے وقت زرعی اثاثہ جات کو اس ٹیکس سے مستثنیٰ رکھا گیا تھا۔ یہ ٹیکس اثاثہ جات پر عائد کیا گیا تھا اور ایکٹ 1963 میں اثاثہ جات کی تعریف یہ کی گئی ہے

اس میں ہر قسم کی منقولہ و غیر منقولہ جائداد شامل ہے سوائے

(i) زرعی زمین' اگنے والی فصلیں' ایسی زمین پر اگنے والے درخت کے

(ii) کاشتکار یا کرایہ یا ریونیو وصول کنندہ کے زیر ملکیت یا زیر قبضہ کوئی عمارت جو زرعی زمین سے باہر ہو۔

بشرطیکہ وہ عمارت زرعی زمین کے قریب ہو اور ایسی عمارت جو کہ کاشتکار' کرایہ یا ریونیو وصول کنندہ کے زمین سے تعلق کی بناء پر ضروری ہو جیسے رہنے کے لئے گھر یا گودام یا باڑہ (2) اور مزید دفعہ 5 میں جن اثاثہ جات کو ویلتھ ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دیا گیا اس میں زرعی آلات بھی شامل تھے۔

تشخیص کنندہ درج ذیل اثاثہ جات پر ویلتھ ٹیکس ادا کرنے سے مستثنیٰ ہوگا اور یہ اثاثہ جات اس کی Net دولت میں شامل نہیں ہوں گے اس میں شامل ہے وہ آلات جو تشخیص کنندہ' زرعی پیداوار بڑھانے کیلئے استعمال کرتا ہے اس کلاز کے تحت ان آلات میں کوئی ایسا پلانٹ یا مشینری

شامل نہیں ہے جو چائے یا کسی اور زرعی پیداوار کو مصنوعات میں تبدیل کرنے کے لئے استعمال ہو۔ (3) گویا کہ دولت ٹیکس ایکٹ 1963 کی رو سے زرعی زمین، اس پر اگنے والی فصلیں وغیرہ، زرعی مقاصد کے لئے استعمال ہونے والی عمارتیں اور زرعی پیداوار بڑھانے کے لئے استعمال ہونے والے آلات ویلتھ ٹیکس سے مستثنیٰ قرار پائے۔

زرعی اثاثہ جات پر ویلتھ ٹیکس کا نفاذ: زرعی زمین پر ویلتھ ٹیکس پہلی دفعہ 1969ء میں فنانس ایکٹ 1969 کے ذریعہ بعض استثناء کے ساتھ نافذ کیا گیا اور 1963 کے ایکٹ میں ان دفعات کا اضافہ ہوا

(کسی شخص یا غیر منقسم ہندو خاندان جس کے غیر زرعی اثاثہ جات پر ایسا کوئی ٹیکس لاگو نہیں ہے اس کی زرعی زمین پر بھی کوئی ویلتھ ٹیکس لاگو نہیں کیا جائے گا) (4)

ii۔ ایک لاکھ روپے تک کی مالیت کی زرعی زمین کو ویلتھ ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا۔ (5)

iii۔ زرعی زمین کا مالک کوئی فرد یا غیر منقسم ہندو خاندان جس پر انکم ٹیکس ایکٹ 1922 کے تحت انکم ٹیکس لاگو نہیں ہوتا وہ زرعی زمین پر ویلتھ ٹیکس سے مستثنیٰ ہوگا۔ (6)

گویا کہ زرعی زمین پر دولت ٹیکس عائد تو کیا گیا لیکن ساتھ ہی یہ شرائط بھی بیان کی گئیں کہ اگر زرعی زمین کی مالیت 100,000 (ایک لاکھ) تک ہے اس سے زائد نہیں تو ایسی زمین پر کوئی ویلتھ ٹیکس نافذ نہیں ہوگا۔ اگر زرعی اراضی کے علاوہ کسی کے اثاثہ جات اتنے ہیں کہ ان پر ایسا کوئی ٹیکس عائد نہیں ہوتا تو ایسی زرعی زمین بھی ویلتھ ٹیکس سے مستثنیٰ ہوگی اور یہ کہ اگر زرعی اراضی کے مالک ایسے افراد ہیں جن پر انکم ٹیکس عائد نہیں ہوتا تو وہ بھی زرعی زمین پر ویلتھ ٹیکس کی ادائیگی سے فارغ ہوں گے زرعی زمین کی مالیت کے تخمینہ کے لئے پیداواری انڈکس یونٹ (PIU) کو بنیاد بنایا گیا۔ (7)

اس وقت زرعی زمین کی مالیت کے لئے فی پیداواری یونٹ قیمت 10 روپے تھی ملکیت کی حد 8,000 پیداواری یونٹ تھی۔ ویلتھ ٹیکس سے استثناء کے لئے زرعی زمین کی مالیت کی حد 100,000 (ایک لاکھ) طے کی گئی اس لئے کوئی بھی زمیندار زرعی زمین پر ویلتھ ٹیکس کی ادائیگی کا اہل نہ ہوا۔ (8) تاہم SRO 1267 (i) dated 11-12-1990 کے ذریعہ 100 روپے کا اضافہ پیداواری یونٹ کی قیمت میں کیا گیا۔ پیداواری یونٹ کی قیمت بڑھنے کے باوجود دفعہ 5-A کے تحت زرعی زمین ویلتھ ٹیکس سے مستثنیٰ ہی رہی۔ (9)

فنانس آرڈیننس 1970 نے درج بالا دفعہ 3' دفعہ 5(xiii) (xii) کو ختم کر دیا اور اس کی جگہ نئی دفعہ 5-A کا اضافہ کیا اس میں بھی تقریباً پہلے والی بات ہی دھرائی گئی کہ جس شخص پر انکم ٹیکس لاگو نہیں ہوتا جس کے غیر زرعی اثاثہ جات ایک لاکھ روپے مالیت سے کم ہیں وہ زرعی اثاثہ جات پر ویلتھ ٹیکس سے مستثنیٰ ہوں گے۔

دفعہ 5-A کا متن درج ذیل ہے۔

5-A. *WEALTH TAX NOT PAYABLE BY CERTAIN PERSONS:-*

"No wealth tax shall be payable by an individual or Hindu undivided family on the value of agricultural land if.;

(i) *Such individual or Hindu undivided family is not liable to income tax under the*

Income Tax Act, 1922 (or the Income Tax Ordinance 1979) : and

(ii) The net wealth, as reduced by the value of the agricultural land owned by such individual or Hindu undivided family would not be liable to Wealth Tax.(10)

وزیراعظم ٹاسک فورس 1993 نے اس دفعہ 5-A کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

> " The Provisions of the section 5-A were not clear because it was difficult to ascertain whether in the additive (as against substitutive) conditions were necessary to provide exemption or for creating liability of wealth tax. Any how in practice farmers who did not pay any income tax continued enyoying immunity from wealth tax now. (11)
>
> (دفعہ 5-A کے شقیں واضح نہیں تھیں کیونکہ یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ دونوں شرائط استثناء فراہم کرنے کے لئے ضروری تھیں یا ویلتھ ٹیکس لاگو کرنے کے لئے۔ تاہم عملاً جو کسان انکم ٹیکس ادا نہیں کرتے تھے وہ آج تک ویلتھ ٹیکس بھی ادا نہیں کر رہے ہیں)

مختصراً 1993ء تک زرعی زمین دولت ٹیکس سے مستثنیٰ ہی رہی۔ 19 اگست 1993 کو نگران وزیراعظم معین قریشی نے New Economic Package کا اعلان کرتے ہوئے پہلی دفعہ زرعی اثاثہ جات اور سرمایہ (Agricultural Assets and Holdings) پر دولت ٹیکس ایکٹ 1963 کے تحت فنانس بل 1994 کے ذریعہ ٹیکس لگا دیا۔ اور پاکستان میں پہلی دفعہ زرعی اثاثہ جات پر ویلتھ ٹیکس نافذ ہوا۔ "Thus for the first time the agricultural land become liable to wealth tax assessment year 1994-95" (12)

ویلتھ ٹیکس ایکٹ 1963 میں زرعی اثاثہ جات پر ویلتھ ٹیکس کے نفاذ کی خاطر فنانس ایکٹ 1994 کے ذریعہ ذیل کی تبدیلیاں لائی گئیں۔

1۔ ویلتھ ٹیکس (ترمیمی) آرڈیننس 1993 کے ذریعہ دفعہ 5-A ختم کر دی گئی جس کی وجہ سے انکم ٹیکس اور غیر زرعی اثاثہ جات پر ویلتھ ٹیکس کے عدم نفاذ کی وجہ سے زرعی زمین کو ویلتھ ٹیکس سے ملنے والی چھوٹ کا خاتمہ ہو گیا۔

2۔ SRO 746 (i) / 93 dated 29-08-1993 کے ذریعہ پیداواری یونٹ کی قیمت 200 روپے مقرر ہوئی۔

3۔ فنانس ایکٹ 1994 کے حوالہ سے ویلتھ ٹیکس کے لئے زرعی زمین کی مالیت کی چھوٹ ایک لاکھ سے بڑھا کر دس لاکھ کر دی گئی۔

4۔ **زرعی اثاثہ جات پر ویلتھ ٹیکس کی شرح** ویلتھ ٹیکس ایکٹ 1963 کے شیڈول I میں بیان کی گئی ہے۔اگر چہ زرعی اثاثہ جات اور غیر زرعی اثاثہ جات پر ٹیکس کی شرح الگ الگ بیان کی گئی ہے لیکن ریٹ ایک ہی ہے۔

زرعی اثاثہ جات سے حاصل ہونے والی Net دولت پر ٹیکس کی شرح (1000000 (دس لاکھ) مالیت کی زرعی اراضی یعنی تقریباً 5000 پیداواری یونٹ کے بعد یہ ہے

i) Net دولت کے پہلے 500,000 پر 0.5% = 2500 روپے 2500 پیداواری یونٹ

ii) Net دولت کے اگلے 500,000 پر 1% = 5000 روپے 2500 پیداواری یونٹ

iii) Net دولت کے اگلے 500,000 پر 1.5% = 7500 روپے 2500 پیداواری یونٹ

iv) Net دولت کے اگلے 500,000 پر 2% = 10000 روپے 2500 پیداواری یونٹ

v) Net دولت کے بقایا پر 500,000 پر 2.5% = 12500 روپے 2500 پیداواری یونٹ (13)

ویلتھ ٹیکس ایکٹ 1963 کا شیڈول II پارٹ I ان تمام امور سے متعلق ہے جو کہ ویلتھ ٹیکس سے مستثنٰی ہیں اس میں زرعی اثاثہ جات سے متعلق ان معاملات کو ٹیکس سے مستثنٰی قرار دیا گیا ہے۔کسی سے ذیل کے اثاثہ جات پر کوئی (ویلتھ) ٹیکس وصول نہیں کیا جائے گا اور تشخیص کنندہ کی Net دولت میں شامل نہیں ہوں گے۔

(1) زکوٰۃ وعشر آرڈیننس 1980 (XVIII of 1980) کے تحت جن اثاثہ جات سے زکوٰۃ وصول کی جائے۔(لیکن عشر کی ادائیگی پر زرعی زمین کو ویلتھ ٹیکس سے مستثنٰی نہیں کیا گیا)۔

(2) کسی تشخیص کنندہ کو بہادری یا کسی Merit Award کے صلہ میں حکومت سے ملنے والی زرعی زمین یا وفاقی حکومت کی منظوری سے ملنے والی زرعی زمین۔یعنی ضروری ہے کہ۔

(i) زمین زرعی ہو

(ii) وفاقی یا صوبائی حکومت نے دی ہو

(iii) انعام کے طور پر ملی ہو

(iv) یہ انعام وفاقی حکومت نے یا اس کی منظوری سے دیا گیا ہو

(3) زرعی زمین مالیت میں دس لاکھ تک ہو تو

(4) زرعی زمین یا اس کے قریب ترین واقع ایک رہائشی مکان۔ایک سے زائد مکان ہو تو مالک کو کوئی ایک سا چننے کا اختیار ہوگا۔

(5) **زرعی آلات:۔** اس میں آلات شامل ہیں وہ تشخیص کنندہ زرعی پیداوار بڑھانے کے لئے استعمال کرتا ہے۔(ان آلات میں ٹریکٹر، ٹیوب ویل، اور دیگر فارم مشینری شامل ہے۔لیکن کوئی ایسا پلانٹ یا مشینری شامل نہیں ہے جو زرعی پیداوار کی کسی Processing یا اس سے کوئی مصنوعات بنانے میں استعمال ہو۔)

(6) زرعی اثاثہ جات کا مالک ایک پک اپ جو زرعی مقاصد کے لئے ہو اور اس کے علاوہ ایک اور گاڑی ذاتی استعمال کیلئے رکھ سکتا ہے۔ (11)

زرعی اثاثہ جات کا گوشوارہ جمع کروانا:۔ ہر زمیندار اپنے زرعی اثاثہ جات کا گوشوارہ خواہ وہ پہلے سے ٹیکس گزار ہے یا نہیں دونوں صورتوں میں مروجہ قوانین کے تحت محکمہ مال یا محکمہ ٹیکس کے دفاتر میں، جہاں چاہے جمع کروانے کا پابند ہوگا۔

"Provided further that a portion of net wealth of an assessee comprises agricultural assets, the separate return required to be filed in respect of such portion." (15)

(اگر کسی تشخیص کنندہ کی Net دولت کا کچھ حصہ زرعی اثاثہ جات پر مشتمل ہے تو اس حصہ (زرعی اثاثہ جات) کے لئے الگ سے گوشوارہ داخل کروانا ہوگا)

زرعی اثاثہ جات پر ویلتھ ٹیکس کے سال نفاذ 95-1994 میں نہایت کم زمینداروں نے اپنے گوشوارے داخل کروائے۔ حکومت نے بھی کسی سنجیدگی کا اظہار نہ کیا اور نہ ہی کسی کو کوئی نوٹس وغیرہ دیا گیا۔

ویلتھ ٹیکس کا خاتمہ:۔

فنانس آرڈیننس کے ذریعہ حکومت نے ویلتھ ٹیکس ایکٹ 1963 کی دفعہ 3 میں ترمیم کر دی اور اس ترمیم کے ذریعہ ویلتھ ٹیکس 2001ء ختم کر دیا گیا

Provided that wealth tax shall not chargeable in respect of any assessment year commencing on or after the first day of July 2001. (16)

(یکم جولائی 2001 سے شروع ہونے والے یا اس کے بعد والے کسی سال تشخیص میں ویلتھ ٹیکس قابل اطلاق نہ ہوگا)

حوالہ جات

1- *Report of the Prime Minister's Task Force on Agriculture, Revenue Division, Ministry of Finance, Revenue and Economic Affairs, Govt. of Pakistan, Dec:1993, P.27.*

2- *Wealth Tax Act 1963, Mansoor Law Book House, Lahore, Sec 2 (E).*

3- *Op., Cit., Sec 5 (vii)*

4- *Op., Cit., Sec 3*

5- *Op., Cit., Sec 5*

6- *Op., Cit., Sec 6 (viii)*

7- *The Wealth Tax Rules 1963, Mansoor Law Book House, Lahore, Rule B (3A)*

8- *Report of Prime Minister's Task Force on Agriculture P.27*

9- *Sajjad Hussan, Wealth Tax 2000, Taxation Law Books Publishers,P.167*

10- *Wealth Tax Act 1963, Sec 5-A*

11- *Report of Prime Minister's Task Force on Agriculture P.27*

12- *Sajjad Hassan, Op., Cit., P.167*

13- *Wealth Tax Act 1963, Schedule-I, Part-I.*

14- *Sajjad Hassan, Op., Cit., Schedule-II, Part-I .Clause (1)(2)(3)(4)(5)(6),P.164-169*

15- *Wealth Tax Act 1963, Sec 14*

16- *Finance Ordinance 2000, PUB dated 19-6-2000 No. F 2 (1).*

2۔ لینڈ ریونیو

کھیت کی آمدنی میں سے حکومت کو جو حصہ ملتا ہے اس کا نام معاملہ زمین ہے۔ معاملہ زمین یا مالیہ سیدھا محصول ہے۔ (1) پاکستان میں نفاذ عشر (1983ء) سے قبل تک زراعت پر صرف لینڈ ریونیو ہی واحد براہ راست ٹیکس تھا۔ تقسیم ہند سے قبل ہندوستان میں معاملہ زمین سے متعلق مختلف علاقوں میں مختلف قوانین نافذ تھے۔ مثلاً پنجاب لینڈ ریونیو ایکٹ 1887 (XVII of 1887) پنجاب' سرحد' بلوچستان' بہاولپور اور نصیر آباد میں نافذ تھا۔ سندھ (نصیر آباد ڈویژن کے علاوہ) میں سندھ لینڈ ریونیو کوڈ V آف 1879 اور کراچی میں بمبئی لینڈ ریونیو کوڈ V آف 1879 لاگو تھا۔ قیام پاکستان کے وقت حکومت پاکستان نے اسی برطانوی راج کے قائم کردہ لینڈ ریونیو نظام کو اپنایا۔

1947 میں پاکستان وجود میں آیا اور یہ تمام علاقے ایک بڑے صوبے کی صورت میں جمع ہو گئے تو ایک ایسے نئے ایکٹ کی ضرورت نہایت شدت سے محسوس کی گئی جس میں لینڈ ریونیو سے متعلقہ قوانین کو ایک سانچے میں ڈھالا جائے اور یہ ضرورت صرف انتظامی مقاصد کے لئے ہی نہ تھی بلکہ تمام علاقوں کو قومی ترقی اور استحکام کے دھارے میں شامل کرنے کے لئے ضروری تھا۔

> *"In order to remove disparities in the different integrating units and place the rights and privileges of land owners vis-a-vis the state on a uniform basis through out the Province, it has been found necessary to consolidate and amend the entire laws relating to land revenue and incorporate them into one ACT to be aplicable to the whole of the West-Pak.* (2)
>
> (مختلف علاقوں میں پائے جانے والے فرق کو دور کرنے اور پورے صوبے میں مالکان زمین اور ریاست کے حقوق و فرائض کو یکساں بنیاد پر استوار کرنے کے لئے لینڈ ریونیو سے متعلق تمام قوانین کو ایک ایکٹ میں جمع کرنا انتہائی ضروری تھا۔ جس کا اطلاق سارے مغربی پاکستان پر ہو۔)

چنانچہ حکومت پاکستان نے 1967 میں ایک نیا لینڈ ریونیو ایکٹ بنایا جو مغربی پاکستان لینڈ ریونیو ایکٹ 1967 (Act XVII of 1967) کہلایا۔ یہ ایکٹ قبائلی علاقہ جات کے علاوہ پورے مغربی پاکستان میں نافذ ہوا۔ (3) اس نے ایکٹ نے کم وبیش' پنجاب ریونیو ایکٹ 1887 اور سندھ لینڈ ریونیو لینڈ کوڈ 1879 سمیت 24 پہلے ایکٹ منسوخ کئے (4) اور پورے مغربی پاکستان میں ایک سا نظام متعارف کروایا۔ مغربی پاکستان لینڈ ریونیو ایکٹ 1967 کی بنیاد اگر چہ پنجاب لینڈ ریونیو ایکٹ 1887 پر ہی تھی لیکن قانون کی سختی کم کرنے کیلئے کچھ ترامیم بھی کی گئیں مثلاً (i) سندھ لینڈ ریونیو کوڈ 1879 کے تحت مالیہ زمین کی تشخیص کیلئے، اگر دس ایکڑ سروے نمبر میں سے صرف چار ایکڑ پر کاشتکاری اور فصل ہوئی تو پھر بھی معاملہ زمین چار ایکڑ کی بجائے دس ایکڑ پر وصول کیا جاتا تھا۔ لیکن نئے ایکٹ میں اس کا خاتمہ کر دیا گیا۔ (ii) اگر کسی ایک خسرہ نمبر میں کئی فصلیں بوئی جاتی تھیں تو ان تمام فصلوں میں سے جس کا ریٹ سب سے زیادہ ہوتا اسے اختیار کیا جاتا تھا جبکہ 1967 کے لینڈ ریونیو ایکٹ میں ہر فصل کو الگ سے تشخیص کیا جاتا۔ (iii) مالیہ کی عدم ادائیگی پر نادہندہ کو فوراً گرفتار نہیں کیا جائیگا بلکہ اسے 15 اور 30 دن کے نوٹس یکے بعد دیگرے بھجوائے جائیں گے۔ (5)

1969 کو مارشل لاء کے نفاذ کے بعد ون یونٹ ختم ہو گیا اس کے خاتمہ پر مغربی پاکستان (Dissolution) آرڈر، 1970 کی دفعہ 19 کے تحت نئے بننے والے صوبوں میں مغربی پاکستان لینڈ ریونیو ایکٹ 1967 ہی نافذ العمل رہا ایکٹ ہذا میں وقتاً فوقتاً ترامیم بھی کی جاتی رہیں مثلاً 1972 میں سندھ کے لئے ایکٹ میں ترمیم کی گئی اور مغربی پاکستان لینڈ ریونیو (سندھ ترمیمی) ایکٹ 1972 بنا جس نے پیداواری انڈکس یونٹ کی بنیاد پر ایک فلیٹ ریٹ سسٹم نافذ کیا۔

"Abolished the standard and sliding scale system of land revenue by a flat rate system which was based on a fixed charge on PIU (Produce Index Units)" (6)

نومبر 1975 میں ملکی سطح پر (بھٹو دور میں) مغربی پاکستان لینڈ ریونیو (ترمیمی) آرڈیننس 1976 کے ذریعہ دو اہم تبدیلیاں لائی گئیں۔

(i) 12 ایکڑ تک کی ملکیت اراضی کو مالیہ کی ادائیگی سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا۔

(ii) 25 ایکڑ سے زائد اراضی کے مالیہ میں اضافہ کر دیا گیا۔

1977 میں لینڈ ریونیو کے حوالہ سے نہایت اہم تبدیلی یہ آئی کہ فنانس ایکٹ 1977 کے ذریعہ پہلی دفعہ زرعی آمدنی پر براہ راست ٹیکس لگایا گیا اور لینڈ ریونیو ختم کر دیا گیا لیکن جولائی 1977 کے فوراً بعد یہ ایکٹ نافذ ہونے کے قبل ہی مارشل لاء حکومت (ضیاء دور) کے ہاتھوں ختم ہو گیا مارشل لاء حکومت نے پہلے تو 1977ء میں اس قانون کو معطل کیا اور پھر 1979 میں انکم ٹیکس آرڈیننس 1979 کے ذریعہ فنانس ایکٹ 1977 کو منسوخ کر کے یہاں تک کہ پہلے والا لینڈ ریونیو سسٹم دوبارہ جاری کر دیا۔ 83-1982 تک یہ نظام اسی طرح قائم رہا کہ حکومت نے عشر وزکوٰۃ آرڈیننس 1980ء نافذ کیا جس کی رُو سے تمام سنی مسلمان پر لینڈ ریونیو کی بجائے عشر لاگو ہوا اور جو لوگ مخصوص فقہ کی بنا پر عشر سے مستثنیٰ قرار پائے وہ لینڈ ریونیو کی ادائیگی کے پابند ٹھہرے۔

لینڈ ریونیو کا خاتمہ

1997 میں زرعی انکم ٹیکس کا باقاعدہ آغاز ہوا تو تمام صوبوں سے لینڈ ریونیو کی وصولی منسوخ کر دی گئی۔ پنجاب لینڈ ریونیو (تنسیخ) آرڈیننس 1997 (ORD NO.XXV OF 1997) بمطابق 21 جولائی 1997 کی دفعہ 2 کے تحت حکومت پنجاب نے ربیع 97-1996 سے لینڈ ریونیو کی وصولی روک دی۔

"No land revenue as defined in the Punjab Land Revenue Act, 1967 (XVII of 1967) shall be charged as from Rabi 1996-97 and where the same has already been assessed for the said harvest it shall not be recovered. (8)

سندھ لینڈ ریونیو کے مطابق

No Land Revenue shall be charged from Kharif 1999-2000. (9)

صوبہ سرحد اور بلوچستان کا متعلقہ نوٹیفکیشن دستیاب نہ ہو سکا۔ پنجاب اور سندھ سے لینڈ ریونیو ختم ہونے پر ترقیاتی ٹیکس کا بھی خاتمہ ہو گیا جو کہ لینڈ ریونیو کا 35% وصول کیا جاتا تھا۔ (10)

حوالہ جات

1۔ برج نارائن، اقتصادی ہند، میسرز راما کرشنا اینڈ سنز انارکلی لاہور، ص:192

2- A.K.Khalid, The Agrarian History of Pakistan, Allied Press Lahore 1998 P.288,

3۔ قانون معاملہ زمین 1967 ''منصور بک ہاؤس لاہور، دفعہ 1(2) ,(1)

4- A.K.Khalid , Op., Cit., P-288

5۔ قانون معاملہ زمین 1967، دفعہ 82،

6- Report of the Prime Minister's Task Force on Agriculture, Revenue Division, Ministry of Finance, Revenue and Economic Affairs, Govt. of Pakistan, Dec:1993, P.27.

7۔ قانون معاملہ زمین 1967، دفعہ 56

8- The Punjab Land Revenue (Abolition) Ordinance No. XXV of 1997, No Legis: 3 (xxv) / 97 Dated 21, 1997, Sec 3(2)

9- Sindh Land Revenue (Abolition) Ordinance 2000, No. S. Legis 1 (3) 2000, Dated May 2000, Sec 3.

10۔ بحوالہ پنجاب بورڈ آف ریونیو لاہور

نوٹ:۔ لینڈ ریونیو ایکٹ 1967 ملکیت زمین، معاملہ زمین کی تشخیص و وصولی، زمین کی پیمائش خرید و فروخت کے ریکارڈ رکھنے، ریونیو افسران کے اختیارات بشمول عدالتی اختیارات کا مکمل احاطہ کرتا ہے لیکن ہمارے زیر نظر صرف ''معاملہ زمین کی وصولی'' ہے۔

3۔ محصول چنگی:۔

یہ لوکل گورنمنٹ کا عائد کردہ ایک محصول تھا جو زرعی اجناس کی شہری حدود میں داخلہ کے وقت وصول کیا جاتا تھا اور ہر علاقہ کی شرح محصول فرق ہوتی تھی ابوالحسن لکھتے ہیں:

"The bases for Octroi duty are highly variable but this may amount to 3 to 5 percent of the value of the agricultural produce." (1)

4۔ ضلع برآمدی محصول:۔ یہ محصول ایک ضلع سے دوسرے ضلع میں تجارتی سامان اور زرعی اجناس لانے لے جانے وصول کیا جاتا تھا۔ مگر ایک ضلع میں ادائیگی کے بعد اگلے اضلاع سے باہر جاتے وقت ادا نہیں کرنا پڑتا تھا۔

ان محاصل سے دو قباحتیں پیدا ہوتی تھیں ایک تو یہ عوام کو محصول چنگی والے ٹھیکیدار لوٹتے تھے۔ من مانی شرح وصول کرتے اور دوسری یہ کہ چونکہ ہر علاقہ کی شرح فرق ہوتی تھی اس لئے ایک علاقہ میں جنس'' کی قیمت دوسرے علاقہ کی نسبت فرق ہو جاتی تھی'' ایک جگہ چیز سستی بکتی تو دوسری جگہ وہی چیز مہنگی۔ چنانچہ حکومت پنجاب نے 1999 میں بذریعہ ایک آرڈیننس ان دونوں محاصل کو ختم کر دیا آرڈیننس میں درج ہے:

"The Goods Exit Tax of Zila Councils, Octroi of urban local councils...have been abolished w.e.f. 1.7.1999 through an Ordinance No. legis: (XXIX)/99 dated 29.6.1999. The contractors of these taxes auctioned earlier stand terminated on midnight of 30.6.1999 due to abolition of these taxes. (2)

حوالہ جات

1. *Abo-ul-Hasan, Agricultural Tax, Kazi publications, Lahore. P.75*
2. *No. SOVI (LG)2-166/97, Govt. of the Punjab Local Govt. & Rural Development Department Dated lahore 30th June, 1999.*

باب پنجم

رائج شدہ محاصل کا تنقیدی جائزہ

رائج شدہ زرعی محاصل کا تنقیدی جائزہ

عنوان مقالہ کی نسبت سے رائج شدہ محاصل کا تنقیدی جائزہ دو پہلوؤں سے لیں گے ایک اسلام کے حوالہ سے اور دوسرا پاکستان کے معروضی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے تاکہ ایسے عملی نتیجہ پر پہنچ سکیں جو اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہو اور ملک وقوم کی ترقی اور فلاح کا باعث بھی بن سکے۔

فصل اول: اسلام کی روشنی میں زرعی محاصل کا تنقیدی جائزہ

اسلام وہ دین حق ہے جو خالق کائنات اور رب کائنات نے انسان کی ہدایت کے لئے نازل فرمایا یہ ایسا کامل ضابطہ اور نظریہ حیات ہے جو زندگی کے ہر شعبہ میں فکر وعمل کی راہنمائی مہیا کرتا ہے انسانی زندگی کا کوئی گوشہ خواہ وہ انفرادی ہو یا اجتماعی، قومی ہو یا بین الاقوامی، معاشی ہو یا سیاسی، معاشرتی ہو یا قانونی، اسلام کی ہدایات سے محروم نہیں ہے بلاشبہ شریعت کے تمام احکام بندوں کی دنیوی اور اخروی فلاح ومصالح کے لئے مشروع ہوئے ہیں اسلام ظلم کے خاتمہ اور عدل کے قیام کے لئے آیا دیگر شعبہ ہائے زندگی کی مانند اسلام نے ایک نہایت منصفانہ اور عادلانہ معاشی نظام پیش کیا ہے اور محاصل عامہ اسلامی ریاست کے معاشی نظام کا ایک اہم جزو ہے اس پر ریاست وشہریوں کی ضروریات کی تکمیل اور فلاح و بہبود کا انحصار ہوتا ہے اور یہ ملک وقوم کے نظریہ حیات اور مقصد حیات کی عکاسی بھی کرتے ہیں، اسلام کا مالیاتی نظام نظریاتی اور اخلاقی بنیادوں پر استوار ہے اس کا مزاج محاصل کا بوجھ بڑھانے کی طرف جھکاؤ نہیں رکھتا۔ مطمع نظر بیت المال بھرنا نہیں بلکہ تقوی کا حصول، انفرادی واجتماعی فلاح و بہبود اور اعلی اخلاق کی تکمیل ہے حضرت عمر بن عبدالعزیز (99ھ۔101ھ/717ء۔719ء) مجدد اسلام نے اپنے ایک حاکم کو محاصل کے بارے میں ہدایات دیتے ہوئے یہ سنہری اصول بھی یاد کروایا تھا کہ اللہ جل جلالہ نے محمد ﷺ کو داعی ومبلغ بنا کر بھیجا نہ کہ محصل (Tax Collector) بنا کر (1) اسلامی ریاست کے قیام کا مقصد تمام وسائل بروئے کار لاتے ہوئے دین کی دعوت دینا ہے محاصل کی وصولی نہیں محاصل اسلامی ریاست کی ایک بنیادی ضرورت تو ہے جو چند ضابطوں کے اندر رہ کر پوری کی جاتی ہے لیکن ان کا نفاذ شریعت کا کوئی بنیادی مطالبہ نہیں ہے اور نہ ہی (چند ایک محاصل کے علاوہ) اس کے لئے صراحت کے ساتھ احکام دیئے ہیں جن سے مقررہ مالی مطالبہ کے علاوہ کسی دیگر مطالبہ کا لازمی ہونا ظاہر ہو حضرت عثمان غنیؓ (24ھ۔35ھ/644ء۔656ء) نے اپنے عمال کو یہ تحریر فرمایا تھا ''امابعد بلاشبہ اللہ تعالی نے امام یا امیر کو یہ حکم فرمایا ہے وہ قوم کا نگہبان و چرواہا ہو اور اسے اس نے اس لئے امیر نہیں بنایا کہ وہ قوم کو ٹیکسوں کے بوجھ سے دبادے'' (2) اسلام کے مالیاتی نظام میں اسلامی ریاست کا نظام محاصل اور مالیات عامہ نہایت لچکدار ہے جوں جوں اسلامی ریاست کی مالی ضروریات بڑھتی چلی جاتی ہیں اس کے مالی وسائل میں بھی اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے ہم اپنے دائرہ مطالعہ کو زرعی محاصل تک محدود کرتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ عہد نبوی ﷺ میں عشر وخراج ہی بنیادی زرعی محاصل تھے اور وہ بھی مکی دور میں تو ناپید ہی تھے ان کی وصولی وتقسیم کا کوئی انتظام نہ تھا بات صرف خیرات وصدقات تک تھی لیکن جب مدینہ کی طرف ہجرت کی گئی اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی گئی تو عشر کی وصولی کا سرکاری سطح پر باقاعدہ آغاز کیا گیا اور خراج کی وصولی (7ھ) کی ابتدا ہوئی۔

خلفاء راشدین کا زمانہ آیا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں نہ حکومت کی ضروریات میں کچھ تبدیلی ہوئی اور نہ ہی ذرائع آمدن میں اضافہ کی فکر کی گئی۔ عشر وخراج ہی نافذ العمل ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ (13ھ۔23ھ/634ء۔644ء) کے دور خلافت میں اللہ تعالی نے

فتوحات کے دروازے کھول دیئے دولت اسلامی کی حدود دور دور تک پھیل گئیں تو زرعی محاصل کی مدوں میں اضافہ ہوا عشر تو مستقل موجود تھا خراج کے لیے اصول وضوابط مرتب کئے گئے اور عشور اور کراء الارض کا اضافہ ہوا یہ سب حالات اور ضروریات کا تقاضہ تھا۔ عہد بنو امیہ (41ھ۔132ھ/661ء۔749ء) اور عہد بنو عباس (132ھ۔656ھ/750ء۔1258ء) میں بھی زرعی محاصل یہ رہے اور اگر پاکستان میں رائج عشر کے علاوہ دیگر زرعی محاصل (زرعی انکم ٹیکس، لوکل ریٹ، آبیانہ، مارکیٹ فیس، شوگر کین سیس، جنرل سیلز ٹیکس) کا جائزہ لیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ یہ محاصل اپنے نام اور نظام کے ساتھ کہیں بھی عہد نبوی ﷺ یا عہد خلافت راشدہ میں نہیں پائے جاتے تھے لیکن موجودہ زمانہ کے ان نئے نئے محصولات کو محض اس بناء پر غیر اسلامی یا مخالف اسلام قرار نہیں دیا جا سکتا کہ عہد رسالت یا عہد خلافت راشدہ میں یہ محصول نہیں لئے جاتے تھے بلکہ علماء کرام تو قران وسنت اور تاریخی حقائق سے جدید محاصل عائد کرنے کا جواز اور سند پیش کرتے ہیں کہ مستقل محاصل عشر وخراج کے علاوہ بھی جدید محاصل عائد کرنیکی اجازت اللہ تعالی نے عطا کی ہے اور دلیل وہ آیات مبارکہ ہیں جن میں مال خرچ کرنے کا عمومی حکم دیا گیا ہے۔ **فات ذا القربی حقه و المسکین و ابن السبیل** (3) (تو اہل قرابت اور محتاجوں اور مسافروں کو ان کا حق دیتے رہو)

و فی اموالهم حق للسائل و المحروم (4) (اوران کے مال میں مانگنے والے اور نہ مانگنے والے (دونوں) کا حق ہوتا ہے) نیز قران حکیم میں یہ اصولی ہدایت بھی دی گئی ہے کہ

یسئلونک ما ذا ینفقون قل العفو (5) (تم سے پوچھتے ہیں کہ ہم کیا خرچ کریں کہو جو ضرورت سے زائد ہو)

اللہ تعالی نے ضرورت سے زائد مال خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے اور ٹیکس بھی اسی پر عائد کیا جا سکتا ہے۔ مولانا مودودی لکھتے ہیں ''عفو کا لفظ Economic Surplus کا ہم معنی ہے اس میں نشاندہی کی گئی ہے کہ ''عفو'' ٹیکس کا صحیح محل ہے'' (6) نبی اکرم ﷺ نے واضح طور پر فرمادیا ہے کہ عشر اور خراج کے علاوہ بھی محاصل عائد کئے جاسکتے ہیں **ان فی المال حقاً سوی الزکاة** (7) (لوگوں کے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی ایک حق ہے) اس اصولی ارشاد کے بعد یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اسلامی ریاست عشر زکوٰۃ کے علاوہ دوسرے محاصل عائد نہیں کرسکتی۔ (8) نبی اکرم ﷺ کو خود بھی اپنے دور حکومت میں زکوٰۃ وعشر کے علاوہ مزید مال کی ضرورت پیش آئی تھی اور آپ ﷺ نے غزوہ تبوک 9ھ کے لیے صحابہ کرام سے مال بطور چندہ وصول کیا تھا جس کے لیے حضرت ابوبکر صدیقؓ جیسے مخیر تو گھر کا سارا سامان اٹھا کر لے آئے تھے (9) لیکن آپ ﷺ نے طریقہ ترغیب وتحریص کا اختیار کیا تھا لازمی محصول کی صورت میں اس ضرورت کو مسلمانوں پر عائد نہیں کیا تھا کیونکہ ان حالات میں مسلمانوں کے جذبہ ایمانی اور خلوص اور اسلامی ریاست کی مخصوص وسعت میں ایسا سب ممکن تھا۔

عہد خلافت راشدہ میں حضرت عمرؓ نے ایک نیا محصول جس کا عہد نبوی میں کوئی وجود نہ تھا ''عشور'' کے نام سے جاری کیا (10) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا قول ہے کہ تیرے مال میں زکوٰۃ کے سوا اور بھی حقوق ہیں (11) صاحب کتاب الاموال کا کہنا ہے کہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ دیگر حقوق بھی ہیں۔ (12) فقہاء کرام کی اکثریت بھی فرض زکوٰۃ وعشر کے علاوہ مال میں دیگر حقوق کی قائل ہے لیکن وہ اس مطالبہ کو چند شرائط سے مشروط کرتے ہیں مثلاً یہ کہ فرض صدقات کی آمدنی اگر ضروریات پوری کرنے کے لیے ناکافی ہو تو پھر حاکم وقت مزید محصول مالدار لوگوں پر عائد کر سکتا ہے۔ **و فرض علی الاغنیاء من اهل کل بلدان یقوموا الفقراء لهم یجبرهم السلطان علی ذلک ان لم تقم الزکاة بهم.** (13) (ہر شہر کے مالداروں پر فرض ہے کہ وہ اپنے محتاجوں کی کفالت کریں اور سلطان انھیں اس پر مجبور کرسکتا ہے

بشرطیکہ زکوٰۃ کی آمدنی اس مقصد کے لئے ناکافی ہو) نئے عائد کئے جانے والے محاصل مفاد عامہ کے لیے ہونے چاہیں ''ایسے جدید محاصل جو جائز طور پر لگائے گئے ہوں جیسے مشترکہ نہر کھودنے کے لیے یا پہرہ دار کی اجرت کے لیے، اسلامی فوج لیس کرنے لیے، جنگی قیدیوں کو چھڑانے کے لیے یا اس طرح کے دیگر فلاحی ترقیاتی یا اجتماعی کاموں کے لیے ایسے محاصل کی ادائیگی بالاتفاق جائز ہے۔''(14) امام شاطبی (مالکی) کے نزدیک نئے محاصل عائد کرنے لے لیے ضروری ہے کہ امام عادل ہو مال لینے اور خرچ کرنے میں ایقاع ہو اور انہیں شریعت کی تائید حاصل ہو۔ **وشرط جواز ذلک کله عندهم عدالة الامام و ایقاع التصرف فی اخذ المال واعطائه علی الوجه المشروع** (15) امام موصوف کے زمانہ میں اندلس کے بعض علاقوں میں دفاعی مصالح کے تحت شہر پناہ تعمیر کرنے کے لیے ایک خصوصی ٹیکس عائد کیا گیا اندلس کے مفتی اعظم نے اسے خلاف شریعت قرار دیا لیکن امام شاطبی نے ''مصالح مرسلہ'' کے تحت اس کے جواز کا فتویٰ دیا اور اس کے حق میں دلائل پیش کئے (16) حنفی فقہ کا نقطہ نظر ہے کہ بعض نوائب (عائد کئے جانے والے جدید محاصل) بر بنائے حق ہوتے ہیں مثلاً فوج کے لیے رسد فراہم کرنا، قیدیوں کا فدیہ دینا اور اس قسم کے دیگر مقاصد کے لیے جو ٹیکس عائد کیا جاتا ہے وہ درست ہے بشرطیکہ واقعی اس کی ضرورت ہو اور بیت المال خالی ہو جبکہ بعض نوائب بر بنائے حق نہیں ہوتے جیسے کہ ہمارے زمانہ کے محصولات ہیں (17) گویا فقہاء کرام فرض صدقات کے علاوہ نئے محاصل کے جواز کے تو قائل ہیں لیکن ضروری ہے کہ یہ محاصل بر بنائے حقیقی ضرورت ہوں، بیت المال ضروریات کی تکمیل سے قاصر ہو، مصالح عامہ پر مبنی ہوں اور شریعت کی روح کے خلاف نہ ہوں اس صورت میں ان نئے عائد شدہ محاصل کی ادائیگی امر واجب ہوگی کیونکہ حاکم وقت کی اطاعت ہر ایسے امر میں واجب ہے جس میں مسلمانوں کی بھلائی ہو (18) کہ زکوٰۃ وعشر اللہ اور اس کے رسول کا مقرر کردہ صدقہ ہے اور اس کے علاوہ وہ سب مطالبات جو اسلامی حکومت کرے ''فرض'' ہونگے اور وہ بھی ''زکوٰۃ'' ہی متصور کئے جائیں گے (19)

عقلی اعتبار سے بھی یہ بات ضروری ہے کہ حکومت زکوٰۃ (عشر) کے علاوہ دوسرے محاصل عائد کرنے کا اختیار رکھتی ہو کیونکہ قرآن حکیم میں زکوٰۃ کے چند مخصوص مصارف متعین کر دئے گئے ہیں فقہاء کرام کا بھی کہنا ہے کہ زکوٰۃ وعشر کو قران حکیم میں مذکور مصارف کے علاوہ دیگر کاموں جیسے مساجد کی تعمیر، گھروں کی تعمیر، پینے کے پانی کے انتظام، راستوں کی درستگی، نہروں پر بند باندھنے، مردوں کی تکفین، مہمانوں کی مہمان نوازی اور اس سے ملتے جلتے دیگر کاموں پر خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔ (20) لیکن جب یہ کام اسلامی حکومت کے لیے ضروری ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان کاموں پر خرچ کہاں سے کیا جائے گا۔ ماضی میں تو اس قسم کے کاموں کے لیے مال غنیمت کا خمس یعنی کفار سے قتال کے بعد حاصل ہونے والا مال جس کے چار حصے مجاہدین میں تو تقسیم کر دیئے جاتے تھے اور پانچواں ''خمس'' بیت المال کے لیے خاص ہوتا تھا۔ (21) اور مال فے موجو ہوتا تھا اور اس زمانہ میں حکومت کی ذمہ داریاں بھی محدود ہوا کرتی تھیں لیکن موجودہ زمانہ میں غنیمت اور فے جیسے آمدنی تو موجود نہیں ہیں تو لامحالہ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو دوسرے فرائض حکومت کے ذمہ عائد ہوں ان کو بجالانے کے لئے وہ دوسرے محاصل عوام پر عائد کرے۔ (22)

ہم دیکھتے ہیں کو عہد رسالت میں اسلامی حکومت کی حدود عرب سے آگے نہیں بڑھی تھیں اور اسلام کو زرعی معیشت کے مسائل سے سابقہ نہیں پڑا تھا کیونکہ عرب میں زراعت کا رقبہ محدود تھا اس کے برعکس جب اسلام نے ایران وشام پر غلبہ حاصل کیا تو مسلمانوں کو ایک ترقی یافتہ زرعی معیشت کی ضرورت محسوس ہوئی تو حضرت عمرؓ نے خراج کا باقاعدہ نظام قائم کیا۔ مفتوحہ اراضی کو اہل فوج میں تقسیم کرنے کی بجائے بیت المال کی ملکیت قرار دے کر تمام مسلمانوں کے لئے اس کی آمدنی (خراج) کو وقف کر دیا۔ (23) گویا کہ تبدیل شدہ حالات کے تقاضوں اور ضروریات کے پیش نظر زرعی محاصل کے نظام میں تبدیلیاں آتی رہی ہیں اور دورِ حاضر میں بھی حکومت کی ضروریات ومصارف کا دائرہ پھیلتا اور سکڑتا رہتا ہے جبکہ زکوٰۃ کی شرح ومصارف میں کسی قسم کی ترمیم ممکن نہیں لہٰذا اگر حکومت کو دیگر ضروریات کے لیے مالی وسائل درکار ہوں تو حکومت انہیں قوم سے

حاصل کرنے کا حق رکھتی ہے۔

یہ امر بھی مسلم ہے کہ اسلام کا دائمی و ابدی ہونا اس امر کا تقاضہ کرتا ہے کہ وہ حالات زمانہ کی بدلتی ہوئی صورت حال کا ساتھ دے۔ زراعت کی صورت حال آج وہ نہیں رہی جو کہ پندرہ صدی پیشتر تھی ہمارے مسائل کی نوعیت ان مسائل سے بالکل جدا ہے جو عہد اسلامی میں مسلمانوں کو درپیش تھے۔ اس کا حل یہ ہے کہ وہ فیصلے کئے جائیں جو اسلام کے اصول وکلیات پر مبنی ہوں اور روح اسلام کے منافی نہ ہوں شکل اور نظام خواہ کچھ ہو کیونکہ اسلامی قانون کا بنیادی ماخذ قران حکیم بنیادی اصول کی کتاب ہے اس میں جزئیات پر بحث کم ہے اس لئے ہمیں یہ حق ہے کہ قران حکیم کے پیش کردہ بنیادی اصولوں کو مدنظر رکھ کر اپنے زمانہ اور حالات کے مطابق قانون سازی کر سکیں (24) مثال کے طور پر نئے محاصل عائد کرنے کے لئے اصول دیئے گئے ہیں کہ ضرورت حقیقی ہو' صدقات کی آمدنی ناکافی ہو' مفاد عامہ کے لئے ہوں' استطاعت سے زیادہ بوجھ نہ ہوں' وغیرہ اب اگر مختلف زمانوں میں اسلامی ریاستیں اپنی ضروریات اور حالات کے تقاضہ کے پیش نظر نئے محصول عائد کرتی ہیں تو ضروری ہے کہ وہ ان اصولوں کے تابع ہوں نام خواہ کچھ بھی ہو جیسے کہ عشور یا زرعی انکم ٹیکس وغیرہ۔

ان بنیادی اصول وکلیات میں قران وسنت اور خلفاء راشدین کا طرز عمل شامل ہے صحابہ کرام نے جب بھی کوئی محصول عائد کیا تو نئے حالات اور ضروریات کے ساتھ یہ احتیاط لازماً ملحوظ رکھی کہ ایسا محصول روح اسلام کے منافی نہ ہو ان کا فیصلہ دین کے اصول وکلیات پر مبنی ہو۔

اسلامی نظریاتی کونسل نے بھی یہ سفارش کی کہ ''عصر حاضر میں حکومت کا دائرہ کار بہت وسیع ہو چکا ہے اور تمام مالی ضروریات زکوۃ وعشر سے پوری نہیں کی جاسکتیں اس لئے نظریہ ضرورت اور مصالح مرسلہ کے تحت حکومت کو محصول کاری کے اختیارات دینا ناگزیر ہے لیکن محصول کاری کو اسلامی اصولوں کے تابع ہونا چاہیے'' (25)

الغرض ان دلائل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پاکستان میں رائج زرعی محاصل اس حد تک تو جائز اور درست ہیں کہ اسلام میں نئے محاصل عائد کرنے کی گنجائش بلکہ اجازت ہے لیکن قابل توجہ معاملہ یہ ہے کہ آیا یہ تمام محاصل اسلام کے بیان کردہ اصول وضوابط کی کسوٹی پر پورا اترتے ہیں اسلام کے اصول وکلیات سے مستنبط شدہ ہیں؟ زرعی شعبہ سے تعلق رکھنے والے افراد کی بہبود کے لئے ہیں؟ مفاد عامہ کے لئے عائد کئے گئے ہیں؟ مقاصد اور مصارف واضح اور شرعی ہیں؟ اہل پاکستان کے عقیدہ ونظریات سے مطابقت رکھتے ہیں؟ ملکی وقومی مفاد میں ہیں؟ ان تمام امور کا جائزہ لینے کے لئے ذیل میں ان رائج زرعی محاصل کا الگ الگ جائزہ لیتے ہیں۔

عشر

زرعی محاصل کے حوالہ سے عشر ہی وہ واحد حق ہے جو قرآن وسنت کی روشنی میں ایک مسلمان کی زرعی پیداوار پر واجب ہوتا ہے یہ مالی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ عبادت کا درجہ رکھتا ہے۔ عشر ایسا مذہبی فریضہ ہے جس کی ادائیگی صاحب نصاب ہونے پر کسی صورت میں ساقط نہیں ہوتی دیگر زرعی محاصل کی ادائیگی کسی بھی مسلمان کو اس سے بری الذمہ نہیں کرتی ہے۔ کیونکہ ''زکوۃ (عشر) اسلام کے عظیم ترین شعائر میں سے ہے اور شعائر کے لئے ضروری ہے کہ ان کو ان کے نام کے ساتھ اور انکی شکل کے ساتھ اسی طرح برقرار رکھا جائے جس طرح ان کو برقرار رکھنے کی ہدایت کی گئی ہے ورنہ شعائر کے معنی ہی باقی نہیں رہیں گے'' (26) علامہ ابن تیمیہ کا قول ہے کہ ''اصحاب امر زکوٰۃ کا نام لئے بغیر جو کچھ وصول کرتے ہیں اس کا شمار زکوۃ میں نہیں کیا جاسکتا'' (27) بلاشبہ عشر کے ساتھ دیگر محاصل وصول تو کئے جاسکتے ہیں لیکن یہ عشر کا بدل نہیں ہوسکتے اور نہ ہی عشر کی ادائیگی سے

بے نیاز کر سکتے ہیں کیونکہ عشر کی اپنی مخصوص شرائط ہیں جنکے ساتھ اسلام اسکو عائد کرتا ہے ان شرائط میں شامل ہے اس کی مخصوص شرح (عشر اور نصف عشر) جو شریعت نے مقرر کی ہے مخصوص نیت جو عشر کی ادائیگی کے لئے ہو جس میں اللہ کے حکم کی تعمیل اور اس کے قرب کا حصول شامل ہے اور آخری شرط اس کے مخصوص مصارف ہیں جو قرآن مجید نے مقرر کئے ہیں یقیناً دور حاضر کا کوئی بھی زرعی محصول ان شرائط پر پورا نہیں اترتا اس لئے وہ عشر کا بدل کیسے ہوسکتا ہے۔ برطانوی دور میں انگریز ہندوستان کی زمینوں کا جو لگان وصول کرتے تھے اس بارے میں بعض مسلمانوں نے علامہ سید رشید رضا سے پوچھا کہ آیا حکومت ہم سے جو پیداوار کا تقریباً نصف یا چوتھائی حصہ وصول کرتی ہے کیا اسے شرعی عشر یا نصف عشر میں شمار کیا جاسکتا ہے

علامہ نے اس کا جواب دیا زمین کی پیداوار میں جو عشر یا نصف عشر واجب ہے وہ زکوٰۃ کا مال ہے جس کو مصارف ثمانیہ یا ان میں سے جو مصارف موجود ہوں ان پر صرف کرنا ضروری ہے۔ اگر دار السلام میں حکومت کا عامل اسے وصول کرے تو زمین کا مالک اپنی ذمہ داری سے بری ہو جاتا ہے اور حکومت کے عامل کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اللہ کے مقرر کردہ مصارف پر صرف کرے اور نصاریٰ وغیرہ جو غالب ہونے کی بناء پر زمین کا لگان وصول کرتے ہیں تو اس کا شمار ٹیکس میں ہوگا اس کی وجہ سے زکوٰۃ ساقط نہ ہوگی لہذا مسلمان پر واجب ہے کو جو غلہ اس کے پاس رہ گیا ہو اس کی زکوٰۃ شرائط کے مطابق نکالے (28) فقہ جعفریہ کے ہاں بھی عشر کی ادائیگی دیگر حکومتی محاصل کے علاوہ ہوگی۔ اگر زکوۃ کی ادائیگی کے ساتھ حکومت کو مختلف زرعی مدات میں ٹیکس دینے پڑتے ہیں تو ان حکومتی ٹیکسوں کی ادائیگی کے بعد بھی زرعی زکوۃ دینا ضروری ہے (29) عشر دائمی اور مستقل محصول ہے جو کہ زرعی پیداوار پر واجب ہے یہ لازماً زرعی پیداوار سے نکالا جائے گا خواہ اس کو لینے والے ہوں یا نہ ہوں جبکہ دیگر محاصل کا وجود تو عارضی اور وقتی ضروریات پر مبنی ہوتا ہے ضرورت ختم ہو جائے تو شریعت کی رو سے وہ محصول بھی ختم ہو جانا چاہیے

پاکستان ایک نظریاتی ریاست ہے اور اسلام کے نام پر وجود میں آئی ہے لیکن دیگر نظامہائے زندگی کی مانند اس کے زرعی محاصل کو بھی اسلام سے دور کا تعلق نہیں ہے۔ پاکستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ عشر کو بطور زرعی محصول 1983 میں بذریعہ زکوۃ وعشر آرڈیننس مجریہ 1980 نافذ کیا گیا اگر چہ یہ کوشش تو قابل ستائش تھی لیکن نتیجہ خیز ثابت نہ ہوئی کیونکہ اس میں اسلامی احکام کی نسبت سیاسی مصالح و مجبوریوں کو زیادہ مدنظر رکھا گیا تھا عشر کا ایک ایسا ڈھیلا ڈھالا نظام متعارف کروایا گیا جو بعد ازاں ایک مذاق بن کر رہ گیا اتنی بے دلی سے نافذ کیا گیا کہ مطلوبہ نتائج حاصل نہ ہو سکے۔ پاکستان میں اصولاً اور قانوناً تو اب بھی عشر کا نظام موجود ہے لیکن عملاً غائب ہے ابتداء سے ہی اس قانون میں اسلام کے حوالہ سے بعض کوتاہیاں موجود تھیں جن کے ساتھ یہ نظام پھل پھول ہی نہیں سکتا تھا۔ ذیل میں اس قانون و مسودہ عشر کا اسلام کے حوالہ سے تنقیدی جائزہ لیتے ہیں

i۔ فقہی استثناء

زکوٰۃ وعشر آرڈیننس 1980 کی دفعہ 1 (3) کے مطابق اگر کوئی شخص یہ محسوس کرے کہ زکوۃ وعشر کی وصولی کا نظام اس کی فقہ اور عقیدے کے مطابق نہیں تو وہ عشر کی ادائیگی سے استثناء کا مطالبہ کرسکتا ہے (30) اس شق کے تحت اہل تشیع نے خود کو عشر و زکوۃ کی ادائیگی سے مستثنیٰ ٹھہرا لیا حالانکہ اہل تشیع بھی امت محمدیہ کے افراد ہیں اور ہر صاحبِ نصاب پر عشر کی ادائیگی واجب ہے۔ اسلام میں اس امر کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں کہ کوئی مسلمان زکوۃ کے وجوب کو تو مانے لیکن ادائیگی سے انکار کرے اسلام تو عشر روک لینے والوں کو قانونی سزا دیتا ہے ان سے قتال کا حکم ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

من اعطاها موتجراً فله اجرها و من ابى فانا آخذوها' و شطر ابله

عزمة من عزمات ربنا' لا يحل لاآل محمدﷺ منها شئى (31)
(جس نے طالب اجر بن کرزکوٰۃ ادا کی اس کو اس کا اجر ملے گا اور جس نے زکوٰۃ روک لی اس سے ہم زکوٰۃ بھی وصول کریں گے اور اس کا نصف اونٹ (مال) بھی ضبط کرلیں گے یہ اللہ کا حق ہے اس میں سے آل محمدﷺ کے لئے کچھ جائز نہیں)

اس حدیث مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ جو کوئی مسلمان زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا حکومت اس سے جبراً اور بزور قانون زکوٰۃ وصول کرے گی اور تعزیروتادیب کے طور پر اس کا نصف مال بھی ضبط کرلیا جائے گا۔ اسلام نے مانعین زکوٰۃ کے لئے صرف مالی جرمانہ اور تعزیری سزا تجویر کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ ان گروہوں کے خلاف اعلان جنگ بھی ضروری قرار دیا اور یہ قتال احادیث صحیحہ اور اجماع صحابہ سے ثابت ہے۔ نبی اکرمﷺ نے فرمایا

امرت ان اُقاتل الناس حتى يشهدوا ان لااله الا الله و ان محمدﷺ رسول الله' ويقيموا الصلوة ويوتوا الزكاة فاذا فعلوا ذلك عصمو منى دماء هم و اموالهم الا بحق الاسلام و حسابهم على الله (32) (مجھے لوگوں سے قتال کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ وہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی الہٰ نہیں اور محمدﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اگر وہ یہ کام کرتے ہیں تو ان کا خون محفوظ ہوگا۔ بجز اسلام کے حق کے اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہوگا۔

یہ حدیث مبارکہ اس بات پر صریح طور پر دلالت کرتی ہے کہ زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں سے قتال کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ زکوٰۃ ادا کریں عہد حضرت ابوبکر صدیقؓ کا زکوٰۃ روک لینے والوں سے لڑنا اور صحابہ کرام کا اس کی تائید کرنا ایک اجماعی معاملہ ہے **وانه اجماع من الصحابة كلهم** (33) امام نوویؒ فرماتے ہیں "جب کوئی شخص یا گروہ زکوٰۃ دینے سے انکار کرے اور لڑنے پر آمادہ ہوجائے تو امام پر لازماً ہے کہ وہ اس سے لڑے" (34) یہ تو غیر مومنانہ رویہ ہے کہ ہیں تو ہم امت مسلمہ کے فرد' عقائد پر بھی ایمان رکھتے ہیں' ارکان پر بھی عمل کرتے ہیں لیکن عشر آپ کو نہیں دیں گے اللہ تعالی نے قرآن حکیم میں اس رویہ کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے کہ اللہ کی کتاب کے بعض حصوں پر تو ایمان لاتے ہیں اور بعض پر نہیں

افتو منون ببعض الكتب و تكفرون ببعض (35) (کیا تم کتاب (قران) کے بعض حصوں پر ایمان لاتے ہو اور بعض سے انکار کرتے ہو)

الغرض حکومت نے عشر نافذ کرتے وقت ان احکامات دین کی صریحاً خلاف ورزی کی اور ایک مخصوص اہل فقہ کو اس کی ادائیگی سے مستثنیٰ کر دیا اور دیگر فقہ کے افراد نے بھی اس آڑ میں استثنے کا دعویٰ کرنا شروع کر دیا۔ اگر چہ ملک کے سب بڑے مشاورتی ادارے اسلامی نظریاتی کونسل نے اس پر اپنی تشویش کا اظہار کیا اور اس شق کی مخالفت بھی کی اور کہا کہ: "تمام مسلمان فرقوں سے بلا استثناء ان کی فقہ کے مطابق زمینی پیداوار میں **واتوا حقه يوم حصاده** (اور اللہ کا حق ادا کرو جس دن فصل کاٹو) کے حکم قرآنی اور احادیث نبویہ کی روشنی میں ان سے غریبوں' مسکینوں' او رمحتاجوں کا حق وصول کیا جائے خواہ اس کا نام ان کی فقہ میں کچھ اور ہو" (36) بعد ازاں ایک رپورٹ میں پھر حکومت کو باور کروایا گیا کہ وہ تمام مسلمانوں پر بلا استثناء فقہ عشر عائد کرے۔ "زکوٰۃ وعشر کے نظام کو مکمل طور پر نافذ کیا جائے کوئی کلمہ گو چاہے وہ شیعہ ہو یا سنی اس سے مستثنیٰ نہ کیا

جائے‘‘(37) عہد عباسیہ تک اسلامی تاریخ کے حوالہ سے بھی کوئی ایسی مثال نہیں ملتی ہے کہ اہل ملک کے باشندوں کو زرعی محصول کی چھوٹ دی گئی مسلمان ہو یا غیر مسلمان‘ مسلمانوں سے ہمیشہ عشر وصول کیا گیا اور غیر مسلموں سے خراج (برائے تفصیل باب اوّل) عہد عباسیہ میں تو اہل تشیع کی کثیر تعداد موجود تھی لیکن تاریخ کے حوالہ سے کوئی ایسے شواہد نہیں ملتے کہ انھیں یا مسلمانوں کے کسی گروہ کو عشر کی ادائیگی سے عباسی حکومت نے مستثنیٰ کیا ہو۔حکومت پاکستان نے یقیناً اپنی سیاسی مجبوریوں اور مصلحتوں کی بنا پر ایسا کیا لیکن اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس نظام میں ابتداء ہی سے ایک خلا پیدا ہو گیا مسلمان مالکان زمین دو حصوں میں تقسیم ہو گئے ایک لازمی عشر دینے والے اور دوسرے نہ دینے والے اور شق ہذا کے نتیجہ میں یہ قانون ایک مذاق بن کر رہ گیا لوگوں کی کثیر تعداد نے فقہ جعفریہ کے جعلی سرٹیفکیٹ پیش کر کے عشر و زکوٰۃ کی ادائیگی سے خود کو مستثنیٰ ٹھہرا لیا۔اعتماد دینی کے فقدان کا یہ عالم ہوا کہ حنفی فقہ کے کچھ لوگوں نے بھی عدالت سے رجوع کر لی کہ فقہ جعفریہ کے پیروکاروں سے ان کی فقہ کے خلاف زکوٰۃ وصول نہیں کی جا سکتی اسی طرح میں (آئی۔اے۔شیروانی) فقہ حنفی کا پیروکار ہوں میری فقہ کی رُو سے بھی زکوٰۃ جبراً نہیں کاٹی جاسکتی۔(38) حکومت کا فرض بنتا تھا کہ وہ تمام مسلمانوں پر عشر عائد کر کے اس کو وصول بھی کرتی اور اگر کسی وجہ سے ایسا ممکن نہیں تھا تو کم از کم مسلمانوں کے مقابل ان پر کوئی فلاحی ٹیکس ہی عائد کرتی اسلامی نظریاتی کونسل نے سفارش بھی کی تھی کہ’’ ملک کے وہ افراد جو زکوٰۃ وعشر کی ادائیگی سے زکوٰۃ وعشر آرڈیننس 1980 کے تحت مستثنیٰ ہیں انھیں فلاحی ٹیکس کا مکلف کیا جائے جو کہ زکوٰۃ کی سی شرائط وضوابط کے ساتھ ہو‘‘(39) لیکن اس تجویز پر کوئی توجہ نہ دی گئی۔

ii۔ عشر کے علاوہ دیگر محاصل کا خاتمہ چاہیے تھا:

نظام عشر کی کامیابی کے لئے ضروری تھا کہ اس کے نفاذ کے وقت دیگر محاصل کا خاتمہ کیا جاتا لیکن حکومت نے ایسا نہ کیا بلکہ دیگر موجود محاصل کے ساتھ ہی عشر کا فریضہ بھی زمینداروں پر عائد کر دیا‘ حالانکہ اسلام تو اس امر کو خاص طور پر ملحوظ رکھتا ہے کہ کسی پر اس کی استطاعت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے۔ (**لاتکلف نفس الآ وسعها**) اسلام تو آبپاشی پر اٹھنے والے اخراجات اور مشقت پر عشر کی واجب شرح نصف کر دیتا ہے۔بارانی آراضی ہو تو عشر یعنی دسواں حصہ اور نہری و چاہی ہو تو نصف عشر یعنی بیسواں حصہ اسلام نے نصف عشر کی رعایت پانی پر اٹھنے والے اخراجات کے لئے دی ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا **فیما سقت السماء و العیون او کان عثریا‘ العشر و ما سقی بالنضح نصف العشر** (40) فقہاء کرام بھی اس کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ **لان المونة تكثر فيه وتقل فيما يسقى بالسماء او سيحا**‘(41) (کیونکہ اس میں محنت زیادہ درکار رہوتی ہے بخلاف اس کے جو زمین بارش یا نہر کے پانی سے سیراب ہو اس میں کم محنت درکار رہوتی ہے) اور اس پر مستزاد یہ کہ پیداوار کے دیگر اخراجات کے لئے ایک تہائی یا چوتھائی چھوڑنے کا حکم دیا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم (باغات کا) اندازہ لگایا کرو تو تہائی چھوڑ دیا کرو اور اگر تہائی نہ چھوڑو تو چوتھائی (ضرور) چھوڑ دیا کرو‘‘(42) امام احمد بن حنبل کے خیال میں خارص کو چاہیے کہ جب وہ کھیتی کا اندازہ کرے تو تیسرا حصہ یا چوتھا حصہ شمار ہی نہ کرے لیکن اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس صورت میں مالک از خود اتنی مقدار کو اپنے استعمال میں لے آئے خواہ کھالے مقصد یہ کہ اتنی مقدار زرعی زکوٰۃ کے وجوب سے مستثنیٰ ہے۔ (43) فقہ جعفریہ کے ہاں بھی پیداواری اخراجات وضع کرنے کے بعد ہی عشر قابل ادائیگی ہوگا۔’’زمین میں سے جو پیداوار حاصل ہو اس پر عشر نہیں بلکہ اس مقدار پر ہے جو اس کی تقسیم اور مقاسمہ کے بعد باقی بچے یعنی اس میں مزدوری کے اخراجات، کٹائی وغیرہ تفریق کر کے باقی ماندہ میں سے ادائیگی کی جائے‘‘۔ (44) زمین کی پیداوار میں سے اخراجات نکالنا مطلقاً ہے خواہ یہ اخراجات عشر یا نصف عشر کے وجوب سے پہلے ہوئے ہوں جیسے کھاد، سپرے، بیجوں کی خریداری، زمین کی تیاری خواہ ٹریکٹر کے ذریعہ ہوں یا بیلوں کے ذریعہ یا دستی مشقت ہو یا واجب ہو جانے کے بعد ہوں مثلاً فصل کی کٹائی کے

اخراجات تھریشر کے اخراجات اناج یا جنس کو کھیت سے منڈی تک لے جانے کے اخراجات جن میں آمدورفت کا کرایہ اور ٹیکس شامل ہیں اور دیگر اخراجات بھی شامل ہیں یہ سب نکال لیے جائیں گے (45) اس پر قیاس کرتے ہوئے کاشتکاروں کو پیداواری اخراجات میں چھوٹ دی جاسکتی تھی خصوصاً زرعی مداخل کھاد' بیج' زرعی ادویات مشینری پر لیکن ایسا کوئی قدم نہ اٹھایا گیا حالانکہ اسلامی نظریاتی کونسل نے یہ سفارش کی تھی کہ "حکومت کا فرض ہے کہ عشر ادا کرنے والوں کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے دوسرے واجب الاداء ٹیکسوں پر نظر ثانی کرکے دیہات کی تعمیر و ترقی پر مزید توجہ دے تا کہ عشر کی برکات سے دیہی زندگی خوشگوار اور دیہی آبادی خوش حال ہو" (46) حکومت نے پیداواری اخراجات میں بھی کوئی رعایت نہ دی حدیث کی رو سے تہائی یا چوتھائی کی رعایت قانون میں موجود تو تھی لیکن حکوت پاکستان نے فنانس ایکٹ 1990ء کے تحت اس رعایت کو ختم کردیا۔ جبکہ پیداواری اخراجات میں روز بروز نہایت تیزی سے اضافہ ہوتا جارہا ہے ان اخراجات کی وجہ سے کاشت میں نمو کی گنجائش بہت کم رہ جاتی ہے عشر اسلام کے اجتماعی نظام کا ایک حصہ ہے اس لئے فصل کے اخراجات واجبات وضع کرنے کے معاملہ کو سنجیدگی سے لینا چاہیے تھا وزیر اعظم ٹاسک فورس برائے زراعت 1993ء نے بھی یہ سفارش کی تھی کہ پیداواری اخرجات کی مد میں دین کی عطا کردہ چھوٹ سے لوگوں کو مستفید ہونے دینا چاہیے اور طریقہ بھی تجویز کیا کہ

> " USHR assessee may be allowed to deduct crop expenses as notified by the Agriculture Prices Commission (Apcom) and in case of minor crops for which Apcom does not commute costs of production the Apcom may be asked to develope some formula in this regard. (47)

چاہیے تو تھا کہ شریعت نے کسان کو جو سہولت اور آسانی دی ہے وہ آرڈیننس کے ذریعہ اس کو ملتی جبکہ اس کے برعکس یہ کیا گیا کہ زرعی انکم ٹیکس اور سیلز ٹیکس کا بھی اضافہ کردیا اور محاصل کے بوجھ نے کسان کی کمر توڑ کر رکھ دیا اور عشر کی کامیابی کے لئے ضروری تھا کہ دیگر تمام محاصل کا خاتمہ کرکے صرف عشر ہی براہ راست محصول کے طور پر اہل پاکستان (مسلمانوں) پر لاگو کیا جاتا لیکن ایسا نہ کیا گیا عشر کی ادائیگی پر صرف لینڈ ریونیو کی وصولی ختم کی گئی جس کا نتیجہ یہ ہو کہ مسلمانوں نے اس کی ادائیگی سے پہلوتہی شروع کردی۔

iii۔ شرح عشر

حکومت نے آرڈیننس ہذا کہ ذریعہ بارانی اور غیر بارانی کی تفریق کے بغیر سب زمینداروں پر بشرط نصاب 1/20 عشر لازمی قرار دیا اور بارانی علاقوں کا بقایا 1/20 حصہ کی ادائیگی کو زمیندار کی اپنی صدابدید پر چھوڑ دیا کہ چاہیے تو وہ خود کسی مستحق کو دے دے یا مقامی زکوٰۃ کمیٹی میں جمع کروادے۔ (48) یہ شق اسلام کے تصور عشر کے بالکل خلاف جاتی ہے اسلام میں ایسا کوئی تصور موجود نہیں ہے کہ آدھا عشر تو حکومت خود وصول کرے اور بقایا آدھا مالکان کی مرضی پر چھوڑ دے یا وصول ہی نہ کیا جائے۔ اسلام تو حکم دیتا ہے

یا یھاالذین امنواادخلو فی السلم کافة(49)

(اے ایمان والو) اسلام میں سارے کے سارے داخل ہوجاؤ)

اور نہ ہی دور حاضر میں اسلام کے نفاذ کے لئے کسی تدریج کے اصول کی گنجائش ہے بلاشبہ تدریج کے احکام تو اس زمانہ کے لئے تھے جب

کہ قرآن حکیم بھی نازل ہورہا تھا اور اسلام کی تعلیمات تکمیل کو نہیں پہنچی تھیں ان حالات میں اللہ کے رسول نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو جب تبلیغی مشن پر بھیجا تو تدریجاً احکام اسلام کی تبلیغ کا حکم دیا تھا

انک تاتی قوماً اھل الکتاب فادعھم الیٰ شھادۃ ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ ﷺ فان ھم اطاعوک لذلک فاعلمھم ان اللہ افترض علیھم خمس صلوات فی کل یوم و لیلۃ فان ھم اطاعوک لذلک فاعلمھم ان اللہ افترض علیھم صدقۃ فی اموالھم توخذ من غنیا ئھم و تردُّ الی فقراء ھم فان ھم اطاعوک لذلک فایاک و کرائم اموالھم (50) فرمایا تم اہل کتاب کی ایک قوم کے پاس جاؤ گے ان کو بلانا اس بات کی طرف کہ کوئی سچا معبود نہیں خدا کے سوا اور میں اللہ کا رسول ہوں اگر وہ یہ مان لیں تو پھر ان کو یہ کہنا کہ اللہ نے ہر دن اور رات میں تم پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اگر یہ مان لیں تو پھر ان کو بتانا کہ اللہ نے ان کے مالوں میں سے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے اگر مان لیں تو ان کے عمدہ مالوں کو نہ لینا)۔

iv۔ وصولی عشر کا نظام

حکومت نے عشر کی وصولی کا جو نظام عشر وزکوٰۃ آرڈیننس 1980ء کے حوالہ سے نافذ کیا اس میں حکومت کا رویہ نہایت نیم دلانہ تھا ہماری حکومت نے اس بارے میں نئے نئے تجربہ کئے ابتداء میں تو محکمہ مال کی ذمہ داری ٹھہری کہ وہ عشر وصول کرے پھر یہ کام مقامی عشر کمیٹیوں کے حوالہ کردیا گیا کہ وہ عشر تشخیص بھی کریں اور وصول بھی یہ تجربہ ناکام ہونے پر 1990 میں پھر یہ کام محکمہ مال کے سپرد کردیا گیا۔حکومت کو چاہیے تھا کہ عشر کی وصولی کیلئے باقاعدہ الگ سے محکمہ سرکاری سطح پر قائم کرتی یا محکمہ مال کی تنظیم نو کرتی کیونکہ یہ ہر حال میں حکومت کی ذمہ داری ہے اور علماء کرام نے تو یہاں تک کہا ہے کہ کہ اگر کوئی مسلمان حکمرانوں کی بجائے خود سے عشر ادا کرے گا تو وہ ادا ہی نہیں ہوگا اگر حکمران ظالم ہیں تو پھر بھی عشر کی ادائیگی انھیں ہی کرنی چاہیے۔عشر ایک ایسا مستقل اور مقررہ فریضہ ہے جس کی ادائیگی کو اللہ تعالی نے افراد کی مرضی پر نہیں چھوڑا ہے کیونکہ اگر ایسا کیا جاتا تو یقیناً جو آخرت کی امید رکھتے ہیں وہ ادا کرتے اور جن پر حب مال کا غلبہ ہوتا وہ ادا نہ کرتے یہ کوئی انفرادی معاملہ نہیں تھا بلکہ اجتماعی تنظیم سے متعلق ہے جس کی نگرانی حکومت کرتی ہے اس کی واضح دلیل سورۃ التوبہ کی آیت مبارکہ میں لفظ **والعاملین علیھا** ہے (51) ان سے مراد زکوٰۃ کے انتظامی اداروں کے کارکنان ہیں مثلاً محصلین، خازن، نگران، محاسب اور تقسیم کنندگان وغیرہ ان سب کا تقرر کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے جو کہ زکوٰۃ سے متعلق تمام امور و معاملات انجام دیتے ہیں۔**خذ من اموالھم صدقۃ تطھر ھم و تز کیھم بھا**(52) (پس ان کے اموال میں سے صدقہ لو اور اس کے ذریعہ انہیں پاک کردو)۔

اس میں صدقہ سے مراد زکوٰۃ ہے اور خطاب اگرچہ خاص نبی اکرم ﷺ سے ہے مگر یہ حکم نہ آپ کے ساتھ مخصوص ہے اور نہ آپ کے زمانہ تک محدود ہے بلکہ ہر وہ شخص جو نبی اکرم ﷺ کے قائم مقام مسلمانوں کا امیر ہوگا وہ اس حکم کا مخاطب اور مامور ہوگا اس کے فرائض میں شامل ہوگا کہ مسلمانوں سے زکوٰۃ، صدقات وصول کرے اور درست مصرف پر خرچ کرنے کا انتظام کرے (53) اسی حکم کے مطابق حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مرتدین زکوٰۃ سے جہاد کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ میں ان سے اسی طرح (زکوٰۃ) وصول کروں گا جس طرح کہ اللہ کے رسول ﷺ وصول کرتے تھے (54) معلوم ہوا کہ ''زکوٰۃ'' عام خیرات کی طرح نہیں ہے بلکہ وہ سرکاری انکم ٹیکس کی طرح ایک ٹیکس ہے'' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ عمال

اگر ظالم اور ناپسندیدہ ہوں تو پھر بھی انہیں ہی زکوٰۃ دی جائے **سیاتیکم رکیب مبغضون فان جائکم فرحبو ھم و خلو بینھم و بین ما یبتغون فان عدلوا فلانفسھم و ان ظلموا فعلیھا و ارضوھم فان تمام زکاتکم رضاھم و لیدعوا لکم** (55) نبی اکرم ﷺ اور آپ کے خلفاء نے مختلف علاقوں میں محصلین روانہ کئے تھے (تفصیل باب. وم) اور انھیں ہدایات دی جاتی تھیں کہ ارباب مال کے ساتھ نرمی سے پیش آئیں معاملہ کرنے میں سہولت کریں البتہ اللہ کے حق میں تساہل سے کام نہ لیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمرؓ کو جو وصیتیں کی تھیں ان میں یہ بھی تھا کہ جو زکوٰۃ والی زکوٰۃ کو چھوڑ کر (جو منجانب خلیفہ مقرر ہوا ہو) دوسرے کو دے گا اس کا کوئی حصہ صدقہ قبول نہیں کیا جائے گا خواہ وہ ساری دنیا صدقہ میں دے دے۔(56) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے۔ **ادفعو زکوٰۃ اموالکم الی من ولاہ امر کم فمن بر فلنفسہ ومن اثم فعلیھا** (57) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ چار امور کو قائم کرنا سلطان یعنی حاکم وقت کا فرض ہے نماز، زکوٰۃ، حدود اور قضا **اربع الی السلطان الصلوۃ، والزکوٰۃ والحدود والقضاء**(58) امام سرخسی لکھتے ہیں کہ اگر کوئی یہ کہے کہ اس نے حکومت کو دینے کی بجائے خود (زرعی) زکوٰۃ مساکین میں تقسیم کر دی ہے تو اس کی اس بات کو تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ **واذ قال صاحب الارض قد أدیت العشر الی المساکین لم یقبل قولہ** (59)

سنن ابی داؤد کی حدیث مبارکہ جس میں نبی اکرم ﷺ نے عمال سے ان کے ظلم کے باعث بھی مال چھپانے کی اجازت نہیں دی (60) کی شرح ہے کہ اس حدیث مبارکہ میں حاکم کی اطاعت کی ترغیب دی گئی ہے خواہ وہ ظالم ہی کیوں نہ ہو اور یہ کہ سلطان کے علاوہ خود صدقات واجبہ کی ادائیگی جائز نہیں **وفی ھذا تحریص علی طاعۃ السلطان و ان کان ظالما و توکید لقول من ذھب الی ان الصدقات الظاھرۃ لا بجوز أن یتولا ھا المرء بنفسہ لکن یخرجھا الی السلطان** (61) عہد خلافت راشدہ سے لے کر عہد بنو عباس تک تمام خلفاء عشر وصول کرتے رہے ہیں امام (حکومت) کے لئے ضروری ہے کہ وہ صدقہ وصول کرنے کے لئے عامل مقرر کرے کیونکہ بعض لوگوں کے پاس مال ہوتا ہے لیکن وہ نہیں جانتے کہ اس میں کتنی زکوٰۃ ان پر واجب ہے اور بعض بخل سے کام لیتے ہیں اس لئے ویسے تقررات ضروری ہے جو وصول یابی کر سکیں۔(62)

الغرض اسلامی حکومت کا بنیادی فریضہ ہے کہ وہ عشر کی وصولیابی کے لئے مناسب انتظام کرے، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عدم ادائیگی عشر پر قتال کیا (63) نبی اکرم ﷺ سے لے کر خلافت راشدہ تک یہاں تک اموی خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور خلافت میں بھی عمال کے محاسبہ کا بڑا سخت نظام موجود تھا۔ جبکہ ہماری حکومت نے عشر کے نفاذ اور اس وصولی میں کہیں بھی ایسی سرگرمی نہیں دکھائی بلکہ عشر کی ادائیگی سے انکار کرنے والوں کو قانونی تحفظ فراہم کیا محاسبہ کا نظام سرے سے قائم ہی نہیں کیا گیا انتظامی نگرانی کا نظام تقریباً موجود ہی نہیں تھا گویا کہ عشر کا نظام نافذ تو سرکاری سطح پر کیا لیکن اس قدر ڈھیلے ڈھالے احکام کے ساتھ کہ لوگوں نے اس کو سنجیدگی سے لیا ہی نہیں۔

۷۔ مصارف عشر

مصارف عشر کے حوالہ سے بھی اس آرڈیننس (دفعہ 8) میں خامیاں پائی جاتی تھیں۔ سورۃ التوبۃ میں اللہ تعالیٰ نے اس کے مصارف خود متعین فرما دیئے جن میں تبدیلی نہیں کی جا سکتی۔

انما الصدقات للفقراء و المساکین و العاملین علیھا و المولفۃ

قلوبھم و فی الرقاب والغارمین و فی سبیل اللہ و ابن السبیل فریضۃ من اللہ و اللہ علیم حکیم۔(64) (صدقات (یعنی زکوۃ وخیرات) تو مفلسوں، محتاجوں اور کارکنان زکوٰۃ کا حق ہے اور ان لوگوں کا جن کی تالیف قلب منظور ہو اور غلاموں کے آزاد کرانے میں اور قرضداروں (کے قرض ادا کرنے میں) اور خدا کی راہ میں اور مسافروں (کی مد) میں (بھی یہ مال خرچ کرنا چاہیے) یہ حقوق خدا کی طرف سے مقرر کر دیئے گئے ہیں اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے)

حکومت نے مصارف عشر کا واضح تعین نہیں کیا بلکہ اہم احکامات قرآنی کو نظرانداز کر دیا مثال کے طور پر فقراء و مساکین کو چند سو روپے ماہانہ دے کر ان کی وقتی مدد تو کی جو کہ عملاً بھی ناکافی تھی لیکن ایک اہم مد والغارمین کو بغیر وضاحت کے ہی چھوڑ دیا۔ زکوۃ کے مصارف میں سے ایک قرض داروں پر خرچ کرنا ہے جبکہ آرڈیننس کی رو سے کاشتکار کو قرضہ دینے کی اجازت نہیں (65) قرضدار سے زکوۃ وصول نہیں کی جا سکتی جبکہ کسان اکثر و بیشتر قرض میں جکڑے رہتے ہیں انہیں بیج، کھاد، ادویات اور پیداواری اخراجات کے لیے حکومت سے بلاسود یا مع سود قرض لینا پڑتا ہے لیکن آرڈیننس خاموش ہے کہ ان کے بارے میں کیا طرز عمل اختیار کیا جائے گا آیا مقروض کاشتکار سے عشر وصول کیا جائے گا یا نہیں؟ فی سبیل اللہ کی بھی واضح تشریح قانون و قواعد میں موجود نہیں۔ اسلام کا اصول محصول ہے کہ صدقہ جس مقام کے امراء سے لیا جائے گا وہاں کے فقراء پر ہی لوٹا دیا جائیگا (66) (تفصیل کے لئے باب اوّل) لیکن عشر کے حوالہ سے ہمیں کہیں کوئی ایسا ثبوت نہیں ملتا ہے کہ حکومت نے اس حکم ربی کی اطاعت میں اسی جگہ عشر کی رقم خرچ کی ہو جہاں سے جمع ہوئی تھی۔ فی سبیل اللہ کی مد کو محدود معنوں میں لیا گیا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل دیہات عشر کے فوائد سے مستفید نہ ہو سکے اور عشر کے ثمرات سے محروم ہی رہے۔ اور انفرادی اور اجتماعی فلاح کے لئے نہ تو کوئی منصوبہ بندی کی گئی نہ کاوش۔ اسطرح عشر کی تقسیم کے فوائد لوگوں کو نظر نہ آ سکے۔

vi۔ مزارع ادائیگی عشر سے مستثنی

حکومت نے زکوٰۃ و عشر آرڈیننس 1980 کی رو سے مزارعین کو صاحب نصاب ہونے کے باوجود عشر کی ادائیگی سے مستثنی رکھا یہ صریحاً احکامات دینی کی خلاف ورزی ہے کہ مالک پر تو عشر کی ادائیگی لازم ہے لیکن وجوب عشر کی شرائط پوری کرنے پر بھی مزارع سے عشر وصول نہیں کیا جا سکتا حالانکہ بعض صورتوں میں آدھی پیداوار مالک لیتا ہے اور آدھی مزارع وصول کرتا ہے۔ اسلام میں تو واضح حکم ہے

یایھا الذین امنو انفقو امن طیبات ما کسبتم و مما اخرجنا لکم من الارض (67) (اے ایمان والوں جو پاکیزہ اور عمدہ مال تم کماتے ہو اور جو چیزیں ہم تمہارے لئے زمین میں نے نکالتے ہیں ان میں سے (راہ خدا میں) خرچ کرو۔)

اس آیت کریمہ میں کوئی تخصیص نہیں ہے کہ پیداوار کس کی ہے کہا گیا ہے کہ جو کچھ بھی پیداوار کی صورت میں حاصل ہوتا ہے اس سب پر عشر ہو گا خواہ وہ مالک کا حصہ ہو یا مزارع کا۔ پاکستان میں کاشت کے مختلف اسلوب ہیں۔ انفرادی سطح پر زمین مالک خود کاشت کرتا ہے یا بٹائی پر مزارع کو دیتا ہے یا ٹھیکہ مقرر کر کے رقبہ کاشت کے لیے دے دیتا ہے یا حکومت پٹہ پر کاشتکاروں کو دیتی ہے یا امداد باہمی کے ادارے کے تحت ملکر کاشت کی جاتی ہے ان تمام حالات میں اسلامی نظریاتی کونسل کے مشورہ سے قانون سازی کر کے مالک اور مزارع کے حصہ عشر کا تعین کرنا چاہیے تھا جو نہیں کیا گیا۔ صرف مالک اراضی کے عشر کی وصولی کو منصفانہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔

الغرض پاکستان میں رائج زکوٰۃ وعشر آرڈیننس 1980ء میں اسلام کے حوالہ بڑے سقم پائے جاتے ہیں اور رہی سہی کسر حکومت نے پوری کردی کہ اس نے اسے کبھی نیک نیتی سے نافذ کرنا ہی نہیں چاہا بلکہ عشر کے معاملات کو ایسے الجھایا کہ اسلام دشمنوں کو تنقید کا جواز میسر کردیا

آبیانہ

آبیانہ پانی کا وہ معاوضہ ہے جو کہ حکومت زرعی زمینوں کو پانی مہیا کرنے پر وصول کرتی ہے (برائے تفصیل باب چہارم) اللہ تعالی نے پانی کو ہر شے کی زندگی کا ذریعہ بنایا ہے زراعت کا انحصار بھی تقریباً کلیتہً وسائل آبپاشی پر ہے قرآن حکیم میں اللہ تعالی نے اس امر کا ذکر کیا ہے

اولم یروا انا نسوق المآء الٰی الارض الجرز فنخرج به زرعاً تا کل منه انعامهم و انفسهم افلا یبصرون (68)(کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم بنجر زمین کی طرف پانی رواں کرتے ہیں پھر اس سے کھیتی پیدا کرتے ہیں جس میں سے ان کے چوپائے بھی کھاتے ہیں اور وہ خود بھی (کھاتے ہیں) یہ کیوں نہیں دیکھتے ہو)

آبپاشی کے حوالہ سے اسلام نے یہ واضح ہدایات دی ہیں کہ پانی کا اگر کوئی کنواں' تالاب' چشمہ یا نہر کسی فرد کی ذاتی ملکیت نہیں تو اس سے آبپاشی کا یکساں حق سب انسانوں کو حاصل ہے گویا کہ وہ تمام انسانوں کی مشترکہ ملکیت ہے نبی اکرم ﷺ کا فرمان مبارک ہے

المسلمون شرکاء فی الثلاث الماء و الکلاء و النار (69)

(مسلمان تین اشیاء میں برابر شریک ہیں پانی' گھاس اور آگ

آپ ﷺ کی ایک اور حدیث مبارکہ میں بھی یہ بات ذرا فرق انداز سے بیان ہوئی ہے)

قال رسول اللهﷺ لا یمنع فضل الماء لیمنع به الکلاء (70)

(پانی کا ضرورت سے زائد حصہ لوگوں سے روکا نہیں جائیگا تا کہ اس کے ذریعہ گھاس کے زائد حصہ سے روکا جائے۔)

ایک اور روایت ہے کہ جس نے زائد پانی کو روکا تا کہ اس طرح زائد گھاس سے لوگوں کو روک دے تو ایسے شخص کو اللہ تعالی قیامت کے دن اپنے فضل سے محروم رکھے گا۔(71) گویا کہ اسلام میں واضح حکم آیا ہے کہ پانی پر تمام انسانوں کی ملکیت برابر ہے بشرطیکہ وہ کسی کا ذاتی نہ ہو اور دوسروں کے لئے ضرر اور خسارہ کا موجب نہ ہو۔ تمام انسانوں کو اس سے آبپاشی کا برابر کا حق حاصل ہے جناب علامہ سرخسی فرماتے ہیں کہ تمام انسان ان اشیاء(گھاس' آگ' پانی) میں برابر کے حصہ دار ہیں (کیونکہ یہ ان کی بنیادی ضروریات سے متعلق ہے) جہاں تک پانی کا تعلق ہے تو یہ شرکت وادیوں کے پانی اور دریاؤں مثلاً سیحون' جیحون' فرات' دجلہ اور نیل وغیرہ کے پانی سے ہے اس لئے کہ ان سے فائدہ اٹھانا ویسا ہی ہے جیسا کہ سورج کی تپش اور ہوا سے فائدہ اٹھانا کیونکہ اس میں تمام دنیا کے انسان برابر کے شریک ہیں کسی کو یہ حق ہرگز نہیں حاصل کہ وہ اس افادہ سے دوسرے کو منع کردے۔ (72) امام ابو یوسف لکھتے ہیں کہ دریا مشترکہ ملکیت ہیں سارے مسلمان دجلہ اور فرات اور ان جیسے سارے بڑے دریاؤں اور وادیوں میں یکساں طور پر شریک ہیں ان سے وہ سینچائی کے لئے بھی پانی لے سکتے ہیں اور اپنے اور اپنے جانوروں کے پینے کے لئے بھی کسی کو بھی انھیں اس سے روکنے کا حق ہرگز نہیں۔ ہر گروہ کو اپنی اراضی کھجوروں ور دوسرے درختوں کی سینچائی کا حق ہے کسی کو پانی دینے اور کسی سے

روکنے کا طریقہ درست نہیں۔(73) اسلام ضرورت سے زیادہ پانی فروخت کرنے کو ناپسند کرتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ضرورت سے زائد پانی فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (74) کتاب الخراج میں تفصیل سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے متعلق واقعہ درج ہے کہ ایک ملازم نے انھیں (عبداللہ بن عمرؓ) کو خط لکھا ''اپنے کھیتوں' کھجور اور دوسرے درختوں کی سینچائی کے بعد جو پانی فاضل بچ رہا ہے اس کے عوض مجھے تیس ہزار (درہم) پیش کئے جا رہے ہیں اگر آپ کی رائے ہو تو میں اسے فروخت کر کے غلام خرید لوں اور ان سے آپ کے کاموں میں مدد لیا کروں'' آپؓ نے اسے یہ لکھا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس نے فاضل پانی کو روکا تا کہ فاضل چارہ نہ اگ سکے اسے اللہ قیامت کے دن اپنے فضل سے محروم رکھے گا اس خط کے موصول ہونے پر اپنے نخلستانوں' کھیت اور درختوں کو سیراب کرو اور جو پانی فاضل بچ رہے اس سے اپنے پڑوسیوں (کی زمینوں) کو سیراب ہونے دو۔ پہلے سب سے قریبی پڑوسی کو پھر اس کے بعد والے کو'' (75)

اسلامی ریاست کا فرض ہے کہ وہ زمینوں کو سیرابی اور ان سے بہتر فصل حاصل کرنے کے لئے دریاؤں اور نالوں پر بند باندھے' نہریں کھدوائے اور جاری کروائے۔ اسلامی تاریخ بتاتی ہے کہ خلفاء راشدین اور دیگر اسلامی خلفاء نے نہروں کی کھدائی کا کام کس اہتمام سے بیت المال کے خرچ پر کیا (برائے تفصیل باب دوم) لیکن اگر سرکاری خزانہ میں اتنا مال و دولت نہ ہو کہ وہ نہروں کی کھدوائی کے اخراجات برداشت کر سکے تو پھر خلیفہ یا اسلامی ریاست اہل ثروت اغنیاء کو اس امر پر مجبور کر سکتا ہے کہ وہ اس کار خیر میں اسلامی ریاست کے ساتھ تعاون کریں۔ ''اگر نہریں حکومت کی جانب سے کھودی جا رہی ہیں تو ان کا تمام خرچ سرکاری خزانہ کے ذمہ ہے اس لئے کہ یہ نہریں مصالح عامہ کے لئے ہیں لہٰذا ان کے اخراجات کا بار کسی خاص جماعت پر نہیں ڈالا جا سکتا اگر بیت المال میں نقد یا مال موجود ہے تو وہ اس قسم کے مصالح کے لئے ہے اگر بیت المال میں اتنی گنجائش نہیں تو خلیفہ لوگوں کو مجبور کرے گا کہ وہ نہروں کی کھدائی خرچ کے ذمہ دار ہوں کیونکہ بیت المال میں گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے اگر نہروں کی کھدوائی کا کام رکا رہا تو یہ لوگوں کے لئے بڑے نقصان کا موجب ہو گا۔۔۔خلیفہ چونکہ مصالح عامہ کا نگران ہوتا ہے لہٰذا وہ اس کار خیر کی تکمیل کے لئے جبر کرنے کا مجاز ہے۔'' (76) امام ابو یوسف فرماتے ہیں ''بڑا دریا جو سارے مسلمانوں کے لئے عام ہے اگر کسی طرح کھدائی یا مرمت کا محتاج ہو تو اس کی ذمہ داری امام کے سر پر ہو گی'' (77) علاوہ ازیں امام موصوف نے بڑی نہروں کی تعمیر کا طریقہ اور اس کے مصارف کی باہم تقسیم (اگر ریاست خرچ کرنے کے قابل نہ ہو تو) پر بھی تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ (78) درج بالا دلائل سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام نے پانی کو بشرطیکہ وہ کسی کی ذاتی ملکیت نہ ہو اور دوسروں کے لئے باعث مضرت نہ ہو سب کی مشترکہ ملکیت قرار دیا ہے' زائد پانی سے دوسروں کی کھیتیاں سیراب کرنے کا حکم ہے' زائد از ضرورت پانی کی فروخت کی ممانعت آئی ہے اور یہ کہ حکومت عوام کی مصالح اور فلاح و بہبود کے لئے سرکاری خرچ پر نہریں کھدوانے کی پابند ہے لیکن کہیں بھی پانی کا معاوضہ وصول کرنے کا ذکر نہیں ملتا۔ بلاشبہ آبپاشی کی نہریں اور کنویں عوام الناس کی مصالح عامہ اور معاشی وسائل کی ترقی کے لئے ہیں حکومت کے محاصل میں اضافہ کرنے کے نقطہ نظر سے نہیں ہیں اس لئے حکومت کو چاہیے کہ وہ سرکاری پانی زمینیں سیراب کرنے پر آبیانہ وصول نہ کرے اور اگر دور حاضر کے تقاضوں کے تحت وصولی ضروری ہو تو اسلام صرف اتنی رقم کی وصولی کی اجازت دیتا ہے جو کہ پانی بہم پہنچانے اور اس کے انتظامات پر خرچ ہوا ہو' حکومت کی نہروں اور کنوؤں سے آبپاشی کرنے والوں سے تو قطعاً محصول آبپاشی نہ لیا جائے یا صرف اس قدر لیا جائے جس قدر ان نہروں اور کنوؤں کی بقاء کے لئے ضروری ہے باقی انتظامات کا کل خرچ بیت المال پر ڈالا جائے۔ (79)

ان احکامات سے واضح ہوتا ہے کہ حکومت صرف وہ مصارف بطور آبیانہ وصول کرنے کی مجاز ہے جو نہروں کے انتظام و انصرام پر ہیں۔ اس سے زائد وصول کرنا جائز نہیں ویسے بھی دریاؤں اور نالوں کا پانی مشترکہ ملکیت ہے اور اس کے استعمال سے پیداوار میں اضافہ ہو گا جو عشر میں بھی اضافہ کا باعث بنے گا۔ لہٰذا آبیانہ ایک دہرے ٹیکس کی صورت اختیار کر جائے گا جو مناسب نہ ہو گا۔

جنرل سیلز ٹیکس

یہ محصول زرعی مداخل کھاد' زرعی ادویات' بجلی برائے ٹیوب ویل' ڈیزل پر 15% کے حساب سے ہر خریدار سے وصول کیا جاتا ہے (80) یہ محصول اسلام کے تصور محاصل کے بالکل برعکس ہے یہ محصول عائد تو کارخانہ دار پر کیا جاتا ہے مگر وصول خریدار سے ہوتا ہے گویا کہ ایک کا بوجھ دوسرے پر منتقل کر دیا جاتا ہے جبکہ اسلام کا نقطہ نظر یہ ہے کہ **الا تزر وازرۃ وزر اخری** (81) (کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا)

یہ محصول کاشتکاروں اور مالکان زمین سے زرعی مداخل کی خریداری کے وقت وصول کر لیا جاتا۔ کسان چاہے اس کے ادا کرنے کی استطاعت رکھے یا نہ رکھے وہ اس کی ادائیگی پر مجبور ہوتا ہے گویا کہ جبر کا معاملہ ہے کاشتکار کی مجبوری سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے جبکہ نبی اکرم ﷺ نے تو ایسی بیع کو ناجائز قرار دیا ہے۔ سنن ابی داؤد میں ہے کہ **وقد نھی رسول اللہ عن بیع المضطر و بیع الغرر و بیع الثمرۃ قبل ان تدرک** (82) (رسول اکرم ﷺ نے جبر' دھوکے اور پھل کے پکنے سے پہلے کی بیع سے منع فرمایا ہے) اکثر و بیشتر خریدار کو علم بھی نہیں ہوتا کہ اس نے جو کھاد کی بوری جو ایک خاص رقم کے عوض خریدی ہے اس میں سے کتنے روپے اس نے محصول کی مد میں ادا کئے ہیں خریدار کو قیمت کی اصل شرح اور محصول کا علم ہی نہیں اس لحاظ سے جنرل سیلز ٹیکس اسلام کے اصول' عدل کے بھی خلاف جاتا ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''**لیس منا من غش**'' (83) (جس نے دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں) بلاشبہ ''عوام کے علم میں لائے بغیر ان سے ٹیکس وصول کرنا بد اعتمادی' بدمعاملگی اور دھوکے کی ایک صورت ہے'' (84)

اور اس سے زیادہ توجہ طلب امر یہ ہے کہ زراعت کے حوالہ سے یہ محصول کاشتکار سے پیشگی ہی وصول کر لیا جاتا ہے حالانکہ ابھی تو اس نے زمین میں نہ کچھ بویا ہے اور نہ بلا واسطہ کچھ حاصل کیا ہے ان مداخل کے استعمال سے پیداوار میں اضافہ متوقع ہوتا ہے جس پر عشر کی ادائیگی کرنا ہوتی ہے۔ لہذا یہ پیشگی ٹیکس ہے اور اس اعتبار سے یہ نہایت ظالمانہ محصول ہے زراعت ایسا معاش ہے جس کا سارا انحصار قدرتی ماحول پر ہوتا ہے پیداوار کا حصول غیر یقینی ہوتا ہے سارا خاندان کھیتوں میں مشقت کرتا ہے اور پھر بھی آخر تک پھل پانا یقینی نہیں ہوتا۔ اسلام تو عشر بھی پیشگی وصول کرنے کی اجازت نہیں دیتا تو محصول کو کیسے جائز ٹھہرا سکتا ہے اور بعض اموال پر وجوب زکوٰۃ کے لئے سال گزرنے کی شرط بھی ہے (85)

گویا کہ یہ محصول کاشتکار سے اس مفروضہ کی بنا پر وصول کر لیا جاتا ہے کہ جو کچھ اس نے زرعی مداخل میں سے خریدا ہے وہ یقیناً اس سے نفع حاصل کرے گا حالانکہ اسلام ایسے کسی مفروضہ کی بناء پر محصول وصول کرنا تو درکنار وہ بیع کی بھی اجازت نہیں دیتا جو کہ خریدار اور مشتری باہم رضامندی سے کرتے ہیں جب تک کہ شے تیار موجود نہ ہو۔ **نھی النبی ﷺ ان تباع الثمرۃ حتی تشقح فقیل ما تشقح؟ قال تحمار و تصفاد و یو کل منھا.** (86) (نبی اکرم ﷺ نے منع کیا کہ پھل بیچا جائے یہاں تک کہ مشقح ہو جائے پوچھا گیا مشقح کیا ہے؟ فرمایا کہ سرخ ہو جائے اور زرد ہو جائے اور کھانے کے لائق ہو جائے) پھلوں کے عشر کے اندازے کیلئے اسلامی فقہ میں ایک لفظ ''خرص'' استعمال کیا جاتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ درختوں پر پھل ہوں تو حکومت کے عمال ان کا اندازہ لگائیں اور پھر پھل اترنے پر اس میں سے حکومت کا حصہ عشر وصول کریں (87) فقہ حنفی نے تو اس اصول کا بھی انکار کیا ہے کیونکہ یہ محض گمان پر مبنی ہے۔ **الخرص بدعۃ و انکر اصحاب الرأی الخرص و ذلک انہ ظن و تخمین و فیہ نحرد** (88)

سیلز ٹیکس کی بنا پر کھاد' بیج' زرعی ادویات کی قیمتوں میں اضافہ ہو جاتا ہے کسان ان کا استعمال کم کرتا ہے دو کی بجائے ایک بوری

کھاد استعمال کرتا ہے جس کا نتیجہ یقیناً پیداوار میں کمی کی صورت میں نکلتا ہے اور آخر کار نقصان کاشتکار اور ملک دونوں کا ہوتا ہے۔

لہذا ضروری ہے کہ زراعت سے متعلق ضروریات ولوازمات مثلاً کھاد، بیج، زرعی ادویات، ڈیزل، بجلی پر سے سیلز ٹیکس کا فوراً خاتمہ کیا جائے یہ ٹیکس خصوصاً زراعت کی حوصلہ شکنی کا باعث بنتا ہے۔ کاشتکار کے بوجھ میں اضافہ کرتا ہے اسلامی نقطہ نظر سے خصوصاً زرعی لوازمات پر اس کے نفاذ کا کوئی جواز نہیں ہے اگر ڈیزل پر مجبوراً یہ ٹیکس زراعت کے لئے مخصوص نہ ہونے کی وجہ سے اسے نہیں ہٹایا جاسکتا تو سب سڈی (کمی) سے اسکا ازالہ کیا جائے۔

مارکیٹ فیس اور شوگر کین سیس

یہ دونوں محصول خدمات کا معاوضہ ہیں مارکیٹ فیس کے عوض زرعی پیداوار کی منڈیوں میں جنس بیچنے والوں کے لئے سہولت مہیا کی جاتی ہے اور شوگر کین سیس جو کہ گنے کے کاشتکار سے اس وقت وصول کیا جاتا ہے جب کہ وہ شوگر مل کو گنا بیچتا ہے (تفصیل کے لئے باب چہارم) یہ بنیادی طور پر کھیتوں سے لے کر شوگر ملز تک سڑکوں اور پلوں کی تعمیر اوران کی حفاظت کے لئے لیا جاتا ہے تا کہ کاشتکاروں کو گنا بھیجنے میں سہولت رہے اسلام میں کسی خدمت کا معاوضہ وصول کرنا کوئی برائی نہیں ہے اور خصوصاً جب کہ اس کا مقصد بھی فلاح و بہبود ہو۔ قرآن حکیم میں بھی خدمت کے بدلہ میں معاوضہ کا تذکرہ آیا ہے اور یہ معاوضہ نکاح کی صورت میں تھا۔ حضرت شعیبؑ نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا تھا جنھوں نے انکی صاحبزادیوں کے جانوروں کو پانی پلایا تھا " **انی ارید ان انکحک احدی ابنتی ھا تین علی ان تاجرنی ثمانی حجج** (89)(میں چاہتا ہوں کہ اپنی دونوں بیٹیوں میں سے ایک تمہارے نکاح میں دے دوں اس شرط پر کہ تم آٹھ سال میری نوکری کرو)۔ سورۃ البقرہ میں بھی بچے کو معاوضہ پر دودھ پلانے کا ذکر آیا ہے۔ (90) سیرت طیبہ سے بھی خدمت کے بدلے میں معاوضہ لینے کی دلیل ملتی ہے۔ غزوہ بدر کے قیدیوں میں سے جس کے پاس فدیہ نہیں تھا ان کے لئے یہ طے کیا گیا کہ وہ مدینہ کے دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں اور جب بچے اچھی طرح سیکھ جائیں تو یہی ان کا فدیہ ہوگا۔ (91) کتب حدیث میں ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ اور چند صحابہ کرامؓ سفر کے لئے نکلے اور عرب کے کسی قبیلہ پر اترے اس قبیلہ کے سردار کو سانپ یا بچھو نے کاٹ کھایا وہ لوگ صحابہ کرامؓ کے پاس آئے کہ آیا تمھارے پاس کوئی منتر ہے۔ ایک صحابی نے کہا ہاں ہمارے پاس منتر ہے لیکن تم نے ہماری ضیافت بھی نہ چاہی اب میں اس وقت تک منتر نہ پڑھوں گا جب تک تم مجھے اس کی اجرت نہ دو۔ انھوں نے ایک گلہ بکریوں کا دینا کیا تب وہ شخص آیا اور صحابی رسول ﷺ نے سورۃ فاتحہ پڑھ پڑھ کر تھوکنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ اچھا ہوگیا۔ پھر ان لوگوں نے جو اجرت ٹھہرائی تھی دے دی۔ (92) گویا کہ قرآن وسنت سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی خدمت مہیا کرنے کے بدلہ میں معاوضہ اور اجرت وصول کی جاسکتی ہے یہ معاوضہ نقد روپیہ پیسہ کی صورت میں بھی ہوسکتا ہے اور کوئی خدمت انجام دینے کی صورت میں بھی لہذا مارکیٹ فیس اور شوگر کین سیس کی وصولی میں شرعاً کوئی قباحت نہیں پائی جاتی بشرطیکہ شرائط وغیرہ واضح ہوں۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے بھی ان محاصل کو جائز قرار دیا ہے "کسی خاص ضرورت کے لئے عائد کیا گیا ٹیکس کا نفاذ اسلامی نقطہ نظر سے درست ہے" (93) لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ عملاً درج بالا دونوں محصول اپنے مقاصد حاصل نہیں کر سکے ہیں منڈیوں میں ایسی کوئی سہولت نظر نہیں آتی جن سے اندازہ ہو کہ وصول کی جانے والی مارکیٹ فیس کا درست مصرف ہو رہا ہے اور اسی طرح اگر شوگر کین سیس کا درست استعمال ہوتا تو کم از کم مل سے کھیتوں تک سڑکوں کا جال بچھا نظر آتا لیکن ایسا نہیں ہے ان حالات میں درج بالا محاصل کی وصولی کا کوئی جواز نہیں ہے۔ "اگر حکومت یا متعلقہ انتظامیہ فیس وصول کر کے مطلوبہ سہولتیں مہیا نہیں کرتی ہے

تو پھر اس کی وصولی کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔" (94) قرآن وسنت کی روشنی میں فقہاء کرام نے یہ قاعدہ وضع کیا ہے کہ " **الجبایة بالحمایة** "(محصول حفاظت کرنے پر ہی ہے) یعنی محصول جس مقصد کے لئے لیا جاتا ہے اس کا پورا کرنا ضروری ہے (95) اصولاً توان محاصل کے عائد کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ وہ متعینہ مقاصد پر خرچ کئے جاتے ہوں۔ لیکن اگر اس سے قطع نظر صرف زراعت کے حوالہ سے ان کا جائزہ لیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ ان سے بلاواسطہ صرف زراعت کو فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ عوام الناس' سڑکوں اور پلوں سے استفادہ کرتے ہیں لہٰذا اگر یہ ٹیکس ضرور لینے ہیں تو صرف خریدار سے یعنی غلہ خریدنے والوں اور گنا خریدنے والی ملوں سے وصول کئے جائیں اور زراعت پیشہ افراد کو زیر بار نہ کیا جائے تو ملکی وقومی مفاد میں ہوگا۔

لوکل ریٹ

لوکل ریٹ مقامی حکومت اپنے اخراجات پورے کرنے کے لئے زرعی اراضی پر عائد کرتی ہے یہ محصول مالیہ کی مانند عائد اور وصول کیا جاتا ہے بعد ازاں مقامی حکومت کے خزانہ میں جمع کروا دیا جاتا ہے (96) اگرچہ اپنی شرح (2 روپے فی ایکٹر) کے لحاظ سے یہ برائے نام ہے لیکن بلا مقصد اور بلا جواز ہے۔ مقامی حکومتوں کے پاس جب اپنے اخراجات پورے کرنے کے لئے دیگر ذرائع آمدنی موجود ہیں تو پھر بلا ضرورت زراعت پر کوئی بوجھ ڈالا کیوں جائے اسلام کے حوالہ سے بھی لازمی امر ہے کہ حکومت صرف اسی صورت میں محصول عائد کرسکتی ہے جبکہ " حکومت کو مال کی حقیقی ضرورت ہو اور بیت المال سے یہ ضروریات پوری نہ ہورہی ہوں (97) اور لوگوں پر ٹیکس کا بارڈالے بغیر مقاصد حاصل نہ کئے جاسکتے ہوں" (98) بلاشبہ" رضائے الٰہی کے حصول اور عوام میں محصولیت کی سہولیات کے لئے ہر ٹیکس کو کسی ضرورت سے منسلک کرنا ضروری ہے" (99) جبکہ لوکل ریٹ کے سلسلہ میں ایسی کوئی حکومتی ضرورت درپیش نہیں ہے بلکہ حکومت کا انتہائی غیر مناسب رویہ ہے کہ ایک محصول جو مالیہ کے ساتھ عائد کیا تھا مالیہ ختم ہونے پر اور بغیر کسی ضرورت کی ابھی تک موجود ہے اس کو ختم ہونا چاہیے۔

زرعی انکم ٹیکس

آمدنی پر محصول عائد کرنا خالص مغربی تصور ہے جسے پاکستان نے اختیار کیا ہے اگرچہ اسلامی حوالہ سے اس کے نفاذ میں کوئی قباحت تو نہیں پائی جاتی لیکن اسلام کا اپنا تصور زکوٰۃ اتنا جامع اور مفصل ہے کہ مال و دولت کا کوئی شعبہ بشرطیکہ نصاب کو پہنچے زکوٰۃ سے مبرئ نہیں ہے زرعی پیداوار پر عشر عائد کیا جاتا ہے نقد روپیہ پیسہ' سونا چاندی' مویشی' مال تجارت ان سب پر بھی زکوٰۃ وصول کی جاتی ہے (100) عشر کے نفاذ کے ساتھ زرعی انکم ٹیکس کے نفاذ کا کوئی جواز نہیں ہے عشر ٹیکس ہذا کے مقابلہ میں یقیناً امر واجب ہے جس کی ادائیگی ہر حال میں بشرط نصاب لازمی ہے حکومت کو چاہیے کہ غیر مسلموں یا کسی اور بنا پر عشر کی ادائیگی نہ کرنے والوں سے زرعی انکم ٹیکس وصول کرے یہ زرعی فلاحی ٹیکس کے نام سے بھی عشر کے برابر وصول کیا جاسکتا ہے اس سے حاصل کردہ رقم غیر مسلم اور عشر ادا نہ کرنے والوں کی بہبود پر خرچ کی جاسکتی ہے۔ بہر طور عشر کی ادائیگی کے بعد زرعی انکم ٹیکس کی وصولی کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔ ویسے بھی یہ ٹیکس عالمی تنظیموں' آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے اصرار پر عائد کیا گیا نہ کہ ضروریات کی بنا پر اس لئے اس کا نفاذ اور وصولی بلاجواز ہے۔

فصل دوم: پاکستان کے حوالہ سے زرعی محاصل کا تنقیدی جائزہ

پاکستان ایک زرعی ملک ہے زراعت اس ملک کے لیے ریڑھ کی ہڈی کا مقام رکھتی ہے دنیا میں وہ ممالک بڑے خوش قسمت تصور کئے جاتے ہیں جن کی زمینیں قابل کاشت اور زرخیز ہوں کیونکہ زراعت تمام ترقیات کی بنیاد ہے تمام شعبہ ہائے معیشت کو بالواسطہ یا بلاواسطہ خام مال شعبہ زراعت ہی سے فراہم ہوتا ہے۔ پاکستان ان خوش قسمت ممالک میں سے ایک ہے جس کی معیشت کی بنیاد زراعت ہے۔ آبادی کی اکثریت اس سے وابستہ ہے اگر اعداد و شمار کی روشنی میں جائزہ لیں تو علم ہوگا کہ پاکستان کی معیشت میں زراعت کا کتنا بنیادی کردار ہے۔ پاکستان کی قومی آمدنی یعنی GDP میں زراعت کا حصہ 23.1% ہے دیگر شعبوں کا حصہ مینوفیکچرنگ 18.3% صنعتوں کا 7% اور سروسز کا حصہ 52.4 ہے ۔ (101) گویا کہ سروسز کے بعد سب سے بڑا شعبہ ہے جس سے ہمارا ملک آمدنی حاصل کرتا ہے۔ پاکستان کی آبادی اس وقت یعنی 2005 میں تقریباً ساڑھے پندرہ کروڑ ہے (102) کل آبادی کا 67.5% دیہاتوں میں رہتا ہے (103) کثیر لوگوں کا روزگار اس سے وابستہ ہے ہمارے ملک میں پائی جانے والی لیبر فورس 46.82 ہے جس کا 31.79 دیہاتوں سے متعلق ہے اور باقی 15.03 شہر میں رہتے ہیں۔ (104) ملک میں پائی جانے والی صنعتیں بالواسطہ یا بلاواسطہ خام مال زراعت سے ہی حاصل کرتی ہیں خام پیداوار کے بغیر نہ تجارت چلتی ہے اور نہ صنعت وحرفت' کپاس سے جننگ فیکٹریاں، ٹیکسٹائل ملز، آئل ملز، گھی ملز، کپڑوں کے کارخانے اور صابن کی فیکٹریاں چلتی ہیں گندم سے آٹے کی ملیں اور بسکٹ کے کارخانے خام مال لیتے ہیں گنا شوگر ملوں کو چالو رکھنے کا باعث بنتا ہے اور بالواسطہ طور پر دیکھیں تو تمام چمڑے کی مصنوعات، فرنیچر کی صنعت، کا انحصار بھی اسی پر ہے۔ ہماری صنعت کے تقریباً 80% خام مال کا انحصار زراعت پر ہی ہے۔ (105) ملک کو حاصل ہونے والا زرمبادلہ کا بڑا حصہ بھی زراعت پر منحصر ہے فصلوں میں سے کپاس اور چاول دو ایسی بڑی فصلیں ہیں جو کہ Cash Crops کہلاتی ہیں اور ملک کی برآمدات میں نہایت اہم مقام رکھتی ہیں۔

> The export of Textile manufactures, covers 58.5 percent of total exports. (106)

چاول کی برآمدات سے 2004 میں 461.4 ملین ڈالر حاصل کئے گئے اور 2005 میں یہ رقم توقع ہے کہ 601.7 ملین ڈالر ہو گی۔ (107) ان حقائق سے واضح ہوتا ہے کہ پاکستان کی معیشت زرعی ہے ملک کی خوراک کی ضروریات پوری کرتی ہے۔ صنعتوں کو خام مال دیتی ہے آبادی کی اکثریت کو روزگار مہیا کرتی ہے اور پھر برآمدات کے ذریعہ کثیر رقم بھی ملک وقوم کے لیے حاصل کرتی ہے۔

قدرت نے بھی زراعت کے حوالہ سے پاکستان کو بے پناہ وسائل سے نوازا ہے دنیا کا بہترین نہری نظام، فصلوں کی ضروریات کے اعتبار سے موسم ہیں زمین زرخیز ہے کسان محنتی ہے لیکن اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ پاکستان خوراک کے معاملہ میں خود کفیل نہیں ہے گندم چینی اور اب تو بھارت سے سبزیاں اور گوشت بھی درآمد کیا جا رہا ہے یقیناً یہ امر باعث تشویش ہے کہ وہ ملک جس کے 67% لوگ زراعت سے وابستہ ہیں دن رات محنت کرتے ہیں وہ ملک جو زرعی پیداوار سے زرمبادلہ کمانے کی صلاحیت رکھتا ہے وہ اناج درآمد کرے پاکستان کی درآمدات میں اس وقت سرفہرست گندم اور خوردنی تیل ہے۔ 2004 میں 15.1 ملین ڈالر کی گندم درآمد کی گئی جو کہ 2005ء میں بڑھ کر اندازہ ہے کہ 56.1 ملین ڈالر ہو گی۔ دیگر درآمدات میں چینی اور دالیں شامل ہیں۔ (108)

اس صورت حال کا سبب دیگر وجوہات کے ساتھ ساتھ زرعی محاصل میں اضافہ بھی ہے ہمارا کسان محاصل کے بوجھ تلے دبا ہوا ہے وہ بیک وقت کئی طرح کے محاصل ادا کرتا ہے جبکہ ہمارے ملک میں کسانوں کی اکثریت چھوٹے چھوٹے رقبہ زمین کی مالک ہے جنکی پیداوار بمشکل ان کی اپنی ضروریات پوری کرتی ہے رقبہ جات کے سائز کا اندازہ درج ذیل اعداد وشمار سے کیا جاسکتا ہے۔

سائز رقبہ	فارم کی تعداد	کل فارم کا %
05 ایکڑ تک	2404059	47%
5 ایکڑ سے 7 ایکڑ تک	841295	17%
7 سے 12 ایکڑ تک	857387	17%
12 سے 25 ایکڑ تک	623110	12%
25 ایکڑ سے 50 ایکڑ تک	237929	5%
50 ایکڑ سے زائد	107185	2% (109)

ان اعداد وشمار کی رو سے کل کاشت شدہ رقبہ کا 93% رقبہ 25 ایکڑ مشتمل ہے اور بقایا 7% رقبہ اس سے زائد ملکیت کے مالکان کے پاس ہے ان 93% کسانوں پر محاصل کو بوجھ ڈال دینا یقیناً ناانصافی ہے۔

پاکستان کے زرعی محاصل کی پالیسی یقیناً اس کی اپنی وضع کردہ نہیں ہے اس لئے ملک وقوم کے مفاد کے خلاف ہے یہ محاصل تو مغرب کی تقلید میں بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ اس کے زیر ہدایت عائد کئے جارہے ہیں تو مبالغہ نہ ہوگا۔ بیرونی قوتیں فیصلہ کرتی ہیں پاکستان میں زرعی معیشت پر زرعی انکم ٹیکس نافذ ہونا چاہیے تو ہم قطع نظر اپنی ملکی ضروریات اور قومی حالات کے اسے نافذ کردیتے ہیں کہا جاتا ہے زرعی اجناس پر دی جانے والی سبسڈی ختم کردی جائے تو سبسڈی ختم کردیتے ہیں کہا جاتا ہے کہ زرعی مداخل پر سیلز ٹیکس عائد ہونا چاہیے تو یہ جائزہ لیے بغیر کہ اس کے کیا اثرات مرتب ہوں گے سیلز ٹیکس لاگو کردیا جاتا ہے یہ سب ان معاہدات کا نتیجہ ہے جو حکومت نے ورلڈ بینک اور IMF سے کئے ہیں اس میں The Structural Adjustment Programme of 1988 اور اس سے ملتے جلتے دیگر معاہدات شامل ہیں اس معاہدہ کے اہم نکات یہ ہیں:

1) The Income tax system was also to be restructured so that there was greater vertical equity.

2) To increase revenue, steps were outlined to increase prices and used charges for utlities such as electricity, natural gas and water.

3) Current expenditure was reduced by lowering and eliminating subsidies on fertilizers and revising the procurement prices of wheat. (110)

اس معاہدے کے تحت حکومت پاکستان نے زرعی انکم ٹیکس عائد کردیا زرعی مداخل' کھاد' ڈیزل' بیج' بجلی' زرعی ادویات وغیرہ پر سیلز ٹیکس نافذ کیا اور سبسڈی کا آہستہ آہستہ خاتمہ کردیا نتیجتاً یہ سب کچھ اتنا مہنگا ہوگیا کہ اول تو کسان کے اخراجات ہی پورے نہیں ہوتے اور اگر ہو جائیں تو پیداواری لاگت میں اضافہ کے باعث اس کی اجناس عالمی مارکیٹ میں فروخت ہونا مشکل ہوگئی۔ حالانکہ حکومت اگر مہنگے داموں

خریدی جانے والی آسٹریلین اور امریکن گندم کی زائد قیمت اپنے کسانوں کو دے دے تو وہ نہ صرف ضروریات پوری کر سکتے ہیں بلکہ وافر مقدار بھی پیدا کر سکتے ہیں۔ وفاقی وزیر برائے مذہبی امور جناب محمود احمد غازی نے اپنی ایک تقریر میں فرمایا

''ان کا مقصود یہ ہے کہ پاکستان کے تمام کاشتکار اس کے تمام غلہ اگانے والے اپنے غلہ سے دستبردار ہو جائیں اور امریکہ کہیں اور پیدا کرنے والا سستا غلہ جو سالہا سال سے سمندر کی نذر کیا جا رہا ہے اس کے ذریعہ پاکستان کو اس غلہ کے لئے سستی منڈی اور سستی مارکیٹ بنا دے اس لئے وہ کہتے ہیں سبسڈی ختم کرو اور زرعی انکم ٹیکس نافذ کرو'' (111)

اور خود ترقی یافتہ اور مغربی ممالک کا یہ عالم ہے کہ زراعت پر کوئی محصول نہیں عائد کیا جاتا کسانوں کو بھرپور سبسڈی دی جاتی ہے تا کہ وہ پیداوار میں اضافہ کے لئے کوشاں رہیں ''یورپ کے ممالک روزانہ ایک ارب ڈالر کی سبسڈی اپنے کسانوں کو دے رہے ہیں'' (112) باوجود عالمی معاہدوں کے وہ ممالک ان رعایات کے خاتمے یا کمی میں پس و پیش کرتے ہیں۔ انہی رعایات کی بناء پر ان ممالک میں فاضل زرعی پیداوار ہوتی ہے۔ ہمارے ہمسایہ ملک بھارت کے پنجاب میں مختلف رعایات نہری پانی اور زراعت کے لیے مفت بجلی کی فراہمی (113) نے زراعت کی زبردست ترقی اور پیداوار میں اضافے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ مگر ہم بیرونی دباؤ کے تحت امداد ختم کر رہے ہیں اور مختلف ٹیکس عائد کر رہے ہیں۔ حالانکہ اگر پیداوار میں اضافہ ہو جائے تو عشر کی وصولی سے تمام کسر پورے ہو سکتی ہیں۔ مغربی ممالک کے رویّے سے واضح ہے کہ انہیں اپنے ملک و قوم کے مفادات ان کو اس قدر عزیز ہوتے ہیں کہ جب 1998 میں پاکستان کے ایٹمی دھماکوں کے نتیجہ میں اقتصادی پابندی عائد کی گئیں تو پھر بھی امریکہ نے پاکستان کے امریکی گندم درآمد کرنے پر کوئی پابندی نہیں لگائی تھی تا کہ اس کو میسر غلہ کی منڈی ختم نہ ہو جائے۔

لیکن پاکستان میں رائج زرعی محاصل کو اس کی بنیادی اساس اور نظریہ سے کوئی تعلق نہیں گویا کہ ہم اپنے مرکز سے ہٹ گئے ہیں اسلامی محصول عشر عائد کرنا پسند نہیں کرتے کیونکہ بیرونی قوتیں اس کو پسند نہیں کرتی اس سے اسلام اور اپنے عقائد سے وابستگی کا اظہار ہوتا ہے اور اگر کوئی حکومت خواہ سیاسی یا مذہبی بنیاد پر اس کو عائد کر دیتی ہے تو اس کے نظام کو بہتر بنانے یا قائم رکھنے میں کوئی حکومت دلچسپی نہیں لیتی ان تمام رویوں کا نتیجہ ہے کہ آج زرعی محاصل اسلام سے دور اور مغرب کے قریب ہیں

بحیثیت مجموعی ایک عمومی جائزہ

اور اگر بحیثیت مجموعی ان زرعی محاصل کا جائزہ لیں تو اندازہ ہوگا کہ ان میں سے کوئی محصول بھی اسلام کے مقررہ کردہ اصول وضوابط پر پورا نہیں اترتا اور نہ ہی ملک وقوم کے مفاد میں ہے

اسلام سے دور ہیں: مروجہ زرعی محاصل لادینی معاشرہ کی پیروی میں نافذ کئے گئے ہیں مغربی دنیا سے مستعار ہیں ہمارے مذہب و دین سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں خالص دنیاوی ضروریات کے طور پر پیش کئے جائے ہیں تصور عبادت سے عاری ہیں۔ نتیجتاً انھیں جبر سمجھا جاتا ہے اور جان چھڑانے کی کوشش کی جاتی ہے جب کہ دوسری طرف یہ صورت حال بھی ہم بارہا دیکھتے ہیں کہ مختلف حادثات مثلاً زلزلہ اور سیلاب کی صورت میں لوگ لاکھوں روپے اور اشیاء کی لامحدود امداد خود پیش کرتے ہیں یہ اس لئے کہ اس مدد کے پیچھے یہ جذبہ کارفرما ہوتا ہے کہ ایک نیک کام کر

رہے ہیں اس کا انھیں اجر وثواب ملے گا اور لوگ اس امداد سے مستفید ہوں گے اس جذبہ کا رخ ٹیکس وصول کرنے والے اداروں کی طرف بھی موڑا جا سکتا ہے بشرطیکہ عوام کو حکمران کے حکم کے پیچھے اللہ اور رسول کے حکم کی قوت محسوس ہو۔ عشر کو صحیح معنوں میں نافذ کیا جائے تو یہ مسئلہ حل ہوسکتا ہے لہذا جب تک حکومت صحیح معنوں میں اسوہ رسول ﷺ اختیار نہیں کرتی اس وقت تک عوام اور حکومت کے مابین اعتماد کی فضا پیدا نہیں ہوسکتی۔

مصارف ومقاصد غیر شرعی وغیر متعین ہیں: کسانوں سے لیا جانے والا کوئی محصول بھی ان کی فلاح و بہبود پر خرچ نہیں ہوتا ہے۔ **توخذ من اغنیاء هم و ترد الی الفقراء** (114) کا تصور ناپید ہے اکثر محاصل مثلاً سیلز ٹیکس، زرعی انکم ٹیکس وغیرہ ان کے مصارف تو عوام الناس کے علم میں ہی نہیں ہوتے اور شوگر کین سیس اور مارکیٹ فیس کے مصارف اور مقاصد تو واضح اور متعین ہیں مگر عمل ندارد مارکیٹ کمیٹیاں سہولیات فراہم نہیں کرتیں۔ شوگر کین سیس روڈ سیس کے طور پر کاٹا جاتا ہے لیکن سڑکیں کہیں نظر نہیں آتیں۔ **استطاعت سے زیادہ بوجھ ہے گویا ''مکس''** ہے چھوٹے زمیندار ادائیگی کی استطاعت نہیں رکھتے مگر پھر بھی ادائیگی کے لئے مجبور ہیں گویا کہ محاصل نہ ہوئے ''مکس'' ہوئے۔ زرعی مداخل پر سیلز ٹیکس بغیر کچھ بتائے کوئی فصل حاصل کرنے سے قبل ہی وصول کرلیا جاتا ہے۔ مداخل کی قیمت بھی کسان کی استطاعت سے باہر ہے۔ کئی محاصل کا بوجھ بیک وقت کسان پر ڈال دیا جاتا ہے یہ ظلم وزیادتی کی ہی ایک شکل ہے مثلاً وہ عشر بھی دیتا ہے اسی پیداوار کی آمدنی پر زرعی ٹیکس بھی لے لیا جاتا ہے سیلز ٹیکس اس سارے عمل سے قبل ہی پیداوار پر وصول کرلیا جاتا ہے جس کے حاصل ہونے کا کوئی یقین ہی نہیں ہوتا مارکیٹ فیس اور شوگر کین سیس اس کے علاوہ ہے۔ ان سب کا بوجھ بہر حال کسان کو ایک ہی آمدنی پر اٹھانا پڑتا ہے اور وہ زرعی آمدنی ہے۔ نامور محقق اور ماہر عمرانیات علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں ''زمین کو آباد رکھنے کا سب سے بڑا سبب شرح محصولات میں کمی ہے اس لئے زمین آباد کرنے والوں پر مقدور پھر کم سے کم محصول لگایا جائے تاکہ وہ آبادی میں خوشی خوشی جان توڑ کر کوشش کریں کیونکہ اس صورت میں انھیں یقینی نفع کی امید ہوگی'' (115)

تیقن کا اصول: یہ اصول کہیں کارفرما نظر نہیں آتا عوام کے علم میں لائے بغیر ان سے محصول (سیلز ٹیکس) وصول کرلیا جاتا ہے دھوکے کی ایک صورت ہے۔ محاصل کے تشخیصی فارمولے عموماً انتہائی پیچیدہ ہوتے ہیں تشخیص و وصولی کا نظام اور طریقہ کار (زرعی انکم ٹیکس) سہولت اور کشادگی کی بجائے مشکلات میں اضافہ کرتا ہے۔ ادائیگی کرنے، غلط وصولی پر اپیل کرنے اور وصول دہندہ کے نقصان کی تلافی کرنے کا سارا کام ہی عموماً کاشتکار کے لئے ناقابل فہم ہوتا ہے ہمارا محصولاتی نظام کا تمام ڈھانچہ اس ان اصولوں اور شرائط کی نفی کرتا ہے جو ادا کنندگان کی سہولت اور آسانی کا باعث ہوسکتے ہیں، لوکل ریٹ بلاضرورت ہی عائد اور وصول کیا جا رہا ہے۔ ان حالات میں ہر شخص اپنا قومی فریضہ ادا کرنے وبال سمجھتا ہے ٹیکس کی ادائیگی سے فرار چاہتا ہے خواہ یہ رقم اس کی آمدنی کے مقابلہ میں برائے نام ہی کیوں نہ ہو۔

بنیادی نظریہ وعقیدہ سے دور: رائج زرعی محاصل کا پاکستان میں بسنے والوں کی اکثریت کے دینی عقیدہ ونظریہ سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ خالص دنیاوی معاملہ ہے اور لادینی نظریات کے تابع ہیں جس میں عدم ادائیگی پر اخروی حساب کتاب کا کوئی تصور نہیں خدا کی ناراضگی کا کوئی ڈر نہیں نہ ہی یہ مال کی پاکیزگی اور تزکیہ نفس کا باعث بنتے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لوگ ان کو اپنے لئے مصیبت سمجھتے ہیں اگر ان کی جگہ عشر کا نظام صحیح معنوں میں نافذ کیا جائے اور لوگوں کو حکومت پر اعتماد ہو کہ عشر اپنے درست مصارف پر خرچ ہوگا تو لوگ خود لا کر جمع کرائیں

گے۔(116) دوسری طرف یہ ہمارے ملک کی نظریاتی بنیادوں سے بھی متصادم ہے ملک حاصل تو اسلام کے نام پر کیا گیا اور آئین پاکستان میں یہ عہد کیا گیا کہ کوئی قانون ایسا نہیں بنایا جائے گا جو کہ قرآن وسنت کی تعلیمات کے خلاف ہوگا(117) لیکن عملاً کوئی زرعی محصول ایسا نہیں ہے جو اسلام کے اصول محاصل پر پورا اترتا ہو۔

ملکی وقومی مفاد کے خلاف: پاکستان میں رائج زرعی محاصل کلیۃً ملکی وقومی مفاد کے خلاف ہیں ان محاصل کی موجودگی میں ملک کبھی بھی خود کفالت کی منزل نہیں پاسکتا' آبادی کی اکثریت خوش حال زندگی بسر نہیں کرسکتی ملکی معشیت استحکام نہیں پاسکتی' ان محاصل کے بوجھ تلے معیشت کی ریڑھ کی ہڈی چیخ رہی ہے عالمی تنظیموں کے زیر سایہ ہم اپنی معاشی آزادی کھو چکے ہیں اور معاشی آزادی کے بغیر شخصی آزادی کیسے قائم رہ سکتی ہے؟ جس شخص کو معاشی آزادی نہیں اسے درحقیقت کوئی بھی آزادی حاصل نہیں ہے نہ رائے کی' نہ زبان کی' نہ قلم کی اور نہ سعی وعمل کی۔

ہمارا قومی مزاج بن چکا ہے کہ ہم صرف بحران ٹالنے کے لئے اور وقت گزارنے کے لئے پالیسی سازی کرتے ہیں کسی بھی شعبہ میں قومی وملکی ضروریات کو مدنظر رکھ کر ٹھوس اور طویل المدت پالیسی سازی نہیں کرتے ہیں اس لئے کبھی عشر نافذ کرتے اور کبھی اس کو اپنے سرکاری کھاتوں سے خارج کردیتے ہیں۔مختصراً یہ کہ ٹیکسوں کا وہ مفہوم جو موجودہ زمانہ کے طریقہ حکومت میں رائج ہے اسلامی حکومت میں ناپید ہے اس لئے آج جو ٹیکس عوام پر لگائے جاتے ہیں وہ عموماً عدل وانصاف کے خلاف یا ارکان حکومت کے ان مفادات کی خاطر لگائے جاتے ہیں جن کا پبلک مفاد سے کوئی تعلق نہیں۔

حوالہ جات

1. ابن کثیر، ابو الفداء عمادالدین دمشقی، (م 701ھ)، تاریخ ابن کثیر (البدایۃ والنھایۃ)، المطبعۃ السعادۃ مصر 1932ء، 188:9
2. حفظ الرحمٰن سیوہاروی، اسلام کا اقتصادی نظام، ادارہ اسلامیات لاہور 1984، ص:99
3. الروم: 38
4. الذاریات: 19
5. البقرہ: 219
6. مودودی ابوالاعلیٰ، (م1979ء) تفہیم الاحادیث، معارف اسلامی منصورہ لاہور2002، 107:7
7. الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ (م 279ھ)، صحیح سنن الترمذی، ابواب الزکاۃ، باب ان فی المال حقاً سوی الزکاۃ، المکتب الاسلامی بیروت 1988، 202:1
8. مودودی، م ن، 107:7
9. صفی الرحمٰن مبارکپوری، الرحیق المختوم، المکتبۃ السلفیۃ لاہور، ص:584
10. ابو عبید القاسم بن سلام، (م 224ھ)، کتاب الاموال، المکتبۃ العلمیۃ لاہور، س۔ن، ص :534
11. ابو عبید، م ن، ص :357
12. ابو عبید، م ن، ص :358
13. ابن حزم علی بن احمد (م456ھ)، المحلی، الافاق الجدیدۃ بیروت، 156:6
14. المرغینانی، برہان الدین علی (م 593ھ)، الھدایہ، کتاب الکفالہ، دارالفکر بیروت، 109:3
15. الشاطبی، ابی اسحاق ابراھیم بن موسیٰ بن محمد (م 279ھ)، الاعتصام، دارالفکر بیروت، 123:2
16. الشاطبی، م ن، 111:2
17. شامی ابن عابدین، محمد امین (م 1252ھ) ردالمختار علی الدرالمختار، دارالفکر بیروت
18. ابن ھمام، عبد الحمید بن مسعود السیواسی (م 861ھ) فتح القدیر، کتاب الکفالۃ، المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ، 432:5
19. ابو عبید، م ن، ص :358
20. ابن قدامہ، موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد طفیل (م 620ھ) المغنی، کتاب الزکاۃ

باب زکاۃ الزروع و الثمار' مصر 1345ھ' 527:2

21۔ یحییٰ بن آدم قرشی (م 203ھ) کتاب الخراج' المکتبۃ العلمیۃ لاھور' الطبعۃ الاولیٰ' ص 15:

22۔ مودودی، م ن، 107:7

23۔ یحییٰ بن آدم' م ن' ص :51

24۔ تقی امینی' فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر' 20th سینچری اسلامک سٹڈی سرکل لاہور' ص 67-66

25۔ اسلامی نظام مالیات وقوانین اسلامی (اسلامی نظریاتی کونسل کی بارہویں رپورٹ) اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد پاکستان 1984' ص:8

26۔ القرضاوی یوسف، فقہ الزکوٰۃ، مترجم شمس پیرزادہ، شہزاد پبلشرز لاہور' ص:594

27۔ ابن تیمیہ' عبد الرحمن بن محمد بن قاسم الحنبلی' مجموع فتاوٰی' دارالعربیۃ' بیروت 1398ھ' 93:25

28۔ القرضاوی' م ن' ص:599

29۔ خمینی آیت اللہ' تحریر الوسیلۃ' مطبوعہ و موسہ تنظیم و نشر آثار اما م خمینی' 40:2

30۔ زکوٰۃ مینوئل' مرکزی زکوٰۃ انتظامیہ وزارت خزانہ حکومت پاکستان اسلام آباد 1983ء' دفعہ (1) 3

31۔ النسائی' عبد الرحمن احمد بن شعیب (م 303ھ)' صحیح سنن السنائی' المکتب الاسلامی بیروت' 1988' 514:2

32۔ البخاری ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل (م 256ھ) الجامع الصحیح' کتاب الایمان' باب : فان تابوا واقاموالصلاۃ و اتوالزکوٰۃ فخلوٰسبیلھم، الیمامہ دمشق بیروت 1990' 17:1

33۔ ابو دائود' سیلمان بن اشعث (م 275ھ) سنن ابی دائود (معہ کتاب معالم السنن للخطابی) دارالحدیث بیروت' لبنان 1971ء' 200:2 (حاشیہ)

34۔ النووی، محی الدین یحییٰ بن شرف (م 676ھ) المجموع شرح المھذب' کتاب الزکوٰۃ، المکتبۃ السلفیۃ المدنیۃ المنورہ' 334:5

35۔ البقرہ :85

36۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ 83-1982، اسلامی نظریاتی کونسل، اسلام آباد پاکستان' ص:83

37۔ اسلامی نظام محاصل اور قوانین محاصل، اسلامی نظریاتی کونسل کی تیرھویں رپورٹ، اسلامی نظریاتی کونسل، اسلام آباد پاکستان 1984 ص:16

38۔ سالانہ رپورٹ 84-1983' اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد' ص:265

39۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ 82-1981، اسلامی نظریاتی کونسل، اسلام آباد پاکستان' ص:238

40۔ البخاری، م ن ، کتاب الزکاۃ، باب العشرفیما یسقی من ماء السماء' 540:2

41۔ المرغینانی' م ن' باب الزکوٰۃ الزروع و الثمار

42. ابو دائود' م ن' کتاب الزکوٰۃ' باب فی الخرص' 110:2

43. ابن قدامہ' موفق الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد حنبلی (م 620ھ) المقنع فی فقہ الحنبلی' قطر طبع سوم 1393ھ' 323:1

44. الطوسی' ابی جعفر بن الحسن (م 460ھ) الاستبصار' دارالکتب الاسلامیۃ نجف 1375ھ' 25:2

45. العراقی' ضیاالدین' شرح تبصرۃ المتعلمین' قم ایران 1398ھ' 99:3

46. اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ 83-1982، ص:60:

47. Report of Prime Minister's Task Force on Agriculture, Revenue Division Ministry of Finance,Revenue and Economic Affairs,Government of Pakistan, Dec.1993,P.26,

48. زکوٰۃ مینوئل' دفعہ (1) 5

49. البقرہ :208

50. ابو دائود، م ن ، کتاب الزکوٰۃ، باب فی زکوٰۃ السائمۃ' 104-105:2

51. التوبۃ:60

52. التوبۃ:103

53. ابن عربی' ابی بکر محمد بن عبد اللہ (م 543ھ) ' احکام القران' دار المصرفۃ للطباعۃ النشر بیروت' 1008:2

54. الجصاص' ابو بکر احمد بن عالی الرازی' (م 370ھ) احکام القران' سھیل اکیڈمی لاھور' 82:3

55. ابو دائود' م ن' کتاب الزکاۃ' باب رضا المصدق' 105:2

56. شاہ ولی اللہ دہلوی، ازالۃ الخفاء، مترجم اشتیاق احمد، قدیمی کتب خانہ کراچی' 23:3

57. ابن ابی شیبہ، عبد اللہ بن محمد (م 235ھ)' المصنف، کتاب الزکاۃ' ادارۃ القران والعلوم الاسلامیۃ کراچی 1986' 157:3،

58. ابن ابی شیبہ' م ن ، کتاب الزکاۃ' 156:3،

59. السرخسی' شمس الدین (م 483ھ) المبسوط' مکتبۃ التجاریۃ مکہ مکرمۃ' 8:3

60. ابو دائود' م ن' کتاب الزکوٰۃ' باب رضا المصدق' 107:2

61. ابو دائود' سنن ابی دائود' (مع کتاب معالم السنن للخطابی) 244:2

62. النووی، م ن ' کتاب الزکاۃ' 167:6

63. السیوطی' جلال الدین عبد الرحمن(م 911ھ)' تاریخ الخلفاء' کارخانہ تجارت کتب کراچی' ص :74
64. التوبة :60
65. زکوٰۃ مینوئل' مرکزی زکوٰۃ انتظامیہ وزارت خزانہ اسلام آباد' اپریل 1983' ص(c) 78
66. البخاری' م ن' کتاب الزکاۃ' باب اخذ الصدقہ من الاغنیاء و ترد الیٰ فقراء حیث کانوا' 544:2
67. البقرہ :267
68. السجدہ :27
69. السرخسی، م ن ، کتاب الشرب، 164:23
70. ابوداؤد، م ن ، کتاب البیوع، باب فی منع الماء، دارالفکربیروت' 277:3
71. ابو عبید القاسم' م ن' ص :296
72. السرخسی، م ن ، کتاب الشرب، 175:23
73. ابو یوسف، م ن' ص:118
74. ابوداؤد، م ن ، کتاب البیوع، باب فی بیع فضل الماء، 278:3
75. ابو یوسف، م ن ' ص:114-115
76. السرخسی، م ن ، کتاب الشرب، 178:23
77. ابو یوسف، ص:132
78. ابو یوسف، ص:131-32
79. حفظ الرحمٰن سیوہاروی، م ن، ص:227-28
80. Rana Munir Hussain, The Sales Tax Act, 1990, Fiscal Law Publishers Lahore, Sec 3 (1) (a) (b), P.41
81. النجم :38
82. ابوداؤد، م ن ، کتاب البیوع، باب فی بیع المضطر' 255:3
83. ابو داؤد' م ن' کتاب البیوع' باب فی النبی عن الغش' 272:3
84. اسلامی نظریاتی کونسل کی تیرھویں رپورٹ، ص:11،
85. ابو عبید القاسم' م ن' ص :409
86. البخاری، م ن ، کتاب البیوع، باب بیع الثمار قبل ان یبدو صلاحها، 766:2
87. ابو عبید' م ن' ص :482

88۔ ابو دائود ' سنن ابی دائود (مع کتاب معالم السنن للخطابی) 259:2

89۔ القصص :27

90۔ البقرہ :233

91۔ صفی الرحمٰن مبارکپوری، الرحیق المختوم، المکتبۃ السفیۃ لاہور' ص:314،

92۔ ابو دائود، م ن ، کتاب البیوع باب فی کسب الاطباء' 265:3

93۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی تیرھویں رپورٹ، ص:21،

94۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی تیرھویں رپورٹ، ص:7

95۔ شامی' ابن عابدین' محمد امین (م 1252ھ) حاشیہ ردالمختار علی الدرالمختار' مطبعۃ الکبری الامیریہ ببولاق مصر 1343ھ' 39:2

96. Punjab Local Government Ordinance 2001, Schedule II Part I, Entry 5

97۔ الشاطبی' م ن' 121:2

98۔ القرضاوی، م ن ، ص:585

99۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی تیرھویں رپورٹ، ص:5

100۔ البخاری' م ن' کتاب الزکاۃ' 505-546:2

101. Pakistan Economic Servey 2004-05, Government of Pakistan, Finance Division Advisor's Wing Islamabad, P.6,

102. Op., Cit., P.100,

103. Nazir Ahmad Khalid, Orbis Atlas, Visage Printers, P.47

104. Op., Cit., 2004-05, P.100,

105. Report of National Commission on Agriculture, Ministry of Food and Agriculture Government of Pakistan 1988, P.XIX,

106. Op., Cit., P.116,

107. Ibid

108. Op., Cit., P.121,

109. Agricultural Statistics of Pakistan 2001-2002, Government of Pakistan, Ministry of Food, Agricultural and Live Stock (Economic Wing)Islamabad, P.116,

110. S.Akbar Zaidi, Issues in Pakistan's Economy, Oxford University Press. P.79,

111۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے 141 اجلاس سے وفاقی وزیر برائے مذہبی امور محمود احمد غازی کا خطاب

112۔ ندائے کسان (ماہنامہ) جولائی 2003، ص:3، G-10 جوہر ٹاؤن لاہور

113۔ روزنامہ جنگ لاہور 7 جولائی 2005

114۔ البخاری، م ن، کتاب الزکاۃ، باب اخذ الصدقة من الاغنیاء و ترد الی الفقراء حیث کانوا، 544:2

115۔ ابن خلدون عبد الرحمن (م 808ھ)، مقدمه ابن خلدون، بالمطبعة العدبیة بیروت، 1900ء، ص :279

116۔ ابو دائود، سنن ابی دائود، کتاب معالم السنن للخطابی، 241:2

117۔ اسلامی جمهوریه پاکستان کا آئین، دفعه 227 (1)، 67:2

خلاصہ بحث

آخر میں زیر تحقیق موضوع پر اب تک جتنی بحث ہو چکی ہے اس ساری تفصیل کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

1۔ اسلام کے بنیادی زرعی محاصل عشر اور خراج ہیں عشر مسلمانوں کی زرعی پیداوار کی زکوٰۃ ہے اور خراج غیر مسلموں کی زرعی زمین کا ٹیکس اسلام ان محاصل کے بارے میں مکمل اصولی اور عملی راہنمائی فراہم کرتا ہے۔ عشر کا لفظ اگرچہ قرآن حکیم میں استعمال تو نہیں ہوا ہے لیکن اللہ تعالی نے مختلف انداز سے زرعی پیداوار کی زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا اور نبی اکرم ﷺ نے بحیثیت شارح قرآن عشر کی شرح اور نصاب کا تعین فرمایا آپ ﷺ نے یہود خیبر سے خراج کا معاملہ بھی طے کیا جو کہ خراج مقاسمہ کی صورت میں تھا۔

2۔ آپ ﷺ نے مدنی دور میں زرعی محاصل کا باقاعدہ نظام قائم کیا سرکاری سطح پر عشر وخراج کے محصلین کا تقرر کیا ان کے لئے ہدایات جاری کیں آپ ﷺ کے عہد میں عشر تو مکمل احکام وقوانین کے ساتھ موجود تھا لیکن خراج کا صرف آغاز ہی تھا اس کی وجہ یقیناً یہ تھی کہ فتوحات محدود تھیں اس لئے یہ بھی محدود پیمانہ پر ہی رہا۔

3۔ عہد خلافت راشدہ میں بھی یہی زرعی محاصل رائج تھے دور فاروقی میں جب اسلامی ریاست کی حدود میں وسعت پیدا ہوئی غیر مسلم زیر نگیں ہوتے چلے گئے تو حضرت عمرؓ نے باقاعدہ خراج کا نظام منضبط کیا۔ عشر وخراج کی وصولی کے لئے محصلین اور عامل روانہ کئے اور ان کے محاسبہ کا نہایت سخت نظام قائم کیا۔

4۔ عہد فاروقی میں دو اور زرعی محاصل کا اضافہ ہوا یہ اگرچہ ضمنی محاصل تھے ان میں شامل تھا عشور جو کہ زرعی اجناس پر بشمول دیگر سامان بطور مال تجارت لانے لے جانے پر وصول کیا جاتا تھا اس کی حیثیت مسلمان کے مال پر بطور زکوٰۃ کی تھی جبکہ دیگر اقوام کے لئے یہ ایک تجارتی محصول تھا اور دوسرا محصول کراء الارض تھا یہ سرکاری زمینوں کا کرایہ تھا جو کہ حکومت سرکاری زمینیں کاشت پر دینے کے عوض وصول کرتی تھی تاریخی اعتبار سے عشور کا ذکر تو عہد بنو عباس تک ملتا ہے لیکن کراء الارض کے متعلق معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں۔

5۔ عہد خلافت راشدہ میں عشر وخراج کے وصولی حکومت کی ذمہ داری تھی عشر کی شرح اور نصاب تو متعین تھا جبکہ خراج کی شرح مختلف علاقوں میں فرق تھی۔ طریقہ تشخیص میں بھی بٹائی اور پیمائش دونوں موجود تھے مثلاً عراق سے خراج پیمائش پر وصول کیا جاتا تھا جبکہ مصر اور دیگر مفتوحہ علاقوں سے بٹائی پر۔

6۔ عہد بنو امیہ اور عہد بنو عباس میں بھی یہی زرعی محاصل رائج رہے البتہ عہد بنو امیہ میں اس نظام میں کچھ خرابیاں در آئی تھیں جیسے کہ عشری زمین سے بھی خراج کی وصولی اور ذمی کی استطاعت سے زیادہ اس پر خراج مقرر کرنا' ان خرابیوں کی اصلاح اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کی۔ مالیات کے دفاتر کو عربی زبان میں منتقل کیا گیا۔

7۔ عہد بنو عباس خوش حالی اور فارغ البالی کا دور تھا ریاست کی وسعت کے باعث حکومت کی آمدنی کا سب سے بڑا اور اہم ذریعہ خراج تھا کسانوں کو سہولتیں اور ادائیگی میں آسانیاں دی گئیں۔ عشری زمینوں سے عشر اور خراجی سے خراج وصول کیا جاتا تھا لیکن اس کے بعد مسلمان انتشار کا شکار ہو گئے کوئی مرکزی حکومت نہ رہی تو عشر وخراج کی وصولی کا نظام درہم برہم ہو گیا عشری اور خراجی زمینوں کی پہچان مٹ گئی نتیجتاً آج کہیں بھی کوئی خراجی زمین یا خراج کا تصور نہیں ملتا ہے۔

8۔ پاکستان میں رائج زرعی محاصل برصغیر پاک و ہند کے قدیم نظام محاصل کا ہی تسلسل ہیں برصغیر کے معاشرہ قبل مسیح میں بھی بادشاہ زرعی پیداوار سے اپنا حصہ بطور ٹیکس وصول کیا کرتا تھا برصغیر میں مسلمان دور حکومت میں بھی حکمرانوں نے عشر وخراج کے برعکس زرعی زمین اور

پیداوار سے محض اپنا ریاستی حصہ وصول کرنے میں دلچسپی لی جو کہ لگان، مالگزاری یا معاملہ زمین کہلاتا تھا عشر کی ادائیگی مسلمانوں کا انفرادی اور ذاتی معاملہ تھا اور خراجی و عشری زمین کی کوئی تخصیص نہ تھی۔

9۔ عہد سلاطین میں سے قطب الدین ایبک اور عہد مغلیہ میں سے صرف اورنگ زیب نے زرعی محاصل کو اسلامی رنگ میں رنگنے کی کوشش کی اور عشر کی سرکاری سطح پر وصولی کا حکم دیا اس وقت تک زمین حکومت کی ملکیت تھی اور زمیندار صرف مالگزاری وصول کرنے اور پھر حکومت کے خزانہ میں جمع کروانے کا ذمہ دار تھا۔

10۔ عہد مغلیہ کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت قائم ہوئی انھوں نے زمین کو حکومت کی ملکیت سے نکال کر زمینداروں کی ذاتی ملکیت میں دے دیا اور اپنا حصہ مالگزاری وصول کیا۔ آبیانہ کا نظام قائم کیا۔

11۔ 1947ء میں پاکستان وجود میں آیا تو زرعی محاصل کا وہی نظام اختیار کیا گیا جو کہ متحدہ ہندوستان میں تھا۔

12۔ پاکستان میں رائج زرعی محاصل میں شامل ہے عشر، زرعی انکم ٹیکس، آبیانہ، مارکیٹ فیس، گنے پر محصول، لوکل ریٹ، جنرل سیلز ٹیکس، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ سب وہ محاصل ہیں (سوائے عشر کے) جن کا تاریخ اسلامی میں کوئی وجود نہ تھا لیکن محض اس بنا پر ان کو ناجائز قرار نہیں دیا جا سکتا کہ عہد نبوی یا عہد خلافت راشدہ میں یہ محاصل وصول نہیں کئے جاتے تھے بلکہ اسلام تو نئے محاصل عائد کرنے کی اجازت دیتا ہے عہد خلافت راشدہ میں نافذ ہونے والے محصول عشور کا بھی تو عہد نبوی میں نشان نہیں ملتا البتہ علماء کرام ایسے نئے محاصل کے لئے چند اصول اور شرائط کی پابندی کو ضروری قرار دیتے تھے مثلاً یہ کہ صدقات کی آمدنی ضروریات کی تکمیل کے لئے ناکافی ہو، ضرورت حقیقی ہو، عوام کو ان نئے محاصل کا تیقن پوری طرح حاصل ہو، امام عادل ہو، نئے عائد کئے جانے والے محاصل عوام کے مفاد میں ہوں وغیرہ وغیرہ۔

13۔ اگر ان اصول وضوابط کی روشنی میں پاکستان میں رائج ان زرعی محاصل کا جائزہ لیں تو اندازہ ہوگا کہ کوئی محصول بھی اسلام کے اصولوں کے مطابق نہیں ہے۔ عشر جو کہ مالی معاملہ کے ساتھ ساتھ عبادت کا درجہ بھی رکھتا ہے پاکستان میں قانوناً تو موجود ہے لیکن عملاً یہ نظام غائب ہے مذہبی اعتبار سے اس مسودہ قانون میں ایسے سقم پائے جاتے ہیں جس کی موجودگی میں یہ کامیاب نہیں ہوسکتا مثلاً مخصوص اہل فقہ کو عشر کی ادائیگی سے مستثنیٰ قرار دینا، عشر کی بجائے نصف عشر کی ادائیگی لازم قرار دی بقایا مالک اراضی کی صوابدید پر چھوڑ دیا، حکومت نے اس کی تشخیص اور وصولی کے سلسلہ میں اپنی ذمہ داری کبھی بھی نیک نیتی سے ادا نہیں کی، دیگر محاصل کے ساتھ ہی عشر کا بوجھ بھی کسانوں پر ڈال دیا گویا کہ ایک آدمی پر بیک وقت کئی محاصل عائد کر دیئے حالانکہ اسلام تو دوہرے ٹیکس کی ممانعت کرتا ہے۔ مصاوف عشر بھی غیر واضح تھے۔

14۔ عشر کے علاوہ دیگر زرعی محاصل کا بحیثیت مجموعی جائزہ لیں تو اندازہ ہوگا کہ یہ سب اسلام سے دور ہیں، مغربی دنیا سے مستعار ہیں خالص دنیاوی مادی ضروریات کے تحت عائد کئے گئے ہیں اسلام کے تصور عبادت سے عاری ہیں ان کے مصارف ومقاصد بھی غیر شرعی اور غیر متعین ہیں کسانوں سے لئے جاتے ہیں لیکن ان کی فلاح و بہبود پر خرچ نہیں ہوتے قومی وملکی مفاد کے خلاف ہیں ان کے ہوتے ہوئے خود کفالت کی منزل نہیں پائی جاسکتی یہ سب زرعی محاصل ہمارے ملک کی نظریاتی اساس سے بھی دور ہیں اور کاشتکاروں پر ان کی استطاعت سے زیادہ بوجھ بھی ہیں۔

15۔ یہ ضروری ہے کہ پاکستان میں رائج ان زرعی محاصل کے اصلاح کی جائے سب سے پہلے عشر کا موثر نظام کیا جائے اور پھر اگر ضروریات کی تکمیل نہ ہو پائے تو مزید نئے محاصل عائد کئے جاسکتے ہیں بشرطیکہ وہ اسلام کے پیش کردہ محاصل کے اصول وضوابط کے تحت ہوں۔

تجاویز وسفارشات

اسلام کے تصور محاصل اور پاکستان میں رائج زرعی محاصل کا تقابلی وتنقیدی جائزہ لینے کے بعد ذیل کی تجاویز پیش کی جاتی ہیں' عشر سے متعلق تجاویز اپنی اہمیت کے پیش نظر نسبتاً تفصیلی ہیں جبکہ دیگر تجاویز اختصار پر مبنی ہیں۔

1۔ تمام زرعی محاصل (بالواسطہ اور بلاواسطہ) ختم کر کے زراعت پر صرف ایک دینی و مذہبی محصول ''عشر'' نافذ کیا جائے اور یہ تمام مسلمان پاکستانی شہریوں پر بلا استثناء لاگو ہونا چاہیے۔

2۔ عشر کی وصولی کا انتظام کرنا حکومت کی بنیادی ذمہ داری ہے حکومت پاکستان کو چاہیے کہ وہ اس مقصد کے لئے ایک موثر نظام تشکیل دے ملک کی آبادی کی اکثریت زراعت سے وابستہ ہے اس لئے عشر اور اس سے متعلقہ امور کے لئے حکومتی سطح پر الگ سے ایک محکمہ قائم کیا جائے۔

3۔ عشر کے انتظام وانصرام کے لئے مقامی دیہی آبادی کو بھی شریک عمل کیا جائے صوبہ سے لے کر تحصیل کی سطح تک زکوٰۃ سے الگ صرف عشر کمیٹیاں بنائی جائیں جو سرکاری عمال کے تعاون سے اپنے فرائض ادا کریں۔

4۔ اگر سردست ایک بااختیار محکمہ عشر کا الگ سے قیام ممکن نہیں تو یہ خدمت محکمہ مال سے بھی لی جاسکتی ہے اس کے پاس زمین کی ملکیت' کاشت اور پیمائش کا مکمل ریکارڈ ہوتا ہے اس لئے اس کے لئے مطالبہ عشر تیار کرنا اور پھر عشر وصول کرنا مشکل نہ ہوگا۔

5۔ دور حاضر میں عشر کی وصولی کے لئے فی ایکٹر پیداوار کا تخمینہ اور قیمت کا اندازہ (ہر فصل کی بناء پر) انتہائی مشکل کام ہے حکومت کو چاہیے کہ وہ ہر ضلع کی اراضی کو مختلف درجات میں تقسیم کرے اور درجہ بندی کرتے وقت زمین کی زرخیزی' محل وقوع' پانی کی دستیابی اور موسمی حالات کو مدنظر رکھا جائے اور پھر ہر درجہ کی اوسط پیداوار فی ایکٹر کے پیش نظر آمدنی کا تخمینہ لگائے اور وصولی کے لیے یہ بندوبست ایک مخصوص عرصہ کے لئے کیا جائے اور دوبارہ بندوبست کی صورت میں زمین کی درجہ بندی' پیداوار اور اجناس کی قیمت پر نظر ثانی کی جائے۔

6۔ مصارف عشر کے حوالہ سے آرڈیننس پر نظر ثانی کی جائے اور ''فی سبیل اللہ'' کی وسیع تعبیر وتفسیر کو اختیار کیا جائے اس سلسلہ میں اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان سے راہنمائی لی جاسکتی ہے مصارف کے سلسلہ میں ان امور پر عمل کیا جائے۔

i۔ عشر سے حاصل شدہ رقم کا الگ سے بجٹ تیار کیا جائے اور مصارف واضح ہونے چاہیں۔

ii۔ حکومت اپنے طور پر متعین کرلے کہ اس رقم کا کچھ حصہ مثلاً 10% انفرادی ضروریات کی تکمیل پر خرچ کرے گی خصوصاً اس دیہات کے مستحق افراد پر جہاں سے کہ وہ وصول کیا گیا ہے۔

iii۔ باقی رقم اجتماعی منصوبوں پر خرچ کی جائے مثلاً پنج سالہ منصوبے بنائے جائیں' اجتماعی دیہی ترقیاتی کاموں پر خرچ کی جائے اس کی کوئی بھی صورت ہوسکتی ہے جیسے سڑکیں بنانا' بجلی مہیا کرنا' غیر آباد زمینوں کی آباد کاری پر خرچ کرنا' چھوٹی صنعتیں لگانا' فنی اور تربیتی ادارے قائم کرنا وغیرہ۔

iv۔ کسانوں کو زرعی ترقیاتی بینک اور امداد باہمی سے قرض دینے کی بجائے عشر کی رقوم سے بلاسود قرض دینے چاہیں۔

v۔ آفت سے فصل کی تباہی کی صورت میں بھی اس رقم سے متاثرہ اہل علاقہ کی مدد کی جائے۔

7۔ عشر کی تشخیص، وصولی اور صرف کے لئے ایک شفاف اور مضبوط احتساب کا نظام قائم کیا جائے جو متعلقہ امور کی پڑتال کرے، شکایات کا ازالہ کرے، جرم ثابت ہونے پر تعزیر کا اہتمام کرے تا کہ اس دینی وملی فریضہ کی ادائیگی میں کوئی بداعمالی کی طرف مائل نہ ہو سکے۔

8۔ عشر کی ادائیگی کے لئے جذبہ اور شعور پیدا کرنے کے لئے دیہی عوام میں بھرپور مہم چلائی جائے انہیں باور کروایا جائے کہ عشر کی ادائیگی ایک دینی فریضہ ہے عبادات کا درجہ رکھتا ہے اور یہ کہ اللہ کا حق دینے سے اللہ کی رحمتیں اور برکتیں زرعی پیداوار کے لئے وقف ہو جاتی ہیں اس مقصد کے لئے ریڈیو، ٹیلی ویژن، ائمہ مساجد وخطیب سے مدد لی جائے۔

9۔ عشر کے علاوہ اگر مزید محصول عائد کرنے کی ضرورت ہو تو اسلام کے اصول محاصل کو مدنظر رکھا جائے یعنی حقیقی ضرورت پر عائد کیا جائے مصارف ومقاصد واضح ہوں اور عوام کے علم میں ہوں وغیرہ وغیرہ

10۔ عشر کی ادائیگی کے بعد زرعی انکم ٹیکس کا کوئی جواز نہیں عشر ادا کرنے والے کو اس کی ادائیگی سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔

11۔ غیر مسلموں سے زرعی فلاحی ٹیکس کے نام سے زرعی محصول وصول کیا جا سکتا ہے جو کہ انھی کی فلاح وبہبود پر خرچ کیا جائے اور اس کی شرح عشر کے برابر ہونی چاہیے۔

12۔ زرعی مداخل پر جنرل سیلز ٹیکس فوراً ختم کیا جائے یہ محصول اسلام کے تصور محاصل کے بالکل برعکس ہے اور زراعت کے لئے بھی نقصان دہ ہے۔

13۔ آبیانہ کی مد میں صرف وہی رقم وصول کی جائے جو کہ پانی کو کھیت تک پہنچانے کے لئے اخراجات پر خرچ ہوتی ہے نیز پانی کی تقسیم کو منصفانہ اور اس کی دست یابی کو یقینی بنایا جائے۔

14۔ شوگر کین سیس اور مارکیٹ فیس کو ختم کیا جائے اور اگر کسی وجہ سے اس کی وصولی کی ناگزیر ہو تو کم از کم کاشتکار سے وصول نہ کی جائے بلکہ صرف خریدار سے لی جائے شوگر کین سیس صرف گنے کے مل مالکان سے اور مارکیٹ فیس زرعی اجناس کے خریدار سے وصول کی جائے۔

15۔ دور حاضر میں پیداواری اخراجات میں بے پناہ اضافہ ہو چکا ہے اس لئے عشر کی تشخیص کے وقت، دین کی رو سے ملنے والی رعایت (1/3 یا 1/4 کی چھوٹ) لازماً عشر ادا کرنے والے کو ملنی چاہیے بلکہ اگر ممکن ہو تو اسلامی نظریاتی کونسل کے مشورہ سے اجتہاد کا راستہ اپناتے ہوئے مزید آسانیاں کسانوں کو مہیا کی جائیں۔

16۔ زراعت کے لئے کھاد، بیج، زرعی مشینری، زرعی ادویات، بجلی اور تیل رعایتی نرخوں پر مہیا کئے جائے اور اگر تیل کی قیمت عالمی منڈی سے منسلک ہونے کی وجہ سے کم کرنا ممکن نہیں تو حکومت کو چاہیے کہ تیل کی مد میں کاشتکاروں کو سبسڈی دے۔

17۔ زرعی محاصل کے حوالہ سے اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پر عمل درآمد کو یقینی بنایا جائے اور انھیں نظر انداز کرنے کا رویہ ترک کیا جائے۔

اشاریہ

فہرست آیات مبارکہ

فہرست احادیث مبارکہ

فہرست مصطلحات

آبپاش اراضی: ایسی اراضی جس کی آبپاشی نہر، ٹیوب ویل، کنویں، چشمہ، تالاب یا کسی دیگر مصنوعی طریقہ سے کی جاتی ہو۔

آبیانہ: آبپاشی کے لئے پانی مہیا کرنے کا معاوضہ آبیانہ کہلاتا ہے۔

اجارہ: مالگزاری کا ٹھیکہ، کرایہ پر دینا۔

اردب: 24 صاع کا ہوتا ہے یہ اہل مصر کا پیمانہ تھا (وزن کرنے کے لئے)

امین: ایک سرکاری عہدہ کا نام، شیر شاہ کے تحت پرگنہ کا ایک اہم عہدہ دار۔

اوقیہ: ساڑھے باون تولے وزن

ایکڑ: رقبہ کی پیمائش کی اکائی/ایک ایکڑ 4840 مربع گز

باچھ: ملکیتوں پر مالیہ کی تقسم

بٹائی: پیداوار میں شرکت بذریعہ تقسیم پیداوار۔

بسوہ: ایک بیگھ کا بیسواں حصہ

بنجر قدیم: 6 فصلات سے عدم کاشتہ زمین

بندوبست: حکومت کو ادائیگی کے لئے ملکیت، کاشت اور زمین کی پیمائش کا ریکارڈ اور مالیہ کی شرح کا سرکاری طور پر تعین کرنا بندوبست ہے۔

بیگھ: رقبہ کی عام اکائی اس کی جسامت میں جگہ اور زمانہ دونوں اعتبار سے بہت فرق پایا جاتا تھا۔

پرگنہ: ضلع کا ایک حصہ، دیہات، انتظامی مقاصد کے لئے سب سے چھوٹی اکائی

پٹواری: گاؤں کا محاسب، محکمہ مال کا سب سے ادنیٰ درجے کا ملازم جسکے پاس زمین کی پیمائش، ملکیت اور کاشت کا ریکارڈ ہوتا ہے نیز لیبر کی باچھ اسکے ذمہ ہوتی ہے ایک ہندی لفظ جسے مسلمانوں نے اپنے نظم و نسق میں شروع ہی سے اختیار کر لیا۔

پیداواری انڈکس یونٹ (Produce Index Unit (PIU: مراد وہ پیمانہ جس کے ذریعہ کسی خاص رقبہ میں کسی خاص اراضی کی فی ایکٹر پیداواری حیثیت کا مقابلتاً تعین کیا جاتا ہے۔ ہر صوبہ کا کمیشن اپنے صوبہ کے پیداواری انڈکس یونٹ کا تعین کرتا ہے جو ماہم فرق ہو سکتے ہے۔ زمین کی پیداواری صلاحیت کی بنیاد پر زمین کی درجہ بندی کی جاتی ہے اور پھر ہر درجہ کے لئے مختلف علاقوں میں پیداواری یونٹوں کی تعداد مقرر کی جاتی ہے

جریب: (i) غلہ ناپنے کا پیمانہ، باعتبار وزن ایک جریب 2 من 26 سیر 63 تولہ 6 ماشہ 1 رتی

(ii) رقبہ ناپنے کا پیمانہ، زمین ناپنے کی زنجیر جو ساٹھ گز کی ہوتی ہے۔

جمع بندی: ایک مخصوص رقبہ میں کس قدر پیداوار کا امکان ہے۔ اس قسم کی معلومات فراہم کرنے کو اصطلاح میں جمع بندی کہا جاتا ہے۔

جمع بندی قرون وسطی میں آج کل کے میزانیہ اور تخمینوں کے مترادف ہوتی ہے۔ آج کل محکمہ مال کی دستاویز جمع بندی رجسٹر حقداران زمین کہلاتی ہے اسکی زمین کی پیائش، ملکیت اور کاشت کا ریکارڈ ہوتا ہے۔

حلقہ تشخیص: یہ وہ مجموعہ محالات ہے جو اس قدر یکسانیت رکھتے ہیں کہ ان سب پر مشترکہ معیار کے مطابق مالگزاری عائد کی جاتی ہے۔

خارص: اسلامی اصطلاح ہے مراد جب پھل درختوں پر ہو اور پختہ فصل ہو تو ان کا اندازہ لگانے والا کہ کتنی پیداوار اور کتنا پھل ہو گا تا کہ حکومت کا حصہ وصول کیا جا سکے۔

خراج: اسلامی قانون کی ایک اصطلاح جس سے مراد غیر مسلم کی زرعی زمین سے حکومت کا قابل وصول حصہ ہے۔

خریف: گرمی کی فصل یہ اپریل سے اکتوبر کے دوران بوئی اور کاٹی جاتی ہے اس میں کپاس، چاول، گنا، مکئی، باجرہ اور جوار وغیرہ شامل ہے۔

درہم: اسلامی دور میں استعمال ہونے والا چاندی کا سکہ۔

دستور: مغل بادشاہ اکبر اور اس کے بعد کے ادوار میں استعمال ہونے والی اصطلاح اس سے مراد مالیہ کی تشخیص اور شرح پر مبنی دستاویز ہے یہ دستور العمل کا مخفف ہے۔

دوآب: دو دریاؤں کے درمیان کا علاقہ۔

دوامی بندوبست:۔ وہ بندوبست جس کے تحت حکومت کو ادا کرنے والے مالیہ کی شرح ہمیشہ کے لئے مقرر کر دی جائے۔

دوامی نہریں:۔ سارا سال جاری رہنے والی نہریں

ڈھال باچھ:۔ مالیہ کی تشخیص کی دستاویز

دینار: اسلامی عہد میں استعمال ہونے والا سونے کا سکہ۔

دیوان: تیرھویں اور چودھویں صدی میں دیوان سے مراد وزارت تھی۔ سولھویں صدی میں اس سے مراد وزارت مال اور صوبائی افسر مال تھا/دیوان اس نشت گاہ کو بھی کہتے ہیں جہاں محصل بیٹھ کر رجسٹروں کی پڑتال کرتے ہیں۔

دیوانی: سولھویں صدی میں اس سے مراد وزارت مال تھی۔ سترھویں صدی اور اس کے بعد اس کو مجموعی مال کی انتظامیہ کے معنی میں لیا جانے لگا اور انیسویں صدی میں اس سے مراد سول (دیوانی) عدالتیں ہیں۔

ذراع: لغت میں ہاتھ کو کہتے ہیں مراد زمین ماپنے کا پیمانہ جو ایک ہاتھ کی لمبائی پر مشتمل ہو کچھ کم یا زیادہ، عہد فاروقی میں یہ پیمانہ ایک ہاتھ ایک مٹھی اور ایک کھڑے انگوٹھے کے برابر تھا۔

ربیع: سردی کی فصل/یہ اکتوبر سے مارچ کے دوران بوئی اور کاٹی جاتی ہے اس میں شامل ہے گندم، چنا، تمباکو، مکئی وغیرہ۔

رعیت واڑی بندوبست: حکومت کو ادا کرنے والی مالگزاری کے لیے اس بندوبست کے تحت حکومت اور کاشتکار میں براہ راست رابطہ ہوتا ہے۔ کسان بغیر کسی درمیانی واسطہ کے خود حکومت کو مالیہ جمع کرواتا ہے۔

زرعی مداخل: وہ اشیاء جو زراعت کے لیے کھیت میں استعمال کی جاتی ہیں مثلاً کھاد، بیج، زرعی ادویات، زرعی مشینری وغیرہ۔

سرکار: انتظامی مقاصد کے لیے درمیانی علاقائی اکائی جو کہ پرگنہ کے بعد آتی ہے شیر شاہ کے تحت اس سے مراد پرگنوں کا ایک مجموعہ تھا اور اکبر کے تحت ایک مالی ضلع۔

شق دار: شیر شاہ کے تحت پرگنہ کے عملہ کا ایک عہدہ دار نیز جاگیردار کا رکھا ہوا ملازم مالگزاری وصول کرنے والا۔

صاع: خشک اناج ناپنے کا ایک ماپ اس میں گیہوں کی مقدار 2 سیر 26 تولہ 3 ماشہ، 1ء7 رتی آتی ہے ہر ایک صاع کی مقدار چار لپ تھی۔

ضبط: پیائش، تشخیص، دورِ اکبری میں زمین کی پیائش کر کے مالیہ مقرر کیا جاتا تھا یہ نظام ''ضبط'' کہلایا۔

عشر: مسلمانوں کی زرعی پیداوار سے وصول کیا جانے والا پیداوار کا 1/10 یا 1/20 حصہ۔

عشور: مال تجارت پر وصول کیا جانے والا درآمدی محصول جس کا آغاز حضرت عمرؓ نے کیا۔

غلہ بخشی: تیار فصل کا اندازہ لگا کر حکومت کا حصہ وصول کرنا۔

غیر آبپاش اراضی: ایسی اراضی جو قدرتی طریقہ سے سیراب ہوتی ہو یعنی بارشوں، سیلابوں اور پہاڑی نالوں سے

غیر دوامی نہریں: ان میں صرف سیلاب یا افراط کے دنوں میں پانی آتا ہے ان کا زمانہ صرف چار ماہ اپریل تا ستمبر یا ششماہی نہریں ہے۔

عامل گزار: عہد اکبری میں سرکاری زمینوں کا محصول جمع کرنے والا عہدہ دار۔

غیر ممکن: بنجر زمین جو نا قابل کاشت ہو۔ مثلاً مکانات، سڑکات کے تحت زمین

قانونگو: پرگنہ کا محاسب اور رجسٹرار، اپنے علاقہ کے رسم ورواج کی خبر رکھنے والا۔ پٹواریوں کا محکمانہ افسر

قفیز: غلہ ناپنے اور رقبہ ناپنے کا پیمانہ،

غلہ ناپنا	ایک قفیز = 26 سیر
رقبہ ناپنا	ایک قفیز = 136 مربع میٹر = 162 مربع گز

کر: ایک کر 40 اردب، ایک اردب 30 صاع۔

کراء الارض: حکومت کا سرکاری زمینوں کو اجرت پر کاشت کے لیے دینا/ زمین کا کرایہ۔

کنکوت: فصلوں کا تخمینہ، فصل کی مقدار اور قیمت کا اندازہ لگا کر بادشاہ کا حصہ نکالنا۔

کروڑی: سولھویں صدی میں حکومت کی زمینوں کی مالگزاری جمع کرنے والے کا لقب/ ایک کروڑ جمع کرنے والا۔

مالیہ: وہ محصول جو حکومت کی طرف سے زمینداروں پر عائد کیا جاتا ہے، مالگزاری، لگان، زمین کا خراج، معاملہ، محصول زمین۔

مثقال: وزن کی اکائی 20 مثقال سے مراد ساڑھے سات تولہ (1/2 7) سونا ہے/ عرب میں رائج سونے کا سکہ۔

محال: وہ رقبہ زمین جس پر الگ سے معاملہ زمین تشخیص ہوا ہو/ اکبر کے تحت سرکار کی ایک مالی تقسیم۔ محکمہ مال عام طور پر ایک گاؤں کو محال کہا جاتا ہے جسکا ریکارڈ الگ ہو۔

محصل: جمع کرنے والا چودھویں صدی میں کسی زمیندار کے علاقہ میں بادشاہ کی جانب سے مقرر کیا ہوا عہدہ دار۔

محل واڑی بندوبست: حکومت کا ایک گاؤں سے اجتماعی طور پر مالیہ وصول کرنا۔

مساحت: پیائش، سروے، چودھویں صدی میں اس سے مراد پیائش کے ذریعہ تشخیص کا عمل تھا جسے بعد کے زمانہ میں جریب یا پیائش کہا جانے لگا۔

مصالح مرسلہ: لوگوں کے لئے ایسی ضروری مصلحتیں جن کے متعلق شریعت میں واضح نص موجود نہ ہو اور ان کے لئے قیاس کیا جائے۔

مقاسمہ: کل پیداوار کا ایک معین حصہ بطور ٹیکس یا زمین کے کرایہ کے وصول کرنا۔

ملین: ایک ملین = دس لاکھ

مواظفہ: ایک مقررہ مطالبہ مالگزاری پیداوار سے قطع نظر ہٹ کر زمین پر وصول کرنا' نقدی اور جنس دونوں میں ہوسکتا ہے۔

موضع: صوبائی حکومت کا بنیادی یونٹ / مراد گاؤں

نسق: عام مفہوم ضابطہ یا انتظامی حکومت ہے' اکبر کے تحت اس کا اطلاق مالی انتظام کی ایک خاص شکل پر ہوتا ہے جسے اجتماعی تشخیص کہا جاسکتا ہے۔

نص: شرعی اصطلاح میں نص سے مراد ایسی آیات واحادیث ہیں جن کا مفہوم ظاہر اور واضح ہو اور ان میں تاویل کی گنجائش نہ ہو۔

ہیکٹر: وہ قطعہ زمین جو 100 میٹر طویل اور 100 میٹر عرض ہو یعنی 100x100' یہ تقریباً ڈھائی ایکٹر کے برابر ہوتا ہے۔

CCA: Culturable Commanded Area — وہ علاقہ جو نہری پانی سے سیراب ہوتا ہے

GDP: Gross Domestic Product — ملک کے اندرونی ذرائع سے حاصل ہونے والی اشیاء خدمات (آمدنی) کی وہ مقدار جو ایک سال کے دوران پیدا کی گئی ہو۔

GNP: Gross National Product — سال بھر میں اندرون اور بیرون ملک پیدا ہونے والی تمام شعبوں کی آمدنی

Horizontal Equity: ایک جیسی معاشی حیثیت کے حامل افراد پر ایک جیسا ٹیکس لگانا

MAF: (Million Acre Feet) پانی کی مقدار ناپنے کی اکائی

Value Added: فنی اور تکنیکی اعتبار سے خام مال کو ایک تیار مال یا شئی کی شکل دی جائے تو اسے Value Added کہا جاتا ہے مثلاً روئی سے کپڑا' لوہے سے مشین' پھلوں سے رس' مشروبات

فہرست الاعلام

مقالہ میں آنے والے اعلام وشخصیات میں سے نسبتاً غیر معروف کا مختصر ترجمہ وتعارف (بمع حوالہ) حروف تہجی کی ترتیب سے درج ذیل ہے

1۔ ابن اثیر:

مبارک بن محمد بن محمد الشیبانی الجزری' محدث لغوی اور اصولین میں سے ایک تھے 606ھ میں وفات پائی آپ کی بے شمار تصانیف ہیں جن میں چند نمایاں نام ''النھایہ فی غریب الحدیث' جامع الاصول فی احادیث الرسول' الانصاف فی الجمع بین الکشف والکشاف' المختار فی مناقب الاخیار' تجرید اسماء الصحابہ'' ہیں **(الزرکلی' الاعلام' 152:6)**

2۔ ابوجعفر المنصور:

عبداللہ بن محمد بن علی 95ھ میں پیدا ہوئے معروف عباسی خلیفہ ہیں عاقل اور زیرک ہونے کے حوالہ سے بہت مشہور تھے خلافت پر متمکن ہوتے وقت ان کی عمر 42 سال تھی آپ نے تقریباً 22 برس حکومت کی اور اپنی حکومت کو استحکام بخشنے کے لئے بہت سے لوگوں کو قتل کروایا انہی کے عہد میں حضرت ابوحنیفہ کو قید کیا گیا اور اذیت دی گی آپ نے 158ھ میں وفات پائی۔ **(السیوطی' تاریخ الخلفاء**' ص: 371-259 / منہاج سراج' طبقات ناصری' 1: 212-211)

3۔ ابوعبید القاسم:

ابوعبید القاسم بن سلام بغدادی لغت کے امام اور بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں آپ کی معروف تصنیف ''کتاب الاموال'' ہے 224ھ میں فوت ہوئے۔ **(ذہبی' تذکرہ الحفاظ 341:1)**

4۔ ابوعبیدہ الجراح:

صحابی رسول تھے امین الامت کے لقب کے حامل تھے آپ کا نام عامر تھا دادا کا نام جراح تھا آپ اسی نسبت سے پکارے جاتے تھے آپ نے عہد صدیقی میں شام فتح کیا۔ 12ھ میں طاعون کے سبب شام کے مقام پر وفات پائی **(ابن عماد' شذرات الذہب'** 29:1/ منہاج سراج' طبقات ناصری' 179:1)

5۔ ابوموسیٰ اشعری:

صحابی رسول ابوموسیٰ اشعری الیمنی' السابقون الاولون میں سے تھے قراء حضرات میں سے ایک تھے آپؓ کو نبی اکرم ﷺ نے حبشہ نجاشی کی طرف بھیجا 44ھ میں وفات پائی۔ **(ابن عماد' شذرات الذہب' 54:1)**

6۔ اکبر اعظم:

جلال الدین محمد اکبر ہندوستان میں خاندان مغلیہ کا تیسرا بادشاہ تھا تیرہ برس کی عمر میں تخت نشین ہوا 963ھ سے 1014ھ تک بادشاہت کی اس کا شمار دنیا کے عظیم فاتح بادشاہوں میں ہوتا ہے اس کے عہد میں سلطنت میں بہت وسعت ہوئی۔ (فرشتہ' تاریخ فرشتہ' 680:1/ ''اکبر'' در اردو دائرہ معارف اسلامیہ' جامعہ پنجاب)

7۔ ام سلیم:

ام سلیم بنت عمرو بن عباد صحابیہ تھیں عقبہ اور بدر کے غزوہ میں موجود تھیں ان صحابیات میں سے ایک تھیں جن سے نبی اکرم ﷺ نے بیعت لی تھی۔ (ابن سعد' **الطبقات الکبریٰ** ' 8:408-407)

8۔ امیہ بن عبد شمس:

امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف قریش کا ایک سردار تھا اموی خاندان کا جد امجد تھا ساکنین مکہ میں سے تھا (**الزرکلی' الاعلام'** 1:363)

9۔ اوزاعی:

ابوعمرو عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزعی الدمشقی شام کے نامور فقیہ و محدث اور کبار تابعین میں سے ہیں۔ ستر ہزار مسائل کا جواب دیا 88ھ میں پیدا ہوئے اور 157ھ میں بیروت میں وفات پائی۔ (**ابن عماد ' شذرات الذهب** 1:242 / ذہبی: **سیر اعلام النبلاء**7:107-134)

10۔ اورنگ زیب عالمگیر:

محی الدین اورنگ زیب عالمگیر (م 1118ھ) خاندان مغلیہ کا ایک بادشاہ (''محی الدین اورنگ زیب'' در اردو دائرہ معارف اسلامیہ)

11۔ جابر بن عبداللہ:

ابوعبداللہ جابر بن عبداللہ جلیل القدر بدری صحابی ہیں آپ مدینہ کے مفتی اور عظیم فقیہ تھے بیعت عقبہ میں رسول اللہ ﷺ نے جن ستر انصاریوں سے بیعت لی آپ ان میں شامل تھے۔ غزوہ خندق اور بیعت الرضوان میں شریک ہوئے آپ نے بڑی طویل عمر پائی آخر میں نابینا ہو گئے۔ 78ھ میں 94 برس کی عمر میں وفات پائی (**ذہبی' تذکرہ الحفاظ** 1:44-43)

12۔ جریر بن عبداللہ:

صحابی رسول ﷺ تھے' 51ھ میں وفات پائی (**ابن عماد' شذرات الذهب** 1:57)

13۔ الجصاص:

ابوبکر احمد بن علی رازی المعروف بہ جصاص، فقہاء احناف میں سے ہیں امام مجتہد وقت، علامہ عصر، مفسر، حافظ حدیث تھے 305ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے کبار فقہاء و محدثین سے استفادہ کیا 370ھ میں وفات پائی تفسیر احکام القران، کتاب ادب القاضی، اصول فقہ، وغیرہ اہم تصانیف ہیں (**عمر رضا کحاله، معجم المئولفین، 7:2**)

14۔ جعفر بن ابی طالب:

ابوعبداللہ جعفر بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی اور حضرت علیؓ کے حقیقی بھائی ہیں آپ نے ابتداء میں ہی اسلام قبول کیا اور سابقین اولین میں شامل ہو گئے آپ رسول ﷺ سے براہ راست روایت کرتے ہیں۔ (**ذہبی' تہذیب التہذیب'** 1:383-382)

15۔ الجوزی' ابن قیم:

شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر بن ایوب بن سعد الزرعی الدمشقی الشہیر بابن قیم الجوزیہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے نامور شاگرد اور اپنے زمانہ کے فقیہ' مفسر' محدث' متکلم' اصولی' سیرت نگار اور دیگر علوم وفنون کے ماہر بلکہ مجتہد تھے۔ مختلف علوم وفنون میں سینکڑوں یادگار تصانیف چھوڑی ہیں۔ 751ھ میں وفات پائی۔ (ابن عماد: **شذرات الذهب 168:6 تا 170' عمر رضا كحاله: معجم المؤلفين 106:9**)

16۔ حبیب بن مسلمہ:

صحابی رسول تھے جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو آپ کی عمر 12 برس تھی آپ شام منتقل ہو گئے تھے حضرت معاویہ کی طرف سے جنگ صفین میں برابر لڑتے رہے امیر معاویہ آپ کو رومیوں پر حملہ کے لئے بھیجتے تھے معاویہ نے آپ کو آرمینیہ کا حاکم مقرر کیا آپ نے وہاں ہی 42ھ میں وفات پائی عمر پچاس سے قبل ہی وفات ہوئے۔ (ابن سعد' طبقات ابن سعد' 415:7)

17۔ حذیفہ بن یمان:

صحابی رسول ﷺ نے دینور اور ھمذان کے فاتح' 29ھ میں وفات پائی' علماء آپ کا تخصص بیان کرتے ہیں کہ آپؓ کو منافقین کو پہچاننے میں خاص وصف اور ملکہ حاصل تھا۔ قراءات قرآنیہ کو مصحف عثمانی کی صورت میں قراءات واحد پر مختص کرنے کا سہرا آپؓ کے سر ہی ہے کیونکہ آپؓ نے ہی اس کا مشورہ حضرت عثمانؓ کو دیا۔ (**ابن عماد' شذرات الذهب' 44:1** / طبقات ابن سعد' 336:7)

18۔ حسین بن علی:

آنجنابؐ کے نواسے' ابوعبداللہ کی کنیت سے معروف حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے بیٹے' کربلا میں آپ کو یزید کی افواج نے شہید کر دیا۔ یہ واقعہ 41ھ میں پیش آیا۔ (**ابن عبد البر' الاستيعاب في معرفة الاصحاب' 442-445:1**)

19۔ خالد بن برمک:

خاندان برامکہ میں سے ایک نمایاں نام' منصور کے عہد میں ایک اہم عہدہ پر رہے۔ 158ھ میں ان کو منصور نے موصل کا گورنر مقرر کیا۔ (**ابن عماد' شذرات الذهب' 242:1**)

20۔ خالد بن سعید:

صحابی رسول جن کو 8ھ میں آنجنابؐ نے صنعاء بھیجا۔ (**ابن عماد' شذرات الذهب' 30:1**)

21۔ خباب:

صحابی رسول ﷺ' خباب بن ارت التمیمی سابقون الاولون صحابہ میں سے ایک' تمام غزوات میں شامل رہے' 37ھ میں وفات پائی۔ کوفہ میں حضرت علیؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ (**ابن عماد' شذرات الذهب' 47:1**)

22۔ خزیمہ:

صحابی رسول ﷺ خزیمہ بن ثابت ذوالشھادتین' 37ھ میں وفات پائی' جمع القرآن میں اس حوالہ سے آپؓ کا نام اہم ہیکہ ایک آیت صرف آپؓ کے پاس مکتوب موجود تھی اور آپؓ کو نبی اکرم ﷺ نے ذوالشھادتین کا مقام عطا فرمایا تھا۔ (**ابن عماد' شذرات الذهب'** 30:1)

23۔ الرازی،فخر الدین:

محمد بن عمر بن حسین الرازی (م604ھ) فلسفہ میں بہت ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بڑی ضخیم "تفسیر الکبیر" ہے ان کو علماء اسلام میں اہم مقام حاصل ہے (**ابی العباس احمد بن حسن' کتاب الوفیات'** ص:308)

24۔ رافع بن خدیج:

ابو عبداللہ رافع بن خدیج بن رافع صحابی رسول تھے۔ آپ غزوہ احد اور غزوہ خندق میں شریک ہوئے' آپ نے امیر معاویہ کے دورِ خلافت میں وفات پائی (**ذهبی 'تهذيب التهذيب** 2: 37 - 136)

25۔ رشید رضا:

محمد رشید بن علی رضا 1282 میں پیدا ہوئے' مصر میں ایک طویل عرصہ قیام کیا۔آپ کی نمایاں کاوش تفسیر المنار ہے' اس کے علاوہ اور بہت کتب مرتب کیں' 1354 میں وفات پائی۔ (**الزرکلی' الاعلام'** 6:361-362)

26۔ زبیر بن عوام:

زبیر بن عوام بن خویلد الاسدی (م36ھ)' صحابی رسول ﷺ تھے' عشرہ مبشرہ میں سے ایک' آنجناب ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی تھے تقریباً تمام غزوات میں آپ ﷺ کے ساتھی رہے' آپؓ سے 38 احادیث مروی ہیں (**الزرکلی ' الاعلام'** 74:3)

27۔ زرعہ بن ذو یزن:

زرعہ بن ذو یزن الحمیری قبیلہ حمیر میں سے سب سے پہلے ایمان لائے اللہ کے رسول ﷺ نے انھیں تحریر دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ (ابن سعد' طبقات ابن سعد' 473:5)

28۔ سعد بن عبادہ:

صحابی رسول ﷺ تھے' اہل مدینہ میں سے تھے' خزرج کے سردار' جاہلیت و اسلام میں اشراف میں سے ایک تھے' 14ھ میں وفات پائی' سقیفہ بنو ساعدہ کے واقعہ کے ایک اہم کردار تھے۔ (**الزرکلی' الاعلام'** 135:3)

29۔ سعد بن ہذیم:

قضاعہ سے تعلق تھا' مسعود بن زید بن لیث نام تھا' تفاصیل معلوم نہیں ہیں۔ (**الزرکلی' الاعلام'** 134:3)

30۔ سعید بن مسیّب:

ابو محمد سعید بن میسّب ابن حذم القرشی المخزومی سید التابعین اور فقہاء مدینہ میں سے تھے صحابہ کی موجودگی میں فتویٰ دیا کرتے تھے اپنی حق

گوئی کے باعث مدینہ منورہ میں متعین اموی گورنروں سے تازیانوں اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں 94ھ میں انتقال ہوا۔
(ذهبی، تذکرة الحفاظ 54:1)

31۔ سلطان محمود غوری:

غوری خاندان کا ایک بادشاہ، 357ھ میں پیدا ہوا، نام محمود تھا، اپنی دلیری، شجاعت، عدل وانصاف، انتظام سلطنت اور فتوحات میں نہایت معروف تھا، غزنی کا حاکم تھا، ہندوستان پر متعدد حملے کئے، سومنات کا بت توڑا، ربیع الثانی 421ھ میں وفات پائی۔
(فرشتہ، تاریخ فرشتہ/''غوری'' در اردو دائرہ معارف اسلامیہ، 143-99)

32۔ سلیمان بن سعد:

سلیمان بن عشد الخشنی (م105ھ) پہلے شخص ہیں جنہوں نے دورومی دیوان عربی میں ترجمہ کئے۔ **﴿الزرکلی، الاعلام، 188:3﴾**

33۔ سلیمان بن عبدالملک:

سلیمان بن عبدالملک بن مروان، اموی خلیفہ دمشق میں پیدا ہوئے، 96ھ میں وفات پائی، ان کے عہد میں جرجان وطبرستان فتح ہوئے، فصیح وبلیغ، عادل مشہور تھے، حجاج کے متعین کردہ عمال کوانہوں نے معزول کیا۔ **﴿السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص228-225 / الزرکلی، الاعلام، ج:4، ص:192﴾**

34۔ السیوطی، جلال الدین:

جلال الدین ابی بکر عبد الرحمٰن (م 911ھ) لغوی، مفسر، علوم القرآن کے حوالہ سے معروف عالم ہیں، آپ کی تفسیر'' **الدرالمنشور فی تفسیر الماثور** اور علوم القرآن پر آپ کی کتاب الاتقان فی علوم القرآن ہے اس کے علاوہ الخصائص الکبریٰ، تاریخ الخلفاء، حدیث پر متعدد کتب اور دیگر سیاسی کتب کے مصنف ہیں۔ **﴿سخاوی شمس الدین، الضوء الامع لاهل القران التاسع، ج:4، ص:65)**

35۔ الشاطبی:

آپ کا پورا نام ابراھیم بن موسیٰ بن محمد المالکی الشاطبی ہے ابو اسحاق کنیت ہے اپنے زمانہ کے نامور فقهیہ اصولی، محدث، متکلم اور علوم شرعیہ کے ماہر تھے، الموافقات فی اصول الشریعۃ، الاعتصام مشہور تصانیف ہیں 790ھ میں غرناطہ میں وفات پائی۔
(عمر رضا کحاله، معجم المئولفین، 1 : 118)

36۔ شریح، قاضی:

ابو امیہ شریح بن الحارث بن قیس الکندی مشہور فقہیہ، مجتہد اور محدث ہیں حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں کوفہ کے قاضی مقرر ہوئے اور کوئی 72 برس تک مسلسل قضاء کے عہدہ پر فائز رہے حضرت علیؓ کے مقابل ایک یہودی کے حق میں فیصلہ ان کے معروف فیصلوں میں سے ایک ہے 78ھ یا 80ھ میں وفات پائی۔ **(ابن عماد، شذرات الذهب 1 : 85 - 86 / ذهبی، سیر اعلام النبلاء 4 : 106 - 100)**

37۔ شعیبؑ:

ایک پیغمبر، جن کو اہل مدین کی جانب بھیجا گیا' آپ کی قوم ناپ تول میں کم کرتی تھی اس لئے ہلاک کردی گئی' حضرت لوطؑ کی بیٹی آپؑ کی بیوی تھی۔ (منہاج سراج' طبقات ناصری' 72:1)

38۔ شیر شاہ سوری:

اس کا اصل نام فرید خان تھا اس کے باپ حسن خان نے اسے اپنی جاگیر کا منتظم مقرر کیا تھا جس کا اس نے نہایت اعلیٰ انتظام کیا' نہایت عقل منداور مدبر تھا' اپنی شجاعت اور سیاست میں مشہور تھا ہندوستان کی بادشاہت پائی' 952ھ میں ربیع الاول میں وفات پائی' پانچ برس میں ہندوستان پر حکومت کی' اس نے دریائے سندھ تک پندرہ سو میل لمبی پختہ سڑک بنوائی اور ہر کوس پر ایک سرائے' ایک کنواں' ایک پختہ مسجد تعمیر کروائی' پھلدار باغات بھی لگائے۔(فرشتہ' تاریخ فرشتہ' 629-646:1)

39۔ الطبری، ابن جریر:

محمد بن جریر الطبری (م310ھ) مفسر ہونے کے حوالہ سے معروف ہیں' آپ کی تفسیر کو بنیادی ماخذ تصور کیا جاتا ہے اس کے علاوہ آپ کی کتاب تاریخ الامم والملوک' تاریخ کے حوالہ سے بنیادی مصدر تصور کی جاتی ہے۔ (السیوطی' **طبقات المفسرین**' 30-31 / ذهبی' **میزان الداعتدال**' 90:6)

40۔ عباس بن عبدالمطلب:

عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم' نبی اکرم ﷺ کے چچا' جاہلیت میں قریش کے ایک سردار تھے' آپ کے ذمہ خانہ کعبہ کی دیکھ بھال اور حجاج کو پانی پلانے کی ذمہ داری تھی' حضرت ابو طالب کے بعد نبی اکرم ﷺ کے سب سے بڑا مددگار تھے' اہل قریش میں سے ہیں 33ھ میں وفات پائی' 32 سال حالت اسلام میں گزرے' صحابہ میں آپؓ کا بڑا احترام تھا۔ (ابن عبدالبر' **الاستیعابفی معرفة الا صحاب**2:360-362)

41۔ عبداللہ بن رواحہ:

صحابی رسول ﷺ جاہلیت میں کتابت کے فن سے آشنا تھے' 8ھ میں وفات پائی' کئی غزوات میں نبی اکرم ﷺ نے ان کو مدینہ کا والی بنا کر اپنے پیچھے چھوڑا' غزوہ موتہ میں شہادت پائی (الزرکلی' **الاعلام**' 217:4/ طبقات ابن سعد' 87:4)

42۔ عبدالرحمن بن ابی لیلی:

عبدالرحمن بن ابی لیلی الانصاری کوفہ کے معروف تابعی قاری اور فقیہ ہیں۔ حضرت عمرؓ' حضرت عثمانؓ' حضرت علی المرتضی سمیت کئی صحابہ کرامؓ سے اکتساب فیض کیا۔ 83ھ میں وفات پائی۔ (ابن عماد' **شذرات الذهب** 92:1)

43۔ عبداللہ بن مبارک:

عبداللہ بن مبارک بن واضح الحنظلی المروزی 118ھ میں پیدا ہوئے امام ابوحنیفہ سے ظاہری و باطنی اکتساب فیض کیا فقہ، حدیث لغت،

ادب، نحو اور زہد وتقویٰ میں بڑا مقام پایا' تصوف وفقہ میں متعدد یادگار تصانیف چھوڑیں رمضان 181ھ میں انتقال ہوا (**ابن عماد، شذرات الذهب 1 : 296 - 295**)

44۔ عبداللہ بن زید:

صحابی رسول تھے 63ھ میں وفات پائی' اہل مدینہ میں بڑے شجاع مشہور تھے' مسلیمہ کذاب کو انھوں نے جہنم واصل کیا' آپؓ سے 148 احادیث مروی ہیں۔ (**الزرکلی' الاعلام' 219:4**)

45۔ عبدالملک بن مروان:

اموی خاندان کے خلفاء میں سے ایک' فقیہ اور وسیع علم کے حامل' دمشق 86ھ میں وفات پائی' آپ کے عہد میں فارسی ورومی دیوان عربی میں نقل کئے گئے' بڑا دانا' عقل منداور بہادر تھا لیکن کنجوس تھا اس لئے ''رشح الحجر'' کہلاتا تھا اس عہد میں بہت سی فتوحات ہوئیں' مدت حکمران بیس سال ہے۔ (**الزرکلی' الاعلام' 312:4**)

46۔ عتاب بن اسید:

صحابہ میں سے ایک تھے۔ قریش خاندان سے تعلق تھا' 13ھ میں مکہ میں وفات پائی' فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا' اشراف عرب میں سے تھے۔ (**الزرکلی' الاعلام' 358:4**)

47۔ عثمان بن حنیف:

عثمان بن حنیف الانصاری (م 41ھ) صحابہ کرام میں سے تھے' غزوہ احد اور اس کے بعد کے غزوات میں شرکت کی' جنگ جمل میں حضرت علیؓ کے ساتھ ہے۔ (**الزرکلی' الاعلام' 365:4**)

48۔ عثمان بن طلحہ:

صحابی رسول ﷺ تھے' صلح حدیبیہ کے بعد انہوں نے اسلام قبول کیا اور وفات رسول ﷺ کے بعد دوبارہ مکہ تشریف لے آئے' 42ھ میں انتقال ہوا۔ (**ابن عبد البر' الاستيعاب في معرفة الا صحاب' 152:3**)

49۔ عدی بن حاتم:

صحابی رسول ﷺ عدی بن حاتم بن عبداللہ ابو وھب' جاہلیت وعہد اسلام میں قبیلہ طی کے سردار تھے' 68ھ میں کوفہ میں وفات پائی' آپؓ سے محدثین نے 166 احادیث روایت کی ہیں۔ (**الزرکلی' الاعلام' 8:5**)

50۔ عطاء بن رباح:

ابوعطاء بن ابی رباح حجاز کے معروف فقیہہ ہیں، مکہ مکرمہ میں تعلیم وتربیت پائی حضرت عائشہؓ، ابوھریرہؓ اور ابن عباسؓ سے حدیث کا سماع کیا نماز، عبادت اور ذکر الٰہی کا خصوصی ذوق تھا 114ھ یا 115ھ میں وفات پائی۔ (**ابن عماد، شذرات الذهب 147-148:1**)

51۔ علاؤالدین خلجی:

مالوے کے شاہی خلجی خاندان سے تعلق رکھنے والا ایک بادشاہ' 695ھ میں تخت نشین ہوا۔ (عفیف شمس' فیروز شاہی' ص:145)

52۔ عمرو بن العاص:

عمرو بن العاص بن وائل السہمی (م 43ھ)' فاتح مصر اور عرب کے عظماء میں سے ایک تھے' صلح حدیبیہ کے موقعہ پر اسلام قبول کیا اور متعدد غزوات میں شرکت کی۔ ﴿الزرکلی' الاعلام' 5:249-248﴾

53۔ عمران بن حصین:

صحابی رسول ﷺ ہیں عمران بن حصین آپ کی کنیت ہے آپ اپنی ہمشیرہ اور والدہ کے ساتھ شروع میں ہی اسلام لے آئے تھے آپ نے بصرہ میں رہائش اختیار کی وہیں وفات پائی حضرت عمرؓ نے انھیں اہل بصرہ کو دین سکھانے بھیجا تھا۔ (ابن سعد' طبقات ابن سعد' 7:30)

54۔ عیاض بن غنم:

صحابی رسول ﷺ تھے' 20ھ میں ابوعبیدہ کے نائب تھے۔ ﴿ابن عماد' شذرات الذھب' 1:31﴾

55۔ غیاث الدین تغلق:

سلاطین دہلی میں سے ایک سلطان تھا خاندان تغلق کا فرد تھا' نہایت خدا ترس' نیک اور پرہیز گار تھا' قوانین مذہب کی پابندی اپنا فرض سمجھتا تھا'۔ (فرشتہ' تاریخ فرشتہ' 1:418)

56۔ فیروز شاہ تغلق:

752ھ میں علماء اور ارا کین سلطنت کے اصرار پر حکومت سنبھالی مسند نشین کے وقت عمر تقریباً 50 برس تھی بڑا پاک اور نیک نیت تھا نہایت کامیاب حکمران تھا عدل و انصاف اس کے خاص جوہر تھے اس کے دور میں ملک میں خوش حالی اور شادابی تھی' 799ھ میں تقریباً نوے برس کی عمر میں وفات پائی۔ (فرشتہ' تاریخ فرشتہ' 1:467-456)

57۔ قطب شہید، سید:

سید قطب 1903ء میں مصر کے ایک صوبہ اسیوط میں پیدا ہوئے' آپ تحریک ''اخوان المسلمین'' سے متعلق تھے جس کے لئے متعدد بار جیل بھی جانا پڑا' اگست 1966ء میں آپ کو شہید کر دیا گیا' اسلامی انقلاب اور تحریک اسلامی آپ کے خاص موضوع تھے۔ (فی ظلال القران' سید معروف شاہ شیرازی' ادارہ منشورات اسلامی لاہور' 1:3)

58۔ قطب الدین ایبک:

برصغیر میں عہد سلاطین کا آغاز کیا' خاندان غلاماں سے تعلق تھا' 602ھ میں حکمران بنا۔ (عفیف شمس' تاریخ فیروز شاہی' ص 32-30)

59۔ الکاسانی:

آپ 490ھ سے 500ھ کے درمیان میں پیدا ہوئے تعلیم سمرقند سے پائی' آپ کا دور سیاسی اعتبار سے نہایت پر آشوب تھا ایک طرف صلیبی جنگوں کا سلسلہ عروج پر تھا اور دوسری طرح وسط ایشیا سے تاتاری اٹھ رہے تھے الکاسانی آپ کی نسبت تھی مزید حالات معلوم نہیں ہیں۔ (مقدمہ بدائع الصنائع از محمود الحسن عارف' دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور' 22:1)

60۔ المعتضد باللہ:

احمد ابو العباس ابن ولی العہد الموفق طلحہ بن المتوکل بن المعتصم بن الرشید ہے 224ھ کو پیدا ہوا عباسی خلیفہ تھا' نہایت بہادر' عقل مند اور رعب دار شخصیت کا مالک تھا' شیر کا اکیلا مقابلہ کر لیتا تھا لیکن رحم بہت کم کرتا تھا۔ **(السیوطی' تاریخ الخلفاء' ص 368:)**

61۔ المعتصم باللہ:

ابو اسحٰق محمد بن عبد الرشید 180ھ میں پیدائش ہوئی۔ فصاحت وشاعری میں نمایاں مقام کے حامل' خلیفہ عباسی تھے' غضب شدید کے مالک تھے۔ **(السیوطی' تاریخ الخلفاء' 340-333)**

62۔ مالک بن مرارۃ:

رسول اللہ نے ان کو اپنے فرمان کے ساتھ شاہان حمیر کے پاس بھیجا تھا رسول اللہ ﷺ نے جب معاذ بن جبل کو یمن بھیجا تو یہ ان کے ہمراہ تھے اپنے ایک فرمان میں ان لوگوں سے متعلق انھیں وصیت کی تھی۔ **(الیعقوبی' تاریخ یعقوبی' 81:2 / ابن سعد' طبقات ابن سعد' 474:5)**

63۔ محمد بن قاسم:

محمد بن قاسم بن محمد بن الحکم 62ھ میں پیدا ہوئے۔ 98ھ میں وفات پائی۔ آپ کا تخصص اور اہم ترین کارنامہ سندھ فتح کرنا اور یہاں اسلام پھیلانا ہے' آپ ایک عظیم سپہ سالار تھے۔ **(الزرکلی' الاعلام' 225:7)**

64۔ محمد بن یوسف الثقفی:

محمد بن یوسف الثقفی' حجاج کا بھائی' صنعاء کا امیر 91ھ میں وفات پائی' ظلم وستم میں اپنے بھائی کی مانند بے مثال آدمی تھا۔ **(الزرکلی' الاعلام' 20:8)**

65۔ مودودی' ابو الاعلیٰ:

ابو الاعلیٰ مودودی ولد سید احمد حسن مودودی برصغیر پاک وہند کے نامور عالم اور مفکر اسلام ہیں۔ 1903ء میں اورنگ آباد میں پیدا ہوئے۔ خداداد ذہانت پائی تھی۔ قیام پاکستان کے بعد لاہور کو اپنی علمی تالیفی اور سیاسی خدمات کا مرکز بنایا۔ جماعت اسلامی کی بنیاد رکھی تو معروف اردو تفسیر ''تفہیم القرآن'' کے علاوہ فقہ' حدیث' جہاد' تاریخ وغیرہ میں بیسیوں کتابیں یادگار چھوڑیں۔ 22 ستمبر 1979ء میں لاہور میں وفات پائی۔ **(سید احمد گیلانی: سید مودودی' اسلامک پبلیکشنز لاہور 1980ء)**

66۔ المہدی:

عباسی خلیفہ تھا' آپ کا نام محمد المہدی بن ابی جعفر منصور ار کنیت ابوعبداللہ تھی' 121ھ میں پیدا ہوا نیک خصلتوں کا مالک تھا مسجد حرام کی توسیع کروائی باپ کے جمع تمام خزانے خیرات کر دیئے' شفا خانے بنوائے اس نے 169ھ محرم کو وفات پائی مدت حکومت تقریباً دس سال ہے (منہاج سراج' طبقات ناصری' 1:213-212)

67۔ نجاشی:

آنجناب ﷺ کے عہد مبارک میں حبشہ کا بادشاہ' جس نے مکہ سے آنے والے مہاجرین کو نہ صرف پناہ دی بلکہ ان کا بے حد خیال رکھا۔ ان سے حسن سلوک کا مظاہرہ کیا اور آپ ﷺ کو برحق نبی قرار دیا' ان مہاجرین کی واپسی پر ان کو بیش قیمت تحائف دے کر واپس بھیجا یہ 13ھ میں وفات پا گیا۔ (**ابن عماد' شذرات الذهب' 1:13**)

68۔ النووی:

یحییٰ بن شرف نام' ابوزکریا کنیت اور محی الدین لقب تھا شام کے گاؤں نوی میں پیدا ہوئے۔ جائے پیدائش کی نسبت سے نووی کہلائے آپ شافعی المسلک' حافظ حدیث اور علم حدیث و علم الرجال کے ماہر تھے۔ 676ھ میں وفات پائی۔ صحیح مسلم کی شرح کے علاوہ حدیث اور اسماء الرجال میں انتہائی پائے کی متعدد کتابیں یادگار چھوڑیں۔ (**ابن عماد' شذرات الذهب 5:356-354**)

69۔ نوشیروان:

کاسرہ کا پہلا بادشاہ تھا' خلق خدا کے لئے دین و دنیا کا کام پورے کروائے نوشیروان ایک نیک سیرت بادشاہ تھا اس کی مدح کے لئے اتنا کافی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اسے عادل بادشاہ قرار دیا اس نے 47 برس حکمرانی کے بعد وفات پائی۔ (منہاج سراج' طبقات ناصری' ' 1:298)

70۔ ولید اول:

ولید اول کی کنیت ابوالعباس تھی وہ بڑا فحش گو' بدنظر اور خبیث اعمال کا آدمی تھا' ظلم وستم کا عادی تھا کبار صحابہ میں سے حضرت سعید بن مسیب کو قتل کیا اس نے دمشق کی جامع مسجد بنوائی' اس کے عہد میں رومی علاقوں کے علاوہ اندلس اور دوسرے مقامات فتح ہوئے' 96ھ میں وفات پائی (**السیوطی' تاریخ الخلفاء' ص225-223** / طبقات ابن سعد' 1:189)

71۔ ولید بن عقبہ:

ولید بن عقبہ بن ابی معیط ابووھب خاندان قریش سے تھے' فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا' بنی مصطلق سے صدقات' جمع کرنے پر ان کی ذمہ داری لگائی گی حضرت عثمانؓ کے عہد میں معزول کیئے گئے ولایت کوفہ کے عہدہ سے 41ھ میں وفات پائی۔ (**الزرکلی' الاعلام' 9:143**)

72۔ ہارون الرشید:

ولادت 149 میں اور وفات 193 میں ہوئی' خلافت عباسیہ کے پانچویں خلیفہ تھے' کل 23 سال تک حکومت کی' نیکی و پاکیزگی کے حوالہ سے بہت معروف تھے روایت ہے کہ ہر دوسرے سال حج کیا کرتے تھے بہت زیادہ سخی تھے۔ (**الزرکلی' الاعلام' 9:44**)

73۔ یحییٰ بن آدم:

ابوزکریا بن آدم بن سلیمان القرشی کوفہ کے معروف فقیہ، حافظ الحدیث اور قاری ہیں۔ یونس بن ابی اسحاق اور نصر بن خلیفہ جیسے کبار محدثین سے حدیث کا سماع کیا۔ **کتاب الخراج** انکی متداول تصنیف ہے۔203ھ میں وفات پائی۔(**ابن عماد ' شذرات الذهب** 8/2)

74۔ یحییٰ بن خالد:

یحییٰ بن خالد بن برمک، برامکہ کے سردار اور رشید کے معلم و مربی تھے اور ساتھ یہ رضاعی والد بھی تھے اور بہت دانشور، باتدبیر اور زیرک وزیر تھے۔ (**الزركلى' الاعلام'** 175:9)

75۔ یزید بن عبدالملک:

71ھ میں پیدا ہوئے، 105ھ میں وفات پائی' یہ اموی خلفاء میں سے ایک تھے، ترکوں سے قتال اور فتح پانے کے حوالہ سے معروف تھے۔ (**الزركلى' الاعلام'** 239:9)

76۔ یزید بن مہلب:

عہد حیات (53ھ تا 102ھ) ہے امیر فوج تھے 83ھ میں خراسان کی امارت کی ذمہ داری سنبھالی جس سے عبدالملک ابن مروان نے معزول کردیا شجاعت و بہادری میں مشہور تھے۔ (**اليعقولى' تاريخ يعقولى'** 276:2)

77۔ یزید بن ولید:

ان کی پیدائش 86ھ میں اور وفات 126ھ میں ہوئی۔ مروانی حکومت کے امراء میں سے ایک تھے طاعون کے سبب وفات پائی ان کو عموماً ''**شاكر لا نعم الله**'' کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز اور یزید بن ولید جیسا خاندان بنوامیہ میں اور کوئی نہیں۔ (ا)

مصادرومراجع

عربی کتب

1۔ آفندی عبداللہ بن محمدبداماد' مجمع الانہر' داراحیاء التراث العربی بیروت

2۔ ابن ابی شیبہ' عبد اللہ بن محمد' (م 235ھ) المصنف' ادارۃ القران و العلوم الاسلامیۃ کراچی 1986

3۔ ابن اثیر' ابو الحسن علی بن محمد (م 774ھ) النہایۃ فی غریب الحدیث' المکتبۃ الاسلامیۃ بیروت

4۔ ابن اثیر' ابو الحسن علی بن محمد (م 774ھ)' الکامل' المطبعۃ السعادہ مصر 1932ء

5- ابن تیمیہ' عبد الرحمن بن محمد بن قاسم الحنبلی' مجموع فتاوٰی ' دارالعربیۃ ' بیروت

6۔ ابن حزم(456ھ)المحلّی، دار صادر بیروت

7- ابن خلدون' عبدالرحمٰن (م 808ھ)' تاریخ ابن خلدون' المطبعۃ النبھضۃ مصر1936ء

8- ابن خلدون' عبدالرحمٰن (م 808ھ)' مقدمہ ابن خلدون' بالمطبعۃ الادبیہ بیروت 1900ء

9۔ ابن سعد' محمد ' (م 230ھ) الطبقات الکبرٰی' دار صادر بیروت

10۔ ابن عربی ابو بکر محمد بن عبداللہ المالکی (م 534ھ)' احکام القرآن' دارالکتب العلمیۃ بیروت 1988

11- ابن عماد الحنبلی، عبدالحئی (م 1089ھ)، شذرات الذھب فی اخبار من ذھب، مکتبۃ القدسی ازہر مصر 1350ھ

12۔ ابن قدامہ ' موفق الدین ابو محمدعبد اللہ بن احمد الحنبلی (م 620ھ)' المغنی و الشرح الکبیر' مصر 1345ھ'

13۔ ابن قدامہ' موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمدالحنبلی (م 620ھ)الکافی' الطبعۃ الثالثہ بیروت

14۔ ابن کثیرعماد الدین اسماعیل (م 774ھ)' تفسیر القران العظیم' سھیل اکیڈمی لاھور

15۔ ابن کثیرعماد الدین اسماعیل (م 774ھ)' البدایۃ والنھایۃ' المطبعۃ السعادۃ' مصر 1932ء

16۔ ابن ماجہ،محمدبن یزید (م 273ھ) سنن ابن ماجہ ، المکتب الاسلامی بیروت 1988

17۔ ابن منظورالافریقی (م 711ھ)، لسان العرب ، دار صادر بیروت 1955

18- ابن ھشام' (م 213ھ) السیرۃ النبویۃ' دارالفکر بیروت لبنان

19۔ ابو حبیب سعیدی' القاموس الفقھی' ادارة القران و العلوم الاسلامیة

20۔ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث (م 275ھ)' سنن ابی داؤد، دارالفکر بیروت

21- ابو عبید القاسم (م 224ھ) کتاب الاموال' المکتبة العلمیة لاھور س۔ ن

22- ابو یوسف (م 182ھ) کتاب الخراج' المکتبة السلفیة القاھرہ 1346ھ

23۔ احمد عبد الرحمن البنا' الفتح الربانی (حاشیہ)' دار الحدیث القاھرہ

24۔ البخاری ابو عبدالله ،محمد بن اسماعیل، (م 256ھ) الجامع الصحیح،الیمامہ دمشق بیروت 1990

25۔ البستانی، دائرة المعارف ، مطبوعاتی اسما عیلیان تھران

26۔ البغدادی' القاضی عبدالوھاب (م 422ھ) المعونة ' دارالفکر بیروت '

27- البلاذری' احمد بن یحییٰ بن جابر البغدادی' (م 279ھ) فتوح البلدان' بمصر المطبعة الاولیٰ 1319ھ۔

28- الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ (م 279ھ)، الترمذی،المکتب الاسلامی بیروت 1988

29۔ التھانوی محمد علی بن علی الفاروقی (م 1191ھ) کشاف اصطلاحات الفنون، سھیل اکیڈمی لاھور 1993

30۔ ثناء الله پانی پتی(م 1228ھ)' تفسیر مظھری' لندوة المصنفین ' دھلی

31۔ الجزیری، عبدالرحمن، الفقه علی المذاھب الاربعه، مصر

32۔ الجصاص ابو بکر احمد بن علی الرازی (م 370ھ)' احکام القرآن' المطبعة البھیة المصریة ادارة الملتزم 1347ھ

33۔ الجوزی،ابن قیم (م 751ھ)، احکام اھل الذمه، دارالکتب العلمیة بیروت1995'

34۔ الجوزی،ابن قیم (م 751ھ)، زاد المعاد' مصطفیٰ البابی الحلبی مصر' الطبعة الثانیة 1950ء۔

35۔ الجوھری، اسماعیل بن حماد (م 393ھ)، الصحاح، دارالکتاب العربی بمصر

36۔ حنبل' احمد بن محمد (م 241ھ)' المسند' دارالمعارف مصر

37- خمینی ' آیت الله' تحریر الوسیلة' تنظیم و نشر آثار امام خمینی تھران

38۔ الذھبی، شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان (م 748ھ) تذکرة الحفاظ، دائرہ المعارف حیدر آباد دکن 1376ھ

39۔ الرازی فخر الدین(م 606ھ)، تفسیر الکبیر' دارالمعارف مصر

40. رشید رضا، (م 1354ھ) تفسیر المنار، مصر،

41. الزبیدی، محمد مرتضیٰ (م 1205ھ)، تاج العروس، دارلیبیا للنشر والتوزیع بنغازی

42. الزرکلی، خیرالدین، الاعلام، الطبعة الثانية

43. السرخسی، شمس الدین، (م 483ھ)المبسوط، مکتبة التجاریة مکه مکرمه

44. السیوطی، جلال الدین عبد الرحمن ابن ابی بکر (م 911ھ)، تفسیر جلالین، دهلی 1922

45. السیوطی، جلال الدین عبدالرحمن ابن ابی بکر(م 911ھ)، تاریخ الخلفاء، کارخانه تجارت کتب کراچی،

46. الشاطبی، ابی اسحاق ابرهیم بن موسیٰ بن محمد (م 790ھ)، الاعتصام، دارالفکر بیروت،

47. الشافعی محمد بن ادریس (م 204ھ)، الام، دارالمعرفة بیروت لبنان

48. شامی ابن عابدین، محمد امین (م 1252 ھ) حاشیه ردالمختار علی الدرالمختار، مطبعة الکبریٰ الامیریه ببولاق مصر 1343ھ

49. شامی ابن عابدین، محمد امین (م 1252ھ)، ردالمختار علی الدر المختار، دارالفکر بیروت 1979

50. الطبری ابو جعفر محمد بن جریر(م 310ھ)، تفسیر الطبری، دارالمعارف مصر،

-51. الطبری ابو جعفر محمد بن جریر(م 310ھ)، تاریخ طبری، (تاریخ الرسل والملوک) دارالمعارف مصر۔

52. الطوسی ابی جعفر محمد بن الحسن (م 460ھ) الاستبصار فیما اختلف من الاخبار، دارالکتب الاسلامیه نجف 1956،

53. عبدالغنی الدمشقی۔ اللباب فی شرح الکتاب، الا زهریه مصر 1346ھ ،

54. عبیدالله بن مسعود، القایة علی شرح الوقایة، مکتبه امدادیه ملتان،

55. عمر رضا کحاله، معجم المؤلفین، مطبعة الترقی دمشق 1376ھ

56. قطب شهید سید، (م 1966ء) فی ظلال القران، احیا التراث العربی، بیروت،

57. الکاسانی علاء الدین ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، سعید کمپنی کراچی

58. الکلینی، ابی جعفر محمد بن یعقوب، الفروع من الجامع الکافی، نول کشور

59. الماوردی، ابوالحسن بن محمد بن حبیب البصری (م 450ھ) الاحکام السلطانية، مصطفیٰ البابی بمصر، المطبعة الثانية 1966ء

-60. مالک بن انس(م 179ھ)، المدونة الکبری، دارصادر

61. مالک بن انس، (م 179ھ) المؤطا، دارالفکر بیروت۔

62. محمد امام' ابو عبد الله محمد بن الحسن الشیبانی (م 189ھ)' کتاب الاصل' ادارۃ القران کراچی

63. المراغی احمد مصطفی ' تفسیر المراغی' مصطفی البابی الحلبی مصر 1963

64. المرغینانی، برھان الدین علی (م 593ھ) الھدایة، دارالفکر بیروت

65. مسلم بن حجاج القشیری' (م 261ھ) الجامع الصحیح' احیاء التراث العربی بیروت

66. المنذری، زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی (م 656ھ)، الترغیب والترھیب، احیاء التراث العربی بیروت، لبنان 1968

67. النسائی عبد الرحمن احمد بن شعیب(م 303ھ)' صحیح سنن النسائی' المکتب الاسلامی بیورت' 1988

68. النووی ابو زکریا 'محی الدین یحییٰ بن شرف (م 676ھ) المجموع شرح المھذب' دارالفکر

69. یحییٰ بن آدم القرشی (م 203ھ) کتاب الخراج، المکتبة العلمیة لاھور الطبعة الاولیٰ

70. الیعقوبی' احمد بن ابی یعقوب' تاریخ الیعقوبی' دارصادر بیروت

71. الفتاوی الھندیه'داراحیاء التراث بیروت 1980

72. المعجم الوسیط، دارالفکر

فارسی

73. خمینی، آیت الله، توضیح المسائل، ارواخانده تھران

اردو کتب

74۔ ابن خلدون عبدالرحمٰن، (م808ھ) تاریخ ابن خلدون، مترجم حکیم احمد حسین الہ آبادی، نفیس اکیڈمی کراچی 1966

75۔ ابوالفضل' آئین اکبری' مترجم مولوی محمد فدا علی' جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن 1939ء

76۔ ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم (م182ھ)، **کتاب الخراج**، مترجم محمد نجات اللہ صدیقی (اسلام کا نظام محاصل) اسلامک پبلیکیشنز لاہور, 1966

77۔ اسلم ملک، محمد، رسول اللہ کی زرعی منصوبہ بندی، کلاسیک، پبلیکیشنز راولپنڈی 1986

78۔ اشتیاق حسین قریشی، سلطنت دہلی کا نظم حکومت، مترجم بلال احمد زبیری، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ کراچی یونیورسٹی کراچی 1971

79۔ اکبر شاہ نجیب آبادی، آئینہ حقیقت نما، نفیس اکیڈمی کراچی 1983

80۔ امیر علی سید، تاریخ اسلام مترجم باری علیگ' آئینہ ادب لاہور 1970

81۔ انعام الحق میاں، مغربی پاکستان کا قانون معاملہ زمین 1967، منصور بک ہاؤس لاہور۔

82۔ انڈرسن' برطانوی حکومت ہند (British Administration in India) مترجم محمد الیاس برنی' جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن

83۔ ایف۔ڈی۔ایسکولی' بنگال کی ابتدائی تاریخ مالگزاری' مترجم عبدالستار' جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن

84۔ ایس ایس تھارن، پنجاب کے مسلمان اور مہاجن'

85۔ باری' کمپنی کی حکومت' مکتبہ اردو لاہور

86۔ بدایونی، منتخب التواریخ، مترجم محمود احمد فاروقی، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور

87۔ برج نرائن' اقتصادی ہند' میسرز کرما کرشنا اینڈ سنز انارکلی لاہور

88۔ برنی ضیاءالدین' تاریخ فیروز شاہی' مترجم ڈاکٹر سید معین الحق' اردو سائنس بورڈ لاہور 1983,

89۔ پرمتھ ناتھ بنرجی' معاشیات ہند' (مترجم) الیاس برنی' جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن 1924

90۔ ثروت صولت' ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ' اسلامک پبلیکیشنز لاہور 1966

91۔ جہانگیر نور الدین' تزک جہانگیری' مترجم احمد علی رامپوری' سنگ میل پبلیکشنز 1972

92۔ جی بی جٹھار' معاشیات ہند' جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن

93۔ حسن ابراہیم حسن' مسلمانوں کی سیاسی تاریخ' مترجم علیم الدین صدیقی' مجلس ترقی ادب لاہور 1957

94۔ حسن ابراہیم حسن' مسلمانوں کا نظم مملکت' مترجم مولوی علیم الدین' دارالاشاعت کراچی 1975

95۔ حفظ الرحمٰن سیوہاروی' اسلام کا اقتصادی نظام' ادارہ اسلامیات لاہور 1984

96۔ حمید اللہ، خطباتِ بہاولپور' ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد 1992

97۔ حمید اللہ ڈاکٹر' سیاسی وثیقہ جات (مترجم) ابو یحییٰ امام خان' مجلس ترقی ادب لاہور طبع اول 1960

98۔ ڈبلیو، ایچ، مورلینڈ، مسلم ہندوستان کا زراعتی نظام، مترجم جمال محمد صدیقی، ترقی اردو بیورو نئی دھلی 1982

99۔ ڈبلیو۔ایچ مورلینڈ' ہند کی معاشی حالت' مترجم حبیب الرحمٰن' حیدر آباد دکن

100۔ سعید احمد' صدیق اکبر' مکتبہ رشیدیہ کراچی

101۔ سید احمد دھلوی، فرہنگ آصفیہ، مکتبہ حسن سہیل لمیٹڈ، لاہور

102۔ شبلی نعمانی' سلیمان ندوی' سیرۃ النبی' الفیصل ناشران لاہور 1991

103۔ صفی الرحمٰن مبارکپوری، الرحیق المختوم، المکتبۃ السلفیۃ لاہور

104۔ صلاح الدین ناسک، دورِ مغلیہ، عزیز پبلیشرز لاہور

105۔ عبدالرزاق کانپوری' البرامکۃ' نفیس اکیڈمی کراچی 1966

106۔ عبدالسلام ندوی' عمر بن عبدالعزیز' دارالمصنفین اعظم گڑھ 1923

107۔ عبدالغنی، جامع الجعفری، مترجم سید عابد حسین، نول کشور پریس،

108۔ عرفان حبیب، مغل ہندوستان کا طریق زراعت، مترجم جمال محمد صدیقی، نگارشات لاہور 1987

109۔ عفیف شمس سراج، تاریخ فیروز شاہی، مترجم مولوی فدا علی، نفیس اکیڈمی کراچی 1962

110۔ فرشتہ، محمد قاسم، تاریخ فرشتہ، مترجم عبدالحی خواجہ، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور

111۔ القرضاوی، یوسف، فقہ الزکوۃ، مترجم: شمس پیرزادہ، شہزاد پبلیشرز لاہور

112۔ کالی داس، شکنتلا، مترجم ڈاکٹر اختر حسین رائے پوری، اردو اکیڈمی سندھ کراچی 1957

113۔ گستاولی بان، تمدن عرب، مترجم سید علی بلگرامی، مقبول اکیڈمی لاہور

114۔ معین الحق سید، تاریخ ہند پاکستان (عہد قدیم وسلطنت دہلی)، دائرہ معین المعارف کراچی 1966

115۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، (م 1979ء)، سود، سلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور

116 مودودی، ابوالاعلیٰ، (م 1979ء) معاشیات اسلام، اسلامک پبلیکشنز لمیٹڈ لاہور

117۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، (م 1979ء) تفہیم الاحادیث، معارف اسلامی منصورہ لاہور 2002

118۔ مودودی ابوالاعلیٰ (م 1979ء)، قرآن کی معاشی تعلیمات، اسلامک پبلیکیشنز لاہور۔ 1969

119۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، (م 1979ء) تفہیم القرآن، ترجمان القرآن لاہور

120۔ محمد حسین ہیکل، ابوبکر، مترجم شیخ محمد احمد پانی پتی، مکتبہ میری لائبریری لاہور 1988ھ

121۔ محمد شریف چوہدری، پاکستان کا مروجہ نظام آبپاشی، ایگریکلچر پالیسی سٹڈیز انسٹیوٹ لاہور،

122۔ محمد شفیع مفتی، اسلام کا نظام اراضی، دارالاشاعت کراچی،

123۔ نور محمد غفاری، اسلام کا نظام محاصل، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور

124 وحید الزمان مولانا، شرح وقایۃ (اردو)، قانونی کتب خانہ کراچی

125 شاہ ولی اللہ دہلوی، **ازلۃ الخفاء**، مترجم اشتیاق احمد، قدیمی کتب خانہ کراچی

126۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب لاہور 1976

127۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین، لاہور لاء ٹائمز پبلیکیشنز لاہور،

128۔ اسلامی نظام معشیت قرآن وسنت کی روشنی میں بنیادی اصول، اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد 1992

129۔ اسلامی نظام محاصل اور قوانین محاصل (اسلامی نظریاتی کونسل کی بارھویں رپورٹ)، اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد 1984

130۔ اسلامی نظام محاصل اور قوانین محاصل، اسلامی نظریاتی کونسل کی تیرہویں رپورٹ، اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد پاکستان 1984

131۔ المنجد (عربی اردو)، دارالاشاعت کراچی

132۔ پنجاب زرعی پیداواری منڈیوں کا آرڈیننس 1978ء، نظامت زراعت (معاشیات وتجارت) پنجاب لاہور 1996

133۔ جامع اللغات، ملک دین محمد اینڈ سنز تاجران کتب، لاہور

134۔ رہنما کتاب، محصول زرعی آمدنی پنجاب، مجلس مال پنجاب 2001

135۔ زرعی اصلاحات 77-1972' منصور بک ہاؤس لاہور

136۔ زکوۃ مینوئل' مرکزی زکوۃ انتظامیہ وزارت خزانہ حکومت پاکستان اسلام آباد 1983'

137۔ زکوۃ وعشر آرڈیننس مجریہ 1980ء (XVIII of 1980)' عرفان لاء بک ہاؤس لاہور'

138۔ فیروز اللغات (اردو)' فیروز سنز لاہور

139۔ فیروز للغات (فارسی۔اردو) فیروز سنز لاہور 1967

140۔ قانون معاملہ زمین 1967' منصور بک ہاؤس لاہور

141۔ قواعد 1979 پنجاب زرعی پیداواری منڈیوں کا آرڈیننس 1978ء

142۔ مجلۃ الاحکام العدلیۃ' قانونی کتب خانہ کراچی

143۔ مجموعہ قوانین مال' منصور بک ہاؤس انار کلی لاہور

144۔ منہاج (سہ ماہی) عشر نمبر' مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور' اپریل۔جون 1983

145۔ ندائے کسان (ماہنامہ) G-10 جوہر ٹاؤن لاہور

146۔ نقوش رسول نمبر، ادارہ فروغ اردو لاہور، دسمبر 1983

172 *Annual Report 2003-2004, Review of Economy, State Bank of Pakistan.*

173 *Budget Estimates of Receipts 2004-2005, City District Lahore*

174 *Income Tax Ordinance 2001, Law Publishers Lahore.*

175 *International Encyclopedia of the Social Sciences, The Free Press New York 1997.*

176 *Manual Of Zakat And Ushr Laws 2001, Nadeem Law Book House, Lahore.*

177 *National Taxation Reforms Commission (Final Report) December 1986.*

178 *Pakistan Economic Servey 2004-2005 Government of Pakistan Finance Division Advisor's Wing Islamabad.*

179 *Proposals From Ewan-E-Zarrat, Punjab For the Development of Livestock, Forest and Fisheries Sectors and Pakistan Agricultural Taxation and Land reforms, Ewan-e-Zarrat, Punjab Etemmad Centre, Davis Road, Lahore.*

180 *Report Of National Commission On Agriculture, Ministry of Food and Agriculture Government of Pakistan 1988.*

181 *Report Of Prime Minister's Task Force On Agriculture, Revenue Division, Ministry of Finance, Revenue and Economic Affairs Government of Pakistan, December 1993.*

182 *Report Of The Taxation Enquiry Commission 1953-54, Ministry of Finance, Government of India.*

183 *Taxation (Journal), Taxation House 6-Maulana Zafar Ali Khan (McLeod) Road, Lahore.*

184 *The Encyclopedia Americana, Grolier Incorporated U.S.A 1987*

185 *The New Encyclopaedia Britannica, Chicago 15th Edition*

186 *The Oxford English Dictionary, Clarendon Press Oxford 1989.*

187 *The Punjab Local Govt. Ordinance 2001, Qazi Law Offices, Lahore.*

188 *The Punjab Local Rate (Assessment and Collection) rules 2001, Qazi Law offices Lahore.*

189 *The Punjab Sugarcane (Development) Cess Rules 1964.*

190 *The Standrad English Desk Dictionary, 1983*

191 *The Wealth Tax Act 1963, Mansoor Law Book House, Lahore.*

192 *The Wealth Tax Rules 1963, Mansoor Law Book House, Lahore.*

193 *Ushr (Assessment And Collection) Rules, 1994 S.R.O. 248 (i)/94 Dated 8.3.1994.*